مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد دوم

از ۱۸۹۴ء تا ۱۸۹۷ء

النّاشر
الشّركة الاسلاميّة لمیٹڈ ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ــــ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ ــــ

پیش لفظ

الشرکۃ الاسلامیہ گذشتہ سالوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف اور ملفوظات کو سیٹ کی صورت میں شائع کر چکنے کے بعد احباب کی خدمت میں حضور کے شائع کردہ جملہ اشتہارات ترتیب وار سیٹ کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

یہ مجموعہ تین جلدوں میں شائع کیا جائے گا۔ اس کی پہلی جلد ۴۸۴ صفحات کی جو ۱۱۴ اشتہارات پر مشتمل ہے۔ مارچ ۱۹۶۷ء کے مبارک موقعہ پر پیش کی جا چکی ہے۔

امسال الشرکۃ الاسلامیہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۷ء کے مبارک ایام میں احباب کی خدمت میں اس کی دوسری جلد جو ۴۸۴ صفحات پر مشتمل ہے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ یہ دوسری جلد ۹۶ اہم اشتہارات کا مجموعہ ہے۔ جن میں مخالفین اسلام عیسائیوں اور آریوں کو ان کے اسلام و احمدیت پر اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات دینے کے ساتھ ہزار ہا روپیہ کے انعامی چیلنج بھی دیئے گئے ہیں۔ اور دشمنان اسلام پر حجت تمام کی گئی ہے۔ ماسوا اس کے علمائے مخالفین کے اعتراضوں کے جواب بھی مدلل طریق پر دے کر انہیں ساکت اور صامت کیا گیا ہے۔ ان اشتہارات میں لیکھرام کی موت کے متعلق پیشگوئی اور آتھم کی پیشگوئی کے متعلق اعتراضات کے جواب بھی موجود ہیں۔ اور آریوں کو جو لیکھرام کے قتل کو سازش کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ دعوتِ مباہلہ کا اشتہار بھی درج ہے۔ جسے بظاہر لالہ گنگا بشن نے منظور کیا اور تین شرطیں پیش کیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ تو لالہ گنگا بشن صاحب خائف ہو کر مباہلہ سے فرار کر گئے۔

اس مجموعہ میں جلسہ اعظم مذاہب عالم لاہور کے بارے میں وہ اشتہار بھی شامل ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مضمون کے غالب رہنے کے متعلق خدا تعالیٰ کا الہام شائع فرمایا ہے۔ جو نہایت صفائی کے ساتھ پورا ہوا۔ اس میں بعض اشتہارات ایسے بھی ہیں۔ جن میں گورنمنٹ کو بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اسی طرح بعض اور ضروری امور پر مشتمل اشتہارات بھی اس مجموعہ میں موجود ہیں۔ جن کی تفصیل فہرست مضامین میں درج ہے۔

واضح رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہارات کے جاری کرنے کا سلسلہ اتمامِ حجت کی غرض سے بحکمِ الٰہی جاری فرمایا تھا۔ جیسا کہ آپ کی کتاب فتح اسلام سے ظاہر ہے۔ یہ دوسری جلد بھی انشاء اللہ تعالےٰ احباب کی دینی معلومات اور ایمان میں اضافہ کا موجب ہوگی۔

تیسری جلد انشاء اللہ اگلے سال احباب کی خدمت میں پیش ہوگی۔

یہ مجموعہ اشتہارات پہلے حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ رسالت کے نام سے دس جلدوں میں شائع فرمایا تھا۔ اب مزید اشتہارات کی تلاش کر کے مکرم مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے اس مجموعہ میں بیش قیمت اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

والسّلام

قاضی محمد نذیر

مینجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ

فہرست مضامین مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(مرتبہ: مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۱۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الرُّسُلِ وَاَفْضَلِ کُلِّ مَنْ اُرْسِلَ اِلَی الْوَرٰی وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَکُلِّ مَنْ تَبِعَہٗ وَاتَّقٰی

رہبر ما سیّد ما مصطفٰے است | آنکہ ندیدست نظیرش سروش
آنکہ خدا مثل رخش نافرید | آنکہ رخش مخزنِ ہر عقل و ہوش
دشمنِ دیں حملہ برد مے کند | حیف بود گر بنشینم خموش
چوں سخنِ سفلہ بگوشم رسید | در دلِ من برخاست چو محشر خروش
چند توانم کہ شکیبی کنم | چند کند صبر دل زہر نوش
آں نہ مسلماں بتر از کافر ست | کش نبود از پئے آں پاک جوش
جاں شود اندر رہِ پاکش فدا | مژدہ ہمیں است گر آید بگوش
سر کہ نہ در پائے عزیزش رود | بار گراں است کشیدن بدوش

اشتہار معیار الاخیار والاشرار

بمقابلہ پادری عماد الدین اور دوسرے پادری صاحبوں کے

بوعدۂ انعام پانچہزار روپیہ

واضح ہو کہ پادری عماد الدین صاحب کا ہمیشہ سے یہ دعویٰ ہے کہ قرآن شریف بلیغ فصیح کلام نہیں ہے اور جو کچھ اس پاک کلام میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے فصاحت بلاغت وغیرہ لوازم دقایق حقایق کی رو سے معجزہ ہے، یہ بات نعوذ باللہ جھوٹ ہے۔ بلکہ وہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ معجزہ کا تو کیا ذکر بلکہ قرآن ادنیٰ بلاغت فصاحت کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ آجکل کوئی تفسیر بھی لکھ رہے ہیں جس میں انہیں باتوں کا تذکرہ ہوگا اور وہ اس میں اپنی علمیت اور سمجھ کے بھروسہ پر دوسرے حملے بھی کریں گے۔ پادری صاحب موصوف کی کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تحریرات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی کس قدر توہین کی ہے۔ کیا کوئی گالی ہے جو نہیں دی؟ کیا کوئی ٹھٹھا ہے جو نہیں کیا؟ کیا کوئی دل آزار کلمہ ہے جو اُن کے مُنہ سے نہیں نکلا۔ سب کچھ کیا۔ لیکن گورنمنٹ انگریزی کی وفادار رعیت اہل اسلام گورنمنٹ کے مُنہ کے لئے اور اس کے احسانوں کو یاد کر کے آجتک صبر ہی کرتی اور کریں گے اور اگر نہ کریں تو کیا کر سکتے ہیں۔ کیا کسی قانون میں ایسے لوگوں کی کوئی سزا بھی ہے جو اظہار رائے کی اوٹ میں ہر یک قسم کی اہانت اور بدگوئی اور دشنام دہی کر رہے ہیں* اور پھر عدالتوں میں سرخرو رہیں۔ فما نشکوا الّا الی اللہ۔ اب

---

* نیک نیتی کی بنیاد پر اظہار رائے صرف اس حالت میں کہیں گے کہ جب بصیرت کی رُو سے رائے ظاہر کی جائے لیکن اگر بصیرت نہ ہو تو وہ اظہار رائے نہیں بلکہ مجرمانہ توہین ہے جو نیک نیتی سے نہیں۔ منہ

ان دنوں میں پادری صاحب نے اپنی کتاب نصیحۃ المسلمین وغیرہ کی گالیوں پر بس نہ کر کے ایک اور کتاب نکالی ہے جس کا نام توزین الاقوال رکھا ہے۔ اس میں بھی وہ بدگوئی سے باز نہیں رہ سکے۔ قرآن شریف کی فصاحت پر ٹھٹھا کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا اتارنے والا رُوح القدس نہیں بلکہ ایک شیطان ہے۔ اور پھر اپنی مولویت جتائی ہے کہ ہم بڑے فاضل اور عالم ہیں اور عنقریب قرآن کی تفسیر شائع کرنی چاہتے ہیں۔ ایک رسالہ انہوں نے ان دنوں میں امریکہ کے جلسہ نمایش مذاہبی میں بھیجا ہے اور چھپوا کر شائع کر دیا ہے اس میں دعویٰ ہے کہ اسلام کے عمدہ عمدہ مولوی سب عیسائی مذہب میں داخل ہو گئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اور پھر ایک لمبی چوڑی فہرست ان مولویوں اور فاضلوں کی بغرض ثبوت دعوے پیش کی ہے جنہوں نے عیسائی دین قبول کر لیا ہے اور ان چند لوگوں کی بہت علمی تعریف کی ہے کہ وہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں اور یہ سمجھانا چاہا ہے کہ تمام اعلیٰ درجہ کے مولوی تو عیسائی ہو چکے اور اب اسلام کے دین پر قائم رہنے والے صرف جاہل اور نادان اور بے تمیز لوگ باقی ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ رسالہ مجھ کو وقت پر نہیں ملا اور نہ مؤلف نے میری طرف بھیجا۔ صرف چند روز سے مَیں نے اطلاع پائی ہے۔ سو مَیں نے سوچا کہ اس طوفان کا بہت جلد جواب دینا ضروری ہے۔ نیز اس حقیقت کو کھولنا واجبات سے ہے کہ گویا پادری عماد الدین صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کے عالم دینِ محمدی تھے اور بڑے فاضل مولوی ہیں اور بباعث تبحر علمی ان کو حق پہنچتا ہے کہ قرآن شریف کی بلاغت فصاحت پر نکتہ چینی کریں اور اس کی اعلیٰ شان کے انکاری ہوں۔ رسول اللہ صلعم کو گالیاں نکالیں۔ ٹھٹھا کریں اور بُرے بُرے نادانی کے نام رکھیں اور اُستاد بن کر آنحضرت صلعم کی عربی دانی کے نقص نکالیں۔ اس لئے مَیں نے ان دنوں ایک رسالہ عربی میں لکھا ہے جس کا نام نور الحق رکھا ہے*۔ اس رسالہ میں کچھ کچھ

---

* حاشیہ۔ یہ رسالہ صرف چند روز میں بغیر کسی فکر اور سوچ کے لکھا گیا ہے کیونکہ وقت میں گنجایش نہ تھی تاہم پادری صاحبوں کی عربی دانی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ منہ

فضائلِ قرآن شریف اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور بعض اعتراضات توزین الاقوال کا ردّ ہے اور اس کے بین السطور میں اردو ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ محض پادری عماد الدین کی عربی دانی اور مولویت کے آزمانے کے لئے اور نیز ان کے دوسرے مولویوں کے پرکھنے کے لئے تالیف کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ اگر پادری عماد الدین صاحب اور ان کے دوسرے دوست جن کے نام ان کی فہرست میں اور نیز اس رسالہ میں بھی موجود ہیں حقیقت میں مولوی ہیں اور اسلام کے ان اعلیٰ درجہ کے فاضلوں میں سے ہیں جو عیسائی ہو گئے تو اُن کو چاہئیے کہ خواہ جُدا جُدا اور خواہ اکٹھے ہو کر اس رسالہ کا جواب اسی حجم اور منہومت کے لحاظ سے ویسی ہی عربی بلیغ فصیح میں لکھیں جس طرح پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ اور اسی قدر اس میں عربی اشعار بھی اپنی طبعزاد درج کریں جیسا کہ ہمارے اس رسالہ میں لکھے گئے ہیں۔ اگر انہوں نے عرصہ دو ماہ تک* ہمارے رسالہ کی اشاعت سے ایسا کر دکھایا اور خود گورنمنٹ کی منصفی سے یا اگر گورنمنٹ منظور نہ کرے تو برضامندی طرفین منصف مقرر ہو کر ثابت ہو گیا کہ ہمارے رسالہ کے مقابل پر ان کا رسالہ نظم و نثر میں و بلحاظ دیگر مراتب قدم بہ قدم و نعل بہ نعل رہے اور اس سے کم نہیں ہے تو پانچہزار روپیہ نقد ان کو اسی وقت بلا توقف بطور انعام دیا جائے گا اور آئیندہ اقرار کر دوں گا کہ ان کو قرآن شریف پر حملہ کرنے اور بلاغت فصاحت پر ٹھٹھا کرنے کا حق حاصل ہے یہ روپیہ کسی بینک گورنمنٹ میں یا دوسری جگہ میں اوّل جمع کرا دیا جائے گا اور لکھ دیا جائے گا کہ اگر گورنمنٹ اپنے طور پر ثابت کر لے کہ رسالہ کے مقابلہ پر فی الحقیقت ہر یک بات میں رسالہ لکھا گیا ہے تو ہماری طرف سے گورنمنٹ مختار ہو گی کہ بلا توقف وہ روپیہ

*حاشیہ۔ ہمارے رسالہ کے بالمقابل رسالہ اسی قدر اور انہیں لوازم کے لحاظ سے لکھنا درحقیقت چار روز سے کچھ زیادہ کام نہیں لیکن ہم نے اتمام حجت کی غرض سے دو ماہ کی مہلت دی ہے۔ ایک مہینہ تالیف کے لئے اور ایک مہینہ چھاپنے اور شائع کرنے کیلئے۔ اسی عرصہ میں چھاپ کر شائع کرنی ضروری ہے۔ منہ

پادری عماد الدین صاحب کے حوالہ کرے اور پادری صاحب موصوف جس طرح مناسب سمجھیں وہ روپیہ اپنے بھائیوں میں تقسیم کرلیں۔ اور اس وقت میں جبکہ ہم رسالہ شائع کردیں اور پادری عماد الدین صاحب عربی میں برعایت شرائط مذکورہ جواب لکھنا چاہیں اور مستعد ہو کر ہمیں اطلاع دیں اور اپنی تسلّی کے لئے روپیہ جمع کرانے کا مطالبہ کریں اگر ہم تین ہفتہ تک گورنمنٹ کے کسی بنک میں یا اور جگہ روپیہ جمع نہ کراویں تو ہمارے دروغگو دروکاذب ہونے کے لئے اسی قدر کافی ہوگا تب بلاشبہ ہم آیت لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ کے مصداق ہوں گے اور نہ ایک لعنت بلکہ کروڑ لعنت کے مستحق ٹھہریں گے٭ لیکن اگر پادری عماد الدین صاحب اور اُن کی تمام جماعت جو مولوی اور فاضل

٭حاشیہ۔ اس رسالہ میں جیسا کہ ہم نے بصورت تخلف وعدہ کروڑ لعنت کا مصداق اپنے تئیں ٹھہرا لیا ہے، اسی طرح اس صورت میں جو حضرات پادری صاحبان نہ ہمارے عربی رسالہ نور الحق کا دو ماہ تک جواب شائع کریں اور نہ مولوی کہلانے اور قرآن شریف کی فصاحت پر حملہ کرنے سے باز آویں ھذا لعنت صاحبان موصوفین کی خدمت میں ہماری طرف سے ھدیہ ہے خیال رہے کہ یہ باتیں تہذیب کے برخلاف نہیں۔ ہم ستائے گئے۔ ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وہ صدہا گالیاں دی گئیں کہ اگر ایک محلہ کے ادنیٰ سے معزز کو ایک ان میں سے دی جاتی تو بیشک گورنمنٹ اس کی نالش پر توجہ کرتی اور ہم کسی پر لعنت نہیں بھیجتے مگر کاذب اور موذی پر اس قسم کا لعنت نامہ توریت میں بھی موجود ہے۔ ظالموں اور جھوٹوں اور نادانوں کو روکنے کے لئے یہ تدبیریں ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کیا کریں کہ بمقابل نصیح لکھنے پر پانچ ھزار روپیہ نقد انعام دیتے ہیں اور عمداً پہلو تہی کرنے کی حالت میں ہزار لعنت ہے مگر اس صورت میں کہ جب مولوی کہلانے اور قرآن کریم پر حملہ کرنے سے باز نہ آویں۔ یہ بھی یاد رہے کہ چار دفعہ مجھے منجانب اللہ رؤیا اور الہام کے ذریعہ سے بشارت مل چکی ہے کہ عیسائی ہرگز اس رسالہ کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور ذلّت کے ساتھ خاموش رہ جائیں گے۔ پس اگر اور نہیں تو اس پیشگوئی کو ہی جھوٹی کرکے دکھلاویں۔ اگر انہوں نے بالمقابل رسالہ لکھ مارا اور وہ رسالہ فصاحت میں ہمارے رسالہ کا

کہلاتی ہے جواب نہ دے سکیں اور عاجز آجائیں تو نہ ہم ان سے کچھ مانگتے ہیں نہ گالیاں نکالتے ہیں نہ دکھ دیتے ہیں صرف اپنی مہربان گورنمنٹ کی خدمت میں فریاد کرتے ہیں اور ملتمس

بقیہ حاشیہ ۔ ہم پر یہ ثابت ہوگیا تو بلاشبہ کاذب ٹھہروں گا۔ پس چاہیئے کہ ہمت نہ ہاریں بلکہ اپنے اس مسیح سے مدد طلب کریں جس کو ہم محض عاجز انسان جانتے ہیں اور اس سے وہ روح القدس رو رو کر مانگیں جو بولیاں سکھاتا ہے۔ مگر ساتھ اس کے یقیناً یاد رکھیں کہ پیشگوئی سچی نکلے گی اور عیسائیوں کی الوہیت کا ایسا پردہ فاش ہوجائے گا کہ بچے بھی ان پر ہنسیں گے اور ان کے خدا اور روح القدس کی کمزوری ایسی ثابت ہوجائے گی کہ سب خدائی اور مددنمائی سر پڑ جائے گی اور صلیب ٹوٹ جائے گی۔ بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کر کے مشہور ہے اس وقت بھی ہمارے اس رسالہ کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی ایسی ہی مدد کرے جیسا کہ اس نے جون ۱۸۹۳ء میں ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر ان کی مدد کی تھی اور اپنے اشاعۃ السنۃ کا فتویٰ بھیج دیا تھا اور ان کی تائید میں ایک اشتہار بھی چھپوایا تھا جو بعض مسلمانوں کے لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رک گیا جس کی ایک کاپی ایک خاص ذریعہ سے ہم کو مل گئی جو اب تک موجود ہے۔ یہ وہی مخفی تحریرات تھیں جن کی وجہ سے پادری عماد الدین نے شیخ مذکور کو اپنی کتاب توزین الاقوال میں قابل تحسین لکھا ہے اور ہمارے نبی صلعم کو گالیاں نکالیں اور شیخ کی تعریف کی ہے۔ سو ایسا اندیشہ اس رسالہ کے نکلنے پر بالکل بے بنیاد وہم اور خیال باطل ہے کیونکہ شیخ مذکور تو آپ ہی علم اور ادب اور علوم عربیہ سے تہی دست اور بے نصیب اور صرف ایک اردو نویس منشی ہے۔ پھر پادریوں کی کیا مدد کرے گا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اگر اس وقت بھی بس چل سکے تو عیسائیوں کو مدد دینے میں کبھی فرق نہ کرے۔ مگر اندھا اندھے کو کیا راہ دکھائے گا۔ ہاں شاید اتنی مدد کرے بلکہ ضرور کرے گا کہ جل بھن کر اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں لکھ دے گا کہ یہ رسالہ کچھ چیز نہیں کچھ نہیں۔ غلط ہے غلط ہے مگر ستر برس اور متعصب اور ظالم آدمی کی صرف زبان کے بے دلیل بکواس کو کون سنتا ہے اور ایسی بیہودہ باتوں کا ہماری طرف سے تو دندان شکن یہی جواب ہے کہ اگر شیخ مذکور کی نظر میں یہ رسالہ تھا اور

ہیں کہ آئندہ مولوی کے نام سے ان نادان دشمنوں کو روک دیا جائے اور قرآن شریف کی فصاحت بلاغت کی نکتہ چینی سے سخت ممانعت فرمائی جاوے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

بقیہ حاشیہ۔ غلط ہے اور وہ اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ بھی اس رسالہ کی نظیر لکھے اور عیسائیوں کی طرح پانچہزار روپیہ انعام پاوے* ورنہ بجز اس کے ہم کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ شیخ جی جو کچھ آپ کی ذلت ظاہر ہو رہی ہے اور آپ کے علم کی پردہ دری ہوتی جاتی ہے یہ اس الہام کی تکمیل کی شاخیں ہیں جو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں آپ کو سنایا گیا تھا کہ انّی مھین من اراد اھانتک۔ آپ خدا تعالیٰ سے لڑیں۔ دیکھیں کب تک لڑیں گے۔ آپ نے کہا تھا کہ میں نے ہی اونچا کیا اور میں ہی گراؤں گا۔ اس قدر دروغ گوئی جھوٹ سے شیطان کو بھی پیچھے ڈال دیا۔ جس کو خدا اونچا کرے کیا کوئی ہے کہ اس کو گرا سکے؟ آپ اور آپ کی جماعت کیا چیز اور آپ کی دشمنی کیا حقیقت۔ کیا خدا ایسے موذیوں کے تباہ کرنے کے لئے اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟!!

لوگوں کے بغضوں اور کینوں سے کیا ہوتا ہے　　جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت　　اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

الراقم المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

(مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور)　　۱۷ مارچ ۱۸۹۳ء

*الحاشیہ۔ اور نیز ہمارے الہام کو بھی جھوٹا کرے جس کی فکر میں وہ مر رہا ہے۔ منہ

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے چار صفحوں پر ہے)

(۱۱۶)

اشتہار واجب الاظہار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسلام علٰی رسولہٖ وخیر خلقہٖ وافضل رسلہٖ محمّد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ امابعد واضح ہو کہ سُنا گیا ہے کہ امرتسر کے بعض بیسمجھ انسانوں پر مادہ بدظنی یا تذبذب غالب ہے ایک افغان محمد یوسف خان نام کے عیسائی ہو جانے سے جس نے اب نام یوسف خان رکھوایا ہے یہ وہم بصورت اعتراض پیش کرتے ہیں کہ یہ شخص یوسف خاں اس عاجز کی جماعت میں داخل تھا پھر وہ کیونکر عیسائی ہو گیا تو اُس کا یہی جواب ہے کہ اپنی شقاوت سے اپنی کور باطنی سے اور نفسانی اغراض کے جوش سے، وہ اُس شاخ کی طرح تھا جس کا سچا پیوند ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ اس لئے مالک حقیقی نے اُس شاخ کو کاٹ دیا اور تنور میں پھینک دیا۔ اگر وہ شاخ پھل اور پھول لانے والی ہوتی تو ہرگز کاٹی نہ جاتی لیکن وہ ایک خشک شاخ تھی سو مالک نے اس کے ساتھ وہی کیا جو خشک شاخوں کے ساتھ ہمیشہ سے وہ کرتا ہے۔ وہ غنی بے نیاز ہے۔ کسی کے مرتد ہو جانے سے اس کی ملکوت میں کچھ کمی نہیں آتی۔ اور ایسا سمجھنا سراسر ظلم اور غلطی ہے کہ گویا یہ شخص ہمارے خاص بیعت کنندوں میں سے تھا۔

اصل حال یہ ہے کہ اکثر لوگ اس جگہ آتے رہتے ہیں اور جو شخص آتا ہے بیعت توبہ کی درخواست کرتا ہے اور قبل اس کے جو اس کے حال کی تفتیش کی جائے محض اس نیت سے وہ سلسلہ بیعت میں داخل کیا جاتا ہے کہ توبہ کرتا بہر حال اچھا ہے۔ سو یہ شخص بھی ایسے ہی عام لوگوں میں سے تھا جس جگہ صدہا آدمی آویں اس میں ضروری ہوتا ہے کہ جیسے پاک نیت کے لوگ آتے ہیں ویسے خراب نیت اور ناپاک دل کے لوگ جائیں۔ اس کا اگر نمونہ دیکھنا ہو تو اوّل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے **حواریوں** میں ہی دیکھو کہ یہودا اسکریوطی کیونکر اوّل سے اخیر تک صحبت میں رہ کر **صرف تیس روپیہ کے لالچ سے مُرتد ہو گیا۔** پطرس نے بھی تین مرتبہ لعنت کی۔ باقی سب بھاگ گئے شاید حواریوں کی بداعتقادی کا موجب وہی واقعات ہوں گے جو انجیل متی کے چھبیس باب میں بتفصیل درج ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسٰی تمام رات جاگتے رہے اور اپنی رہائی کے لئے دُعا مانگی✝ اور حواریوں کو بھی کہا کہ تم بھی دُعا مانگو مگر وہ قبول نہیں ہوئی۔ اور جس قدر تکلیف مقدر تھی پہونچ گئی۔ اس دُعا میں حضرت مسیح نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے مگر دُعا کے نہ قبول ہونے سے حواری بدظن ہو گئے۔ اور یہ امر قابل بحث ہے کہ حضرت عیسٰی نے نبی ہو کر اپنی جان بچانے کے لئے اس قدر کیوں اضطراب کیا۔ حاصل کلام یہ کہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے حواری اکثر مُرتد ہوتے

✝ حاشیہ۔ حضرت عیسٰی کی اس دُعا کا قبول نہ ہونا جو ایسی سخت بیقراری کی حالت میں کی گئی جس کی نسبت وہ آپ کہتا ہے کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے ایک ایسا امر ہے جس سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وہ ہرگز خدا نہ تھا بلکہ ایک عاجز اور ضعیف انسان تھا جو دُعا کرتا کرتا مارے غم کے موت تک پہونچ گیا۔ مگر خدائے غنی بے نیاز نے دُعا کو قبول نہ کیا۔ اگر کہو کہ وہ دُعا انسانی رُوح سے تھی نہ خدائی رُوح سے اس واسطے منظور نہ ہو سکی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ تمام پاک انبیاء انسان ہی تھے خدائی کا کسی کو دعویٰ نہ تھا تاہم اُن کی دُعائیں اضطراب کے وقت منظور ہوتی رہیں۔ اور کوئی ایک نبی بھی بطور نظیر پیش نہیں ہو سکتا جس نے ایسے وقت میں ایسے اضطراب کے ساتھ جو موت کی سی حالت ہو دُعا کی ہو اور قبول نہ ہوئی ہو

رہے۔ اور اس آخری واقعہ سے پہلے بھی ایک جماعت کثیر مُرتد ہو گئی تھی۔ بلکہ ایک اَور مقام میں حضرت عیسٰی پیشگوئی کے طور پر فرماتے ہیں کہ بعض میرے پر ایمان لانے والے پھر مُرتد ہو جائیں گے۔ اور خود حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے حقیقی بھائی بھی ان سے راہِ راست پر نہ آسکے چنانچہ جان ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں کہ اُن کے بھائی اُن سے ہمیشہ بگڑے ہی رہے بلکہ ایک دفعہ انہوں نے قید کرانے کے لئے گورنمنٹ میں درخواست بھی کر دی تھی۔ پھر جبکہ وہ لوگ جو اسی ماں کے پیٹ سے نکلے تھے جس پیٹ سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام نکلے تھے حضرت عیسٰی سے درست نہ ہو سکے تو پھر عوام کی سرسری بیعتوں کی بناء پر کیوں اعتراض کیا جائے۔ حضرت عیسٰی کے بھائی سمجھنے والوں کے لئے ایک نہایت عمدہ نمونہ ہے کہ ایک بھائی تو پیغمبر اور چار حقیقی بھائی بے دین

بقیہ حاشیہ۔ ہمارے سیّد و مولیٰ خیر الرسل محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی مکہ معظمہ میں جب دشمنوں نے قتل کرنے کے لئے چاروں طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا تھا ایسا ہی اضطراب پیش آیا تھا اور آپؐ نے دُعا بھی نہیں کی تھی بلکہ راضی برضاء مولیٰ ہو کر خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا تھا۔ پھر دیکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے کیسا بچا لیا۔ دشمنوں کے بیچ میں سے گذر گئے اور ان کے سر پر خاک ڈال گئے مگر ان کو نظر نہ آ سکے۔ پھر مخالف لوگ بمدد ایک سُراغ شناس کے اس غار تک پہنچے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخفی تھے۔ مگر اس جگہ بھی خدا تعالیٰ نے دشمنوں کو اندھا کر دیا اور وہ دیکھ نہ سکے۔ پھر ایک نے ان میں ایسے وقت میں خبر پا کر تعاقب کیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے راہ میں جا رہے تھے۔ مگر وہ اور اس کا گھوڑا ایسے طور سے زمین پر گرے کہ وہ سمجھ گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں اور خدا ان کے ساتھ ہے۔ ایسا ہی خسرو پرویز نے جب آپؐ کو گرفتار کرنا چاہا تو ایک ہی رات میں گرفتار پنجۂ اجل ہو گیا۔ اور ایسا ہی بدر کی لڑائی میں جبکہ مخالف پوری طیاری کر کے آئے تھے اور اس طرف سراسر بے سامانی تھی خدا تعالیٰ نے وہ نمونہ تائید دکھلایا جس نے روئے زمین پر اسلام کی بنیاد جما دی۔ اب جبکہ یہ قاعدہ مسلم النبوت ہے کہ سچے نبیوں کے سخت اضطرار کی ضرور دُعا قبول ہو جاتی ہے تو بار بار یہی اعتراض پیش ہوگا کہ اگر مسیح سچا نبی تھا تو اوس کی دُعا ایسے اضطراب کے وقت میں جس سے موت کی سی حالت

بلکہ دشمن دین اور وہ بھائی باوجود دن رات کے تعلقات کے ایسے سخت منکر رہے کہ اُن سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ کسی نشان کے ہی قائل ہو جائیں۔ تعجب کہ کسی اعجوبہ کے بھی قائل نہ ہوئے اور نہ اس بات کے قائل کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت پہلی کتابوں میں کوئی پیشگوئی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی پرانا الزام تالاب معجزنما کا جواب تک حضرت عیسیٰ کے سر پہ وارد ہوتا چلا آیا ہے ان کے دلوں میں خوب راسخ تھا ورنہ یہ کیا غضب آگیا کہ حقیقی بھائی ہو کر اس قدر بھی قایل نہ ہوں کہ یہ آدمی اچھا اور بھلا مانس ہے ایسے حقیقی خویشوں کو جو اندرونی حال اور دن رات کے واقعات معلوم ہوتے ہیں دوسروں کو ان سے

بقیہ حاشیہ۔ اس پرطاری تھی کیوں قبول نہ ہوئی اور اس عذر کا بیہودہ ہونا تو ظاہر ہو چکا کہ مسیح نے الٰہی روح کے ساتھ دُعا نہیں کی تھی بلکہ انسانی رُوح کے ساتھ کی تھی اس لئے ردّ ہو گئی۔ مسیح نے تو باپ باپ کر کے بہتیرا پکارا اور اپنا بیٹا ہونا جتلایا مگر باپ نے اس طرف رخ نہ کیا اگر شک ہو تو آپ انجیل متی کھول کر ۲۶۔ ۳۹ میں یہ آیت پڑھ لو۔ اور کچھ آگے بڑھ کے منہ کے بل گرا۔ اور دُعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح خدا تعالےٰ کو الٰہی رُوح کے لحاظ سے باپ کہتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ دُعا اقنوم ابن کی طرف سے تھی تبھی تو باپ کر کے پکارا مگر باپ نے پھر بھی منظور نہ کی۔ تعجب کہ مسیح کا انجیل میں یہ بھی ایک قول ہے کہ مجھے کُل اختیار دیا گیا۔ مگر کیا خاک اختیار دیا گیا۔ ایک دُعا بھی تو منظور نہ ہوئی۔ اور جب مسیح کی اپنی ہی دُعا منظور نہ ہوئی تو اس کا شاگردوں کو یہ کہنا کہ تمہاری دُعائیں منظور ہوتی رہیں گی اور کوئی بات انہونی نہ ہو گی کس قدر بے معنی معلوم ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسیح نے خدا تعالےٰ کی تقدیر کو منظور کر لیا اس لئے دُعا منظور نہ ہوئی یہ بالکل بیہودہ جواب ہے۔ مسیح نے تو سُولی پر چڑھ کر بھی یہی کہا کہ ایلی ایلی لما سبقتنی یعنے اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ تو نے میری خواہش کے مطابق کیوں نہ کیا اور میری دُعا کیوں قبول نہ کی۔ اور یہ سوال کہ آخری وقت میں مسیح نے ایلی ایلی کیوں کہا ابی ابی کیوں نہ کہا۔ اس کا یہی جواب ہے کہ وہ کلمہ محبت کا تھا اور یہ کلمہ خوف کا۔ اسی لئے اس وقت مسیح مارے خوف عظمت الٰہی کے ابی ابی بھول گیا اور ایلی ایلی یاد آگیا اور بے نیازی الٰہی کی ایک

کیا اطلاع۔ تمام یہودی بھی درحقیقت دور نزدیک کے رشتہ دار تھے۔ انہوں نے کئی معجزے حضرت مسیح سے مانگے اور آپ نے ان کو حرامکار کہہ کر ٹال دیا مگر معجزہ نہ دکھلایا۔ سچ ہے آپ کے اختیار اور اقتدار میں معجزات نہیں تھے۔ پھر کہاں سے دکھلاتے۔ یہودی بیوقوف جانتے تھے کہ کسی انسان کے اختیار میں معجزہ نمائی ہے۔ مگر درحقیقت معجزہ خدا تعالےٰ کا فعل ہے۔ پھر عجب تر یہ ہے کہ جس کو حضرت عیسٰی نے بہشت کی کنجیاں دی تھیں اسی نے برابر کھڑے ہو کر لعنتیں کیں۔ ہم نے نہ تو یوسف خاں کو بہشتی ٹھہرایا نہ کنجیاں دیں بلکہ اس میں نااہلی کی بُو پا کر اس کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا۔ اس بات کا گواہ اس کا دل ہوگا گو زبان نہ ہو۔ غرض کسی کا مرتد ہونا کوئی اعجوبہ بات نہیں جس کو سعادت ازلی سے حصہ نہیں وہ شقاوت کی طرف جائیگا ضرور جائے گا۔ ہماری طرف ایسے عوام الناس ہر وقت آتے ہیں۔ پس کیا حرج ہے ہم کسی ایک

بقیہ حاشیہ۔ تجلی دیکھی اور عاجزی کا شروع کردکا۔ انسان بے بنیاد کی یہی حالت ہے۔ جلالی تجلیات کی برداشت نہیں کرسکتا۔ مسیح کا راضی بقضاء ہونا اس وقت تسلیم کیا جاتا کہ جب اس کو موت اور زندگی کا اختیار دیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ ہماری مرضی تو یہ ہے کہ تجھ کو سُولی دے دیں۔ لیکن اگر تو چاہے تو تجھ کو بچالیں۔ لیکن یہ واقعہ تو ایسا نہیں ہے بلکہ مسیح نے اپنے افعال سے ظاہر کر دیا کہ وہ بدل و جان یہی چاہتا تھا کہ وہ سُولی سے بچ جائے۔ اس نے دُعا کرنے میں کوئی کسر نہ کی اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور سُولی کے خوف سے اس کا دل نہایت غمگین ہوا۔ یہانتک کہ اس کی موت کی سی حالت ہو گئی۔ تمام رات جاگتا رہا۔ دُعا کرتا رہا۔ سجدے کرتا رہا۔ روتا رہا بلکہ دوسروں سے بھی دُعا کراتا رہا کہ شاید میری نہیں تو انہیں کی دُعا منظور ہو جائے۔ اپنی عزیز جان بچانے کیلئے کیا کچھ بیقراریاں کیں اور اس چند روزہ زندگی کے لئے کس قدر بیتابی ظاہر کی۔ آخر جب دیکھا کہ بات بنتی نظر نہیں آتی تو کہہ دیا کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے، تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق مگر مارے سخت بیقراری کے اس رضا جوئی کے فقرہ پر بھی قایم نہ رہ سکا۔ آخر موت کے وقت ربّ جلیل کی شکایت شروع کر دی اور کہا کہ اے میرے خدا، اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اب دیکھو کہاں گئی وہ

کو اس کی جگہ سمجھ لیں گے۔ ایسے آدمیوں کے مرتد ہونے سے کوئی بد نتیجہ نکالنا بداندیشوں کا کام ہے جن کی نظر گذشتہ تاریخوں پر بھی پھری نہیں بلکہ خواتیم پر ہوتا ہے نہ درمیانی امور پر۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے آدمیوں کا دین سے نکلنا بہتر ہے کیونکہ دین کی صفائی اور روشنی ان کے نکلنے پر موقوف ہے۔

راقم میرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور ۲۷ مئی ۹۴ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر (گلزار محمدی پریس لاہور) میں طبع ہو کر شائع ہوا تھا)۔

بقیہ حاشیہ۔ رضا جوئی۔ اگر مسیح باوجود ایسی دُعا کے جو جان کی گدازش سے کی گئی تھی پھر بھی درحقیقت سُولی مل گیا ہے تو ایسا شخص کسی طور سے نبی نہیں ہو سکتا۔ حاشا وکلّا کیونکہ تمام نبی اضطرار کے وقت میں مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ یہ کیسا نبی تھا کہ اضطرار کے وقت اس کی دُعا سُنی نہ گئی۔ اور اگر وہ سُولی نہیں ملا تو سچا نبی ہے اور ایسے ہی کی قرآن کریم نے تصدیق کی ہے اور توریت بھی یہی ظاہر کرتی ہے بہرحال اگر مسیح کی وہ دُعا منظور ہو گئی ہے اور وہ صلیب سے بچ گیا ہے تو اعتقاد صلیب اور کفارہ باطل اور اگر ایسے اضطرار کے وقت کی دُعا بھی منظور نہیں ہوئی اور صلیب نصیب ہو گئی تو نبوۃ باطل۔ تعجب کہ بائبل میں یہ **قصہ موجود ہے** کہ ایک بادشاہ کی پندرہ دن عمر رہ گئی تھی اور جب نبی کی معرفت اس کو خبر دی گئی تو وہ تمام رات دُعا کرتا رہا تو خدا تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو اس کے لئے بدل دیا اور دُعا کو منظور کر لیا اور پندرہ دن کو **پندرہ سال** کے ساتھ بدل دیا۔ مگر مسیح کی تمام رات کی دُعا باوجود اس قدر دعووں کے منظور نہ ہوئی۔ تعجب کہ کسی پادری صاحب کو اس **سچی حقیقت** کی طرف توجہ نہیں اور ان کا کانشنس ایک دم کے لئے بھی ان کو ملزم نہیں کرتا کہ وہ شخص جس کی دعا کی حالت ایک بادشاہ کی دعا کی حالت سے بھی گری ہوئی ہے وہ کیونکر سچا نبی ٹھہر سکتا ہے اور اس کی حقیقت تو اس قصہ سے بدیہی طور پر معلوم ہو چکی۔

---

(۱۱۷)

نکتہ چینوں کیلئے ہدایت اور واقعی غلطی کی شناخت کیلئے ایک معیار

اکثر جلد باز نکتہ چین خاص کر شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی جو ہماری عربی کتابوں کو عیب گیری کی نیت سے دیکھتے ہیں بباعث ظلمت تعصب کاتب کے سہو کو بھی غلطی کی مد میں ہی داخل کر دیتے ہیں لیکن درحقیقت ہماری صرفی یا نحوی غلطی صرف وہی ہو گی جس کی مخالف صحیح طور پر ہماری کتابوں کے کسی اور مقام میں نہ لکھا گیا ہو۔ مگر جبکہ ایک مقام میں کسی اتفاق سے غلطی ہو اور وہی ترکیب یا لفظ دوسرے دس یا بیس یا پچاس مقام میں صحیح طور پر پایا جاتا ہو تو اگر انصاف اور ایمان ہے تو اس کو سہو کاتب سمجھنا چاہیئے نہ غلطی۔ حالانکہ جس جلدی سے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں اگر اس کو ملحوظ رکھیں تو اپنے ظلم عظیم کے قایل ہوں اور اُن تالیفات کو خارق عادت سمجھیں۔ قرآن شریف کے سوا کسی بشر کا کلام سہو اور غلطی سے خالی نہیں۔ بٹالوی صاحب خود قایل ہیں کہ لوگوں نے کلام امرء القیس اور حریری کی بھی غلطیاں نکالیں۔ مگر کیا ایسا شخص جس نے اتفاقاً ایک غلطی پکڑی حریری یا امرء القیس کے مرتبہ پر شمار ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ نکتہ آوری مشکل ہے اور نکتہ چینی ایک ادنیٰ استعداد کا آدمی بلکہ ایک غبی محض کر سکتا ہے۔ ہماری طرف سے حمامۃ البشریٰ اور نور الحق کے بالمقابل رسالہ لکھنے کے لئے اخیر جون ۹۴ء تک میعاد تھی وہ گذر گئی۔ مگر کسی مولوی نے بالمقابل رسالہ لکھنے کی غرض سے انعام جمع کرانے کے لئے درخواست نہ بھیجی اور اب وہ وقت جاتا رہا۔ ہاں انہوں نے نکتہ چینی کے لئے جو ہمیشہ نالایق اور حاسد طبع لوگوں کا شیوہ ہے بہت ہاتھ پیر مارے اور بعض خوش فہم آدمی چند سہو کاتب یا کوئی اتفاقی غلطی نکال کر انعام کے امیدوار ہوئے اور ذرہ آنکھ کھول کر یہ بھی نہ دیکھا کہ فی غلطی انعام دینے کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسا شخص اول بالمقابل رسالہ لکھے ورنہ حاسد نکتہ چین جو اپنے

ذاتی سرمایہ علمی کچھ بھی نہیں رکھتے دُنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں ہیں کس کس کو انعام دیا جائے چاہئے کہ اوّل مثلاً اس رسالہ سرّ الخلافہ کے مقابل پر رسالہ لکھیں اور پھر اگر اُن کا رسالہ غلطیوں سے خالی نکلا اور ہمارے رسالہ کا بلاغت فصاحت میں ہم پلہ ثابت ہوا تو ہم سے علاوہ انعام بالمقابل رسالہ کے فی غلطی دو روپیہ بھی لیں جس کے لئے ہم وعدہ کر چکے ہیں ورنہ یوں ہی نکتہ چینی کرنا حیا سے بعید ہوگا۔ والسلام علٰی من اتبع الہدٰی۔

خاکسار غلام احمدؐ

(یہ اشتہار سرّ الخلافہ طبع اوّل کے ٹائٹل پر اندرونی صفحہ پر ہے)

---

(۱۱۸)

عام اطلاع کیلئے ایک اشتہار

وہ تمام صاحب جنہوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے رسائل اشاعت السنہ دیکھے ہوں گے یا ان کے وعظ سُنے ہوں گے یا ان کے خطوط پڑھے ہوں گے وہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس عاجز کی نسبت کیا کچھ کلمات ظاہر فرمائے ہیں اور کیسے کیسے خود پسندی کے بھرے ہوئے کلمات اور تکبر میں ڈوبے ہوئے ترہات ان کے مُنہ سے نکل گئے ہیں کہ ایک طرف تو انہوں نے اس عاجز کو کذّاب اور مفتری قرار دیا ہے اور دوسری طرف بڑے زور اور اصرار سے یہ دعوٰی کر دیا ہے کہ مَیں اعلٰی درجہ کا مولوی ہوں اور یہ شخص سراسر جاہل اور نادان اور زبان عربی سے محروم اور بے نصیب ہے اور شاید اس بکواس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ تا ان باتوں کا عوام پر اثر پڑے اور ایک طرف تو وہ شیخ بطالوی کو فاضل یگانہ تسلیم کر لیں اور اعلٰی درجہ کا عربی دان مان لیں اور دوسری

طرف مجھے اور میرے دوستوں کو یقینی طور پر سمجھ لیں کہ یہ لوگ جاہل ہیں اور نتیجہ یہ نکلے کہ جاہلوں کا اعتبار نہیں۔ جو لوگ واقعی مولوی ہیں انہیں کی شہادت قابلِ اعتبار ہے۔ مَیں نے اس بجاؤ کو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں یہ الہام بھی سُنادیا تھا کہ اِنّی مُھِین من اراد اِھانتک کہ مَیں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہو مگر تعصّب ایسا بڑھا ہوا تھا کہ یہ الہامی آواز اس کے کان تک نہ پہنچ سکی۔ اس نے چاہا کہ قوم کے دلوں میں یہ بات جم جائے کہ یہ شخص ایک حرف عربی کا نہیں جانتا۔ پر خدا نے اُسے دکھلا دیا کہ یہ بات اُلٹ کر اسی پر پڑی۔ یہ وہی الہام ہے جو کہا گیا تھا کہ مَیں اُس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلّت کے درپے ہوگا۔

سبحان اللہ کیسے وہ قادر اور غریبوں کا حامی ہے۔ پھر لوگ ڈرتے نہیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا نشان نہیں کہ وہی شخص جس کی نسبت کہا گیا تھا کہ جاہل ہے اور ایک صیغہ تک اس کو معلوم نہیں وہ ان تمام مکفّروں کو جو اپنا نام مولوی رکھتے ہیں بلند آواز سے کہتا ہے کہ میری تفسیر کے مقابل پر تفسیر بناؤ تو ہزار روپے انعام لو۔ اور نور الحق کے مقابل پر بناؤ تو پانچہزار روپیہ پہلے رکھا لو اور کوئی مولوی دم نہیں مارتا۔ کیا یہی مولویت ہے جس کے بھروسہ سے مجھے کافر ٹھہرایا تھا۔ ایّہا الشیخ اب وہ الہام پورا ہوا یا کچھ کسر ہے۔ ایک دنیا جانتی ہے کہ مَیں نے اسی فیصلہ کی غرض سے اور اسی نیّت سے کہ تا شیخ بٹالوی کی مولویت اور تمام کفر کے فتوے لکھنے والوں کی اصلیت لوگوں پر کھل جائے۔ کتاب **کرامات الصادقین** عربی میں تالیف کی اور پھر اس کے بعد رسالہ **نور الحق** بھی عربی میں تالیف کیا اور مَیں نے صاف صاف اشتہار دے دیا کہ اگر شیخ صاحب یا تمام مکفّر مولویوں سے کوئی صاحب رسالہ کرامات الصادقین کے مقابل پر کوئی رسالہ تالیف کریں تو ایک ہزار روپیہ ان کو انعام ملے گا اور اگر نور الحق کے مقابل پر رسالہ لکھیں تو پانچ ہزار روپیہ ان کو دیا جائے گا لیکن وہ لوگ بالمقابل لکھنے سے بالکل عاجز رہ گئے اور جو تاریخ ہم نے اس درخواست کے لئے مقرر کی تھی یعنی اخیر جون **۱۸۹۴ء** وہ گذر گئی۔ شیخ صاحب کی اس خاموشی سے ثابت ہوگیا کہ وہ علم عربی سے آپ ہی بے بہرہ اور بے نصیب ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی ثابت

ہوا کہ وہ اوّل درجہ کے دروغگو اور کاذب اور بے شرم ہیں کیونکہ انہوں نے تو تقریراً و تحریراً صاف اشتہار دے دیا تھا کہ یہ شخص علم عربی سے محروم اور جاہل ہے یعنی ایک لفظ تک عربی سے نہیں جانتا تو پھر ایسے ضروری مقابلہ کے وقت جس میں ان پر فرض ہو چکا تھا کہ وہ اپنی علمیت ظاہر کرتے کیوں ایسے چُپ ہو گئے کہ گویا وہ اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ ہم نے کس قدر تاکید سے اُن کو میدان میں بُلایا اور کن کن الفاظ سے ان کو غیرت دلانا چاہا۔ مگر انہوں نے اس طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ہم نے صرف اس خیال سے کہ شیخ صاحب کی عربی دانی کا دعویٰ بھی فیصلہ پا جائے رسالہ نور الحق میں یہ اشتہار دے دیا کہ اگر شیخصاحب عرصہ تین ماہ میں اسی قدر کتاب تحریر کر کے شائع کر دیں اور وہ کتاب درحقیقت جمیع لوازم بلاغت و فصاحت و التزام حق اور حکمت میں نور الحق کے ثانی ہو تو تین ہزار روپیہ نقد بطور انعام شیخصاحب کو دیا جائے گا اور نیز الہام کے جھوٹا ٹھہرانے کے لئے بھی ایک سہل اور صاف راستہ اُن کو مل جائے گا اور ہزار لعنت کے داغ سے بھی بچ جائیں گے ورنہ وہ نہ صرف مغلوب بلکہ الہام کے مصداق ٹھہریں گے۔ مگر شیخصاحب نے ان باتوں میں سے کسی بات کی بھی پرواہ نہ کی اور کچھ بھی غیرت مندی نہ دکھلائی۔ اس کا کیا سبب تھا؟ بس یہی کہ یہ مقابلہ شیخ صاحب کی طاقت سے باہر ہے سو ناچار انہوں نے اپنی رسوائی کو قبول کر لیا اور اس طرف رُخ نہ کیا۔ یہ اسی الہام کی تصدیق ہے کہ انّی مھین من اراد اھانتک۔ شیخ صاحب نے منبروں پر چڑھ چڑھ کر صدہا آدمیوں میں صدہا موقعوں میں بار بار اس عاجز کی نسبت بیان کیا کہ یہ شخص زبان عربی سے محض بے خبر اور علوم دین سے محض نا آشنا ہے ایک جاہل آدمی ہے اور کذّاب اور دجّال ہے۔ اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ صدہا خط اسی مضمون کے اپنے دوستوں کو لکھے اور جا بجا یہی مضمون شائع کیا اور اپنے جاہل دوستوں کے دلوں میں بٹھا دیا کہ یہی سچ ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس متکبر کا غرور توڑے اور اس گردن کش کی گردن کو مروڑے اور اس کو دکھلا دے کہ کیونکر وہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ سو اس کی

توفیق اور مدد اور خاص اس کی تعلیم اور تفہیم سے یہ کتابیں تالیف ہوئیں اور ہم نے کرامات الصادقین اور نور الحق کے لئے آخری تاریخ درخواست مقابلہ کی اس مولوی اور تمام مخالفوں کے لئے اخیر جون ۱۸۹۴ء مقرر کی تھی جو گذر گئی۔ اور اب دونوں کتابوں کے بعد یہ کتاب سرّ الخلافہ تالیف ہوئی ہے جو بہت مختصر ہے اور نظم اس کی کم ہے اور ایک عربی دان شخص ایسا رسالہ سات دن میں بہت آسانی سے بنا سکتا ہے اور چھپنے کے لئے دس دن کافی ہیں لیکن ہم شیخ صاحب کی حالت اور اس کے دوستوں کی کم مائیگی پر بہت ہی رحم کر کے دس دن اور زیادہ کر دیتے ہیں۔ اور یہ ستائیس دن ہوئے سو ہم فی دن ایک روپیہ کے حساب سے ستائیس روپیہ کے انعام پر یہ کتاب شائع کرتے ہیں اور شیخ صاحب اور ان کے اسمی مولویوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر وہ اپنی سوء قسمت سے ہزار روپیہ کا انعام لینے سے محروم رہے اور پھر پانچ ہزار روپیہ کا انعام پیش کیا گیا۔ تو وہ وقت بھی ان کی کم مائیگی کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور تاریخ درخواست گذر گئی۔ اب وہ ستائیس روپیہ کو تو نہ چھوڑیں۔ ہم نے سُنا ہے کہ ان دنوں میں شیخ صاحب پر تنگدستی کی وجہ سے تکلیفات بہت ہیں۔ خشک دوستوں نے وفا نہیں کی۔ پس ان دنوں* میں تو ان کیلئے ایک روپیہ ایک اشرفی کا حکم رکھتا ہے۔ گویا یہ ستائیس روپیہ ستائیس اشرفی ہیں جن سے کئی کام نکل سکتے ہیں۔ اور ہم اپنے سچے دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر رسالہ سرّ الخلافہ کے مقابل پر شیخصاحب نے کوئی رسالہ میعاد مقررہ کے اندر شائع کر دیا اور وہ رسالہ ہمارے رسالہ کا ہم پلّہ ثابت ہوا تو ہم نہ صرف ستائیس روپیہ ان کو دیں گے بلکہ یہ تحریری اقرار لکھ دیں گے کہ شیخصاحب ضرور عربی دان اور مولوی کہلانے کے مستحق ہیں۔ بلکہ آئندہ مولوی کے نام سے اُن کو پکارا جائے گا۔ اور چاہیئے کہ اب کے دفعہ شیخ صاحب ہمت نہ ہاریں۔ یہ رسالہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اور کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر ایک ایک جزو روز گھسیٹ دیں تو صرف چار پانچ روز میں اس کو ختم کر سکتے ہیں۔ اور اگر اپنے وجود میں کچھ

---

* نوٹ۔ شیخ صاحب اپنے حال کے پرچہ میں اقراری ہیں کہ اگر ان کے دوستوں نے اب بھی ان کی مدد نہ کی تو وہ اس نوکری سے استعفار دے دیں گے۔ منہ

بھی جان نہیں تو اُن سو ڈیڑھ سو مولویوں سے مدد لیں جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے کے مسلمانوں کو کافر اور جہنم ابدی کی سزا کے لائق ٹھہرایا اور بڑے تکبر سے اپنے تئیں مولوی کے نام سے ظاہر کیا۔ اگر وہ ایک ایک جُز لکھ کر دیں تو شیخصاحب بمقابل اس رسالہ کے ڈیڑھ سو جُز کا رسالہ شائع کر سکتے ہیں لیکن اگر شیخصاحب نے پھر بھی ایسا کر نہ دکھایا تو پھر بڑی بے شرمی ہوگی کہ آئندہ **مولوی** کہلاویں بلکہ مناسب ہے کہ آئندہ جھوٹ بولنے اور جھوٹ بلوانے سے پرہیز کریں۔ یہ **شیخ** کا نام آپ کیلئے کافی ہے جو باپ دادے سے چلا آتا ہے یا منشی کا نام بہت موزون ہوگا۔ لیکن ابھی یہ بات قابلِ آزمایش ہے کہ آپ منشی بھی ہیں یا نہیں۔ منشی کے لئے ضروری ہے کہ فارسی نظم میں پوری دسترس رکھتا ہو مگر میری نظر سے اب تک آپ کا کوئی فارسی دیوان نہیں گذرا۔ بہرحال اگر ہم رعایت اور چشم پوشی کے طور پر آپ کا منشی ہونا مان بھی لیں اور فرض کر لیں کہ آپ منشی ہیں گو منشیانہ لیاقتیں آپ میں پائی نہیں جاتیں تو چنداں حرج نہیں کیونکہ منشی گری کو ہمارے دین سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن ہم کسی طرح مولوی کا خطاب ایسے نادانوں کو دے نہیں سکتے جن کو ہم پانچہزار روپیہ تک انعام دینا کریں تب بھی اُن کی مُردہ رُوح میں کچھ قوتِ مقابلہ ظاہر نہ ہو۔ ہزار لعنت کی دھمکی دیں کچھ غیرت نہ آوے تمام دنیا کو مددگار بنانے کے لئے اجازت دیں تب بھی ایک جھوٹے مُنہ سے بھی ہاں نہ کہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر مولوی کا لقب دیا جاوے تو کیا بجز مسلمانوں کے کافر بنانے کے کچھ اَور بھی ان میں لیاقت ہے۔ ہرگز نہیں۔ چار حدیثیں پڑھ کر نام شیخ الکل، نعوذ باللہ من فتن ہذا الدھر و اھلھا و نعوذ باللہ من جہلات الجاھلین۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہر ایک باحیا دشمن اپنی دشمنی میں کسی حد تک جا کر ٹھہر جاتا ہے۔ اور ایسے جھوٹوں کے استعمال سے اس کو شرم آجاتی ہے جن کی اصلیت کچھ بھی نہ ہو۔ مگر افسوس کہ شیخصاحب نے کچھ بھی اس انسانی شرم سے کام نہیں لیا۔ جہانتک ضرر رسانی کے وسائل اُن کے ذہن میں آئے انہوں نے سب استعمال کئے اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اوّل تو لوگوں کو اُٹھایا کہ یہ شخص کافر ہے اور دجّال ہے اس کی ملاقات سے پرہیز کرو اور جہانتک ہو سکے اس کو ایذا دو۔

اور ہر یک ظلم سے اس کو دکھ دو سب ثواب کی بات ہے۔ اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لئے کیسے کیسے جھوٹ بنائے۔ کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی لیکن یہ گورنمنٹ دور اندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے۔ سکھوں کے قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خود غرض کے منہ سے ایک بات سُن کر افروختہ ہو جائے بلکہ اپنی خداداد عقل سے کام لیتی ہے۔ سو گورنمنٹ دانشمند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور کیونکر توجہ کرتی۔ اس کو معلوم تھا کہ ایک خود غرض دشمن نفسانی جوش سے جھوٹی مخبری کر رہا ہے۔ گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیر خواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی اور گورنمنٹ خوب جانتی تھی کہ یہ عاجز عرصہ چودہ سال سے بخلاف ان تمام مولویوں کے بار بار یہ مضمون شائع کر رہا ہے کہ ہم لوگ جو گورنمنٹ برطانیہ کے رعیت ہیں ہمارے لئے اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گورنمنٹ خدا کے زیر اطاعت رہنا اپنا فرض ہے اور بغاوت کرنا حرام اور جو شخص بغاوت کا طریق اختیار کرے یا اس کے لئے کوئی مفسدانہ بنا ڈالے یا ایسے مجمع میں شریک ہو یا رازدار ہو تو وہ اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہے۔ اور جو کچھ اس عاجز نے گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ بننے کیلئے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے وہ سب سچ ہے۔ نادان مولوی نہیں جانتے کہ جہاد کے واسطے شرائط ہیں۔ سکھا شاہی لُوٹ مار کا نام جہاد نہیں اور رعیت کو اپنی محافظ گورنمنٹ کے ساتھ کسی طور سے جہاد درست نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک گورنمنٹ اپنی ایک رعیت کے جان اور مال اور عزت کی محافظ ہو اور ان کے دین کے لئے بھی پُوری پُوری آزادی عبادات کے لئے دے رکھی ہو لیکن وہ رعیت موقعہ پا کر اس گورنمنٹ کو قتل کرنے کو تیار ہو یہ دین نہیں بلکہ بے دینی ہے اور نیک کام نہیں بلکہ ایک بدمعاشی ہے۔ خدا تعالیٰ ان مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے کہ جو اس مسئلہ کو نہیں سمجھتے اور اس گورنمنٹ کے تحت میں ایک منافقانہ زندگی بسر کر رہے ہیں جو ایمانداری سے بہت بعید ہے۔ ہم نے سارا قرآن شریف تدبر سے دیکھا مگر نیکی کی جگہ بدی کرنے کی تعلیم کہیں نہیں پائی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس گورنمنٹ کی قوم مذہب کے بارے

میں نہایت غلطی پر ہے۔ وہ اس روشنی کے زمانہ میں ایک انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور ایک عاجز مسکین کو ربّ العالمین کا لقب دے رہے ہیں۔ مگر اس صورت میں تو وہ اور بھی رحم کے لائق اور راہ دکھانے کے محتاج ہیں کیونکہ وہ بالکل صراط مستقیم کو بھول گئے اور دُور جا پڑے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ان کے احسان یاد کر کے اُن کے لئے جناب الٰہی میں دعا کریں کہ اے خداوند قادر ذوالجلال ان کو ہدایت بخش اور ان کے دلوں کو پاک توحید کے لئے کھول دے اور سچائی کی طرف پھیر دے تا وہ تیرے سچے اور کامل نبی اور تیری کتاب کو شناخت کر لیں اور دینِ اسلام اُن کا مذہب ہو جائے۔ ہاں پادریوں کے فتنے حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ان کی مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے۔ مگر اُن کے فتنے تلوار کے نہیں ہیں قلم کے فتنے ہیں۔ سو اے مسلمانو تم بھی قلم سے ان کا مقابلہ کرو اور حد سے مت بڑھو۔ خدا تعالیٰ کا منشا قرآن شریف میں صاف پایا جاتا ہے کہ قلم کے مقابل پر قلم ہے اور تلوار کے مقابل پر تلوار۔ مگر کہیں نہیں سُنا گیا کہ کسی عیسائی پادری نے دین کے لئے تلوار بھی اُٹھائی ہو۔ پھر تلوار کی تدبیریں کرنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے بلکہ صاف بے راہی اور الٰہی ہدایت سے سرکشی ہے جن میں روحانیت نہیں وہی ایسی تدبیریں کیا کرتے ہیں جو اسلام کا بہانہ کر کے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سمجھ بخشے۔ افغانی مزاج کے آدمی اس تعلیم کو بُرا مانیں گے۔ مگر ہم کو اظہار حق سے غرض ہے نہ اُن کے خوش کرنے سے اور نہایت مضر اعتقاد جس سے اسلام کی روحانیت کو بہت ضرر پہنچ رہا ہے یہ ہے کہ یہ تمام مولوی ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو تمام دنیا کو خون میں غرق کر دے اور خروج کرتے ہی قتل کرنا شروع کر دے اور یہی علامتیں اپنے فرضی مسیح کی رکھی ہوئی ہیں کہ وہ آسمان سے اُترتے ہی تمام کافروں کو قتل کر دے گا اور وہی بچے گا جو مسلمان ہو جائے۔ ایسے خیالات کے آدمی کسی قوم کے سچے خیر خواہ نہیں بن سکتے بلکہ ان کے ساتھ اکیلے سفر کرنا بھی خوف کی جگہ ہے۔ شاید کسی وقت کافر سمجھ کر قتل نہ کر دیں۔ اور اپنے اندر کے کفر سے بےخبر ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے بیہودہ مسائل کو اسلام کی جُز قرار دینا اور نعوذ باللہ قرآنی تعلیم سمجھنا

اسلام سے ہنسی کرنا ہے اور مخالفوں کو ٹھٹھے کا موقعہ دینا ہے۔ کوئی عقل اس بات کو تجویز نہیں کرسکتی کہ کوئی شخص آتے ہی بغیر اتمام حجت کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کردے یا جس گورنمنٹ کے تحت میں زندگی بسر کرے اسی کی تباہی کی گھات میں لگا رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی رُوحیں بکلّی مسخ ہوچکی ہیں اور انسانی ہمدردی کی خصلتیں بتمامہا ان کے اندر سے مسلوب ہوگئی ہیں یا خالق حقیقی نے پیدا ہی نہیں کیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے۔ نہ معلوم کہ ہمارے اس بیان سے وہ لوگ کس قدر جلیں گے اور کیسے مُنہ مروڑ مروڑ کر کافر کہیں گے مگر ہمیں ان کی اس تکفیر کی کچھ پروا نہیں۔ ہر ایک شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ہمیں قرآن شریف کی کسی آیت میں یہ تعلیم نظر نہیں آتی کہ بے اتمام حجت مخالفوں کو قتل کرنا شروع کردیا جاوے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کفّار کے جور و جفا پر صبر کیا۔ بہت سے دُکھ دیئے گئے دم نہ مارا۔ بہت سے اصحاب اور عزیز قتل کئے گئے ایک ذرہ مقابلہ نہیں کیا اور دکھوں سے پیسے گئے مگر سوائے صبر کے کچھ نہیں کیا۔ آخر جب کفار کے ظلم حد سے بڑھ گئے، اور انہوں نے چاہا کہ سب کو قتل کرکے اسلام کو نابود ہی کردیں تب خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو اُن بھیڑیوں کے ہاتھ سے مدینہ میں سلامت پہنچا دیا۔ حقیقت میں وہی دن تھا کہ جب آسمان پر ظالموں کو سزا دینے کے لئے تجویز ٹھہر گئی ؎

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ✽ ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

مگر افسوس کہ کافروں نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ قتل کے لئے تعاقب کیا اور کئی چڑھائیاں کیں۔ اور طرح طرح کے دُکھ پہنچائے۔ آخر وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے بے شمار گناہوں کی وجہ سے اس لایق ٹھہر گئے کہ اُن پر عذاب نازل ہو۔ اگر اُن کی شرارتیں اس حد تک نہ پہنچتیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز تلوار نہ اُٹھاتے۔ مگر جنہوں نے تلواریں اُٹھائیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں بیباک اور ظالم ثابت ہوئے وہ تلواروں سے ہی مارے گئے۔ غرض جہاد نبوی کی یہ صورت ہے جس سے اہل علم بے خبر نہیں اور قرآن میں یہ ہدایتیں موجود ہیں کہ جو لوگ نیکی کریں تم بھی ان کے

ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہیں پناہ دیں اُن کے شکر گزار بنے رہو اور جو لوگ تمہیں دُکھ نہیں دیتے ان کو تم کبھی دُکھ مت دو۔ مگر اس زمانہ کے مولویوں کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ نیکی کی جگہ بدی کرنے کو تیار ہیں اور ایمانی رُوحانیت اور انسانی رحم سے خالی۔

اللّٰھم اصلح امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اٰمین۔

(یہ اشتہار سر الخلافہ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر محرم ۱۳۱۲ھ ص ۶۸ تا ص ۷۲ سے نقل کیا)

---

(۱۱۹)
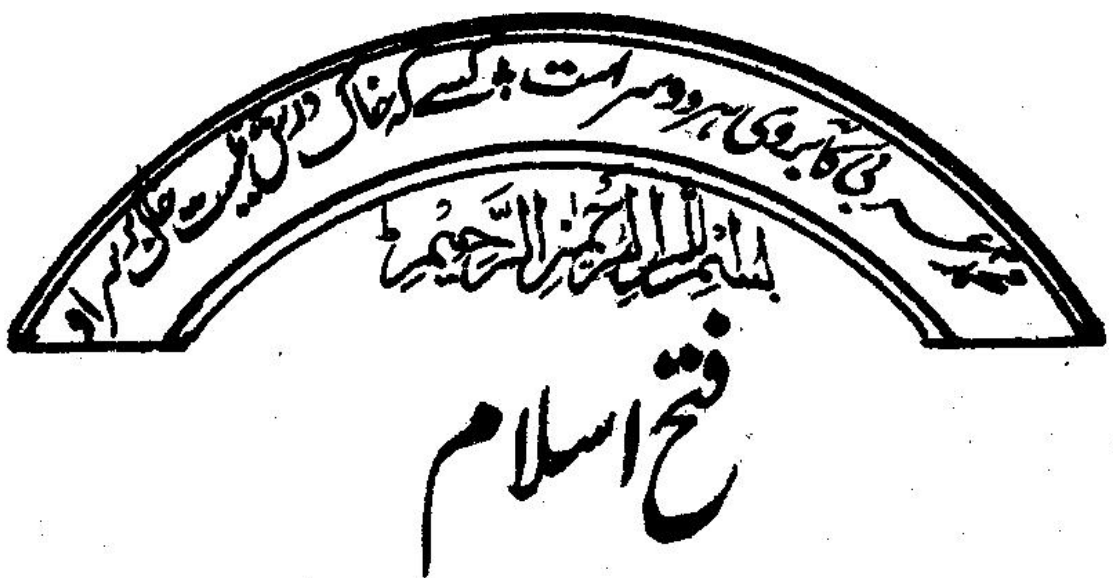
لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً

واضح ہو کہ وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی جس کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہو گئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اس کے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جو ان واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں چاہتا جو پیشگوئی کے بعد فریق مخالف میں

ظہور میں آئی۔ اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لاعلاج ہے اور اگر وہ ٹھوکر کھائے تو اس کی پست فطرتی اور حمق اور سادہ لوحی اس کا موجب ہوگی۔ ورنہ کچھ شک نہیں کہ **فتح اسلام** ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہوگیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے۔ اب یاد رہے کہ پیشگوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ مراد ہے جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا۔ خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہوکر پندرہ دن جھگڑتا رہا۔ مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک اور ان کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو۔ اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔ ہاں میں نے جہاں تک الہام کے معنی سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے اس کے لئے ہاویہ سے مُراد سزائے موت ہے۔ لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ حق کی طرف رجوع کرنے والا نہ ہو۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قید ایک الہامی شرط ہے جیسا کہ میں نے الہامی عبارت میں صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھا تھا اور یہ بات بالکل سچ اور یقینی اور الہام کے مطابق ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ کا دل جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی توہین اور تحقیر اسلام پر قایم رہتا اور اسلامی

عظمت کو قبول کرنے کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حصہ نہ لیتا تو اسی میعاد کے اندر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے الہام نے مجھے جتلا دیا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رُعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصہ نے اس کے وعدہ موت اور کامل طور کے ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اس بڑے ہاویہ سے تھوڑے سے دنوں کے لئے بچ گیا جس کا نام موت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ الہامی لفظوں اور شرطوں میں سے کوئی ایسا لفظ یا شرط نہیں ہے جو بے تاثیر ہو یا جس کا کسی قدر موجود ہو جانا اپنی تاثیر پیدا نہ کرے۔ لہٰذا ضرور تھا کہ جس قدر مسٹر عبداللہ آتھم کے دل نے حق کی عظمت کو قبول کیا اس کا فائدہ اس کو پہنچ جائے۔ سو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور مجھے فرمایا۔ اطّلع اللہ علٰی ھمّہ وغمّہ۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا و لا تعجبوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین و بعزتی وجلالی انّک انت الاعلٰی۔ و نمزّق الاعداء کل ممزّق۔ ومکر اولٰئک ھو یبور۔ انّا نکشف السرّ عن ساقہ یومئذ یفرح المؤمنون۔ ثلّۃ من الاوّلین و ثلّۃ من الاٰخرین۔ و ھٰذہ تذکرۃ فمن شاء اتّخذ الٰی ربّہ سبیلًا۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے ہم و غم پر اطلاع پائی اور اس کو مہلت دی جب تک کہ وہ بیباکی اور سخت گوئی اور تکذیب کی طرف میل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا دے (یہ معنے فقرہ مذکورہ کے تفہیم الٰہی سے ہیں) اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی یہی سنت ہے اور تو ربانی سنتوں میں تغیر و تبدل نہیں پائے گا۔ اس فقرہ کے متعلق یہ تفہیم ہوئی کہ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں جو غضب الٰہی کو مشتعل کریں اور اگر دل کے کسی گوشہ میں بھی کچھ خوفِ الٰہی مخفی ہو اور کچھ دھڑکا شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا اور دوسرے وقت پر جا پڑتا ہے اور پھر فرمایا کہ کچھ تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور غلبہ تمہیں کو ہے اگر تم ایمان پر قائم رہو۔ یہ اس عاجز کی

جماعت کو خطاب ہے۔ اور پھر فرمایا کہ مجھے میرے عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تو ہی غالب ہے (یہ اس حاجۃ کو خطاب ہے) اور پھر فرمایا کہ ہم دشمنوں کو پارہ پارہ کر دیں گے یعنی ان کو ذلت پہنچے گی اور اُن کا مکر ہلاک ہو جائے گا۔ اس میں یہ تفہیم ہوئی کہ تم ہی فتحیاب ہو نہ دشمن اور خدا تعالیٰ بس نہیں کرے گا اور نہ باز آئے گا جب تک دشمنوں کے تمام مکروں کی پردہ دری نہ کرے اور ان کے مکر کو ہلاک نہ کر دے۔ یعنی جو مکر بنایا گیا اور مجسم کیا گیا اس کو توڑ ڈالے گا اور اس کو مُردہ کر کے پھینک دے گا اور اس کی لاش لوگوں کو دکھا دے گا اور پھر فرمایا کہ ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں میں سے ننگا کر کے دکھا دیں گے یعنی حقیقت کو کھول دیں گے اور فتح کے دلائل بیّنہ ظاہر کریں گے۔ اور اس دن مومن خوش ہوں گے، پہلے مومن بھی اور پچھلے مومن بھی اور پھر فرمایا کہ وجہ مذکورہ سے عذاب موت کی تاخیر ہماری سنت ہے جس کو ہم نے ذکر کر دیا۔ اب جو چاہے وہ راہ اختیار کر لے جو اس کے رب کی طرف جاتی ہے۔ اس میں بدظنی کرنے والوں پر زجر اور ملامت ہے اور نیز اس میں یہ بھی تفہیم ہوئی ہے کہ جو سعادت مند لوگ ہیں اور جو خدا ہی کو چاہتے ہیں اور کسی بخل اور تعصّب یا جلد بازی یا سوء فہم کے اندھیرے میں مبتلا نہیں وہ اس بیان کو قبول کریں گے اور تعلیم الٰہی کے موافق اس کو پائیں گے۔ لیکن جو اپنے نفس اور اپنی نفسانی ضد کے پیرو یا حقیقت شناس نہیں وہ بیباکی اور نفسانی ظلمت کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کریں گے۔

الہام الٰہی کا ترجمہ معہ تفہیمات الٰہیہ کے کیا گیا جس کا ماحصل یہی ہے کہ قدیم سے الٰہی سنت اسی طرح پر ہے کہ جب تک کوئی کافر اور منکر نہایت درجہ کا بیباک اور شوخ ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے لئے اسباب ہلاکت پیدا نہ کرے تب تک خدا تعالیٰ تعذیب کے طور پر اس کو ہلاک نہیں کرتا۔ اور جب کسی منکر پر عذاب نازل ہونے کا وقت آتا ہے تو اس میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اُس پر حکم ہلاکت لکھا جاتا ہے۔ عذاب الٰہی کے لئے یہی قانون قدیم ہے اور یہی سنّت مستمرہ اور یہی غیر متبدل قاعدہ کتاب الٰہی نے بیان کیا ہے۔ اور غور

کرنے سے ظاہر ہوگا کہ جو مسٹر عبداللہ آتھم کے بارہ میں یعنی سزائے ہاویہ کے بارہ میں الہامی شرط تھی وہ درحقیقت اسی سنت اللہ کے مطابق ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ **بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے**۔ لیکن مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنی مضطربانہ حرکات سے ثابت کردیا کہ اس نے اس پیشگوئی کو تعظیم کی نظر سے دیکھا جو الہامی طور پر اسلامی صداقت کی بنیاد پر کی گئی تھی اور خدا تعالیٰ کے الہام نے بھی مجھ کو یہی خبر دی کہ ہم نے اس کے ہم اور غم پر اطلاع پائی یعنی وہ اسلامی پیشگوئی سے خوفناک حالت میں پڑا۔ اور اس پر رُعب غالب ہوا۔ اس نے اپنے افعال سے دکھا دیا کہ اسلامی پیشگوئی کا کیسا ہولناک اثر اس کے دل پر ہوا۔ اور کیسی اس پر گھبراہٹ اور دیوانہ پن اور دل کی حیرت غالب آگئی اور کیسی الہامی پیشگوئی کے رُعب نے اس کے دل کو ایک گُداز ہوا دل بنا دیا۔ یہاں تک کہ وہ سخت بیتاب ہوا۔ اور شہر بشہر اور ہر ایک جگہ ہراساں اور ترساں پھرتا رہا اور اس مصنوعی خدا پر اس کا توکل نہ رہا جس کو خیالات کی کجی اور ضلالت کی تاریکی نے الوہیت کی جگہ دے رکھی ہے۔ وہ کتوں سے ڈرا۔ اور سانپوں کا اس کو اندیشہ ہوا اور اندر کے مکان سے بھی اس کو خوف آیا۔ اس پر خوف اور وہم اور دلی سوزش کا غلبہ ہوا اور پیشگوئی کی پوری ہیبت اس پر طاری ہوئی اور وقوع سے پہلے ہی اس کا اثر اس کو محسوس ہوا۔ اور بغیر اس کے کہ کوئی امرتسر سے اس کو نکالے آپ ہی ہراساں اور ترساں اور پریشان اور بیتاب ہو کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور خدا نے اس کے دل کا آرام چھین لیا۔ اور پیشگوئی سے سخت متاثر ہو کر اسیروں اور خوف زدوں کی طرح جا بجا بھٹکتا پھرا اور الہام الٰہی کا رُعب اور اثر اس کے دل پر ایسا مستولی ہوا کہ اس کی راتیں ہولناک اور دن بیقراری سے بھر گئے۔ اور حق کی مخالفت کی حالت میں جو جو دہشتیں اور قلق اس شخص پر وارد ہوتا ہے جو یقین رکھتا ہے یا ظن رکھتا ہے کہ شاید عذاب الٰہی نازل ہو جائے یہ سب علامتیں اس میں پائی گئیں اور وہ عجیب طور پر اپنی بے چینی اور بے آرامی ظاہر کرتا رہا۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک حیرت ناک خوف اور اندیشہ اس کے دل میں ڈال دیا کہ ایک بات کا کھڑکا بھی اس کے دل کو صدمہ پہنچاتا رہا اور ایک کتے کے سامنے آنے سے بھی اس کو ملک الموت

یاد آیا اور کسی جگہ اس کو چین نہ پڑا۔ اور ایک سخت ویرانے میں اس کے دن گذرے اور سراسیمگی اور پریشانی اور بیتابی اور بیقراری نے اس کے دل کو گھیر لیا اور ڈرانے والے خیال رات دن اُس پر غالب رہے اور اس کے دل کے تصوّروں نے عظمت اسلامی کو رد نہ کیا بلکہ قبول کیا۔ اس لئے وہ خدا جو رحیم و کریم اور سزا دینے میں دھیما ہے اور انسان کے دل کے خیالات کو جانچتا اور اس کے تصورات کے موافق اس سے عمل کرتا ہے۔ اُس نے اس کو اس صورت پر نہ پایا جس صورت میں فی الفور کامل ہاویہ کی سزا یعنی موت بلاتوقف اُس پر نازل ہوتی اور ضرور تھا کہ وہ کامل عذاب اس وقت تک تھما رہے جب تک کہ وہ بیباکی اور شوخی سے اپنے ہاتھ سے اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے اور الہام الٰہی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا کیونکہ الہامی عبارت میں شرطی طور پر عذاب موت کے آنے کا وعدہ تھا نہ مطلق بلاشرط وعدہ لیکن خدا تعالیٰ نے دیکھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے دل کے تصورات سے اور اپنے افعال سے اور اپنے حرکات سے اور اپنے خوف شدید سے اور اپنے ہولناک اور ہراساں دل سے عظمت اسلامی کو قبول کیا اور یہ حالت ایک رجوع کرنے کی قسم ہے جو الہام کے استثنائی فقرہ سے کسی قدر تعلق رکھتی ہے کیونکہ جو شخص عظمت اسلامی کو رد نہیں کرتا بلکہ اُس کا خوف اُس پر غالب ہوتا ہے وہ ایک طور سے اسلام کی طرف رجُوع کرتا ہے اور اگرچہ ایسا رجوع عذاب آخرت سے بچا نہیں سکتا مگر عذاب دُنیوی میں بیباکی کے دنوں تک ضرور تاخیر ڈال دیتا ہے۔ یہی وعدہ قرآن کریم اور بائبل میں موجود ہے۔ اور جو کچھ ہم نے مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت اور اس کے دل کی حالت کے بارہ میں بیان کیا یہ باتیں بے ثبوت نہیں بلکہ مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے تئیں سخت مصیبت زدہ بنا کر اور اپنے تئیں شدائد غربت میں ڈال کر اور اپنی زندگی کو ایک ماتمی پیرایہ پہنا کر اور ہر دد خوف اور ہراس کی حرکات صادر کر کے اور ایک دُنیا کو اپنی پریشانی اور دیوانہ پن دکھلا کر نہایت صفائی سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت اور صداقت کو قبول کر لیا۔ کیا یہ بات جھوٹ ہے کہ اُس نے پیشگوئی کے رُعبناک مضمون کو پورے طور پر اپنے پر ڈال لیا۔

اور جس قدر ایک انسان ایک سچی اور واقعی بلا سے ڈر سکتا ہے اسی قدر وہ اس پیشگوئی سے ڈرا۔ اس کا دل ظاہری حفاظتوں سے مطمئن نہ ہوسکا اور حق کے رُعب نے اس کو دیوانہ سا بنا دیا سو خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اس کو ایسی حالت میں ہلاک کرے کیونکہ یہ اس کے قانون قدیم اور سنّتِ قدیمہ کے مخالف ہے اور نیز یہ الہامی شرط سے مغائر اور برعکس ہے۔ اور اگر الہام اپنی شرائط کو چھوڑ کر اور طور پر ظہور کرے تو گو جاہل لوگ اس سے خوش ہوں مگر ایسا الہام الہام الٰہی نہیں ہوسکتا اور یہ غیر ممکن ہے کہ خدا اپنی قرارداده شرطوں کو بھول جائے کیونکہ شرائط کا لحاظ رکھنا صادق کے لئے ضروری ہے اور خدا اصدق الصادقین ہے۔ ہاں جس وقت مسٹر عبداللہ آتھم اس شرط کے نیچے سے اپنے تئیں باہر کرے اور اپنے لئے اپنی شوخی اور بیباکی سے ہلاکت کے سامان پیدا کرے تو وہ دن نزدیک آجائیں گے اور سزائے ہاویہ کامل طور پر نمودار ہوگی اور پیشگوئی عجیب طور پر اپنا اثر دکھائے گی۔

اور توجّہ سے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پُورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہوگیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی **اصل ہاویہ** تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں بیشک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔ لیکن وہ بڑا ہاویہ جو موت سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں کسی قدر مہلت دی گئی کیونکہ حق کا رُعب اس نے اپنے سر پر لے لیا اس لئے وہ خدا تعالےٰ کی نظر میں اس شرط سے کسی قدر فائدہ اُٹھانے کا مستحق ہوگیا جو الہامی عبارت میں درج ہے اور ضرور ہے کہ ہر ایک امر کا ظہور اسی طور سے ہو جس طور سے خدا تعالےٰ کے الہام میں وعدہ ہوا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس ہمارے بیان میں وہی شخص مخالفت کریگا، جس کو مسٹر عبداللہ آتھم کے ان تمام واقعات پر پُوری اطلاع نہ ہوگی اور یا جو تعصب اور بُخل اور سیہ دلی سے حق پوشی کرنا چاہتا ہے۔

اور اگر عیسائی صاحبان اب بھی جھگڑیں اور اپنی مکارانہ کارروائیوں کو کچھ چیز سمجھیں یا کوئی اور شخص اس میں شک کرے تو اس بات کے تصفیہ کے لئے کہ فتح کس کو ہوئی آیا اہلِ اسلام کو جیسا کہ در حقیقت ہے یا عیسائیوں کو جیسا کہ وہ ظلم کی راہ سے خیال کرتے ہیں تو میں ان کی پردہ دری کیلئے مباہلہ کے لئے طیار ہوں۔ اگر وہ دروغگوئی اور چالاکی سے باز نہ آئیں تو مباہلہ اس طور پر ہوگا کہ ایک تاریخ مقرر ہو کر ہم فریقین ایک میدان میں حاضر ہوں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کھڑے ہو کر تین مرتبہ ان الفاظ کا اقرار کریں کہ اس پیشگوئی کے عرصہ میں اسلامی رُعب ایک طرفۃ العین کے لئے بھی میرے دل پر نہیں آیا اور میں اسلام اور نبی اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ناحق پر سمجھتا رہا اور سمجھتا ہوں اور صداقت کا خیال تک نہیں آیا اور حضرت عیسٰی کی ابنیت اور الوہیت پر یقین رکھتا رہا اور رکھتا ہوں اور ایسا ہی یقین جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے عیسائی رکھتے ہیں اور اگر میں نے خلاف واقعہ کہا ہے اور حقیقت کو چھپایا ہے تو اے خدائے قادر مجھ پر ایک برس میں عذاب موت نازل کر۔ اس دُعا پر ہم آمین کہیں گے اور اگر دُعا کا ایک سال تک اثر نہ ہوا اور وہ عذاب نازل نہ ہوا جو جھوٹوں پر نازل ہوتا ہے تو ہم ہزار روپیہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو بطور تاوان کے دیں گے جہاں چاہیں تو پہلے کسی جگہ جمع کرالیں۔ اور اگر وہ ایسی درخواست نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ وہ کاذب ہیں اور غلو کے وقت اپنی سزا پائیں گے۔ ہمیں صاف طور پر الہاماً معلوم ہوگیا ہے کہ اس وقت تک عذاب موت ٹلنے کا یہی باعث ہے کہ عبداللہ آتھم نے حق کی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کی وجہ سے قبول کر کے ان لوگوں سے کسی درجہ پر مشابہت پیدا کرلی ہے جو حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس لئے ضرور تھا کہ ان کو کسی قدر اس شرط کا فائدہ ملتا۔ اور اس امر کو وہ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جو اُن کے حالات پر غور کریں اور ان کی تمام بیقراریوں کو ایک جگہ میزان دے کر دیکھیں کہ کہاں تک پہنچ گئی تھیں۔ کیا وہ ہاویہ تھا یا کچھ اَور تھا۔ اور اگر کوئی ناحق

نوٹ۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ یہ ہزار روپیہ باضابطہ تحریر لینے کے بعد پہلے دے دیں گے۔ یہ قطعی اقرار ہے۔ منہ

نوٹ۔ درخواست کے لئے روز اشاعت سے یعنی بذریعہ اشتہار پہنچنے کے بعد ایک ہفتہ کی میعاد ہے ۔

انکار کرے تو اس کے سمجھانے کے لئے وہ قطعی فیصلہ ہے جو میں نے لکھ دیا ہے تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ ہم اپنے مخالفین کو یقین دلاتے ہیں کہ یہی سچ ہے۔ اور ہم بکرر لکھتے ہیں کہ ضرور مسٹر عبد اللہ آتھم نے کسی قدر ہاویہ کی سزا بھگت لی ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ قطرب اور مانیا کے مقدمات بھی ان کے دماغ کو نصیب ہو گئے ہیں جن کی طرف الہام الٰہی کا ہم اشارہ پاتے ہیں اور جس کے نتائج عنقریب کھلیں گے۔ کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے۔ پس اے حق کے طالبو۔ یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ ہاں اگر مسٹر عبد اللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ بجگہ بھٹکتا نہ پھرتا اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا تو بیشک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دُور رہا۔ مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت۔ اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اُس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔ اگر تم ایک طرف ہماری پیشگوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اُس کے ان مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ بیشک ہاویہ میں گرا۔ ضرور گرا۔ اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور اضطراب وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور جو ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا کیونکہ اُس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اُٹھالیا۔ مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہنچ گئی اور وہ درد اور دُکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا۔ اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آگیا۔ پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ بالا ہوا۔ اور کلمۂ اسلام اُونچا ہوا۔ اور عیسائیت نیچے گری فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ تو مسٹر عبداللہ آتھم کا حال ہوا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے نقطہ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا یا بانی کار ہونے کا یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا یا سرگروہ ہونے کا، ان میں سے کوئی بھی اثر ہاویہ سے خالی نہ رہا۔ اور اُن سب نے میعاد کے اندر اپنی اپنی حالت کے موافق ہاویہ کا مزہ دیکھ لیا۔ چنانچہ اول خدا تعالےٰ نے پادری رائٹ کو لیا جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور وہ عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان سے گذر گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر مارٹین کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ٭ پہنچایا اور ماتمی کپڑے پہنا دیئے اور اس کی بیوقت موت نے ان کو ایسے دُکھ اور درد میں ڈالا جو ہاویہ سے کم نہ تھا۔ اور ایسا ہی پادری ہاول بھی ایسی سخت بیماری میں پڑ کر ایک مدت کے بعد مَر مَر کے بچا اور پادری عبداللہ بھی سخت بیماریوں کے ہاویہ میں گرا۔ اور معلوم نہیں کہ بچا یا گذر گیا۔ اور جہانتک ہمیں علم ہے ان میں سے کوئی بھی ماتم اور مصیبت یا ذلت اور رُسوائی سے خالی نہ رہا اور نہ صرف یہی بلکہ انہیں دنوں میں خدا تعالیٰ نے ایک خاص طور پر سخت ذلت اور رُسوائی ان کو پہنچائی جس سے تمام ناک کٹ گئے اور وہ لوگ مسلمانوں کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہے کیونکہ مَیں نے خدا تعالیٰ سے توفیق پا کر عیسائی پادریوں کی علمی قلعی کھولنے کے لئے اور اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہ قرآن اور اسلام پر حملہ کرنے کے لئے زبان دانی کی ضرورت ہے اور یہ لوگ زبان عربی سے بے بہرہ ہیں۔ ایک کتاب جس کا نام نور الحق ہے عربی فصیح میں تالیف کی اور عماد الدین اور دوسرے تمام باقی پادریوں کو رجسٹری کرا کر خط بھیجے گئے کہ اگر

٭ نوٹ: پادری رائٹ صاحب کی وفات پر جو افسوس گرجا میں ظاہر کیا گیا اس میں عیسائیوں کی مضطربانہ اور خوفزدہ حالت کا نظارہ مفصلہ ذیل الفاظ سے آئینہ دل میں منقش ہو سکتا ہے جو اس وقت پیچبر کے مرعوب اور مغضوب دل سے نکلے اور وہ یہ ہیں۔ آج رات خدا کے غضب کی لاٹھی بے وقت ہم پر چلی اور اس کی خفیہ تلوار نے بیخبری میں ہم کو قتل کیا۔ ولیس رائٹ صاحب امرتسر کے آنریری مشنری تھے اور علاوہ ازیں پادری فورمن لاہور میں مر بہ

عربی دانی کا دعویٰ ہے جو اسلامی مسائل میں خوض کرنے اور قرآنی فصاحت پر حملہ کرنے کے لئے
ضروری ہے تو اس کتاب کے مقابل پر ایسا ہی عربی میں کتاب بناویں اور پانچ ہزار روپیہ
انعام پاویں۔ اور اگر انعام کے بارہ میں شک ہو تو پانچ ہزار روپیہ پہلے جمع کرا دیں۔ اور یہ بھی
لکھا گیا کہ اسلامی صداقت کا یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک نشان ہے۔ اگر اس کو توڑ دیں
اور عربی میں ایسی کتاب بلیغ فصیح بنا دیں تو انعام مذکور بلا تامل ان کو ملے گا۔ جس جگہ چاہیں
اپنی تسلی کے لئے روپیہ جمع کرا لیں اور بالمقابل کتاب بنانے کی حالت میں نہ صرف انعام بلکہ آئندہ
تسلیم کیا جائے گا کہ درحقیقت وہ اپنے دعویٰ کے موافق مولوی ہیں اور ان کو حق پہنچتا ہے کہ
قرآن شریف کی فصاحت بلاغت پر اعتراض کریں اور نیز وہ بالمقابل کتاب بنانے سے ہمارے
الہام کا کذب بھی بڑے سہل طریق سے ثابت کر دیں گے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو پھر ثابت
ہوگا کہ وہ جھوٹ اور افترا سے اپنے تئیں مولوی نام رکھتے ہیں اور درحقیقت جاہل اور نادان
ہیں اور نیز اس صورت میں وہ ہزار لعنت بھی ان پر پڑے گی جو رسالہ نور الحق کے چار صفحوں میں
بلکہ کچھ زیادہ میں صرف اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ اگر یہ پادری لوگ بالمقابل رسالہ نہ بنا
سکیں اور نہ اپنے تئیں مولوی اور عربی دان کہلانے سے باز آویں اور نہ قرآن کی اعجازی فصاحت
پر حملہ کرنے سے رُکیں تو یہ ہزار لعنت ان پر قیامت تک ہے۔ لیکن باوجود ان سخت لعنتوں
کے مورد ہونے سے کہ دونا درجہ بدتر ہیں پادری عماد الدین اور دوسرے تمام پنجاب اور
ہندوستان کے عیسائی جو مولوی کہلاتے اور عربی دان ہونے کا دم مارتے تھے جواب لکھنے
سے عاجز رہ گئے۔ اور باوجود اس کے اپنے ناجائز حملوں سے باز نہ آئے بلکہ انہیں دنوں میں
پادری عماد الدین نے شرم اور حیا کو علیحدہ رکھ کر قرآن شریف کا ترجمہ چھاپا اور اپنی طرف سے
اس پر نوٹ لکھے اور اس ہزار لعنت کا پہلا وارث اپنے تئیں بنایا اور جیسا کہ مباحثہ کی
پیشگوئی میں درج تھا کہ اس فریق کو سخت ذلت پہنچے گی جو عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے
اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے ویسا ہی وہ تمام ذلت اور رسوائی ان نادان پادریوں کے

حصہ میں آئی اور آیندہ کسی کے آگے مُنہ دکھلانے کے قابل نہ رہے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ
سب لوگ فریق بحث میں داخل اور مسٹر عبداللہ آتھم کے معین اور حامی تھے۔ بلکہ بحث کے
بعد بھی یہ لوگ خیانت کے طور پر اخباروں کے کالم سیاہ کرتے رہے۔ اب دانا سوچ لے کہ
ہر ایک کو ہاویہ ان میں سے نصیب ہوا یا کچھ کسر رہ گئی۔ اور ہم اس جگہ ہر یک دانا اور روشن
دل کو انصاف کے لئے منصف بناتے ہیں کہ کیا اس قدر ذلّت اور رُسوائی ہاویہ کا نمونہ ہے یا
نہیں اور کیا وہ ذلّت جس کا الہامی عبارت میں وعدہ تھا اس سے یہ لوگ بچ سکے یا پورا پورا
حصہ لیا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے بعد پیشگوئی کے ہر ایک پہلو سے ان لوگوں کو ملزم کیا اور
سب پیشگوئی کو بجلی کی طرح ڈال دیا۔ بعض کو اسرائیلی قوم کے نافرمانوں کی طرح دن رات
کے دھڑکا اور خوف اور ہول کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ جیسے مسٹر عبداللہ آتھم کہ خدا تعالیٰ
نے اس کے دل پر وہم کو مستولی کر دیا اور وہ قوم یہود کی طرح جان کے ڈر سے جا بجا بھٹکتا
پھرا۔ اور دیوانہ پن کے حالات ان میں پیدا ہو گئے اور اس کے حواس اُڑ گئے۔ اور قطرب اور
ماینا کی بیماری کا بہت سا حصہ اس کو دیا گیا اور اس کے دماغ کی صحت جاتی رہی اور ہوش
میں فرق آیا۔ اور ہر وقت موت سامنے دکھائی دی اور اس نے اس قدر خوف اور ڈر اور ہول
کو اپنے دل میں جگہ دی کہ عظمت اسلام پر مُہر لگا دی اور اپنے اس خوف اور دھڑکا کو شہر بشہر لئے
پھرا اور ہزاروں کو اس بات پر گواہ بنا دیا کہ اس کے دل نے اسلام کی بزرگی اور صداقت کو قبول
کر لیا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ وہ اس لئے شہر بشہر بھاگتا پھرا کہ مسلمانوں کے قتل کرنے
سے ڈرتا تھا کیونکہ امرت سر کے پولس کا کچھ ناقص اور ادھورا انتظام نہ تھا تا وہ لدھانہ کی پولس
کی پناہ لیتا اور پھر لدھانہ میں کسی نے اس پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا تا وہ فیروز پور کی طرف بھاگتا۔
پس اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اسلامی ہیبت کی وجہ سے اس شخص کی طرح ہو گیا جو قطرب
کی بیماری میں مبتلا ہو اور حقانی عظمت نے اس کے دماغ پر بہت کچھ کام کیا جس کی وہ برداشت
نہ کر سکا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس غم میں ایک سودائی کی طرح پایا۔ پس اس نے اپنے الہامی

وعدوں کے موافق اس وقت تک اس کو تاخیر دی جب تک وہ اپنی بیباکی کی طرف رجوع کر کے بدزبانی اور توہین اور گستاخی کی طرف میل کرے۔ اور شوخی اور بے باکی کے کاموں کی طرف قدم آگے رکھ کر اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کی غیرت کا محرک ہو اور اگر کوئی انکار کرے کہ ایسا نہیں اور وہ اسلامی عظمت سے نہیں ڈرا تو اس پر واجب ہوگا کہ اس ثبوت کے لئے مسٹر عبداللہ آتھم کو اس اقرار اور حلف کے لئے آمادہ کرے جس سے ایک ہزار روپیہ بھی اس کو ملے گا۔ ورنہ ایسے شخص کا نام بجز نادان متعصب کے اور کیا رکھ سکتے ہیں۔ کیا یہ بات سچائی کے کھولنے کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے صرف عبداللہ آتھم کے حالات پیش نہیں کئے مگر ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دے دیا۔ اور یاد رکھو کہ وہ اس اشتہار کی طرف رُخ نہیں کریگا۔ کیونکہ کاذب ہے۔ اور اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ وہ اس خوف سے مرنے تک پہنچ چکا تھا۔ اور یاد رہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم میں کامل عذاب کی بنیادی اینٹ رکھ دی گئی ہے اور وہ عنقریب بعض تحریکات سے ظہور میں آجائے گی۔ خدا تعالیٰ کے تمام کام اعتدال اور رحم سے ہیں اور کینہ ور انسان کی طرح خواہ نخواہ جلد باز نہیں اور اس کی تلوار ڈرنے والے دل پر نہیں چلتی بلکہ سخت اور بیباک پر اور وہ اپنے لفظ لفظ کا پاس کرتا ہے۔ پس جس حالت میں الہامی عبارات میں مدعا یہ تھا کہ حق کی طرف کسی قدر جھکنے کی حالت میں موت وارد نہیں ہو سکتی بلکہ موت اسی حالت میں ہوگی کہ جبکہ بیباکی اور شوخی میں زیادتی کرے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم پر ایسے دنوں میں موت آجاتی جبکہ اس نے اپنے مضطربانہ افعال سے ایک جہان کو دکھا دیا کہ عظمت اسلام اس کے دل پر سخت اثر کر رہی ہے۔ اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ جس دل پر اسلامی پیشگوئی کی عظمت بہت ہی غالب ہوگئی گو اس دل نے اپنے نفسانی تعلقات کی وجہ سے اپنے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہا۔ مگر بیشک اس کے دل نے حق کی تعظیم کر کے رجوع کرنے والوں میں اپنے تئیں شامل کر لیا بلکہ ایسا ڈرا کہ بہت سے عام مسلمان بھی ایسا نہیں ڈرتے۔ غلبۂ خوف نے اس کو سودائی سا بنا دیا۔ سو خدا تعالیٰ کے کمال رحم نے یہ ادنیٰ فائدہ اس

سے دریغ نہ کیا کہ ہاویہ کی کامل سزا میں الہامی شرط کے موافق تاخیر ڈال دی گو ہاویہ کی سزا سے بچ نہ سکا مگر کامل سزا سے بچ گیا۔ جس قدر خدا تعالیٰ نے اُس پر رُعب ڈال دیا۔ یہ وہ امر ہے جو اس زمانہ کے صفحہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اور ہم مکرر لکھتے ہیں کہ اس کا ثبوت اس نے اپنی خوفزدہ حالت سے آپ دے دیا۔ اور اگر کوئی متعصب اب بھی شک کرے تو پھر دوسرا معیار وہی ہے جو کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اور ہم زور سے کہتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم اس مقابلہ کی طرف رُخ نہیں کرے گا کیونکہ وہ اپنے دل کے حالات سے بےخبر نہیں اور اس کا دل گواہی دے گا کہ ہمارا الہام سچا ہے گو وہ اس بات کو ظاہر نہ کرے مگر اس کا دل اس بیان کا مصدق ہوگا۔ لیکن اگر دنیا کی ریاکاری سے اس مقابلہ پر آئیگا تو پھر الٰہی عذاب کامل طور سے رجوع کرے گا۔ اور ہم حق پر ہیں اور دُنیا دیکھے گی کہ ہماری یہ باتیں صحیح ہیں یا نہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ بھی دکھا دیا کہ فریق مخالف جو بحث کرنے والے یا ان کے حامی یا بانی کار یا مجوز تھے کوئی بھی ان میں سے مسِ عذاب سے نہیں بچا جیسا کہ ہم ابھی تفصیل کر چکے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ مبارک وہ جو اُس کے تمام پہلوؤں کو سوچیں اور اپنے نفسوں پر ظلم نہ کریں۔ ہم بے ثبوت کسی پر جبر کرنا نہیں چاہتے بلکہ یہ واقعات آفتاب کی طرح روشن ہیں اور ہم غور کرنے کے لئے سب کے آگے رکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا ہی اندھا ہو جو کچھ سمجھ نہ سکے تو ہم نے اس اشتہار میں اس کے لئے ایک ایسا معیار جدید مقرر کر دیا ہے جو بڑی صفائی سے اس کو مطمئن کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ فطرتی فہم اور انصاف سے حصہ رکھتا ہو اور تعصب کی تاریکی کے نیچے دبا ہوا نہ ہو اور نہ عقل سے بے بہرہ ہو۔

اور مسلمان مخالفوں کو چاہیئے جو خدا تعالیٰ سے ڈریں اور تعصب اور انکار میں دوسری

نوٹ۔ یہ ثابت ہے کہ یہ صاحب کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا بلکہ قوم کا متروک اور مسلمانوں کی نظر میں کافر اور اپنے چال چلن کی رو سے کوئی خونریز اور ڈاکو نہیں تھا۔ پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی اگر یہ خوف حق نہیں تھا تو اور کیا تھا۔

قوموں کے شریک نہ ہو جائیں کیونکہ دوسری قومیں خدا تعالیٰ کی سنتوں اور عادتوں سے ناواقف ہیں اور اس کی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے بے خبر۔ مگر اسلامی تعلیم پانے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ کیونکر خدا تعالیٰ پیشگوئیوں میں اپنی شرائط کی رعایت رکھتا ہے۔ بلکہ بعض وقت خدا تعالیٰ ایسی شرائط کا بھی پابند ہوتا ہے جو پیشگوئیوں میں بتصریح بیان نہیں کی گئی تاکہ اپنے بندوں کی آزمایش کرے۔ اور بعض وقت یہ آزمایش بہت ہی دقیق ہوتی ہے جو بظاہر عدم ایفاء وعدہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ جیسا کہ اس بحث کو سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب کے انیسویں مقالہ صفحہ ۱۱۵۔ اور نیز دوسرے مقامات میں بیان کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب فیوض الحرمین کے صفحہ ۴۲ میں اسکی بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ تحقیق کرنے والے ان مقامات کو دیکھیں اور غور کریں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو صریح فتح کے آثار اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ چاہیئے کہ لوگ تعصب کو الگ کر کے سوچیں کہ کیا کیا آثار نمایاں اس پیشگوئی کے ظاہر ہو گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فریق مخالف پر یعنی اس سارے گروہ پر جو حادثے پڑے وہ اتفاقی ہیں اور خدا تعالیٰ کے ارادے کے بغیر ظاہر ہو گئے ہیں۔

اے مسلمانوں برائے خدا اس میں غور کرو اور اس میں حصہ نہ لو جن کی آنکھیں تعصب سے جاتی رہیں جن کے دل مارے بخل کے موٹے ہو گئے۔ ہماری پیشگوئی خدا تعالیٰ نے جہانتک الہامی الفاظ اور شرائط اس کے ذمہ وار تھے بہت صفائی سے پوری کر دی۔ اب وہ رسہ جو ہم نے دروغگو نکلنے کی حالت میں اپنے لئے تجویز کیا تھا ان عیسائیوں کے گلے میں پڑ گیا جن پر یہ قضا و قدر نازل ہوئی۔ اور اس رسہ کے وہ نادان بھی شریک ہیں جو سمجھنے والا دل نہیں رکھتے اور تعصب نے ان کو اندھا کر دیا۔ بیشک فتح اسلام ہوئی اور نصاریٰ کو ہر طرف سے ذلت اور رسوائی پہنچی۔ خدا تعالیٰ کی آواز نے اس فتح کو روشن کر کے دکھا دیا اور آئندہ اور بھی اپنے فضل و کرم سے دکھائے گا۔ مگر عیسائی لوگ شیطانی منصوبہ اور شیطانی آواز سے

چاہتے ہیں کہ فتح کا دعویٰ کریں لیکن خدا ان کے مکر کو پاش پاش کر دے گا۔ ضرور تھا کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے کیونکہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جس کا ماحصل اور مدعا یہ ہے کہ اس مہدی موعود کے وقت جو آخری زمانہ میں آنے والا ہے مہدی کے گروہ اور عیسائیوں کا ایک مباحثہ واقعہ ہوگا اور آسمانی آواز یعنی آسمانی نشانوں اور علامتوں اور قراین سے یہ ثابت ہوگا کہ الحق مع آل محمد یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لوگ جو آل کی طرح اور اس کے وارث ہیں حق پر ہیں اور شیطانی مکاید سے جابجا یہ آواز آئے گی کہ الحق مع آل عیسیٰ یعنی جو عیسیٰ کے لوگ کہلاتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ مگر آخر خدا تعالیٰ کھول کر دکھلا دے گا کہ آل محمد ہی حق پر ہے اور دینِ اسلام ہی کی فتح ہے۔ سو اے مخالف لوگو دانستہ اپنے تئیں ہلاک مت کرو۔ حق اسلام کے ساتھ ہے اور ہوگا مبارک وہ دل جو پاک سمجھ رکھتے ہیں اور تعصب اور بخل کے گڑھے میں نہیں گرتے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان۔ گورداسپور

مورخہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اول کے شروع میں ہے)

(۱۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری اور اُس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی کی تھی اس کی حقیقت

چونکہ بہت سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی میعاد پوری ہو گئی۔ اور ابھی پیشگوئی کے پورے ہونے کا نام و نشان نہیں۔ اس لئے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کے دو حصہ تھے۔ پہلا اور بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات معہ اس کی دوسری مصیبتوں کے تھی اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا جو سلطان محمد ساکن پٹی ہے۔ یہ دونوں حصے ایک ہی پیشگوئی اور ایک ہی الہام میں داخل تھے۔ چنانچہ مدت دو سال گذر چکی جو مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور جیسا کہ پیشگوئی کا منشا تھا اس نے اپنی زندگی میں پیشگوئی کے بعد اپنے بیٹے کی وفات اور دو ہمشیروں کی وفات اور کئی قسم کی حرج اور تکالیف مالی اور کئی ناکامیاں دیکھ کر آخر مقام ہوشیارپور میں میعاد کے اندر وفات کی اور اس حصہ پیشگوئی کی نسبت میاں شیخ بٹالوی صاحب نے اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھا کہ اگرچہ یہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ غرض اس بات سے بڑے بڑے دشمن بھی انکار نہ کر سکے کہ اس پیشگوئی کا نصف حصہ بڑی صفائی سے پورا ہو گیا۔ باقی رہا دوسرا حصہ جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے یہ اگر میعاد مقررہ

میں پورا نہ ہوا بلکہ میعاد کے بعد پورا ہوا تو اس پر وہی لوگ اعتراض کریں گے جن کو خدا تعالیٰ کی ان سُنتوں اور قانون سے بیخبری ہے جو اس کی پاک کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہیں جو تخویف اور انذار کی پیشگوئیاں جس قدر ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں اور اگر وہ لوگ نزول عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں تو وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادات کی طرف پھر رجوع کر لیں۔ یہی سنّت اللہ ہے کہ قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے اور چونکہ یہ سنّت مستمرہ اور عادت قدیمہ حضرت باری جل اسمہٗ کی ہے جس کا ذکر اس کی تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے اس لئے انذار اور تخویف کے الہامات میں کچھ ضرور نہیں ہوتا کہ شرط کے طور پر اس سُنّت اللہ کا الہام میں ذکر بھی کیا جائے۔ کیونکہ کوئی الہام اس سُنّت اللہ کے مخالف ہو ہی نہیں سکتا جو خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں دائمی طور پر پائی جاتی ہے۔

نوٹ۔ اس عادت اللہ سے تو سارا قرآن اور پہلی سماوی کتابیں بھری ہوئی ہیں کہ عذاب کی پیشگوئیوں کی میعاد توبہ اور استغفار سے اور حق کی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈالنے سے ٹلتی رہی ہے جیسا کہ یونس نبی کا قصہ ہی اس پر شاہد ہے۔ جن کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی تھی۔ لیکن حضرت آدم سے لے کر ہمارے نبی صلعم تک ایسی کوئی نظیر کسی نبی کے عہد میں نہیں ملے گی اور نہ کسی ربانی کتاب میں اس کا پتہ ملے گا کہ کسی شخص یا کسی قوم نے عذاب کی خبر سُن کر اور اس کی میعاد سے مطلع ہو کر قبل نزول عذاب توبہ اور خوف الٰہی کی طرف رجوع کیا ہو اور پھر بھی ان پر پتھر برسے ہوں یا اور کسی عذاب سے وہ ہلاک کئے گئے ہوں۔ اگر کسی کی نظر میں کوئی بھی نظیر ہو تو پیش کرے اور یاد رکھے کہ وہ ہرگز کسی ربانی کتاب سے پیش نہیں کر سکے گا۔ پس ناحق ایک متفق علیہا صداقت سے انکار کر کے اپنے تئیں جہنم کا ایندھن نہ بناویں۔ منہ

یہ کہ ہر ایک الہام کے لئے کتاب الٰہی بطور امام اور مہیمن کے ہے اور ضرور ہے کہ الہام اپنے امام کی سُنن اور حدود سے تجاوز نہ کرے ورنہ وہ الہام الٰہی نہیں ہو سکتا۔

اب بعد اس تمہید کے جاننا چاہیئے کہ یہ پیشگوئی بھی بطور انذار اور تخویف کے تھی اور موت کا وعدہ بھی بطور عذاب کے وعدہ کے تھا۔ کیونکہ اس کی بنیاد یہ تھی کہ جو دختر احمد بیگ مسمّی سلطان محمد سے بیاہی گئی اس کا والد اور اس کے اقارب اور عزیز بہت بیدین تھے اور تکذیب حق میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور ایک ان میں سے سخت دہریہ تھا جو اسلام سے مرتد ہو کر اسلام کے مخالف اشتہار چھپاتا اور خدا تعالیٰ کے پاک دین کی بے ادبیاں کرتا تھا اور دوسرے سب اس کے موافق اور محب تھے۔ سو ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مرتبہ اُس نے اشتہار چھپایا اور اسلام کی بہت توہین کی اور اس عاجز سے اسلام کی صداقت کیلئے نشان چاہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر ٹھٹھا کیا اور دوسرے اس سے الگ نہیں ہوئے بلکہ اس کے ساتھ رہے اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو وہ نشان دکھلاوے جس سے وہ ذلیل ہوں۔ پس اُس نے اُس تمام مُلحد گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ کذبوا بآیاتنا و کانوا بھا یستھزؤن فسیکفیکھم اللّٰہ۔ ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ان ربک فعال لما یرید۔ یعنی ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کی تکذیب کی اور ان سے ٹھٹھا کیا۔ سو خدا اُن کے شر دور کرنے کے لئے تیرے لئے کافی ہوگا اور انہیں یہ نشان دکھلائے گا کہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا۔ یعنی آخر وہ تیرے نکاح میں آئے گی۔ اور خدا سب روکیں درمیان سے اُٹھا دے گا۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے اس کام کو وہ اپنے منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اس قوم کے لئے نشان تھا جو بیباکی اور نافرمانی اور ٹھٹھے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے اور اس الہام کی تفصیل یعنے فقرہ فسیکفیکھم اللّٰہ کی شرح دوسرے

الہاموں سے یہ معلوم ہوئی تھی کہ خدا تعالیٰ احمد بیگ کو نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ بہت قریب موت دے گا اور اس کے داماد کو اڑھائی سال کے اندر روز نکاح سے وفات دے گا اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں احمد بیگ میعاد کے اندر یعنی روز نکاح سے چھ ماہ بعد وفات پا گیا اور اس نے اس ڈرانے والے الہام کی کیفیت دیکھ لی جو اس کو سنایا گیا تھا۔ ویسا ہی اس کے بیٹے اقارب کو اس کے مرنے کا صدمہ کامل طور پر پہنچ گیا۔ لیکن اس کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی کہ جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا اور نہ صرف اس کے دل پر بلکہ اس کے تمام متعلقین کو اس خوف اور حزن نے گھیر لیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب دو آدمی کی موت ایک ہی پیشگوئی میں بیان کی گئی ہو اور ایک ان میں سے میعاد کے اندر مر جائے تو وہ جو دوسرا باقی ہے اس کی بھی کمر ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ ایک ہی موت کے دونوں نیچے تھے۔ پس جو زندہ رہ گیا ہے وہ جب ایسی موت کو دیکھتا ہے ایک ایسا جانکاہ غم اس کو پکڑ لیتا ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یعنی وہ بھی قریب قریب میت ہی کے ہوتا ہے۔ سو ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ احمد بیگ کے مرنے کے بعد جس کی موت پیشگوئی کی ایک جز وتھی دوسری جز و والے کا کیا حال ہوا ہو گا گویا وہ جیتا ہی مر گیا ہو گا۔ چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے جن میں انہوں نے اپنے توبہ اور استغفار کا حال لکھا ہے سو ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ ایسی تاریخیں جو تخویف اور انذار کے نشانوں میں سے ہوتی ہیں ہمیشہ بطور تقدیر معلق کے ہوتی ہیں اور سلطان محمد اور اس کے اقارب اس لئے مجرم ٹھہر گئے کہ انہوں نے بیگناہ کیا کہ ان کو ہم نے بار بار بوساطت بعض مخلصوں اور نیز خطوط کے ذریعہ سے بہت کھول کر سنا دیا تھا کہ یہ پیشگوئی ایک قوم سرکش کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تم ان کے ساتھ مل کر

ویسے ہی مستوجب عذاب تھے تو مگر چونکہ وہ بھی سخت دل اور دنیا پرست تھے اس لئے
انہوں نے نہ مانا اور اسی طرح ٹھٹھا اور ہنسی کی اور اپنی بیباکی سے اس رشتہ سے دستکش
نہ ہوئے مگر احمد بیگ کی وفات کے بعد ان کے دلوں پر سخت رُعب طاری ہوا۔ اور انہوں
نے ربانی پیشگوئی کے خوف و غم کو کسی قدر اپنے دلوں پر غالب کر لیا۔ اور اگرچہ سخت دل بہت
تھے لیکن احمد بیگ کے مرنے نے اُن کی کمر توڑ دی اور اسی وجہ سے ان کی طرف سے عذر اور
پشیمانی کے خط بھی پہنچے اور جبکہ وہ اپنے دلوں میں بہت ڈرے اور سخت ہراساں ہوئے
پس ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ اپنی سُنت قدیمہ کے موافق تاریخ عذاب کو کسی اور موقع پر ڈال
دے یعنی ان دنوں پر جبکہ وہ لوگ اپنی حالت بیباکی اور تکبر اور غفلت کی طرف کامل طور سے
رجوع کر لیں کیونکہ عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے
وقت پر جا پڑتی ہے جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے۔ لیکن نفس پیشگوئی یعنی اس عورت
کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے
الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لاتبدیل لکلمات اللہ۔ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلیگی
پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالےٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔ سو ان دنوں کے بعد جب خدا تعالیٰ
ان لوگوں کے دلوں کو دیکھے گا کہ سخت ہو گئے اور انہوں نے اس ڈھیل اور مہلت کا قدر
نہ کیا جو چند روز تک ان کو دی گئی تھی تو وہ اپنی پاک کلام کی پیشگوئی پوری کرنے کے لئے
متوجہ ہوگا اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے
نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلیگی
اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اُٹھا دوں گا جو اس
حکم کے نفاذ سے مانع ہوں۔ اب اس عظیم الشان پیشگوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا
کرے گا اور کون کون سی قہری قدرت دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ
کر اس دُنیا سے اُٹھا لے گا۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جو قریباً سات برس سے شائع ہو چکی ہے اور

اس وقت سے بذریعہ اشتہارات شائع ہے جبکہ احمد بیگ کی دختر کا سلطان محمد سے ناطہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ کسی کے خیال میں بھی نہیں تھا کہ اس جگہ ناطہ ہوگا۔ سو خدا نے اور رو کیں تو اس عورت کے نکاح کے بعد اُٹھا لیں یعنی احمد بیگ اور اس کی دو ہمشیرہ کو جو سخت مانع تھی اس دُنیا سے اُٹھا لیا۔ باقی جو کچھ خدا تعالیٰ کرے گا لوگ دیکھیں گے۔ یہ نشان ہے جو ایسے لوگوں کو دیا جائے گا جو ہماری قوم اور کنبہ سے خدا سے اور خدا کے دین سے منکر اور اس غفلت خانہ سے محبت لگائے بیٹھے ہیں۔ لیکن اب بہتیرے جاہل اس میعاد گذرنے کے بعد ہنسی کریں گے* اور اپنی بدنصیبی سے صادق کا نام کاذب رکھیں گے۔ لیکن وہ دن جلد آتے جاتے ہیں کہ جب یہ لوگ شرمندہ ہوں گے اور حق ظاہر ہوگا اور سچائی کا نور چمکے گا اور خدا تعالیٰ کے غیر متبدل وعدے پورے ہو جائیں گے۔ کیا کوئی زمین پر ہے جو اُن کو روک سکے؟ بدبخت انسان بدظنی کی طرف جلدی کرتا ہے۔ اور حلیم طبیعت اور عمیق فکر کے ساتھ نہیں سوچتا۔

اے بدفطرتو! اپنی فطرتیں دکھلاؤ۔ لعنتیں بھیجو، ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغگو رکھو۔ لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے۔ تم ہم پر لعنت کرو تا فرشتے تم پر لعنت کریں۔ میں نے بہت چاہا کہ تمہارے اندر سچائی ڈالوں اور تاریکی سے تمہیں نکالوں اور نور کے فرزند بناؤں۔ لیکن تمہاری بدبختی تم پر غالب آگئی۔ سو اب جو چاہو لکھو۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے جب تک وہ دن نہ آوے کہ جو قادر کریم نے میرے دکھانے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ ضرور تھا کہ تمہیں ابتلا میں ڈالے اور تمہاری آزمایش کرے تا تمہارے جھوٹے دعوے

---

*نوٹ: جاننا چاہیئے کہ اسلامی پیشگوئیاں بھی منجملہ سماوی علوم کے ایک عظیم الشان علم ہے جو ربانی کتاب کی سُنتوں اور قانون سے باہر نہیں ہو سکتیں اور جو لوگ ان کی نسبت کچھ رائے ظاہر کریں اُن پر فرض ہے کہ پہلے ربانی کتاب کا علم ان کو حاصل ہو کیونکہ وہ پیشگوئیاں الہٰی کتاب کے زیر سایہ چلتی ہیں منہ

فہم اور فراست اور تقویٰ اور علم قرآن کے تم پر کھل جائیں۔

یاد رکھو کہ عورت مذکورہ کے نکاح کی پیشگوئی اس قادر مطلق کی طرف سے ہے جس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ لیکن قرآن بتلا رہا ہے کہ ایسی پیشگوئیوں کی میعادیں معلق تقدیر کی قسم میں سے ہوتی ہیں۔ لہذا ان کی تبدل اور تغیر کی وجہ پیدا ہونے کے وقت ضرور وہ تاریخیں اور میعادیں ٹل جاتی ہیں۔ یہی سنت اللہ ہے جس سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ پس ہر ایک پیشگوئی جو وحی اور الہام کے ذریعہ سے ہوگی ضرور ہے کہ وہ اسی سنت کے موافق ہو جو خدا تعالےٰ کی کتابوں میں قرار پا چکی ہے اور اس زمانہ میں اس سے یہ فائدہ بھی متصور ہے کہ جو علوم ربانی دنیا سے اُٹھ گئے تھے پھر لوگوں کی ان پر نظر پڑے اور معارف قرآنی کی تجدید ہو جائے اور نہ صرف پیشگوئی ظاہر ہو بلکہ ساتھ اس کے معارف بھی تازہ ہو جائیں اور اس پیشگوئی کے متعلق جو دقیقہ معرفت ہے وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اسی قوم کے ڈرانے کے لئے ہے جن کی طبیعتوں میں الحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا تھا۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے پہلے کلمات میں ہی فرمایا کہ یہ لوگ میری آیتوں کی تکذیب کرتے اور میرے نشانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں پس جبکہ یہ پیشگوئی انذار اور تخویف پر مشتمل تھی اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے اس لئے ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں بتصریح موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مہیمن اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے کہ فاسقوں اور کافروں کے رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقعہ ہو جاتی ہے۔ اور پھر جب وہ فسق اور کفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ ازلی وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ اور جب کتاب انذار اور تخویف پر مشتمل تھی اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے اس لئے ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن

کریم میں بتصریح موجود ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مہیمن اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے کہ فاسقوں اور کافروں کی رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقعہ ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ فسق اور کفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ لازوال وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور جب کتاب الٰہی میں ایک صریح سنت اللہ موجود ہو جس کی رعایت بہرحالت ضروری ہے تو الہام میں یہ ضروری نہیں ہوگا کہ شرط کے طور پر اس سنت کا ذکر کیا جائے کیونکہ الہام ہمیشہ کتاب الٰہی کا تابع اور اس کی شرائط کا پابند ہے اور ممکن نہیں کہ صحیح اور حق الہام اس کے برخلاف ہو پس اگر الہام میں ایک بات کا اقرار کے طور پر صریح ذکر موجود ہو یا نہ ہو۔ لیکن اگر اس بات کا کلام الٰہی میں صریح ذکر موجود ہے اور وہ سنت اللہ ہے تو بموجب آیت کریمہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا وہ سنت اللہ اگر اس کا موقعہ الہامی پیشگوئی میں پیدا ہو جائے تو ضرور پوری ہوگی اور ممکن نہ ہوگا کہ اس کے برخلاف الہام ظاہر ہو سکے ✱ مثلاً اگر کسی الہام میں عذاب کے طور پر کسی سرکش انسان کے لئے وعدہ ہے کہ وہ فلاں تاریخ تک مرے گا اور اس کا مرنا عذاب کے طور پر ہوگا اور الہام میں کوئی اور شرط بصراحت موجود نہیں یعنی یہ نہیں بیان کیا گیا کہ اگر وہ سرکشی کے طریق کو چھوڑ دے گا تو عذاب ملتوی ہو جائے گا سو اگر ایسے الہام کی میعاد میں وہ شخص جس کی نسبت الہام ہے توبہ اور استغفار کرے اور اپنے دل پر اس الہام الٰہی کی عظمت کو ڈال لے تو سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ وہ عذاب کا وقت ٹل جاتا ہے اور دوسرے وقت پر عذاب جا پڑتا ہے یعنی جب پھر سرکشی کی طرف رجوع کرے تو عذاب نازل ہو جاتا ہے اور یہ تاخیر عذاب ایک مہلت دہی کے طور پر ہوتی ہے۔ پس اگر وہ شخص اس تاخیر عذاب کی وجہ

✱ نوٹ۔ یہ بالکل سچ اور سراسر سچ ہے کہ سنت اللہ کے خلاف یعنی اس عادت اللہ کے مخالف جو قرآنی کتابوں میں قرار پا چکی ہے کوئی الہام ظاہر نہیں ہو سکتا۔ چاہیئے کہ رائے لگانے سے پہلے اس بات پر خوب زور سے بحث کرو پھر رائے لگاؤ ورنہ وہ رائے سراسر فضول اور ردی ہوگی۔ منہ۔

بکلّی اپنے سر سے اُٹھا لیوے۔ مثلاً اگر کافر ہے تو سچ مچ مسلمان ہو جائے اور اگر ایک جُرم کا مرتکب ہے تو سچ مچ اس جرم سے دست بردار ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے ظلِ امان میں آ جاتا ہے۔ پھر اگر کبھی مرتا بھی ہے تو عذاب سے نہیں بلکہ مدت مقدّر کی ضرورت کے باعث سے مرتا ہے۔ لیکن اگر سرکشی کو اور ان تمام امور کو جو اس کی سرکشی پر شاہد اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے مخالف ہوں چھوڑنا نہ چاہے اور سچی اطاعت سے دُور رہے تو پھر اس عذاب سے بچ نہیں سکتا جو اس کے لئے مقدّر ہے۔ یہ تعلیم قرآن اور خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کی ہے اور اسی کے نیچے وہ تمام الہامات ہیں جو اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں اور کوئی الہام اس سنت اللہ کے مخالف نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ بظاہر مخالف ہو تو اس کے صحیح [1] وہی ہوں گے جو اس سنت اللہ کے موافق ہوں۔ پس یہی ربانی الہامات کی اصل حقیقت اور سچی فلاسفی ہے جس کے ماننے کے بغیر انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا۔ لیکن دُنیا میں بہتیرے ایسے یاوہ گو اور احمق ہیں جو اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے کہ اگر کسی الہام میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میعاد مقرر ہو تو ضرور وہ میعاد اپنے وقت مقررہ پر پوری ہونی چاہیئے۔ مگر ایسے لوگ اپنی بیوقوفی اور حماقت کی وجہ سے نہایت ہی قابل رحم ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ پیشگوئیوں کا خدا تعالیٰ کی کامل صفات اور ربانی کتاب کے موافق ظاہر ہونا ضروری ہے جبکہ وہ نہایت ہی رحیم و کریم و حلیم ہے۔ اور ڈرنے والے کو ایسے طور سے نہیں پکڑتا جیسا کہ سخت دل اور بیباک کو پکڑتا ہے اور سچی توبہ اور صدقہ اور خیرات سے عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے تو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس کے وعدے اور اس کی پیشگوئیاں اس کی صفات کے مخالف نہ ہوں۔ اور یہ بات تو عام لوگوں کے لئے ہے جو خدا تعالیٰ کی کتابوں کو غور سے نہیں دیکھتے۔ لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم میں تدبّر کر سکتے ہیں اور ان الٰہی سنتوں سے واقف ہیں جو خدا تعالیٰ کی اپنی کتاب میں ظاہر ہیں [illegible] سے نہیں ڈرتے اس لئے ان کی پردہ دری کے لئے ایک اور انتظام کی ضرورت ہے۔ ✦ اور وہ یہ ہے

---

[1] "معنی" کا لفظ کاتب سے اصل اشتہار میں رہ گیا ہے اس لئے ہم نے بھی نہیں لکھا۔ (المرتب)

✦ متعلقہ نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھیں (المرتب)

کہ اگر وہ کسی طرح اپنی بے ایمانی اور یاوہ گوئی سے باز نہ آویں تو ہم ان میں سے شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی ثم امرتسری اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو اس فیصلہ کے لئے منتخب کرتے ہیں کہ اگر وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک ہمارے اس بیان کا منکر ہو اور اس کا یہ دعویٰ ہو کہ کوئی ایسی الہامی پیشگوئی جس میں عذاب موت کے لئے کوئی تاریخ مقرر کی گئی ہو اس تاریخ کے بارے میں خدا تعالےٰ کا یہ قانون قدرت اور سنت قدیمہ نہیں ہے کہ وہ ایسے شخص یا ایسی قوم کی توبہ یا خائف اور ہراساں ہونے سے جن کی نسبت وہ وعدہ عذاب ہے دوسرے وقت پر جا پڑے تو طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ کی ہم سے سنیں اور صرف دو گھنٹہ تک ہمیں مہلت دیں تا ہم کتاب اور سنت اور پہلی سماوی کتابوں کے دلائل شافیہ اپنی تائید دعویٰ میں ان کے سامنے پیش کر دیں۔ پھر اگر وہ قبول کرلیں تو چاہیئے کہ حیا اور شرم کر کے آئندہ ایسی پیشگوئیوں کی تکذیب نہ کریں بلکہ خود مؤید اور مصدق ہو کر دوسرے منکروں کو سمجھاتے رہیں اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور تقویٰ کا طریق اختیار کریں۔ اور اگر ان نصوص اور دلائل سے منکر ہوں اور ان کا یہ خیال ہو کہ یہ دعویٰ نصوص صریحہ سے ثابت نہیں ہو سکا اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں تو ہم ان کے لئے دو سو روپیہ نقد کا انعام مقرر کرتے ہیں کہ وہ اسی جلسہ میں تین مرتبہ ان الفاظ سے قسم کھائیں کہ

اے خدا قادر ذو الجلال جو جھوٹوں کو سزا دیتا اور سچوں کی حمایت کرتا ہے ایں

نوٹ (متعلقہ صفحہ گذشتہ) اس انتظام کی اس لئے ضرورت ہے کہ بعض ملحد جن کے سیاہ دل میں ضرور یہ کھٹکے گا اب اپنے بچاؤ کے لئے یہ باتیں بنائی ہیں۔ لہٰذا واجب ہے کہ یہ فیصلہ قرآن کریم اور آثار نبویہ کے رو سے کیا جائے اور مومن کو چاہیئے کہ ہر یک مقدمہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رد کرے اور ہر ایک امر میں خدا کی کتاب کو معیار بنا دے۔ اور جو شخص قرآن اور رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اور کوئی اور راہ ڈھونڈے تو وہ وہی ہے جو بے ایمان اور حیلہ ساز ہے۔ منہ ۔

تیری ذات کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ جو کچھ دلائل پیش کئے گئے وہ سب باطل ہیں اور تیری ہرگز یہ عادت نہیں کہ عذاب کے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خائف اور ہراساں ہونے سے تاخیر کرے۔ بلکہ ایسی پیشگوئی سراسر جھوٹ ہے یا شیطانی ہے اور ہرگز تیری طرف سے نہیں۔ اور اے قادر خدا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور حق کے برخلاف کہا ہے تو مجھے ذلت اور دکھ کے عذاب سے ہلاک کر اور جس کی میں نے تکذیب کی ہے اس کو میری ذلت اور میری تباہی اور میری موت دکھا دے اور اس دعا کے ساتھ ہر یک دفعہ ہم آمین کہیں گے۔ اور تین مرتبہ دعا ہوگی اور تین مرتبہ ہی آمین اور بعد اس کے بلا توقف اس قسم کھانے والے کو دو سو روپیہ نقد دیا جائے گا۔ اور ہم واپسی کی شرط نہیں کرتے۔ ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی سخت موذی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو اور لوگ عبرت پکڑیں اور راہ راست پر آویں اور شیاطین کے پنجہ سے مخلصی پاویں۔ لیکن اگر کوئی اب بھی باز نہ آوے اور بیجا تکذیب سے زبان بند نہ کرے تو وہ صریح ظالم اور خدا تعالےٰ کی کتاب سے منہ پھیرنے والا ہے۔ پس حق کے طالبوں کو چاہیئے کہ ایسے دروغگو اور مفسد کی کسی بات پر اعتماد نہ کریں کیونکہ اس نے سچائی کی طرف رُخ نہیں کیا اور دانستہ جھوٹ کی پیروی کی۔ اس سے زیادہ ہم کیا لکھیں اور کیا کہیں اور کس طور سے ایسے دلوں کو سمجھاویں جو دانستہ حق سے منہ پھیر رہے ہیں۔ اگر ہمارے مخالف سچے ہیں تو اس طریق فیصلہ کو قبول کریں۔ ورنہ جو لوگ صاف اور سچے فیصلہ سے انکار کریں اور تکذیب سے باز نہ آویں تو ان پر نہ انسان بلکہ فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

راقم غلام احمد از قادیان — ۸ ستمبر ۱۸۹۴ء

تعداد اشاعت ... ۵۰۰ (مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۸ صفحوں پر ہے)

(۱۲۱)

ضمیمہ انوار الاسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر

امرتسر کے مباحثہ میں جو عیسائیوں کے ساتھ ہوا تھا اس میں جو ہم نے پیشگوئی کی تھی۔
اس کے دو حصے تھے:۔

۱۔ اوّل یہ کہ فریق مخالف جو حق پر نہیں ہاویہ میں گرے گا اور اس کو ذلّت پہنچے گی۔
۲۔ دوسری یہ کہ اگر حق کی طرف رجوع کرے گا تو ذلّت اور ہاویہ سے بچ جائے گا

اب ہم فریق مخالف کی اس جماعت کا کچھ سے حال بیان کریں گے جنہوں نے بنفس خود بحث نہیں کی بلکہ معاون یا حامی یا سرگروہ ہونے کی حیثیت سے اس فریق میں داخل تھے۔ اور پہلے ہم مختصر الفاظ میں مسٹر عبد اللہ آتھم کا حال بیان کرتے ہیں جو فریق مخالف سے خاص مباحثہ کے لئے اس فریق کی طرف سے تجویز کئے گئے تھے۔ ان کی نسبت الہامی فقرہ یعنی ہاویہ کے لفظ کی تشریح ہم نے یہ کی تھی کہ اس سے موت مراد ہے بشرطیکہ حق کی طرف وہ رجوع نہ کریں۔ اب ہمیں خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے جتلا دیا کہ انہوں نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم اور غم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی کیونکہ ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے دل میں لحاظ رکھتا اور وہی رحیم اور کریم خدا ہے جس نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے کہ من یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہٗ یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی نیک کام کرے وہ بھی ضائع نہیں ہوگا اور ضرور اس کا اجر پائے گا۔ سو مسٹر عبد اللہ آتھم نے الہامی شرط کے موافق کسی قدر اسلامی سچائی کی طرف جھکنے سے اپنا اجر پا لیا۔ ہاں جب پھر بے باکی اور سخت گوئی اور گستاخی کی طرف میل کریگا

تو وہ وعدہ ضرور اپنا کام کرے گا۔ اس ہمارے وعدے کا ثبوت اگر مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے اپنی خوفناک حالت اور وہم اور سراسیمگی اور شہر بشہر بھاگتے پھرنے سے آپ دکھا دیا۔ لیکن ہم اپنی فتحیابی کا قطعی فیصلہ کرنے کے لئے اور تمام دنیا کو دکھانے کے لئے کہ کیونکر ہم کو فتح نمایاں حاصل ہوئی یہ سہل اور آسان طریق تصفیہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے نزدیک ہمارا یہ بیان بالکل کذب اور دروغ اور افتراء ہے تو وہ مرد میدان بن کر اس اشتہار کے شائع ہونے سے ایک ہفتہ[1] تک بعبارات مفصلہ ذیل تجویز کو قبول کر کے ہم کو اطلاع دیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ اگر اس پندرہ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ان کو سچائی اسلام کے خیال نے دل پر ڈرانے والا اثر نہیں کیا اور نہ عظمت اور صداقت الہام نے گرداب غم میں ڈالا اور نہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اسلامی توحید کو انہوں نے اختیار کیا اور نہ ان کو اسلامی پیشگوئی سے دل میں ذرہ بھی خوف آیا اور نہ تثلیث کے اعتقاد سے وہ ایک ذرہ متزلزل ہوئے تو وہ فریقین کی جماعت کے روبرو تین مرتبہ انہیں باتوں کا انکار کریں کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا اور عظمت اسلام نے ایک لحظہ کے لئے بھی دل کو نہیں پکڑا اور میں مسیح کی ابنیت اور الوہیت کا دور سے قائل رہا اور قائل ہوں اور دشمن اسلام ہوں۔ اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے پر ایک ہی برس کے اندر وہ ذلت کی موت اور تباہی آوے جس سے یہ بات خلق اللہ پر کھل جائے کہ میں نے حق کو چھپایا۔ جب مسٹر آتھم صاحب یہ اقرار کریں تو ہر ایک مرتبہ کے اقرار میں ہماری جماعت آمین کہے گی۔ تب اسی وقت ایک ہزار[2] روپیہ کا بدرہ باضابطہ تمسک لے کر ان کو دیا جائے گا اور وہ تمسک ڈاکٹر مارٹن کلارک اور

---

[1] نوٹ:- ایک ہفتہ کی میعاد تھوڑی نہیں بلکہ بہت ہے کیونکہ امرتسر سے قادیان میں دوسرے دن خط پہنچ جاتا ہے۔ اور ہرچند اس قدر میعاد دینا مصلحت کے برخلاف ہے کیونکہ جو فریق در حقیقت شکست یافتہ ہے وہ انہیں چند روز میں سادہ لوحوں کو دھوکہ دے کر ہزاروں کو ورطہ ضلالت میں ڈال سکتا ہے مگر اتماماً للحجۃ یہ وسیع میعاد دی گئی ہے۔ ۱۲۔

پادری عماد الدین کی طرف سے بطور ضمانت کے ہوگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ یہ ہزار روپیہ بطور امانت مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے پاس رکھا گیا اور اگر وہ حسب اقرار اپنے کے ایک سال کے اندر فوت ہوگئے تو اس روپیہ کو ہم دونو ضامن بلا توقّف واپس دے دیں گے اور واپس کرنے میں کوئی عذر اور حیلہ نہ ہوگا۔ اور اگر وہ انگریزی مہینوں کی رُو سے ایک سال کے اندر فوت نہ ہوئے تو یہ روپیہ ان کا ملک ہو جائے گا اور ان کی فتحیابی کی ایک علامت ہوگی۔ اور اگر ہمارا رجسٹری شدہ اشتہار پاکر جو اُن کے نام اور ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کے نام ہوگا تاریخ وصول سے ایک ہفتہ تک انہوں نے اس مقابلہ کے لئے درخواست نہ کی تو سمجھا جائے گا کہ فتح اسلام پر انہوں نے مُہر لگادی اور ہمارے الہام کی تصدیق کرلی۔ یہ فیصلہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے سچے بندوں کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے کرے گا اور جھوٹ کے منصوبہ کو نابود کردے گا اور دروغ کے پُتلے کو پاش پاش کردے گا۔ اور اس اقرار کے لئے ہم مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو یہ تکلیف نہیں دیتے ہیں کہ وہ امرتسر میں ہمارے مکان پر آویں۔ بلکہ ہم ان کے بُلانے کے بعد معہ ہزار روپیہ کے اُن کے مکان پر آویں گے۔ اور ان کے بلانے کی تاریخ سے ہمیں اختیار ہوگا کہ تین ہفتہ تک کسی تاریخ میں روپیہ لے کر ان کے پاس معہ اپنی جماعت کے حاضر ہو جائیں۔ اور ان پر واجب ہوگا کہ ہمارے بُلانے کے لئے رجسٹری شدہ خط بھیجیں۔ پھر ہم اطلاع پاکر تین ہفتہ کے اندر معہ ہزار روپیہ کے حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ وعدہ خلاف کرنے والے اور کاذب ٹھیریں گے اور ہم خود ان کے مکان پر آئیں گے اور ان کو کسی قدم رنجہ کی تکلیف نہ دیں گے۔ ہم ان کو اتنی بھی تکلیف نہیں دیں گے کہ اس اقرار کے لئے کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں بلکہ وہ بخوشی اپنے بستر پر ہی لیٹے رہیں اور تین مرتبہ وہ اقرار کردیں جو لکھ دیا گیا ہے۔ اور ہم ناظرین کو مکرر یاد دلاتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی نسبت ہماری پیشگوئی کے دو پہلو تھے۔ یعنی یا تو ان کی موت اور یا اُن کا حق کی طرف رجوع کرنا اور رجوع کرنا دل کا فعل ہے جس کو خلقت نہیں جانتی اور خدا تعالےٰ جانتا ہے۔ اور خلقت کے جاننے کے لئے یہ فیصلہ ہے جو ہم نے کردیا۔ اور خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت نے مسٹر عبداللہ

آتھم صاحب کو اس بات کی طرف تحریک نہ دی کہ وہ اس اثنا میں بدزبانی اور سخت گوئی کو کمال تک پہنچا کر موت کے اسباب اپنے لئے جمع کرتے بلکہ ان کے دل میں عظمتِ اسلام کا خوف ڈال دیا تا وہ اس شرط سے فائدہ اُٹھالیں جو رجوع کرنے والوں کے لئے الہامی الفاظ میں لکھے گئے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ عیسائیوں کو کچھ عرصہ تک جھوٹی خوشی پہنچا دے اور پھر وہ فیصلہ کرے جس سے درحقیقت اندھے آنکھیں پائیں گے اور بہروں کے کان کھلیں گے اور مردے زندہ ہوں گے اور بخیل اور حاسد سمجھیں گے کہ انہوں نے کیسی غلطی کی۔ امرتسر کے عیسائی اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ خداوند مسیح نے مسٹر عبداللہ آتھم کو بچا لیا۔ سو اب اگر وہ اپنے تئیں سچے خیال کرتے ہیں تو اُن پر واجب ہے کہ مقابلہ سے ہمت نہ ہاریں۔ کیونکہ اگر وہ مصنوعی خدا ان کا درحقیقت بچانے والا ہی ہے تو ضرور اس آخری فیصلہ پر بچالے گا۔ کیونکہ اگر موت وارد ہو گئی تو سب عیسائیوں کی رُوسیاہی ہے چاہیئے کہ اپنے اس مصنوعی خداوند پر توکل کر کے اپنی پیٹھ نہ دکھلاویں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ہرگز ان کو فتح نہیں ہوگی۔ جو شخص آپ فوت ہو گیا ہے وہ دوسرے کو فوت ہونے سے کب روک سکتا ہے۔ روکنے والا ایک ہے جو حَیّ قیّوم ہے جس کے ہم پرستار ہیں۔

یہ تو ہم نے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کا حال بیان کیا جو فریقِ مخالف میں سے بحث کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ لیکن اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس فریقِ مخالف میں سے جو لوگ بطور معاون یا حامی یا سرگروہ تھے۔ ان کا کیا حال ہوا۔ انہوں نے بھی کچھ ہاویہ کا مزا چکھا ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ ضرور چکھا۔ اور میعاد کے اندر ہر ایک نے کامل طور سے چکھا چنانچہ پادری رائٹ صاحب جو بطور سرگروہ تھے میعاد کے اندر عین جوانی میں اس دنیا سے کوچ کر گئے اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب اپنی مصیبت میں رہے۔ غالباً وہ ان کے جنازہ پر بھی حاضر نہیں ہو سکے۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے دل کو ان کی بے وقت موت کا ایسا صدمہ پہنچا کہ بس مجروح کر دیا۔ اور فریقِ مخالف کے گروہ میں سے جو بطور معاونوں کے تھے۔ ان میں سے ایک پادری ٹامس ہاول تھا جس نے بار بار محرف کتابوں کو پڑھ کر اپنا حلق پھاڑا۔ اور لوگوں کا مغز کھایا۔ وہ مباحثہ کے بعد ہی ایسا پکا،

گیا۔ اور ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ مر مر کے بچا۔ اور ایک معاون عبداللہ پادری تھا جو
چھپکے چھپکے قرآن شریف کی آیتیں دکھاتا اور عبرانی کے ٹوٹے پھوٹے حرف پڑھتا تھا۔ اس کو بھی
میعاد کے اندر سخت بیماری نے موت تک پہنچایا۔ اور معلوم نہیں کہ بچا یا گذر گیا۔ باقی رہا پادری
عمادالدین اس کے گلے میں ہزار لعنت کی ذلت کا لمبا رسہ پڑا جو نورالحق کے جواب سے عاجز
ہونے سے اس کو اور اس کے تمام بھائیوں کو نصیب ہوا۔ اب فرمائیے اس تمام فریق میں
سے ہاویہ سے کون بچا کسی ایک کا تو نشان دیں۔ ہمارے یہ ثبوت ہیں جو ہم نے لکھ دیئے۔
بالآخر ہم یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی مولوی مخالف جو اپنی بدبختی سے عیسائی مذہب کا مددگار
ہے یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسوں والا سکھ ہماری فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اُس
کے لئے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے
اور ہزار روپیہ نقد ان کو دلا دے جس کے دینے میں ہم ان کی حلف کے بعد ایک منٹ
کی توقف کا بھی وعدہ نہیں کرتے۔ اور اگر ایسا نہ کرے اور محض اوباشوں اور بازاری بدمعاشوں
کی طرح ٹھٹھا ہنسی کرتا پھرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں بلکہ اس کی فطرت میں خلل
ہے۔ سو اگر بجز اس تحقیق کے تکذیب کرے تو وہ کاذب ہے اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین
کا مصداق۔ اور اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے پاس جانے کے لئے اس کو کچھ مسافت طے کرنی
پڑتی ہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے خرچ سے اس کے لئے یکہ یا ٹٹو یا ڈولی، جو کچھ چاہیے
مہیا کر دیں گے۔ اور اگر وہ ہندو ہے یا کیسوں والا سکھ یا کوئی اور غیر مذہب والا ہے تو
اس کی غذا کے لئے بھی ہم نقد دے دیں گے۔ یہ نہایت صفائی کا فیصلہ ہے۔ اور کسی
حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا اور شکست خوردہ قرار دے
یا بازاروں میں ٹھٹھا یا ہنسی کرتا پھرے اور بغلیں بجاتا پھرے۔ ہاں جو لوگ ناجائز طور کی
عداوت رکھتے ہیں وہ ناجائز تہمتوں کا طومار باندھ کر ناحق اسلام کے دشمن بن جاتے ہیں
مگر یاد رکھیں کہ اسلام کا خدا سچا خدا ہے جو نہ کسی عورت کے پیٹ سے نکلا اور نہ کبھی

بھوکا اور پیاسا ہوا۔ وہ ان سب تہمتوں سے پاک ہے جو اس کی نسبت کوئی خیال کرے کہ ایک مدت تک اس کی خدائی کا انتظام درست نہ تھا اور نجات دینے کی کوئی راہ اور سبیل اسے نہیں ملتی تھی۔ یہ تو مدت کے بعد گویا ساری عمر بسر کر کے سوجھی کہ مریم سے اپنا بیٹا پیدا کرے۔ اور مریم کی پیدائش سے پہلے یہ کفارہ کی تدبیر اس کے خیال میں نہ گذری اور نہ کامل خدا کی نسبت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف نام ہی کا پرمیشر ہے ورنہ سب کچھ جیو اور پرکرتی وغیرہ آپ ہی آپ قدیم سے ہے۔ نہیں بلکہ وہ قادر مطلق اور کل کا خالق ہے

اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں کیا بھید ہے کہ پیشگوئی کے دو پہلو میں سے موت کے پہلو کی طرف خدا تعالیٰ نے مسٹر عبداللہ آتھم کے لئے رُخ نہ کیا اور دوسرا پہلو لے لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ موت کا پہلو مجروح اور تختہ مشق اعتراضات ہو گیا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنا کیا نئی بات ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب پہلے موت کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ چھ مہینہ تک فوت ہو جاوے گا۔ اور کوئی کہتا تھا کہ بڈھا ہے۔ کوئی کہتا تھا کمزور ہے موت کیا تعجب ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جادو سے ماردیں گے یہ شخص بڑا جادوگر ہے۔ سو خدائے حکیم و علیم نے دیکھا کہ معترضوں نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کر دیا ہے اور خیالات پر سے اس کا اثر اُٹھا دیا ہے۔ اس لئے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ اور اس پہلو سے جادو کا گمان کرنے والے بھی شرمندہ ہوں گے کیونکہ دلوں کو حق کی طرف پھیرنا جادوگروں کا کام نہیں بلکہ خدا اور اس کے نبیوں اور رسولوں کا کام ہے۔ سو اس وقت تک خدا تعالیٰ نے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی موت کو ان وجوہات سے ٹال دیا اور مسٹر عبداللہ آتھم کے دل پر عظمت اسلام کا رُعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دے دیا۔ لیکن اب عیسائیوں کی رائیں بدل گئیں اور کبھوا تیسرا خداوند مسیح کہیں سے نکل آیا۔ یہ اُن زبانوں پر جاری ہو گیا کہ خداوند مسیح بڑا ہی قادر خدا ہے جس نے مسٹر عبداللہ آتھم کو بچا لیا۔ اس لئے ضرور ہوا کہ خدا تعالیٰ اس مصنوعی خدا کی حقیقت دنیا پر ظاہر کرے کہ کیا یہ عاجز انسان جس کا نام ربنا المسیح رکھا

گیا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے۔ سو اب موت کے پہلو کا وقت آگیا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ عیسائیوں کا خدا کہاں تک طاقت رکھتا ہے اور کہاں تک اس مصنوعی خدا پر ان لوگوں کا توکل ہے۔ اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور جواب کے منتظر ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

۹ ستمبر ۱۸۹۴ء

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اول میں بطور ضمیمہ کے چار صفحوں پر ہے)

---

(۱۲۲)

فتح اسلام فتح اسلام فتح اسلام

اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ مرتبہ دوم

یہ دو ہزار روپیہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب کے حلف پر بلا توقف ان کے حوالہ کیا جاوے گا

دو ہزار کا اشتہار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دو ہزار کا اشتہار

الحق مع ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نے ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں لکھا تھا کہ آتھم صاحب نے ایام پیشگوئی میں ضرور حق کی طرف رجوع کر لیا اور اسلام کی عظمت کا اثر اپنے دل پر ڈال لیا۔ اگر یہ سچ نہیں تو وہ نقد ایک ہزار روپیہ لیں اور قسم کھالیں کہ انہوں نے اس خوف کے زمانے میں رجوع نہیں کیا۔ چنانچہ اسی حقیقت کو خلق اللہ پر ظاہر کرنے کے لئے تین رجسٹری شدہ خط آتھم صاحب اور ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری

عمادالدین صاحب کی خدمت میں روانہ کئے گئے۔ کل ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کی طرف سے وکیل کے طور پر انکاری خط آیا جس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ آتھم صاحب کسی طور سے قسم کھانا نہیں چاہتے اور باوجودیکہ دس ستمبر ۱۸۹۴ء سے ایک ہفتہ کی میعاد دی گئی تھی مگر وہ میعاد بھی گذر گئی۔ مگر بجز ایک انکاری خط کے اور کوئی خط نہیں آیا۔ پس کیا اب بھی یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے ضرور پیشگوئی کے زمانے میں اسلامی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دے کر حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اگر اب بھی بعض متعصب یا ناقص الفہم لوگ شک رکھتے ہیں تو اب ہم یہ دوسرا اشتہار دو ہزار روپیہ انعام کے شرط سے نکالتے ہیں۔ اگر آتھم صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ میں نے پیشگوئی کی مدت کے اندر عظمت اسلامی کو اپنے دل پر جگہ ہونے نہیں دی اور برابر دشمن اسلام رہا اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر مضبوط ایمان رکھا تو اسی وقت

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی طرف خط۔ مسٹر آتھم صاحب آپ کو معلوم ہے کہ کس قدر جھوٹے بے ایمانوں نام کے مسلمان یا مولوی یا عیسائیوں نے بخلاف واقعہ خبر اُڑادی ہے کہ آپ نے باوجودیکہ خدا تعالیٰ کے سچے اور پاک دین اسلام کی طرف کچھ بھی رجوع نہ کیا پھر بھی وعید موت سے بچ گئے اور غالب رہے اور پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اور اللہ جل شانہ جس کی عظمت اور ہیبت سے زمین اور آسمان کانپتے ہیں اس نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ نے خوف کے دنوں میں نہایت ہم و غم کی حالت میں درپردہ اسلام کی طرف رجوع کر لیا یعنی اسلامی عظمت کو اپنے دل میں بٹھا لیا جس کو آپ پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے اس نے جو غیبوں کا جاننے والا اور انسان کے عمیق اور چھپے ہوئے خیالات کو دیکھنے والا ہے، اپنے وعدہ اور شرط کے موافق اس عذاب سے آپ کو بچا لیا جو اس صورت میں نازل ہوتا جبکہ آپ اس شرط کے موافق کچھ بھی اپنی اصلاح نہ کرتے اور نہ اسلامی عظمت سے ہراساں ہوتے۔ اور اگر نعوذ باللہ یہ الہام الٰہی آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہے تو میں آپ کو اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کیا اور جس کی طرف آپ کو جانا ہے کہ عام جلسہ میں تین مرتبہ قسم کھا کر میرے روبرو اس کی تکذیب کر دیں

نقد دو ہزار روپیہ ان کو بہ شرائط قرار دادہ اشتہار ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء بلا توقف دیا جائے گا۔ اور اگر ہم بعد قسم دو ہزار روپیہ دینے میں ایک منٹ کی بھی توقف کریں تو وہ تمام لعنتیں جو نادان مخالف کر رہے ہیں ہم پر وارد ہوں گی اور ہم بلاشبہ جھوٹے ٹھہریں گے اور قطعاً اس لائق ٹھہریں گے کہ ہمیں سزائے موت دی جائے اور ہماری کتابیں جلا دی جائیں اور ملعون وغیرہ ہمارے نام رکھے جائیں۔ اور اگر مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب باوجود اس انعام کثیر کے قسم کھانے سے منہ پھیر لیں تو تمام دشمن و دوست یاد رکھیں کہ انہوں نے محض عیسائیوں سے خوف کھا کر حق کو چھپایا ہے۔ اور اسلام غالب اور فتحیاب ہے۔ + پہلے تو ان کے حق کی طرف رجوع کرنے کا صرف ایک گواہ

اور صاف کہہ دیں کہ یہ الہام جھوٹا ہے اور اگر سچا ہے اور میں نے ہی جھوٹ بولا ہے تو اے قادر خدا مجھ کو سخت عذاب میں مبتلا کر اور اسی میں مجھ کو موت دے۔ تب میں مع اپنے چند عاجز مخلصوں کے جو ہاتھ اٹھائے ہوئے کانشانہ ہو رہے ہیں آمین کہوں گا اور رب العرش سے چاہوں گا کہ میرا اور آپ کا قطعی فیصلہ کر دے۔ جو کچھ میں نے الہام سنایا ہے بجز خدا تعالیٰ اور میرے اور آپ کے دل کے اور کسی کو خبر نہیں سو میں اسی مالک کی آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ میرے الہام کے مکذب ہیں تو میرے روبرو حلفاً قرار مذکور کر کے آسمانی فیصلہ کا دروازہ کھول دیں۔ ہم ستائے گئے اور دکھ دیئے گئے اور ہم پر لعنتیں ہوئیں اور ہم جھوٹے سمجھے گئے۔ اس لئے ناچار میں تیسری مرتبہ آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ کو اس قادر اور توانا کی قسم ہے جس کے جلال سے ملائک پر بھی لرزہ پڑتا ہے کہ آپ حلفاً عام جلسہ میں میرے روبرو اس طور کی قسم کھا کر جو میں اشتہار میں بتلا چکا ہوں مجھ سے فیصلہ کر دو تا کاذب ہلاک ہو اور جھوٹا تباہ ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ کرو تو آپ نے میری سچائی اور میری صداقت پر مُہر لگا دی اور ان شریر مسلمانوں اور عیسائیوں کا جھوٹا اور روسیاہ ہونا ثابت کر دیا کہ جو گدھے کی طرح زور زور سے چیخیں مار کر کہہ رہے ہیں عیسائیوں کی فتح ہوئی۔ اب دُعا پر ختم کرتا ہوں۔ اے حی قیوم حق کو ظاہر کر اور اپنے وعدہ کے موافق جھوٹوں کو پامال کر دے۔ آمین۔

+ نوٹ۔ الہامی پیشگوئی نہ صرف آتھم صاحب کے متعلق تھی بلکہ اس تمام مخالف فریق کے متعلق تھی جو اس جنگ مقدس کے لئے اپنے اپنے طور پر خدمتوں کے لئے مقرر تھے۔ آتھم صاحب کے ہاتھ میں تو وہ

(بقیہ نوٹ اگلے صفحہ پر)

تھا یعنی ان کی وہ خوف زدہ صورت جس میں انہوں نے پندرہ مہینے بسر کئے اور دوسرا گواہ یہ کھڑا ہوا کہ انہوں نے باوجود ہزار روپیہ نقد ملنے کے قسم کھانے سے انکار کیا ہے۔ اب تیسرا گواہ یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار ہے۔ اگر اب بھی قسم کھانے سے انکار کریں تو رجوع ثابت۔ کیا کوئی سچا موت سے ڈر کر انکار کر سکتا ہے کیا ہر ایک جان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں جیسا کہ عیسائیوں کا مقولہ ہے کہ ان کی جان مسیح نے بچائی اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہرگز نہیں، ہرگز نہیں بلکہ اسلامی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دینے سے الہام کی شرط کے موافق جان بچ گئی۔ تو اب اس جھگڑے کا فیصلہ بجز ان کی قسم کے اور کیونکر ہو۔ اگر یہی بات سچی ہے کہ صرف مسیح نے ان پر فضل کیا تو اب اس معرکہ کی لڑائی میں جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں ضرور مسیح ان پر فضل کریگا۔ اور اگر یہ بات سچی ہے کہ انہوں نے درحقیقت خوف کے دنوں میں اپنے دل میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا تھا تو اب منکر از قسم کھانے کے اور ضرور بغیر تخلف اور بغیر استثناء کسی شرط کے ان پر موت آئے گی غرض یہ فیصلہ تو نہایت ضرور ہے۔ اس سے وہ کہاں اور کیونکر گریز کر سکتے ہیں۔ اور اگر اب بھی باوجود

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) نابکار اور شکستہ تلوار پکڑائی گئی تھی جو سچائی کا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتی تھی۔ اور باقی فریق میں سے کوئی بطور معاون اور کوئی مشیر جنگ اور کوئی سرگروہ تھا۔ پس آخر اس جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ کوئی ان میں سے پندرہ مہینے کے اندر مارا گیا۔ کوئی زخمی ہوا۔ اور کوئی لعنت کی ہزار کڑی والی زنجیر میں گرفتار ہو کر ہمیشہ کے لئے ذلت کے قید خانے میں ڈالا گیا۔ اور آتھم صاحب خوف کھا کر بھاگ گئے اور اسلامی عظمت کے جھنڈے کے نیچے پناہ لی۔ منہ

نوٹ۔ مسٹر عبداللہ آتھم نے بیایام انعقاد شرائط مباحثہ اپنے ایک تحریری عہد سے جو ہمارے پاس موجود ہے ہمیں اطلاع دی تھی کہ وہ کسی نشان کے دیکھنے سے ضرور اپنے عقاید کی اصلاح کر لیں گے یعنی دین اسلام قبول کر لیں گے۔ سو یہ خط بھی ایک گواہ ان کی اندرونی حالت کا ہے کہ وہ سچائی کے قبول کرنے کے لئے پہلے ہی سے مستعد تھے۔ پھر جب یہ الہام اپنے پُر رعب مضمون میں انہیں کے بارہ میں ہوا اور انہیں پر پڑا اور الہام بھی موت کا الہام جو بالطبع ہر یک پر گراں گذرتی ہے اور ہر یک اپنی چند روزہ زندگی کو عزیز رکھتا ہے اور یہ

اس دو ہزار روپیہ کے جو نقد بلا تکلیف حلوائے بے دود کی طرح ان کو ملتا ہے قسم کھانے سے انکار کریں تو سارا جہان گواہ ہے کہ ہم کو فتح کامل ہوئی اور عیسائی کھلے طور پر شکست پا گئے۔ اور ہمارا تو یہ حق تھا کہ اوّل دفعہ کے اشتہار پر ہی کفایت کرتے کیونکہ جب ہزار روپیہ نقد دینے سے وہ قسم نہ کھا سکے تو صریح ان پر حجت پوری ہو گئی۔ مگر ہم نے نہایت موٹی عقل کے لوگوں اور حاسدوں اور متعصبوں کی حالت پر رحم کر کے مکرر یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار بطور تیسرے گواہ اپنی صداقت کے جاری کیا ہے۔ ہمارے مولوی مکفر جو عیسائیوں کی فتح کو بدل و جان چاہتے ہیں سب مل کر اُن کو سمجھا دیں کہ ضرور قسم کھا دیں اور اُن کی بھی عزت رکھ لیں اور اپنی بھی۔ قطعی فیصلہ تو یہ ہے جو قسم کے کھانے یا انکار کرنے سے ہو نہ وہ یکطرفہ الہام جس کے ساتھ صریح شرط رجوع بحق کرنے کی لگی ہوئی تھی اور جس شرط پر عملدرآمد کا ثبوت آتھم صاحب نے اپنی خوفناک حالت دکھلانے سے آپ ہی دے دیا بلکہ **نورافشاں** ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء صفحہ بارہ [۱۲] پہلے ہی کالم کی پہلی ہی سطر میں ان کا یہ بیان لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ شاید میں مارا بھی جاؤں گا۔ اسی کالم میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے یہ باتیں کہہ کر رو دیا۔ اور رونے سے جتلایا کہ میں بڑے دکھ میں رہا۔ پس ان کا رونا بھی ایک

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) اپنے اسلام لانے کا وعدہ انہوں نے اس وقت کیا تھا کہ جب انہیں اس بات کا خیال بھی نہیں تھا کہ وہ نشان مطلوب انہیں کی موت کے بارے میں ہو گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کریں۔ اور وہ الہام نہایت شد و مد اور تاکید سے اور ایسے پُر زور الفاظ میں سُنایا گیا جس سے بڑھ کر ممکن نہیں تو کیا یہ نہایت قریب قیاس نہیں کہ ایسے مستعد اور قابلِ انفعال دل پر ایسی پُر زور تقریر نے بہت بُرا اثر کیا ہو گا۔ اور انہوں نے ایسے منذر الہام کو سُن کر ضرور متاثر ہو کر اندر ہی اندر اپنی اصلاح کی ہو گی جیسے ان کے دوسرے مضطربانہ حالات بھی اس پر شاہد ہیں۔ اور نیز اس خط سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ ہرگز تثلیث اور مسیح کے خون اور کفارہ پر مطمئن نہیں تھے کیونکہ ایک ایسا شخص جو اپنے عقائد پر سچے دل سے مطمئن ہو وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا کہ بعض نشانوں کے دیکھنے سے ان اعتقاد کو ترک کر دوں گا۔ اصل خط ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے جو صاحب شک رکھتے ہیں دیکھ لیں۔ منہ۔

گواہی ہے کہ ان پر اسلامی پیشگوئی کا بہت سخت اثر رہا۔ ورنہ اگر مجھ کو کاذب جانتے تھے تو ایسی کیا مصیبت پڑی تھی جس کو یاد کر کے ابتک روتا آتا ہے۔ پھر اب سب سے بڑھ کر گواہ یہ ہے کہ انہوں نے ہزار روپیہ لے کر قسم کھانا منظور نہیں کیا ورنہ جس شخص کو وہ پندرہ مہینے کے متواتر تجربہ سے جھوٹا ثابت کر چکے ہیں اس کے سراسر جھوٹ بیان کے رد کرنے کے لئے خواہ نخواہ غیرت جوش مارنی چاہئے تھی اور چاہیئے تھا کہ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ قسم کھانے کو طیار ہو جاتے۔ کیونکہ اپنے آپ کو سچا سمجھتے تھے اور مجھے صریح کاذب۔

خیر اب ہم الزام پر الزام دینے کے لئے ایک اور ہزار روپیہ خرچ کر دیتے ہیں اور یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار جو ہماری صداقت کے لئے بطور گواہ ثالث ہے جاری کرتے ہیں۔ اور

حل الاشکال۔ بعض مخالف مولوی صاحبوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ایک دشنام دہی کی قسم ہے کہ مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤں کو اس طور سے اور اس شرط سے بد اصل اور ولد الحرام قرار دیا ہے کہ نہ تو وہ اس خلاف حق کلمہ سے منہ بند کریں کہ اسلام اور عیسائیت کے بحث میں عیسائیوں کی فتح ہوئی اور نہ مسٹر آتھم صاحب کو قسم کھانے پر آمادہ کریں۔ اور وجہ اعتراض یہ بیان کی گئی ہے کہ آتھم صاحب پر ہمارا کچھ زور اور حکم تو نہیں تا خواہ نخواہ قسم کھانے پر ان کو مستعد کر دیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ اے بے ایمانو اور دل کے اندھو اور اسلام کے دشمنو اگر آتھم صاحب قسم کھانے سے گریز کر رہے ہیں تو اس سے کیا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یا یہ نتیجہ کہ درحقیقت آتھم صاحب نے دل میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ تبھی تو وہ جھوٹی قسم کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جبکہ تم نیم عیسائی ہو کر بدل وجان زور لگا رہے ہو کہ آتھم صاحب کسی طرح اقرار کر دیں کہ میں درحقیقت ایام میعاد پیشگوئی میں اللہ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن رہا اور عاجز انسان کو خدا جانتا رہا تو پھر اگر آتھم صاحب درحقیقت پکے عیسائی اور دشمن اسلام ہیں تو ان کو ایسی قسم سے کون روکتا ہے جس کے کھانے کے ساتھ دو ہزار روپیہ نقد ان کو ملیگا اور جس کے نہ کھانے سے یہ ثابت ہوگا کہ عظمت اسلام ضرور ان کے دل میں سما گئی اور عیسائیت کے باطل اصول ان کی نظر میں حقیر اور مکروہ معلوم ہوئے۔ اے نیم عیسائیو ذرہ اور نظر

ہمارے مخالف یاد رکھیں کہ اب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ کیوں نہیں کھائیں گے۔ اپنے جھوٹا ہونے کی وجہ سے۔ اور یہ کہنا کہ شاید ان کو یہ دھڑکہ ہو کہ ایک برس میں مرنا ممکن ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ کون مارے گا کیا ان کا خداوند مسیح یا اور کوئی۔ پس جبکہ یہ دو خداؤں کی لڑائی ہے ایک سچا خدا جو ہمارا خدا ہے اور ایک مصنوعی خدا جو عیسائیوں نے بنا لیا ہے تو پھر اگر آتھم صاحب حضرت مسیح کی خدائی اور اقتدار پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ آزما بھی چکے ہیں تو پھر اُن کی خدمت میں عرض کر دیں کہ اب اس قطعی فیصلہ کے وقت میں مجھ کو ضرور زندہ رکھیو۔ یوں تو موت کی گرفت سے کوئی بھی باہر نہیں۔ اگر آتھم صاحب چونسٹھ[۶۴] برس کے ہیں تو عاجز قریباً ساٹھ[۶۰] برس کا ہے اور ہم دونوں پر قانونِ قدرت یکساں موثر ہے۔ لیکن اگر اسی طرح کی قسم کسی راستی کی آزمائش کے لئے ہم کو دی جائے تو ہم ایک برس کیا دس[۱۰] برس تک اپنے زندہ رہنے کی قسم کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ دینی بحث کے وقت میں ضرور خدا تعالےٰ ہماری مدد کرے گا اور ایسا شخص تو سخت بے ایمان اور دہریہ ہوگا کہ جس کو ایسی بحث میں یہ خیال آوے کہ شاید

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) لگاؤ اور آتھم صاحب کے پیروں پر سر رکھ دو۔ شاید وہ مان لیں اور یہ پلید لعنت تم سے ٹل جائے۔ ہائے افسوس عیسائی گریز کریں اور تم اصرار کرو۔ عجیب سرشت ہے۔ اے نیم عیسائیو آج تم نے وہ پیشگوئی پوری کر دی جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو ستر ہزار میری اُمت میں سے دجال کے ساتھ مل جائے گا۔ سو آج تم نے دجالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا دی تا جو اس پاک زبان پر جاری ہوا تھا وہ پُورا ہو جائے تمہیں وہ حدیث بھی بھول گئی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فتنہ ہوگا جس میں عیسائی کہیں گے کہ ہماری فتح ہوئی اور مہدی کے لوگ کہیں گے کہ ہماری فتح ہوئی اور عیسائیوں کے لئے شیطان گواہی دے گا کہ الحقّ فی اٰل عیسٰی اور مہدی کے لوگوں کے لئے رحمٰن گواہی دے گا کہ الحقّ فی اٰل محمّد۔ سو اب سوچ کہ وہی وقت آگیا عیسائیوں نے شیطانی مکائد سے پنجاب اور ہندوستان میں کیا کچھ نہ کیا۔ یہی شیطانی آواز ہے اب رحمانی آواز کے منتظر رہو۔ والسّلام علٰی من اتبع الہدیٰ۔ منہ ۰

میں اتفاقاً مر جاؤں کیا زندہ رہنا اور مرنا اس کے خدا کے ہاتھ نہیں کیا بغیر حکم حاکم کے یونہی اتفاقی طور پر لوگ مر جاتے ہیں۔ اور نیز اتفاق اور امکان تو دونوں پہلو رکھتا ہے۔ مرنا اور قادر مرنا بھی بلکہ نہ مرنے کا پہلو قوی اور غالب ہے کیونکہ مر جانا تو ایک نیا حادثہ ہے جو ہنوز معدوم ہے۔ اور زندہ رہنا ایک معمولی امر ہے جو موجود بالفعل ہے۔ پھر موت سے غم کرنا صریح اس امر کا ثبوت ہے کہ اپنے خدا کے کامل اقتدار پر ایمان نہیں۔ حضرت یہ تو دو خداؤں کی لڑائی ہے اب جو غالب ہوگا وہ سچا خدا ہے۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے خدا کی ضرور یہ قدرت ظاہر ہوگی کہ اس قسم والے برس میں ہم نہیں مریں گے لیکن اگر آتھم صاحب نے جھوٹی قسم کھالی تو ضرور فوت ہو جائیں گے تو جائے انصاف ہے کہ آتھم صاحب کے خدا پر کیا حادثہ نازل ہوگا کہ وہ ان کو بچا نہیں سکیگا اور مسیحی ہونے سے استعفا دے گا۔ غرض اب گریز کی کوئی وجہ نہیں۔ یا تو مسیح کو قادر خدا کہنا چھوڑیں اور یا قسم کھالیں۔ ہاں اگر عام مجلس میں یہ اقرار کر دیں کہ اُن کے مسیح ابن اللہ کو برس تک زندہ رکھنے کی تو قدرت نہیں مگر برس کے تیسرے حصہ یا تین دن تک البتہ قدرت ہے اور اس مدت تک اپنے پرستار کو زندہ رکھ سکتا ہے تو ہم اس اقرار کے بعد چار مہینہ یا تین ہی دن تسلیم کر لیں گے۔ اگر اب بھی یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار پاکر مُنہ پھیر لیا تو ہر یک جگہ ہماری کامل فتح کا نقارہ بجے گا اور عیسائی اور نیم عیسائی سب ذلیل اور پست ہو جائیں گے۔ اور ہم اس اشتہار کے روز اشاعت سے بھی ایک ہفتہ کی

یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا الہام کی رُو سے آتھم صاحب کی پوشیدہ حالت پر اطلاع پانا کہ انہوں نے ضرور اسلامی عظمت اور صداقت کی طرف رجوع کیا ہے آتھم صاحب کے واسطے ایک نشان ہے اور اگرچہ کوئی دوسرا سمجھے یا نہ سمجھے مگر آتھم صاحب کا دل ضرور گواہی دے گا کہ یہ وہ پوشیدہ امر ہے جو انکے دل میں تھا اور خدا تعالیٰ نے جو علیم و حکیم ہے اپنے بندہ کو اس سے اطلاع دی اور ان کے اس ہم و غم سے مطلع فرمایا جو محض اسلامی شوکت اور صداقت کے قبول کرنے کی وجہ سے تھا نہ کسی اور وجہ سے اور یہی وجہ ہے کہ اب وہ میرے سامنے ہرگز مقابل پر نہیں آئیں گے کیونکہ میں صادق ہوں اور الہام سچا ہے۔ منہ ؎

بیعدد آتھم صاحب کو دیتے ہیں اور باقی وہی شرائط ہیں جو اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء میں بتصریح لکھ چکے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء

تعداد اشاعت دس ہزار (۱۰۰۰۰) مطبوعہ ریاض ہند امرتسر

(یہ اشتہار ۳۰×۲۶/۴ کے چار صفحوں پر ہے)

---

(۱۲۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین

اشتہار

انعامی تین ہزار روپیہ

مرتبہ سویم

اس تحریر میں آتھم صاحب کے لئے تین ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ انعام بعد قسم بلا توقف دو معتبر متمول لوگوں کا تحریری ضمانت نامہ لے کر ان کے حوالہ کیا جاویگا اور اگر چاہیں تو قسم سے پہلے ہی باضابطہ تحریر لے کر یہ روپیہ ان کے حوالہ ہو سکتا ہے یا ایسے دو شخصوں کے حوالہ ہو سکتا ہے جن کو وہ پسند کریں اور اگر ہم بشرائط مذکورہ بالا روپیہ دینے

پھوتھی کریں تو ہم کاذب ٹھہریں گے۔ مگر چاہیئے کہ ایسی درخواست روز اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر آ دے اور ہم مجاز ہوں گے کہ تین ہفتہ کے اندر کسی تاریخ پر روپیہ لے کر آتھم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جائیں لیکن اگر آتھم صاحب کی طرف سے رجسٹری شدہ خط آنے کے بعد ہم تین ہفتہ کے اندر تین ہزار روپیہ نقد لے کر امرتسر یا فیروزپور یا جس جگہ پنجاب کے شہروں میں سے آتھم صاحب فرماویں ان کے پاس حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ہو گئے اور بعد میں ہمیں کوئی حق باقی نہیں رہے گا جو انہیں ملزم کریں بلکہ خود ہم ہمیشہ کے لئے ملزم اور مغلوب اور جھوٹے متصور ہوں گے۔

ہماری اس تحریر کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ان مولویوں اور ناواقف مسلمانوں اور عیسائیوں سے متعلق ہے جو خواہ نخواہ عیسائیوں کو فتحیاب قرار دیتے ہیں اور ہماری فتح کے دلائل قاطعہ کو کمزور خیال کرتے ہیں اور اپنی خبث باطنی اور بخل اور عداوت کی وجہ سے اس سیدھی اور صاف بات کو نہیں سمجھتے جو نہایت بدیہی اور واضح ہے اور دوسرے حصہ میں آتھم صاحب کی خدمت میں ایک خط ہے جس میں ہم نے ان پر حجت اللہ پوری کر دی ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ بخیل مولویوں اور ناواقف مسلمانوں اور عیسائیوں کے اعتراض یہ ہیں جو ہم ذیل میں لکھ کر دفع کرتے ہیں :-

(۱) اعتراض اول۔ پیشگوئی تو جھوٹی نکلی اب تاویلیں کی جاتی ہیں۔

الجواب۔ منصف بنو اور سوچو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور آنکھیں کھول کر اس الہام کو پڑھو جو مباحثہ کے اختتام پر لکھا گیا تھا۔ کیا اس کے دو پہلو تھے یا ایک تھا کیا اس میں صریح اور صاف طور پر نہیں لکھا تھا کہ ہاویہ میں گرایا جاوے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اب قسماً کہو کیا اس کو تاویل کہہ سکتے ہیں یا صریح شرط موجود ہے۔ کیا خدا تعالےٰ کا اختیار نہ تھا کہ دو پہلو میں سے جس کو چاہتا اسی کو پورے ہونے دیتا۔ کیا ہم نے پیچھے سے تاویل کے طور پر کوئی بات بنائی یا پہلے سے صاف اور کھلی کھلی شرط موجود ہے۔

اما اعتراض دویم بیشک خوف موجود تو ہے مگر یہ کہاں سے اور کیونکر ثابت ہوا کہ آتھم صاحب نے خوف کے دنوں میں رجوع اسلام کی طرف کر لیا تھا اور اسلامی عظمت کو دل میں بٹھا لیا تھا کیا کبھی تم نے اس کو کلمہ پڑھتے سُنا یا نماز پڑھتے دیکھا بلکہ وہ تو اب بھی اخباروں میں یہی چھپواتا ہے کہ میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔

الجواب۔ آتھم صاحب کا بیان بحیثیت شاہد مطلوب ہے نہ بحیثیت مدعا علیہ پس آتھم صاحب بغیر اس قسم غلیظ کے جس کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں اور جس کے لئے اب ہم تین ہزار روپیہ نقد ان کو دیتے ہیں۔ جو کچھ بیان فرما رہے ہیں یا اخباروں میں چھپوا رہے ہیں وہ سب بیان ایک مدعا علیہ کی حیثیت میں ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص مدعی علیہ کی حیثیت سے عدالت میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنی ذاتی اغراض اور سوسائٹی اور اپنے دوسرے دنیوی مصالح کے لحاظ سے نہ ایک دفعہ بلکہ لاکھ دفعہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس وقت حلف دروغی کا مجرم نہیں۔ اس قانون قدرت کو ہر یک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ قسم کے وقت دروغگو کو ضرور پکڑتا ہے۔ اس لئے اگر جھوٹے بے ایمان کو کوئی قسم غلیظ دی جاوے مثلاً یہی مرجانے کی ہی قسم ہو تو ضرور اس وقت وہ ڈرتا ہے اور حق کا رعب اس پر غالب آجاتا ہے۔ پس یہی سبب ہے کہ آتھم صاحب قسم نہیں کھاتے اور صرف بحیثیت مدعا علیہ انکار کئے جاتے ہیں۔ پس اس عجیب تماشا کو لوگ دیکھ لیں کہ ہم تو ان کو بحیثیت گواہ کھڑا کر کے اور گواہوں کی طرح ایک قسم غلیظ دے کر اس الہام کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جس سے وہ منکر ہیں اور وہ بار بار بحیثیت ایک مدعیٰ علیہ کے اپنا عیسائی ہونا ظاہر کرتے ہیں یہ کس قدر دھوکا ہے جو لوگوں کو دے رہے ہیں۔ اس دجّالی فرقے کے مکروں کو دیکھو تو کیسے باریک ہیں۔ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت خوف کے دنوں میں اور ان دنوں میں جو دیوانوں کی طرح وہ بھاگتے پھرتے تھے اور جبکہ اُن پر بہت سا اثر دہشت پڑا ہوا تھا درحقیقت اسلامی عظمت اور صداقت سے متاثر نہیں تھے تو کیوں اب بحیثیت ایک گواہ کے کھڑے ہو کر قسم

نہیں کھاتے اور کیوں اس طریق فیصلہ سے گریز کر رہے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ اس طور سے قسم کھانے سے اُن کی جان نکلتی ہے جس طور کو ہم نے اپنے اشتہار ہزار روپیہ اور پھر اشتہار دو ہزار روپیہ میں بتصریح بیان کیا ہے یعنی یہ کہ وہ عام مجمع میں ہماری حاضری کے وقت ان صاف اور صریح لفظوں میں قسم کھا جاویں کہ میں نے میعاد پیشگوئی میں اسلام کی طرف ایک ذرہ رجوع نہیں کیا اور نہ اسلامی صداقت اور عظمت نے میرے دل پر کوئی ہولناک اثر ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی رُوحانی ہیبت نے ایک ذرہ بھی میرے دل کو پکڑا بلکہ میں مسیح کی الوہیت اور ابنیت اور کفارہ پر پورا اور کامل یقین رکھتا رہا۔ اور اگر میں خلاف واقعہ کہتا ہوں اور حقیقت کو چھپاتا ہوں تو اے قادر خدا مجھے ایک سال کے اندر ایسی موت کے عذاب سے نابود کر جو جھوٹوں پر نازل ہونا چاہیئے یہ قسم ہے جس کا ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں اور جس کے لئے ہم اشتہار شائع کرتے کرتے آج تین ہزار روپیہ تک پہنچے ہیں۔ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ ہم باضابطہ تحریر لے کر یعنی حسب شرائط اشتہار نہم ستمبر ۱۸۹۴ء تمسک لکھوا کر یہ تین ہزار روپیہ قسم کھانے سے پہلے دے دیں گے اور بعد میں قسم لیں گے۔ پھر کیوں آتھم صاحب پر اس بات کے سُننے سے غشی پر غشی طاری ہو رہی ہے۔ کیا اب وہ مصنوعی خدا فوت ہو گیا جس نے پہلے نجات دی تھی یا اس سے اب منجی ہونے کے اختیار چھین لئے گئے ہیں۔ ہمیں بالکل سمجھ نہیں آتا کہ کیسی شوخی اور دجالیت ہے کہ یُوں تو آتھم صاحب بحیثیت ایک مدعا علیہ کے بہت باتیں کریں یہاں تک کہ اسلام کو جھوٹا مذہب بھی قرار دے دیں اور شیخی کی باتیں مُنہ سے نکالیں مگر جب بحیثیت شاہد ٹھہرا کر بطرز مذکورہ بالا ان سے قسم لینے کا ارادہ ہو تو ایسی خاموشی کے دریا میں غرق ہو جائیں کہ گویا وہ دنیا میں ہی نہیں رہے۔

کیا اے ناظرین! ان کے اس طرز طریق سے ثابت نہیں ہوتا کہ ضرور دل میں کالا ہے

---

* نوٹ۔ اس قسم کا نام قسم آئینی ہے یعنی وہ قسم موکد بعذاب موت کھائیں اور ہم آمین کہیں۔ آخری فیصلہ قسم ہے۔ اس لئے قانون انگریزی نے بھی ہر یک قوم عیسائی وغیرہ کے لئے عند الضرورت قسم پر حصر رکھا ہے۔ منہ *

غضب کی بات ہے کہ ایک ہزار روپیہ دینا کیا اور رجسٹری کر کے اشتہار بھیجا مگر وہ چُپ رہے۔ پھر دو ہزار روپیہ دینا کیا اور رجسٹری کر کے اشتہار بھیجا پھر بھی ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی۔ اور دونوں میعادیں گذر گئیں۔ اب یہ تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا جاتا ہے۔ کیا کسی کو امید ہے کہ اب وہ قسم کھانے کے لئے میدان میں آئیں گے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ وہ تو جھوٹ کی موت سے مر گئے۔ اب قبر سے کیونکر نکلیں۔ ان کو تو یہ باتیں سُن کر غش آتا ہے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں اور ایک عاجز اور خاکی انسان کو خدا بنا کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ میعاد کی زندان سے نکلے بولتے بھی نہیں تھے اور سرنگوں رہتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ شیطانی سوسائٹی سے مل کر اور دجالی ہوا کے لگنے سے دل سخت ہو گیا اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا دیا۔ پس ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک سخت دل اور دُنیا پرست آدمی ایک ایسے مقدمہ میں پھنس جائے جس سے اس کو جان کا اندیشہ یا دائم الحبس ہونے کا خوف ہو تب وہ دل میں خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اپنی بدافعالیوں سے باز رہے اور پھر جب رہائی پا جائے تو اس رہائی کو بخت اور اتفاق پر حمل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو بھلا دیوے۔ قرآن کو کھول کر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کے ایسے لوگوں کے لئے کہ جو فرعونی صفت کا کوئی شعبہ اپنے اندر رکھتے ہیں کس قدر مثالیں دی ہیں چنانچہ منجملہ ان کے ایک کشتی کی بھی مثال ہے جب غرق ہونے لگی۔ پس اب آتھم صاحب اپنی دہریت پر ناز نہ کریں وہ قسم کھا دیں پھر عنقریب دیکھیں گے کہ خدا ہے اور وہی خدا ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے نہ وہ کہ کروڑہا اور بے شمار برسوں کے بعد مریم عاجزہ کے پیٹ سے نکلا اور پھر حباب کی طرح ناپدید ہو گیا۔

۳۔ اعتراض سویم یہ ہے کہ یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کسی پنڈت پاہندے یا رمال یا جفری کی پیشگوئی پر بھی جب کسی کی موت کی نسبت وہ بیان کرے تو ضرور بوجہ بشریت اس پیشگوئی کا خوف اور دہشت دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر آتھم صاحب کے دل پر بھی اسلامی پیشگوئی کی دہشت طاری ہوئی ہو تو کیوں اس خوف کو بھی بشریت کی طرف منسوب نہ کیا جاوے

الجواب۔ بشر تو بشریت سے کبھی منفک نہیں ہوتا لیکن جب بقول آپ کے اسلامی پیشگوئی کی عظمت اور صداقت نے آتھم صاحب کے دل پر اثر کیا اور ان کو ایک شدید خوف میں ڈال دیا تو بموجب تصریح قرآن کریم کے یہ بھی ایک رجوع کی قسم ہے کیونکہ اسلامی پیشگوئی کی تصدیق درحقیقت اسلام کی تصدیق ہے جیسا منجم کی پیشگوئی سے وہ شخص ڈرتا ہے جو نجوم کو کچھ چیز سمجھتا ہے اور رمال کی پیشگوئی سے وہی شخص خائف ہوتا ہے جو رمل کو کچھ حقیقت خیال کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی پیشگوئی سے وہی شخص ہراساں اور لرزاں ہوتا ہے جس کا دل اس وقت اسلام کا مکذب نہیں بلکہ مصدق ہے۔ اور ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اس قدر اسلام کی عظمت اور صداقت کو مان لینا اگرچہ نجات اخروی کے لئے مفید نہیں مگر عذاب دنیوی سے رہائی پانے کے لئے مفید ہے جیسا کہ قرآن کریم نے اس بارہ میں بار بار مثالیں پیش کی ہیں اور بارہا فرمایا ہے کہ ہم نے خوف اور تضرع کے وقت کفار کو عذاب سے نجات دے دی حالانکہ ہم جانتے تھے کہ وہ پھر کفر کی طرف عود کریں گے۔ پس اسی قرآنی اصول کے موافق آتھم صاحب شدید خوف میں مبتلا ہو کر کچھ دنوں کے لئے موت سے نجات پا گئے کیونکہ انہوں نے اس وقت عظمت اور صداقت اسلامی کو قبول کیا اور رد نہ کیا جیسا کہ علاوہ ہمارے الہام کے ان کا پریشان حال ان کی اس اندرونی حالت پر گواہ رہا۔ اور اگر یہ باتیں صحیح نہیں ہیں اور اسلام کا خدا ان کے نزدیک سچا خدا نہیں تو قسم کھانے سے کیوں وہ بھاگتے ہیں اور کونسا پہاڑ ان پر گرے گا جو انہیں کچل ڈالے گا۔ کیا وہ تجربہ نہیں کر چکے جو ہم جھوٹے ہیں۔ پس جھوٹوں کے مقابل پر تو پہلے سے زیادہ دلیری کے ساتھ میدان میں آنا چاہئے۔✝ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہی جھوٹے اور ان کا مذہب جھوٹا اور ان

✝حاشیہ۔ بعض مخالف مولوی نام کے مسلمان اور ان کے چیلے کہتے ہیں کہ جبکہ ایک مرتبہ عیسائیوں کی فتح ہو چکی تو پھر بار بار آتھم صاحب کا مقابلہ پر آنا انصافاً ان پر واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بے ایمانو نیم عیسائیو دجال کے ہمراہیو اسلام کے دشمنو۔ کیا پیشگوئی کے دو پہلو نہیں تھے پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرے پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال اور اپنے اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔ کیا وہ

کی ساری باتیں جھوٹی ہیں اور اس پر یہی دلیل کافی ہے کہ جیسا کہ جھوٹے بزدل اور ہراساں ہوتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اپنے جھوٹ کی شامت سے سچ مچ مر ہی نہ جائیں یہی حال ان کا ہو رہا ہے۔ اگر آتھم صاحب پندرہ مہینہ کے تجربہ سے مجھے کاذب معلوم کر لیتے تو ان سے زیادہ میرے مقابل پر اور کوئی بھی دلیر نہ ہوتا اور وہ قسم کھانے کے لئے مستعد ہو کر اس طرح میدان میں دوڑ کر آتے کہ جس طرح چڑیا کے شکار کی طرف باز دوڑتا ہے۔ مطالبہ قسم پر ان کو باغ باغ ہو جانا چاہیئے تھا کہ اب جھوٹا دشمن قابو میں آ گیا۔ مگر یہ کیا آفت پڑی کیوں اب تجربہ کے بعد مقابل پر نہیں آتے۔ یہی سبب ہے کہ انہیں میرے الہام کی حقیقت معلوم ہے دوسرے احمق عیسائی اور مسلمان نہیں جانتے مگر وہ خوب جانتے ہیں۔

ناظرین! کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ میدان میں قسم کھانے کے لئے آ جائیں گے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کبھی جھوٹے بھی ایسی بہادری دکھلاتے ہیں جو ایمانی قوت پہنچتی ہو۔ ان کے تو ڈر ڈر کے دست نکلتے رہے۔ غشی پر غشی طاری ہوتی رہی۔ سو خدا نے جو سزا دینے میں دھیما اور رحم میں سب سے بڑھ کر ہے اپنی الہامی شرط کے موافق اُن سے معاملہ کیا۔ اب چڑیا اپنے پنجرہ سے نکلی ہوئی پھر کیونکر اسی پنجرہ میں داخل ہو جائے۔

پیارے ناظرین! کیا تم ہماری تحریروں کو غور سے نہیں دیکھتے کیا سچائی کی شوکت تمہیں ان کے اندر معلوم نہیں ہوتی۔ کیا نور فراست تمہارا گواہی نہیں دیتا کہ یہ ایمانی قوت اور شجاعت اور یہ استقلال دروغگو سے کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیا میں پاگل ہو گیا یا میں دیوانہ ہوں کہ اگر قطعی طور مجھے علم نہیں دیا گیا تو یونہی تین ہزار روپیہ برباد کرنے کو طیار ہو گیا ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نہیں ڈرتے رہے۔ کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا پھر اگر وہ ڈر انسانی تلوار سے تھا نہ آسمانی تلوار سے تو اس شبہ کے مٹانے کے لئے کیوں قسم نہیں کھاتے۔ پھر جبکہ اس طرف سے ہزارہا روپیہ کے انعام کا وعدہ نقد کی طرح پا کر پھر بھی قسم سے انکار ہو گیا ہے تو عیسائیوں کی فتح کیا ہوئی کیا تمہاری ایسی تیسی ہے۔ منہ ✦

ذرا سوچو اور اپنے صحیح وجدان سے کام لو۔ اور یہ کہنا کہ کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر ہوا ہو کس قدر صداقت کا خون کرنا ہے۔ اگر اثر نہیں تھا تو کیوں آتھم صاحب چوروں کی طرح بھاگتے پھرے اور کیوں اپنی سچائی کی بنا پر اب قسم کھانے کے لئے میدان میں نہیں آتے خط پر خط رجسٹری کرا کر بھیجے گئے وہ مُردے کی طرح بولتے نہیں۔

۴۔ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ایک صاحب اپنے اشتہار میں مجھ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ تم نے مباحثہ میں آتھم صاحب کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تم عمداً حق کو چھپا رہے ہو۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ اس وقت بھی بقول تمہارے اسلام کو حق جانتے تھے۔ پس پیشگوئی کی میعاد میں کونسی نئی بات اُن سے ظہور میں آئی۔

الجواب۔ جاننا چاہیئے کہ امن کی حالت میں اپنے کفر کی حمایت کر کے حق کو چھپانا اور اپنے مخالفانہ دلائل کو بکر در سمجھ کر پھر بھی بحث کے وقت انہیں کو فروغ دینا اور اسلامی دلائل کو بہت قوی پا کر پھر بھی اُن سے عمداً حق پوشی کی راہ سے منہ پھیرنا یہ اَور بات ہے۔ لیکن خوف کے دنوں میں درحقیقت اسلامی صداقت کا خوف اپنے دل پر ڈال لینا یہاں تک کہ شدت خوف سے دیوانہ سا ہو جانا یہ اَور چیز ہے اور دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور موجب التواء عذاب شق دوم ہے نہ شق اوّل۔

۵۔ پانچواں اعتراض یہ ہے کہ ایک سال کی میعاد کی کیا ضرورت ہے۔ خدا ایک دن میں جھوٹے کو مار سکتا ہے۔

الجواب۔ ہاں بے شک خدائے قادر ذوالجلال ایک دن میں کیا بلکہ ایک طرفۃ العین میں مار سکتا ہے۔ مگر جب اس نے الہامی تفہیم سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تو اس کی پیروی کرنا لازم ہے کیونکہ وہ حاکم ہے مثلاً وہ اپنی قدرت کے رُو سے ایک دن میں انسان کے نُطفہ کو بچہ بنا سکتا ہے۔ لیکن جب اس نے اپنے قانون قدرت کے ذریعہ سے ہمیں سمجھا دیا کہ یہی اس کا ارادہ ہے کہ نو مہینہ میں بچہ بنا دے تو بعد اس کے نہایت جاہلی اور گستاخی ہوگی

کہ ہم ایسا اعتراض کریں۔ کیا ہمیں خدا تعالیٰ کے ارادوں اور حکموں کی پیروی کرنا لازم ہے یا
یہ کہ اپنے ارادوں کا اس کو پیرو بنا دیں۔ اس کی قدرت تو دونوں پہلو رکھتی ہے چاہے تو
ایک طرفۃ العین میں کسی کو ہلاک کر دے۔ اور چاہے تو کسی اور مدت تک مثلاً ایک سال
تک کسی پر موت وارد کرے اور پھر جب اسی کی تفہیم سے معلوم ہوا کہ اپنی قدرت کے وارد
کرنے میں اس نے ایک سال کی مدت کو ارادہ کیا ہے تو یہ کہنا سخت بے جا ہے کہ یہ ارادہ
اس کی قدرت کے مخالف ہے۔ صدہا کام ہیں جو وہ ایک دم میں کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا
دُنیا کو بھی چھ دن میں بنایا اور کھیتوں کو بھی اس مدت تک پکاتا ہے جو اس نے مقرر کر رکھی
ہے اور ہر ایک شے کے لئے اس کے قانون قدرت میں اجل مقرر ہے۔ پس قانون الہام
بھی اسی قانون قدرت کے مشابہ صفات باری کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ سیاپا ایسے لوگ کیوں
کر رہے ہیں جو حضرت مسیح کو قادر مطلق خیال کرتے ہیں۔ کیا اُن کا وہ مصنوعی خدا ایک سال تک
آتھم صاحب کو بچا نہیں سکتا حالانکہ ان کی عمر بھی کچھ ایسی بڑی نہیں ہے بلکہ میری عمر سے
صرف چند سال ہی زیادہ ہیں۔ پھر اس مصنوعی خدا پر کون سی ناتوانی طاری ہو جائے گی کہ ایک
سال تک بھی ان کو بچا نہیں سکے گا۔ ایسے خدا پر نجات کا بھروسہ رکھنا بھی سخت خطرناک
ہے جو ایک سال کی حفاظت سے بھی عاجز ہے۔ کیا ہم نے عہد نہیں کیا کہ ہمارا خدا اس
سال میں ضرور ہمیں مرنے سے بچائے گا اور آتھم صاحب کو اس جہان سے رخصت کر دیگا
کیونکہ وہی قادر اور سچا خدا ہے جس سے بدنصیب عیسائی منکر ہیں اور اپنے جیسے انسان
کو خدا بنا بیٹھے ہیں۔ تبھی تو بزدل ہیں اور ایک سال کے لئے بھی اس پر بھروسہ نہیں رکھ سکتا
اور سچ ہے باطل معبودوں پر بھروسہ کیونکر ہو سکے اور نور فطرت کیونکر گواہی دیوے کہ ایسا
عاجز معبود ایک سال تک بچا سکے گا بلکہ ہم نے تو اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء میں یہ بھی لکھ دیا
ہے کہ اگر آتھم صاحب اپنے مصنوعی خدا کو ایسا ہی کمزور اور گیا گذرا یقین کر بیٹھے ہیں تو اتنا
کہہ دیں کہ وہ ابن اللہ کے نام کا خدا ایک سال تک مجھے بچا نہیں سکتا تو ہم اس اقرار کے

بعد تین دن ہی منظور کر لیں گے۔ مگر وہ کسی طرح میدان میں نہیں آویں گے کیونکہ جھوٹے کو اپنے جھوٹ کا دھڑکا شروع ہو جاتا ہے اور سچے کے مقابل پر آنا اس کو ایک موت کا مقابلہ معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ چھٹا اعتراض یہ ہے کہ کیا خدا آتھم کے منافقانہ رجوع سے اپنے زبردست وعدہ کو ٹال سکتا تھا حالانکہ وہ خود ہی فرماتا ہے ولن یؤخر اللہ نفسًا اذا جاء اجلھا یعنی حسب وعدہ پہنچ گیا تو کسی جان کو مہلت نہیں دی جاتی۔

الجواب۔ آپ سن چکے ہیں کہ وہ وعدہ خدا تعالیٰ کے الہام میں قطعی وعدہ نہ تھا اور نہ فیصلہ ناطق تھا بلکہ مشروط بشرط تھا اور بصورت پابندی شرط کے وہ شرط قرار دادہ بھی وعدہ میں داخل تھی۔ سو آتھم نے خوف کے دنوں میں بیشک حق کی طرف رجوع کیا اور وہ رجوع منافقانہ نہیں تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق موت میں تاخیر ڈال دی افسوس کہ نادان لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ انسان کی فطرت میں یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ وہ باوجود شقی ازلی ہونے کے شدت خوف اور ہول کے وقت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے لیکن اپنی شقاوت کی وجہ سے پھر بلا سے رہائی پا کر اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ جیسے فرعون کا دل ہر ایک رہائی کے وقت سخت ہوتا رہا۔ سو ایسے رجوع کا نام خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں منافقانہ رجوع نہیں رکھا کیونکہ منافق کے دل میں کوئی سچا خوف نازل نہیں ہوتا اور اس کے دل پر حق کا رعب اثر نہیں ڈالتا۔ لیکن اس شقی کے دل میں راہ راست کی عظمت کو خیال میں لا کر ایک سچا خوف پیشگوئی کے سننے کے وقت میں بال بال میں بھر جاتا ہے۔ مگر چونکہ شقی ہے اس لئے یہ خوف اسی وقت تک رہتا ہے جب تک نزول عذاب کا اس کو اندیشہ ہوتا ہے اس کی مثالیں قرآن کریم اور بائبل میں بکثرت ہیں جن کو ہم نے رسالہ انوار الاسلام میں تفصیل لکھ دیا ہے۔

غرض منافقانہ رجوع درحقیقت رجوع نہیں ہے۔ لیکن جو خوف کے وقت میں ایک

شقی کے دل میں واقعی طور پر ایک ہراس اور اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے اس کو خدا تعالیٰ نے رجوع میں ہی داخل رکھا ہے اور سنت اللہ نے ایسے رجوع کو دنیوی عذاب میں تاخیر پڑنے کا موجب ٹھہرایا ہے گو اخروی عذاب ایسے رجوع سے ٹل نہیں سکتا مگر دنیوی عذاب ہمیشہ ٹلتا رہا ہے اور دوسرے وقت پر پڑتا رہا ہے۔ قرآن کو غور سے دیکھو اور جہالت کی باتیں مت کرو۔ اور یاد رہے کہ آیتہ لن یؤخر اللہ نفسا کو اس مقام سے کچھ تعلق نہیں اس آیت کا تو مُدعا یہ ہے کہ جب تقدیر مبرم آجاتی ہے تو ٹل نہیں سکتی۔ مگر اس جگہ بحث تقدیر معلق میں ہے جو مشروط بشرایط ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آپ فرماتا ہے۔ کہ میں استغفار اور تضرع اور غلبہ خوف کے وقت میں عذاب کو کفار کے سر پر سے ٹال دیتا ہوں اور ٹالتا رہا ہوں۔ پس اس سے بڑھ کر سچا گواہ اور کون ہے جس کی شہادت قبول کی جائے

۷۔ ساتواں اعتراض یہ ہے۔ اگر رجوع کے بعد عذاب ٹل سکتا ہے تو اب بھی اگر آتھم قسم کھا کر پھر اندر ہی اندر رجوع کر لے تو چاہیئے کہ عذاب ٹل جائے تو اس صورت میں ایک مفتری انسان کے لئے بڑی گنجایش ہے اور ربانی پیشگوئیوں کا بالکل اعتبار اُٹھ جائیگا

الجواب۔ قسم کھانے کے بعد خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فیصلہ قطعی کرے۔ سو قسم کے بعد ایسے مکار کا پوشیدہ رجوع ہرگز قبول نہیں ہوگا کیونکہ اس میں ایک دُنیا کی تباہی ہے اور قسم فیصلہ کے لئے ہے اور جب فیصلہ نہ ہوا اور کوئی مکار پوشیدہ رجوع کر کے حق پر پردہ ڈال سکا تو دُنیا میں گمراہی پھیل جائے گی۔ اس لئے قسم کے بعد خدا تعالےٰ کا عزماً یہ ارادہ ہوتا ہے کہ حق کو باطل سے علیحدہ کر دے تا امر مشتبہ کا فیصلہ ہو جائے۔

۸۔ آٹھواں اعتراض یہ ہے کہ اگر صداقت کا صرف اقبال یا اقرار باعث تاخیر موت ہے تو ہم اہل اسلام کو کبھی موت نہیں آنی چاہیئے کیونکہ صداقت کے پیرو ہیں۔ جبکہ دشمن خدا ذرا سے منافقانہ رجوع کے باعث جو وہ بھی پوشیدہ ہے موت سے بچ جائے تو ہم جو علیٰ رؤس الاشہاد رجوع کئے بیٹھے ہیں بیشک حیات جاودانی کے مستحق ہیں۔

الجواب۔ عزیز من جو لوگ سچے دل سے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل ہیں اور پھر بعد اس کے ایسے کام نہیں کرتے جو اس کلمہ کے مخالف ہیں بلکہ توحید کو اپنے دل پر وارد کر کے رسالت محمدیہ کے جھنڈے کے نیچے ایسی استقامت سے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کوئی ہولناک آواز بندوق یا توپ کی ان کو اس جگہ سے جنبش نہیں دے سکتی اور نہ تیز تلواروں کی چمکیں ان کی آنکھوں کو خیرہ کر سکتی ہیں اور نہ وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو کر اس جھنڈے سے باہر آسکتے ہیں بیشک وہ لوگ حیات جاودانی پائیں گے۔ کس خبیث نے کہا کہ نہیں پائیں گے اور وہ دائمی زندگی کے ضرور ہی وارث ہوں گے کون ملعون کہتا ہے کہ نہیں وارث ہوں گے لیکن ایک کافر یا فاسق کا خوف کے دنوں میں کچھ مدت تک عذاب سے بچ جانا یہ خدا رحیم کی طرف سے ایک مہلت دینا ہے تا شاید وہ ایمان لاوے یا اس پر حجت پوری ہو جائے اور جب اللہ تعالٰے ایک کافر کو اپنے غضب کی آگ سے ہلاک کرنا چاہے تو اس کی یہی سنت قدیم ہے کہ وہ خوف سے بھرے ہوئے رجوع کے وقت خواہ وہ رجوع بعد ایام خوف قائم رہنے والا ہو یا نہ ہو ضرور عذاب کو کسی دوسرے وقت پر ٹال دیتا ہے۔ مگر مومنوں کی موت اگر اس کا وقت پہنچ گیا ہو تو وہ بطور عذاب نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب کی طرف پہنچاتا ہے۔ اور وہ مرنے کے بعد اس لذت اور راحت کے وارث ہو جاتے ہیں جس کی نظیر اس دُنیا میں نہیں۔ مگر کافر کے لئے موت جہنم کا پہلا زینہ ہے جو اس سے گرتے ہی داخل ہاویہ ہوتا ہے۔

۹۔ نواں اعتراض یہ ہے کہ اگر پادری رایٹ فریق مخالف میں سے پیشگوئی کی میعاد میں مر گئے تو اس کے مقابلہ میں آپ کے کئی مقرب عیسائی ہو گئے

الجواب۔ اے صاحب۔ آپ متوجہ ہو کر سنیں اور ہم سچ کہتے ہیں اور کاذب

پر لعنت اللہ ہے کہ ہمارا کوئی مقرب یا بیعت کا سچا تعلق رکھنے والا عیسائی نہیں ہوا۔ ہاں
دو بدچلن اور خراب اندرون آدمی آنکھوں کے اندھے جن کو دین سے کچھ بھی تعلق نہیں
تھا منافقانہ طور سے بیعت کرنے والوں میں داخل ہو گئے تھے۔ لیکن ہم نے یہ معلوم کر کے
کہ یہ بدچلن اور خراب حالت کے آدمی ہیں ان کو اپنے مکان سے نکال دیا تھا اور ناپاک طبع
پاکر بیعت کے سلسلہ سے الگ کر دیا تھا۔ اب فرمائیے کہ ان کا ہم سے کیا تعلق رہا اور ان
کے مُرتد ہونے سے ہمیں کیا رنج پہنچا۔ پادریوں پر یہ بھی زوال آیا کہ اُن کو انہوں نے قبول
کیا۔ اور آخر دیکھیں گے کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ حرام خور آدمی کسی قوم کے لئے جائے فخر نہیں
ہو سکتا۔ اگر آپ کو اس بیان میں شک ہو تو قادیان میں آویں اور ہم سے پورا پورا ثبوت
لے لیں۔ لیکن رائٹ تو اپنی اس حیثیت منصبی اور سرگروہی کی عزت سے معطل نہیں کیا
گیا تھا۔ اور وہی تھا جس نے مباحثہ کے پہلے انگریزی میں شرائط لکھے تھے۔ پھر آپ کیوں
ایسی صریح اور چمکتی ہوئی صداقت پر خاک ڈالتے ہیں۔ یہ بات نہایت صاف ہے کہ
اس جنگ میں جس کا نام پادریوں نے خود اپنے مُنہ سے جنگ مقدس رکھا تھا شکست کی
چاروں صورتیں ان بندہ پرست نصرانیوں کو نصیب ہوئیں کیونکہ کوئی ان میں سے مارا گیا اور
کوئی زخمی ہوا یعنی بیمار شدید ہوا اور مر مر کے بچا اور کوئی لعنتوں کے زنجیر میں گرفتار ہوا۔
اور کوئی بھاگ گیا اور اسلامی جھنڈے کے نیچے پناہ لے کر جان بچائی۔ پس اس کھلی
کھلی اور فاش شکست سے انکار کرنا نہ صرف حماقت بلکہ پرلے درجہ کی بے ایمانی اور
ہٹ دھرمی ہے۔ لیکن اگر مغلوب اور ذلیل پادریوں کو خواہ نخواہ غالب قرار دینا ہے تو ہم
آپ کی زبان کو نہیں پکڑ سکتے۔ ورنہ سچ تو یہی ہے کہ اس پیشگوئی کے بعد پادریوں پر بہت
ہی ذلّت کی مار پڑی ہے۔ عین میعاد پیشگوئی میں پادری رائٹ صاحب عین جوانی میں جہنم
کی رونق افروزی کے لئے اس دُنیا سے بُلائے گئے اور ان کی موت پر اس قدر سیاپے
اور دردناک نوحے ہوئے کہ عیسائیوں نے آپ اقرار کیا کہ بے وقت ہم پر قہر نازل ہوا۔

پھر دوسری ذلّت دیکھو کہ پچاس برس کی مولویت کا دعویٰ جس کی بنا پر عماد الدین وغیرہ کا اسلامی تعلیم میں دخل دینا جاہلوں کی نظر میں معتبر سمجھا جاتا تھا نجاست کی طرح جوش کی بدبُو سے بھرا ہوا نکلا اور یک دفعہ بوسیدہ بنیاد کی طرح گر گیا اور ہزار لعنت کا رسّہ ہمیشہ کے لئے تمام ان پادریوں کے گلے میں پڑ گیا جو علم عربی میں دخل رکھنے کا دم مارتے تھے کیا یہ ایسی ذلّت اور رسوائی ہے جو کسی کے چھپانے سے چھپ سکے اور کیا یہ وہ پہلی ذلّت نہیں ہے جو پادریوں کو ہندوستان میں اور پنجاب میں نصیب ہوئی جس کے اشتہارات یورپ اور امریکہ اور تمام بلاد میں پھیل کر عام طور پر جہالت اور دروغگوئی ان پادریوں کی جو مولوی کہلاتے تھے ثابت ہوئی اور ہمیشہ کے لئے یہ داغ ان کی پیشانی پر لگ گیا جو اَب ابدالدھر تک دُور نہیں ہو سکتا۔ کیا ایسی ذلّت کی کوئی نظیر ہمارے فریق میں پیشگوئی کے بعد آپ نے دیکھی۔ بھلا ذرا کلمہ طیبہ پڑھ کر بیان تو کرو تا ہم بھی سُنیں۔ اور پھر یہ ذلّتیں اور رُسوائیاں ابھی ختم کہاں ہوئیں۔ ہمارا اشتہار پر اشتہار نکالنا یہانتک کہ تین ہزار تک انعام دینا اور آتھم صاحب کی قسم کھانے سے جان نکلنا۔ کیا اس سے اسلام کی ہیبت اور صداقت بدیہی طور پر ثابت نہیں۔ کیا اب بھی عیسائیوں کے ذلیل اور جھوٹے ہونے میں کچھ کسر باقی رہ گئی ہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ رات کو آتھم کی موت کے لئے دعائیں مانگنا یہ بھی ایک عذاب تھا۔ سبحان اللہ کس قدر مسلمان کہلا کر بیہودہ باتیں آپ کے مُنہ سے نکل رہی ہیں۔ سچے مسلمان ہمیشہ غلبۂ اسلام کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور تہجد بھی پڑھتے ہیں اور نماز میں بھی ان کو رقت طاری ہوتی ہے اور آیت یبیتون لربھم سجّدًا و قیامًا کا مصداق ہوتے ہیں۔ اگر یہی عذاب ہے تو ہماری دُعا ہے کہ قیامت میں بھی یہ عذاب ہم سے الگ نہ ہو۔ دُعا کرنا ہمیشہ نبیوں کا طریق اور صلحاء کی سنّت ہے اور عین عبادت ہے اس کا نام عذاب رکھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو دُنیا کے کیڑے ہیں اور رُوحانی جہان سے

بے خبر ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مومن صادق پر اس وقت دُکھ اور عذاب کی حالت وارد ہوتی ہے کہ جب نماز کی رقت اور پُر رقت دُعا اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ اسے غافلو یہ تو دینداروں اور راستبازوں کا بہشت ہے نہ کہ عذاب ؎

ہر دم براہ جاناں سوزلیست عاشقاں را زجہاں چہ دید آنکس کہ ندید ایں جہاں را

۱۰۔ دسواں اعتراض یہ کہ پادری عماد الدین تو ایک جاہل آدمی ہے اور عربی سے بے بہرہ۔ وہ بیچارا عربی کتابوں کا جواب کیونکر لکھتا۔

الجواب۔ ایسا جاہل ایک مدّت دراز سے مولوی کہلاتا تھا اور ہزاروں نادان اس کو مولوی سمجھتے تھے تو کیا اس کی ان تالیفات سے ذلّت نہیں ہوئی اور کیا وہ بباعث عاجز رہ جانے کے اس ہزار لعنت کا مستحق نہ ہوا جو نور الحق کے چار صفحہ میں لکھی گئی۔ ماسوا اس کے اسے حضرت اس سے تو ان تمام پادریوں کی ناک کٹ گئی جو مولوی کہلاتے تھے اور مولویت کے دھوکہ سے جاہلوں پر بداثر ڈالتے تھے نہ صرف عماد الدین کا ناک۔ کیا ایسی ثابت شدہ ذلّت اور لعنت کی نظیر ہماری جماعت کو بھی پیش آئی۔ آپ عیسائیوں کے حامی تو بنے۔ اب حلفاً پورا پورا جواب دیں۔

۱۱۔ گیارھواں اعتراض یہ ہے کہ ایک ہندو زادہ سعد اللہ نام لدھیانہ سے اپنے اشتہار ۱۶ ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے کہ صرف دل میں حق کی عظمت کو ماننا اور اپنے عقائد باطلہ کو غلط سمجھنا کسی طرح عمل خیر نہیں بن سکتا۔ یہ دجّال قادیانی کا ہی کام ہے کہ اس کا نام رجوع بحق رکھے۔

الجواب۔ اسے احمق دل کے اندھے دجّال تو تُو ہی ہے جو قرآن کریم کے برخلاف بیان کرتا ہے اور نیز اپنی قدیم بے ایمانی سے ہمارے بیان کو محرّف کرکے لکھتا ہے۔ ہم نے کب اور کس وقت کہا جو ایسا رجوع جو خوف کے وقت میں ہو اور پھر انسان اس سے پھر جائے نجات اخروی کے لئے مفید ہے۔ بلکہ ہم تو بار بار کہتے

ہیں کہ ایسا رجوع نجات اخروی کے لئے ہرگز مفید نہیں۔ اور ہم نے کب آتھم نجات تو الٰ مشرک کو بہشتی قرار دیا ہے۔ یہ تو سراسر تیرا ہی افترا اور بے ایمانی ہے۔ ہم نے تو قرآن کریم کی تعلیم کے موافق صرف یہ بیان کیا تھا کہ کوئی کافر اور فاسق جب عذاب کے اندیشہ سے عظمت اور صداقت اسلام کا خوف اپنے دل میں ڈال لے اور اپنی شوخیوں اور بے باکیوں کی کسی قدر رجوع کے ساتھ اصلاح کر لے تو خدا تعالیٰ وعدہ عذاب دنیوی میں تاخیر ڈال دیتا ہے۔ یہی تعلیم سارے قرآن میں موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ جلشانہٗ کفار کا قول ذکر کر کے فرماتا ہے۔ ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر جواب میں فرماتا ہے انا کاشفوا العذاب قلیلاً انکم عائدون۔ سورۃ الدخان الجزو ۲۵۔ یعنی کافر عذاب کے وقت کہیں گے کہ اے خدا ہم سے عذاب دفع کر کہ ہم ایمان لائے۔ اور ہم تھوڑا سا یا تھوڑی مدت تک عذاب دُور کر دیں گے مگر تم اے کافرو پھر کفر کی طرف عود کرو گے۔ پس ان آیات سے اور ایسا ہی ان آیتوں سے جن میں قریب الغرق کشتیوں کا ذکر ہے۔ صریح منطوق قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب دنیوی ایسے کافروں کے سر پر سے ٹل جاتا ہے جو خوف کے دنوں اور وقتوں میں حق اور توحید کی طرف رجوع کریں گو امن پا کر پھر بے ایمان ہو جائیں۔

بھلا اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اپنے معلّم شیخ بٹالوی کو کہو کہ قسم کھا کر بذریعہ تحریر ظاہر کرے کہ ہمارا یہ بیان غلط ہے کیونکہ تم تو جاہل ہو تم ہرگز نہیں سمجھو گے اور وہ سمجھ لے گا۔ اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیونکہ ہمارے بیان میں سچائی کا نور دیکھے گا اور قرآن کے مطابق پائے گا۔ پس اب بتلا کہ کیا دجّال تیرا ہی نام ثابت ہوا یا کسی اَور کا۔ حق سے لڑتا رہ۔ آخر اسے مُردار دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۷ء کو تیری نسبت الہام ہوا ہے اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَر۔ اور ہم نے اس طرح پر

آتھم کا رجوع بحق ہونا بے ثبوت نہیں کیا۔ کیا تو سوچتا نہیں کہ اگر وہ سچا ہے تو کیوں قسم نہیں کھاتا۔ اگر بھی رکتا ہے تو وہ سچی قسم کھانے سے کس پہاڑ کے نیچے آکر دب جائے گا۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ آتھم صاحب کا صرف بحیثیت مدعا علیہ انکار کرتے رہنا کچھ بھی چیز نہیں جھوٹ بولنا نصاریٰ کی سرشت میں داخل ہے۔ اگر بندہ پرست لوگ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے۔ مگر ہمارا تو یہ مطلب اور مدعا ہے کہ بحیثیت ایک گواہ کے کھڑا ہو کر مجمع عام میں اس مضمون کی قسم کھا جائیں جس کی ہم بار بار تعلیم کرتے ہیں مگر کیا اس نے اب تک قسم کھائی ہرگز نہیں اور تعجب کہ ہم نے لکھا تھا کہ جو ولد الحلال ہے اور درحقیقت عیسائی مذہب کو ہی غالب سمجھتا ہے تو چاہیئے کہ ہم سے دو ہزار روپیہ لے اور آتھم صاحب سے ہمارے منشاء کے موافق قسم دلا دے۔ پھر جو کچھ چاہے ہمیں کہتا رہے ورنہ یونہی اسلامی بحث پر مخالفانہ حملہ کرنا اور زبان سے مسلمان کہلانا کسی ولد الحلال کا کام نہیں۔ مگر میاں سعد اللہ صاحب نے آجتک آتھم صاحب کو قسم کھانے پر مستعد نہ کیا مگر عیسائیوں کو غالب سمجھتا رہا اور اپنے پر دانستہ وہ لقب لے لیا جس کو کوئی نیک طینت لے نہیں سکتا۔ اور پھر یہ نادان کہتا ہے کہ اگر مرنا ہی عذاب کی نشانی ہے تو قادیانی بھی ضرور ایک دن اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اے احمق تیری کیوں عقل ماری گئی۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا۔ یوں تو انبیاء بھی فوت ہو گئے بلکہ بعض شہید ہوئے اور ان کے دشمن فرعون اور ابوجہل وغیرہ بھی مر گئے یا مارے گئے لیکن وہ موت جو مقابلہ کے وقت اہل حق کی دعا سے یا اہل حق کی ایذا سے یا اہل حق کی پیشگوئی سے اشقیاء پر وارد ہوتی ہے وہ عذاب کی موت کہلاتی ہے کیونکہ جہنم تک پہنچاتی ہے۔ مگر اہل حق اگر شہید بھی ہو جائیں تو وہ خدا کے فضل سے بہشت میں جاتے ہیں۔

۱۲۔ بارھواں اعتراض اسی ہندو زادہ کا یہ ہے کہ جب کوئی عمل نہ چلا تو ڈھکوسلا بنا لیا کہ آتھم نے رجوع بحق کیا ہے۔

الجواب۔ ہاں اے ہندو زادہ اب ثابت ہو گیا کہ ضرور تو حلال زادہ ہے۔ ہماری

اس شرط پر کہ کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے تکذیب نہ کرے خوب ہی تو نے عمل کیا آفرین
آفرین ہیچ کہہ کر یہ ڈھکوسلا اب بنالیا یا الہام میں پہلے سے شرط تھی اور کیا اس شرط کے
تصفیہ کے لئے ضرور نہ تھا کہ آتھم قسم کھا لیتا کیا قسم کے دو حرف مُنہ پر لانا اور تین ہزار
روپیہ نقد لینا ایک سچے آدمی کے لئے کچھ مشکل ہے !!!

۳۔ **بعض شبہات** ایسے لوگوں کی طرف سے ہیں جو اخلاص رکھتے ہیں لیکن بباعث
کمی معلومات بیخبر ہیں۔ پس ہم اس جگہ ان کے اوہام کو بھی بطور قولہ اقول دفع کردیتے ہیں

قولہٗ آتھم اسلام کی طرف رجوع کرنے سے صریح اپنے خط مطبوعہ میں انکار کرتا ہے
صرف قسم کھالینا اور روپیہ لینا باقی رہا ہے۔

اقول یہ انکار بہ رنگ شہادت انکار نہیں بلکہ ایسے طور کا انکار ہے جیسے بدمعاملہ
مدعا علیہم کیا کرتے ہیں۔ پس ایسا انکار اس دعوی کو توڑ نہیں سکتا جو خود آتھم صاحب کی
حالی شہادت سے ثابت ہے کیا اس میں کچھ شک ہے کہ آتھم صاحب نے اپنی سراسیمگی
اور دن رات کی پریشانی اور گریہ و بکا اور ہر وقت مغموم اور اندوہناک رہنے سے
دکھا دیا کہ وہ ضرور اس پیشگوئی سے متاثر اور خائف رہے ہیں بلکہ آتھم صاحب نے خود
رو رو کر مجلسوں میں بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتے
رہے۔ چنانچہ ابھی ستمبر ۱۸۹۴ء کے مہینہ میں وہ اقرار نور افشاں میں چھپ بھی گیا ہے جس
کی اب وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ پیشگوئی سے ہمیں خوف نہیں تھا اور نہ اسلامی عظمت کا اثر
تھا بلکہ یہ خوف تھا کہ کوئی مجھ کو مار نہ دیوے لیکن انہوں نے خوف کا صریح اقرار کر کے پھر
اس کا کچھ ثبوت نہیں دیا کہ ایسا خوف جس نے ان کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا کیا سارا مدار
اس کا صرف اس وہم پر تھا کہ کوئی مجھ کو قتل نہ کر دیوے۔ پس جبکہ ہماری پیشگوئی کے بعد
یہ سارا خوف تھا جس کے وہ خود اقراری ہیں جس کو یاد کر کے اب بھی وہ زار زار روتے ہیں
تو بھلا یہ حق ہے کہ ہم ان کی اس تاویل کو لا نسلم کی مد میں رکھ کر ان سے وہ ثبوت مانگیں جو

موجب تسلی ہو کیونکہ جبکہ وہ نفس خوف کے خود اقراری ہیں تو ہمیں انصافاً و قانوناً حق پہنچتا ہے کہ ان سے وہ قسم غلیظ لیں جس کے ذریعہ سے وہ حق بیان کر سکیں اور بغیر قسم کے ان کے بیانات لغو ہیں کیونکہ وہ باتیں بحیثیت مدعاعلیہ کے ہیں۔

قولہ۔ آتھم صاحب کے ذمہ اس طرح پر قسم کھانا انصافاً ضروری نہیں۔

اقول۔ جبکہ آتھم صاحب کے وہ حالات جو پیشگوئی کی میعاد میں اُن پر وارد ہوئے جنہوں نے ان کو مارے خوف کے دیوانہ سا بنا دیا تھا بلند آواز سے پکار رہے ہیں کہ ایک ڈرانے والا اثر ضرور ان کے دل پر وارد ہوا تھا اور پھر بعد اس کے ان کی زبان کا اقرار بھی نور افشاں میں چھپ گیا کہ وہ ضرور اس عرصہ میں خوف اور ڈر کی حالت میں رہے اور جو ڈر کے وجوہ انہوں نے بیان کئے ہیں وہ ایسا دعویٰ ہے جس کو وہ ثابت نہیں کر سکے۔ پس اس صورت میں وہ خود انصافاً و قانوناً اس مطالبہ کے نیچے آ گئے کہ وہ اس الزام سے قسم کے ساتھ اپنی بریّت ظاہر کریں جو خود ان کے افعال اور ان کے بیان سے شُبہ کے طور پر اُن کے عاید حال ہوتا ہے۔ پس ان کی بریّت اس شُبہ سے جس کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا۔ اسی میں ہے کہ وہ ایسی قسم جو مجھ مدعی کو مطمئن کر سکتی ہو یعنی میرے منشاء کے موافق ہو جلسہ عام میں کھالیں اور یاد رہے کہ درحقیقت ان کے ایسے افعال سے جو اُن کی خوفناک حالت پر اور اُن کے ڈر سے بھرے ہوئے دل پر پندرہ مہینہ تک گواہی دیتے رہے اور اُن کے ایسے بیان سے جو دو روز کر اس زمانہ کی نسبت بتلایا جو نور افشاں ماہ ستمبر ۱۸۹۴ء میں چھپ گیا یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ وہ ضرور ایام پیشگوئی میں ڈرتے رہے۔ پس ان کا یہ دعویٰ کہ وہ عظمت حق کے خوف سے نہیں ڈرے بلکہ قتل کئے جانے سے ڈرے۔ اس دعویٰ کا بار ثبوت قانوناً و انصافاً انہیں کے ذمہ تھا جس سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکے۔ لہذا ہمارے لئے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ ایک قابل اطمینان ثبوت کے لئے ان کو قسم پر مجبور کریں اور

ان پر قانوناً واجب ہے کہ وہ اس طرح فیصلہ سے گریز نہ کریں جس طریق سے پورے طور پر اُن کے سر پر سے ہمارا شبہ اور الزام اُٹھ جائے۔ یہی وہ طریق ہے جس کو قانون انصاف چاہتا ہے۔ اب تم خواہ کسی وکیل یا بیرسٹر یا جج کو بھی پوچھ کر دیکھ لو۔ ہاں اگر آتھم صاحب اب حسب تجویز قرار دادہ ہماری کے قسم کھالیں تو بلاشبہ ان کی صفائی ہو جائے گی۔ اور اگر قسم کے ضرر سے بچ گئے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ واقعی طور پر اسلامی پیشگوئی سے ذرہ نہیں ڈرے بلکہ وہ اس لئے خائف رہے کہ ان کو یہ پرانا تجربہ تھا کہ یہ عاجز خونی آدمی ہے ہمیشہ ناحق کے خون کرتا رہا ہے لہٰذا اب ان کا بھی ضرور خون کریگا۔

قولہ۔ اس قسم کی تحدی اور پھر خفی طریقوں سے اس کا ثبوت۔

اقول۔ عقلمند کے لئے یہ خفی طریقہ نہیں جس حالت میں پندرہ مہینہ تک آتھم صاحب کے خوف کے قصے اور ان کی سراسیمگی کی حالت دُنیا میں مشہور ہو گئی۔ پھر اب تک وہ زبان سے بھی رو رو کر اقرار کرتے ہیں کہ میں ضرور ڈرتا رہا مگر تلواروں کا خوف تھا گویا کسی راجہ یا نواب یا کسی ڈاکو نے ان کو قتل کی دھمکی دی تھی۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ یہ کمال درجہ کا خوف جو آپ سے ظاہر ہوا اگر یہ تلوار کا خوف تھا سچے دین کی عظمت اور قہر الٰہی کا خوف نہیں تھا تو آپ قسم کھائیں کیونکہ اب آپ کے یہ دل کا بھید بجز قسم کے فیصلہ نہیں پا سکتا تو آپ قسم کھانے سے کنارہ کر رہے ہیں۔ نہ ہزار روپیہ لیں۔ نہ دو ہزار روپیہ۔ اب اسی غرض سے تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا گیا مگر قسم کی اب بھی امید نہیں۔ تو اب انصافاً فرمائیے کہ کیا اب بھی ہمارے ثبوت کا طریقہ پوشیدہ ہے۔ دشمن تو اسی وقت سے پکڑا گیا کہ جب اس نے خوف کا اقرار کر کے پھر قسم کھانے سے انکار کیا۔ اور آپ کو یاد ہوگا کہ حدیبیہ کے قصہ کو خدا تعالیٰ نے فتح مبین کے نام سے موسوم کیا ہے اور فرمایا ہے انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ وہ فتح اکثر صحابہ پر بھی مخفی تھی بلکہ بعض منافقین کے ارتداد کا موجب ہوئی۔ مگر دراصل وہ فتح مبین تھی گو اس کے

مقدمات نظری اور کمین تھے۔ پس در اصل یہ فتح بھی حدیبیہ کی فتح کی طرح نہایت مبارک فتح اور بہت سی فتوحات کا مقدمہ اور بعض کے لئے موجب ابتلاء اور بعض کے لئے موجب اصطفاء ہے اور اس پیشگوئی کو بھی پوری کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں کہ الحق فی آل محمد اور الحق فی آل عیسیٰ اور جو لوگ ابتلا میں گرفتار ہوئے انہوں نے اپنی بدنصیبی سے اس پیشگوئی کے سارے پہلو غور سے نہیں دیکھے اور قبل اس کے جو غور کریں بعض جہالت اور سادگی سے اپنی کم عقلی کا پردہ فاش کر دیا اور کہا کہ یہ پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوئی۔ اگر وہ اس سنت اللہ سے خبر رکھتے جس کو قرآن کریم نے پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ فلما کشفنا عنهم العذاب اذا هم ینکثون۔ الجزو ۲۵ سورۃ الزخرف تو جلدی کر کے اپنے تئیں ندامت کے گڑھے میں نہ ڈالتے مگر ضرور تھا کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس زمانہ کے لئے پہلے سے فرمایا تھا وہ سب پورا ہوا۔ اور دوسرا دھوکہ ان کچے معترضوں کو یہ بھی لگا کہ وہ پیشگوئی کی عظمت اور کمال ظہور کو صرف اسی حد تک ختم کر بیٹھے حالانکہ جس الہام پر اس پیشگوئی کی کیفیت مبنی ہے اس میں یہ فقرات بھی ہیں۔ اطلع اللّٰہ علی همه و غمه و لن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلا۔ ولا تعجبوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ وبعزتی وجلالی انك انت الاعلی ونمزق الاعداء کل ممزق ومکر اولئك هو یبور۔ انا نکشف السر عن ساقه۔ یومئذ یفرح المومنون ثلة من الاولین و ثلة من الآخرین۔ و هذه تذکرة فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا۔ دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۲۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک الہام کے لئے وہ سنت اللہ بطور امام اور مہیمن اور بیشرو کے ہے جو قرآن کریم میں وارد ہو چکی ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی الہام اس سنت کو توڑ کر ظہور میں آوے کیونکہ اس سے پاک نوشتوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ پھر جبکہ

قرآنی تعلیم نے صاف طور پر بتلا دیا کہ ایسا رجوع بھی دنیوی عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے جو محض دل کے ساتھ ہو اور معہذا اگر ایسا ناقص بھی ہو جو امن کے ایام میں قائم نہ رہے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ آتھم اپنے اس رجوع سے فائدہ نہ اٹھاتا بلکہ اگر یہ شرط الہام میں بھی درج نہ ہوتی تب بھی اس سنت اللہ سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا کیونکہ کوئی الہام ان سنتوں کو باطل نہیں کر سکتا جو قرآن کریم میں آ چکی ہیں۔ بلکہ ایسے موقعہ پر الہام میں شرط مخفی کا اقرار کرنا پڑے گا جیسا کہ اس پر تمام اصفیاء اور اولیاء کا اتفاق ہے۔

۱۴۔ اعتراض چودھواں۔ در اصل آتھم صاحب کے حواس قائم نہیں ہیں اور ابتک کچھ دہشت زدہ ہیں اس لئے پادری صاحبان ان کو قسم کھانے پر آمادہ نہیں کر سکتے اس اندیشہ سے کہ شاید قسم کھانے کے وقت اسلام کا اقرار ہی نہ کر لیں۔

الجواب۔ اگر آتھم صاحب کے حواس میں خلل ہے تو سوال یہ ہے کہ آیا یہ خلل پیشگوئی کے پہلے بھی موجود تھا یا پیشگوئی کے بعد ہی ظہور میں آیا۔ اگر پیشگوئی کے پہلے موجود تھا تو ایسا خیال بدیہی البطلان ہے کیونکہ وہ اس حالت میں بحث کے لئے کیونکر اور کیوں منتخب کئے گئے اور طرفہ یہ کہ خود ڈاکٹر نے ان کو اس بحث کے لئے منتخب کیا تھا تو بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت ڈاکٹر مارٹن کلارک کے حواس میں بھی خلل تھا۔ اور اگر یہ خلل پیشگوئی کے بعد میں پیدا ہوا تو پھر وہ پیشگوئی کی تاثیرات میں سے ایک تاثیر سمجھی جائیگی اور عذاب مقدر کا ایک جزو متصور ہوگا۔ اور اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جیسا کہ اکثروں کا خیال ہے کہ جو تحریریں آتھم صاحب کی طرف سے نور افشاں میں شائع کی گئیں ہیں یا جو ان کے خطوط بعضوں کو پہنچے ہیں یہ باتیں ان کے دل و دماغ سے نہیں نکلیں بلکہ طوطے کی طرح ان کے منہ سے نکلوائی گئیں یا لکھوائی گئیں ہیں۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ ان کے منہ سے کیا نکلا یا ان کے قلم نے کیا لکھا کیونکہ جبکہ حواس میں خلل ہے تو کسی بات پر کیا اعتماد۔

دوسرا حصہ اس اشتہار کا خاص طور پر آتھم صاحب کی خدمت میں بطور خط کے بھیجا گیا ہے

اور وہ یہ ہے۔

از طرف عبداللہ الصمد احمد عافاہ اللہ و اید۔ آتھم صاحب کو معلوم ہو کہ میں نے آپ کا وہ خط پڑھا جو آپ نے نور افشاں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ۔۔ میں چھپوایا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ اُس خط میں دونو ہاتھ سے کوشش کر رہے ہیں کہ حق ظاہر نہ ہو میں نے خدا تعالیٰ سے سچا اور پاک الہام پاکر یقینی اور قطعی طور پر جیسا کہ آفتاب نظر آجاتا ہے معلوم کر لیا ہے کہ آپ نے میعاد پیشگوئی کے اندر اسلامی عظمت اور صداقت کا سخت اثر اپنے دل پر ڈالا اور اسی بنا پر پیشگوئی کے وقوع کا ہم و غم کمال درجہ پر آپ کے دل پر غالب ہوا۔ میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل صحیح ہے اور خدا تعالیٰ کے مکالمہ سے مجھ کو یہ اطلاع ملی ہے اور اس پاک ذات نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ جو انسان کے دل کے تصورات کو جانتا اور اس کے پوشیدہ خیالات کو دیکھتا ہے* اور اگر میں اس بیان میں حق پر نہیں تو خدا مجھ کو آپ سے پہلے موت دے۔ پس اسی وجہ سے میں نے چاہا کہ آپ مجلس عام میں قسم غلیظ موکد بعذاب موت کھاویں ایسے طریق سے جو میں بیان کر چکا ہوں تا میرا اور آپ کا فیصلہ ہو جائے اور دُنیا تاریکی میں نہ رہے اور اگر آپ چاہیں گے تو میں بھی ایک برس یا دو برس یا تین برس کے لئے قسم کھا لوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سچا ہرگز برباد نہیں ہو سکتا بلکہ وہی ہلاک ہوگا جس کو جھوٹ نے پہلے

---

* نوٹ۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام پندرہ مہینہ کے اندر کیوں شائع نہ کیا۔ سو واضح ہو کہ پندرہ مہینہ کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا۔ پھر جبکہ الہام نے اپنی صداقت کا پورا ثبوت دے دیا تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے۔ منہ

سے ہلاک کر دیا ہے۔ اگر صدق الہام اور صدق اسلام پر مجھے قسم دی جائے تو میں آپ سے ایک پیسہ نہیں لیتا۔ لیکن آپ کے قسم کھانے کے وقت تین ہزار کے بدلے پہلی پیش کئے جائیں گے۔ یا تحریر باضابطہ لے کر پہلے ہی دے دیئے جائیں گے۔ اگر میں روپیہ دینے میں ذرہ بھی توقف کروں تو اسی مجلس میں جھوٹا ٹھہر جاؤں گا۔ مگر وہ روپیہ ایک سال تک بطور امانت آپ کے ضامنوں کے پاس رہے گا۔ پھر آپ زندہ رہے تو آپ کی ملک ہو جائے گا اور اگر اس کے سوا میرے لئے میرے کاذب نکلنے کی حالت میں سزائے موت بھی تجویز ہو تو بخدا اس کے بھگتنے کے لئے بھی تیار ہوں مگر افسوس سے لکھتا ہوں کہ اب تک آپ اس قسم کے کھانے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ اگر آپ سچے ہیں اور میں ہی جھوٹا ہوں تو کیوں میرے روبرو جلسہ عام میں قسم کھا کر بعذاب موت نہیں کھاتے۔ مگر آپ کی یہ تحریریں جو اخباروں میں یا خطوط کے ذریعہ سے آپ شائع کر رہے ہیں بالکل سچائی اور راستبازی کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ یہ باتیں بحیثیت ایک مدعا علیہ کے آپ کے منہ سے نکل رہی ہیں جو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ بحیثیت ایک گواہ کے جلسہ عام میں حاضر ہوں یا چند ایسے خاص لوگوں کے جلسہ میں جن کی تعداد فریقین کی منظوری سے قائم ہو جائے آپ خوب سمجھتے ہیں کہ فیصلہ کرنے کے لئے اخیری طریق حلف ہے۔ اگر آپ اس فیصلہ کی طرف رُخ نہ کریں تو آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ آئندہ کبھی عیسائی کہلا دیں۔ مجھے حیرت پر حیرت ہے کہ اگر واقعی طور پر آپ سچے اور میں مفتری ہوں تو پھر کیوں ایسے فیصلہ سے آپ گریز کرتے ہیں جو آسمانی ہوگا اور صرف سچے کی حمایت کرے گا اور جھوٹے کو نابود کر دے گا۔ بعض نادان عیسائیوں کا یہ کہنا کہ جو ہونا تھا ہو چکا عجیب حماقت اور بے دینی ہے۔ وہ اس امر واقعی کو کیونکر اور کہاں چھپا سکتے ہیں کہ وہ پہلی پیشگوئی دو پہلو پر مشتمل تھی۔ پس اگر ایک ہی پہلو پر مدار فیصلہ رکھا

جائے تو اس سے بڑھ کر کونسی بے ایمانی ہوگی۔ اور دوسرے پہلو کے امتحان کا وہی ذریعہ ہے جو الٰہی تفہیم نے میرے پر ظاہر کیا یعنی یہ کہ آپ قسم موکد بعذاب موت کھا جائیں۔ اب اگر آپ قسم نہ کھائیں اور یونہی فضول گو مدعا علیہوں کی طرح اپنی عیسائیت کا اظہار کریں تو ایسے بیانات شہادت کا حکم نہیں رکھتے بلکہ تعصب اور حق پوشی پر مبنی سمجھے جاتے ہیں سو اگر آپ سچے ہیں تو میں آپ کو اس پاک قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام یا خاص میں حسب شرح بالا قسم موکد بعذاب موت کھاویں تا حق اور باطل میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جائے۔

اب میں آپ کی اس مہمل تقریر کی جو آپ نے پرچہ نور افشاں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء میں چھپوائی ہے حقیقت ظاہر کرتا ہوں کیا وہ ایک شہادت ہے جو فیصلہ کے لئے کارآمد ہو سکے ہرگز نہیں وہ تو مدعا علیہوں کے رنگ میں ایک یکطرفہ بیان ہے جس میں آپ نے جھوٹ بولنے اور حق پوشی سے ذرا خوف نہ کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ بیان بطور بیان شاہد قسم کے ساتھ موکد نہیں بلکہ جاہلوں کے لئے ایک خفیف تسلی ہے۔ پھر آپ زبان دیا کر یہ بھی اس میں اشارہ کرتے ہیں کہ میں عام عیسائیوں کے عقیدہ الٰہیت و الوہیت کے ساتھ متفق نہیں اور نہ میں ان عیسائیوں سے متفق ہوں جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بیہودگی کی اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ قریب ستر برس کی میری عمر ہے اور پہلے اس سے اسی سال کے کسی پرچہ نور افشاں میں چھپا تھا کہ آپ کی عمر چونسٹھ برس کے قریب ہے پس میں متعجب ہوں کہ اس فکر سے کیا فائدہ کیا آپ عمر کے لحاظ سے ڈرتے ہیں کہ شاید میں فوت ہو جاؤں مگر آپ نہیں سوچتے کہ بجز ارادہ قادر مطلق کوئی فوت نہیں ہو سکتا جبکہ میں بھی قسم کھا چکا اور آپ بھی کھائیں گے تو جو شخص ہم دونوں میں جھوٹا ہوگا وہ دنیا پر اتمام ہدایت ڈالنے کے لئے اس جہان سے اٹھا لیا جائے گا۔ اگر آپ

چونسٹھ برس کے ہیں تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ کے ہو چکی۔ وہ خداؤں کی لڑائی ہے ایک اسلام کا اور ایک عیسائیوں کا۔ پس جو سچا اور قادر خدا ہوگا وہ ضرور اپنے بندہ کو بچالے گا۔ اگر آپ کی نظر میں کچھ عزت اس مسیح کی ہے۔ جس نے مریم صدیقہ سے تولد پایا تو اس عزت کی سفارش پیش کر کے پھر میں آپ کو خداوند قادر مطلق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس اشتہار کے منشاء کے موافق عام مجلس میں قسم موکد بعذاب موت کھاویں۔ یعنی یہ کہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلامی عظمت اور صداقت کا کچھ اثر اپنے دل پر نہیں ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی حقانی ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور نہ میرے دل نے اسلام کو حقانی مذہب خیال کیا بلکہ میں درحقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا رہا۔ اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اے قادر خدا جو دل کے تصورات کو جانتا ہے اس بیباکی کے عوض میں سخت ذلت اور دکھ کے ساتھ عذاب موت ایک سال کے اندر میرے پر نازل کر۔ اور یہ تین مرتبہ کہنا ہوگا اور ہم تین مرتبہ آمین کہیں گے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو مسیح کی عزت کا کچھ بھی پاس ہے یا نہیں۔ زیادہ کیا لکھیں۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

راقم میرزا غلام احمد از قادیان۔
ضلع گورداسپور ۵ اکتوبر ۱۸۹۴ء

مطبوعہ مطبع گلزار محمدی پریس لاہور — تعداد اشاعت دس ہزار ۱۰۰۰۰

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۲ صفحوں پر ہے)

+ نوٹ۔ میں اس جگہ ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین صاحب اور دیگر پادری صاحبان کو بھی حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم کی عزت اور وجاہت کو اپنے اس قول کا درمیانی شفیع ٹھہرا کر خداوند قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں کہ وہ آتھم صاحب کو حسب منشاء میری قسم کھانے کیلئے آمادہ کریں۔ ورنہ ثابت ہوگا کہ ان کے دل میں ایک ذرہ تعظیم حضرت مسیح کی عزت اور وجاہت کی نہیں ہے۔ منہ +

(۱۴۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ بتنبیہ چہارم

یہ چار ہزار روپیہ حسب شرائط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۵ اکتوبر ۱۸۹۴ء مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے پر بلا توقف ان کو دیا جائیگا

ناظرین! اس مضمون کو غور سے پڑھو کہ ہم اس سے پہلے تین اشتہار انعامی زر کثیر یعنی اشتہار انعامی ایکہزار روپیہ اور اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے کے لئے شائع کر چکے ہیں اور بار بار لکھ چکے ہیں کہ اگر مسٹر آتھم صاحب ہمارے اس الہام سے منکر ہیں جس میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہم پر یہ ظاہر ہوا کہ آتھم صاحب ایام پیشگوئی میں اس وجہ سے بعذاب الٰہی فوت نہیں ہو سکے کہ انہوں نے حق کی طرف رجوع کر لیا تو وہ جلسہ عام میں قسم کھالیں کہ یہ بیان سراسر افترا ہے اور اگر افترا نہیں بلکہ حق اور منجانب اللہ ہے اور میں ہی جھوٹ بولتا ہوں تو اے خدا اے قادر اس جھوٹ کی سزا مجھ پر یہ نازل کر کہ میں ایک سال کے اندر سخت عذاب اٹھا کر مرجاؤں۔ غرض یہ قسم ہے جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔*

* نوٹ۔ عیسائی لوگ اس لئے بندہ پرست ہیں کہ عیسیٰ مسیح جو ایک عاجز بندہ ہے ان کی نظر میں وہی خدا ہے اور یہ قول ان کا سراسر فضول اور نفاق اور دروغگوئی پر مبنی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ کو تو ایک انسان سمجھتے ہیں مگر اس بات کے ہم قائل ہیں کہ اس کے ساتھ اقنوم ابن

اور ہم یہ بھی کھول کر تحریر کر چکے ہیں کہ قانون انصاف آتھم صاحب پر واجب کرتا ہے کہ وہ اس تصفیہ کے لئے ضرور قسم کھا دیں کہ وہ پیشگوئی کے ایام میں اسلامی صداقت سے خائف نہیں ہوئے بلکہ برابر بندہ پرست ہی رہے کیونکہ جبکہ ڈرنے کا ان کو خود اقرار ہے چنانچہ وہ اس اقرار کو کئی مرتبہ رد و کد کر ظاہر کر چکے ہیں تو اب یہ بار ثبوت انہیں کی گردن پر ہے کہ وہ الہامی پیشگوئی اور اسلامی صداقت سے نہیں ڈرے بلکہ اس لئے ڈرتے رہے کہ ان کو متواتر یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ اس پیشگوئی سے پہلے اس عاجز

بقیہ حاشیہ۔ کا تعلق تھا کیونکہ مسیح نے انجیل میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اقنوم ابن سے میرا ایک خاص تعلق ہے اور وہی اقنوم ابن اللہ کہلاتا ہے نہ میں۔ بلکہ انجیل یہ بتلاتی ہے کہ تو مسیح ابن اللہ کہلاتا تھا اور جب مسیح کو زندہ خدا کی قسم دے کر سردار کاہن نے پوچھا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے تو اس نے یہ جواب نہ دیا کہ میں تو ابن اللہ نہیں بلکہ میں تو وہی انسان ہوں جس کو تیس برس سے دیکھتے چلے آئے ہو۔ ہاں ابن اللہ وہ اقنوم ثانی ہے جس نے اب مجھ سے قریباً دو سال سے تعلق پکڑ لیا ہے بلکہ اس نے سردار کاہن کو کہا کہ ہاں وہی ہے جو کہتا ہے۔ پس اگر ابن اللہ کے معنے اس جگہ وہی ہیں جو عیسائی مراد لیتے ہیں تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ پھر کیونکر کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو انسان سمجھتے ہیں۔ کیا انسان صرف جسم اور ہڈی کا نام ہے۔ افسوس کہ اس زمانہ کے جاہل عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن نے ہمارے عقیدہ کو نہیں سمجھا۔ حالانکہ وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح نے خود اپنے مُنہ سے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سردار کاہن کا یہ کہنا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے اس کا مدعا یہی تھا کہ تو جو انسان ہے۔ پھر کیونکر انسان ہو کر خدا کا بیٹا کہلاتا ہے

نوٹ۔ آتھم صاحب نے نور افشاں اکتوبر ۱۸۹۴ء میں حلفی قسم کے بارہ میں یہ جواب شائع کیا ہے کہ اگر مجھے قسم دینا ہے تو عدالت میں میری طلبی کرائیے یعنی بغیر جبر عدالت میں قسم نہیں کھا سکتا۔ گویا ان کا ایمان عدالت کے جبر پر موقوف ہے۔ مگر جو سچائی کے اظہار کے لئے قسم نہیں کھاتے وہ نیست و نابود کئے

نے ہزاروں کا خون کر دیا ہے اور اب بھی اپنی بات پوری کرنے کے لئے ضرور ان کا خون
کرے گا۔ پس اسی وجہ سے ہمیں قانوناً و انصافاً حق پہنچا جو ہم پبلک پر اصل حقیقت ظاہر
کرنے کے لئے آتھم صاحب سے قسم کا مطالبہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت
بیجا کرتا ہوا پکڑا جاوے تو صرف یہ اپنا ہی عذر اس کا سُنا نہیں جائے گا کہ وہ مثلاً حقہ

بقیہ حاشیہ۔ کیونکہ سردار کاہن جانتا تھا کہ یہ ایک انسان اور ہماری قوم میں سے یوسف
نجّار کی بیوی کا لڑکا ہے۔ لہذا ضرور تھا کہ مسیح سردار کاہن کو وہ جواب دیتا جو اس کے سوال
اور دلی منشاء کے مطابق ہوتا۔ کیونکہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ سوال دیگر اور جواب
دیگر ہو۔ پس عیسائیوں کے مصنوعی اصول کے موافق یہ جواب چاہئیے تھا کہ جیسا کہ تم نے گمان
کیا ہے یہ غلط ہے اور میں اپنی انسانیت کی رو سے ہرگز ابن اللہ نہیں کہلاتا بلکہ ابن اللہ تو وہ اقنوم
دوم ہے جس کا تمہاری کتابوں کے فلاں فلاں مقام میں ذکر ہے۔ لیکن مسیح نے ایسا جواب نہ
دیا بلکہ ایک دوسرے مقام میں یہ کہا ہے کہ تمہارے بزرگ تو خدا کہلائے ہیں۔ پس ثابت ہے
کہ دوسرے نبیوں کی طرح مسیح نے بھی اپنے انسانی رُوح کے لحاظ سے ابن اللہ کہلایا اور صحت
اطلاق لفظ کے لئے گذشتہ نبیوں کا حوالہ دیا۔ پھر بعد اس کے عیسائیوں نے اپنی غلط فہمی کو

---

* آتھم صاحب نے اپنی متواتر تحریروں میں میرے پر اور میرے بعض مخلصوں پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ ان
کے لئے اپنی موت سے ڈرتے رہے کہ میں اور میرے بعض دوست ان کے قتل کرنے کے لئے مستعد تھے
اور گویا انہوں نے کئی دفعہ برچھیوں اور تلواروں کے ساتھ حملہ کرتے بھی دیکھا تو اس صورت میں اگر وہ اپنے
بیجا الزاموں کو ثابت نہ کریں تو کم سے کم وہ اس جرم کے مرتکب ہیں جس کی تشریح دفعہ ۵۰۰ تعزیرات میں
درج ہے وہ خوب جانتے تھے کہ کبھی میرے پر ڈاکہ یا خونی ہونے کا الزام نہیں لگایا گیا اور میرا باپ گورنمنٹ
میں ایک نیک نام رئیس تھا تو کیا اب تک وہ اس بیجا الزام سے زیر مطالبہ نہیں آئے اور کیا وہ اس بیہودہ
عذر سے جو قسم کھانا میرے مذہب میں درست نہیں قانونی جرم سے بری ہو سکتے ہیں اور ان کے حق میں موت کی
پیشگوئی ان کی درخواست سے تھی نہ خود بخود کیونکہ انہوں نے الہامی نشان مانگا تھا۔ منہ

پینے کے لئے آگ پینے آیا تھا بلکہ اس کی بریت اور صفائی کے لئے کسی شہادت کی حاجت ہوگی سو اسی طرح بتیب آتھم صاحب نے اپنے پندرہ مہینہ کے حالات اور نیز اقرار سے ثابت کر دیا کہ وہ ایام پیشگوئی میں ضرور ڈرتے رہے ہیں تو بیشک اُن سے یہ ایک ایسی بیجا حرکت صادر ہوئی جوان کی عیسائیت کے استقلال کے برخلاف تھی اور چونکہ وہ حرکت پیشگوئی کے زمانہ میں بلکہ بعض نمونوں کو دیکھ کر ظہور میں آئی اس لئے وہ اس مطالبہ کے نیچے آگئے کہ کیوں یہ یقین نہ کیا جائے کہ پیشگوئی کے رعبناک اثر نے ان کا یہ حال بنا دیا تھا اور ضرور انہوں نے اسلامی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈال لیا تھا پس اسی وجہ سے انصاف اور قانون دونوں ان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ہمارے منشاء کے موافق قسم کھا کر اپنی بریت ظاہر کریں مگر وہ ایک جھوٹا عذر پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے۔ پس ان کی یہی مثال ہے کہ جیسے ایک چور بیجا مداخلت کے وقت میں پکڑا جائے اور اس سے صفائی کے گواہ مانگے جائیں تو چور حاکم کو یہ کہے کہ میرے مذہب کی رو سے یہ منع ہے کہ میں صفائی کے گواہ پیش کروں یا اپنی بریت کے لئے قسم کھاؤں۔ اس لئے میں آپ کی منت کرتا ہوں کہ مجھے یونہی چھوڑ دو۔ بس جیسا وہ احمق چور قانون عدالت کے برخلاف باتیں کر کے یہ

بقیہ حاشیہ۔ مسیح کو درحقیقت خدا کا بیٹا سمجھ لیا۔ اور دوسروں کو بیٹا ہونے سے باہر رکھا پس اسی واقعہ صحیحہ کی قرآن مجید نے گواہی دی۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ اقنوم ثانی کا مسیح کی انسانی روح سے ایسا اختلاط ہوگیا تھا کہ درحقیقت وہ دو تو ایک ہی چیز ہو گئے تھے اس لئے مسیح نے اقنوم ثانی کی وجہ سے جو اس کی ذات کا عین ہوگیا تھا۔ خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ تو اس تقریر کا ماحصل بھی یہی ہوا کہ بموجب زعم نصاریٰ کے ضرور مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ کیونکہ جب اقنوم ثانی اس کے وجود کا عین ہو گیا اور اقنوم ثانی خدا ہے تو اس سے یہی نتیجہ نکلا کہ مسیح خدا بن گیا۔ سو یہ وہی ضلالت کی راہ ہے جس سے پہلے اور پچھلے عیسائی ہلاک ہو گئے اور قرآن نے درست فرمایا کہ یہ بندہ پرست ہیں۔ منہ ❊

طمع خام دل میں ڈالتا ہے کہ میں بغیر اپنی بریت ظاہر کرنے کے یونہی چھوٹ جاؤں گا۔ اسی طرح آتھم صاحب اپنی سادہ لوحی سے بار بار یہ حیل پیش کرتے ہیں اور اس الزام سے بری ہونے کا ان کو ذرہ فکر نہیں جو خود ان کے اقرار اور کردار سے ان پر ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں اس پیشگوئی سے پہلے جو اُن کی نسبت کی گئی خوب معلوم تھا کہ احمد بیگ کی نسبت جو موت کی پیشگوئی کی گئی تھی جس کو ایڈیٹر نور افشاں نے چھاپ بھی دیا تھا اور جس کے بہت سے اشتہار بھی شائع ہو چکے تھے وہ کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ ان کو خوب یاد ہوگا کہ انہیں ایام انعقاد مباحثہ میں اس پیشگوئی کا پورا ہونا بذریعہ ایک خط کے اُن پر ظاہر کر دیا گیا تھا۔ پس اسی سبب سے اس پیشگوئی کا غم ان کے دل پر بہت ہی غالب ہوا۔ کیونکہ وہ نمونہ کے طور پر ایک پیشگوئی کا پورا ہونا ملاحظہ کر چکے تھے مگر میری قاتلانہ سیرت کی نسبت تو اُن کے پاس کوئی نمونہ اور کوئی ثبوت نہ تھا۔ کیا ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت تھا کہ میں جس کی نسبت موت کی پیشگوئی کرتا ہوں اس کو خود قتل کر دیتا ہوں۔ پھر کیا کسی عقلمند کا قیاس اس بات کو باور رکھ سکتا ہے کہ جس بات کا اُن کے پاس کھلا کھلا نمونہ تھا بلکہ عیسائی پرچہ بھی اس کا گواہ تھا اس تجربہ کردہ اور آزمودہ بات کا تو کچھ بھی خوف ان کے دل پر طاری نہ ہوا مگر قتل کرنے کا خوف دل پر طاری ہو گیا جس کی تصدیق کے لئے کوئی نمونہ ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ شبہ کرنے کی کوئی وجہ تھی۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میں نے کوئی ظالمانہ حرکت کی یا ادنیٰ زد و کوب کا استغاثہ بھی میرے پر دائر ہوا۔ پس جبکہ میرے سابقہ اعمال کسی شر کا احتمال نہیں پیدا کرتے تھے اور دوسری طرف پیشگوئی کے پورے ہونے کا احتمال آتھم صاحب کی نظر میں کئی وجوہ سے قوی تھا کیونکہ وہ احمد بیگ کی موت کی پیشگوئی کا پورا ہونا مجھ سے سُن چکے تھے[*] اور اس پیشگوئی کی کیفیت میرے اشتہارات اور پھر نور افشاں

[*] حاشیہ۔ مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری اور اس کے داماد کی نسبت ایک ہی پیشگوئی تھی اور احمد بیگ کی نسبت جو ایک حصہ پیشگوئی کا تھا وہ نور افشاں میں بھی شائع ہو چکا تھا غرض احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو

میں پڑھ چکے تھے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کی نسبت پیشگوئی جس قوت اور شوکت اور پُرزور دعویٰ سے بیان کی گئی وہ بھی ان کو معلوم تھا تو اب ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں مل کر کیسی دل پر قوی اثر ڈالتی ہیں جو تازہ بتازہ نمونہ دیکھ چکا ہے۔ پس جبکہ ایک طرف خوف اور ڈر کے پیدا اسباب موجود ہوں اور دوسری طرف خود اقرار ہو کہ میں ایام پیشگوئی میں ضرور ڈرتا رہا۔ پس کیا اب تک وہ اس مطالبہ کے نیچے نہیں آسکے کہ ہمیں وہ قسم کھا کر مطمئن کریں کہ اس قسم کا ڈر جس کے اسباب اور محرک اور نمونے ان کی نظر کے سامنے موجود تھے وہ ہرگز ان کے دل پر غالب نہیں ہوا بلکہ ان تلواروں اور برچھیوں نے ان کو ڈرایا جن کا خارج میں کچھ بھی وجود نہ تھا۔ بہرحال اس دعویٰ کا بار ثبوت ان کی گردن پر ہے کہ یہ جان کا خوف جس کا وہ کئی دفعہ اقرار کر چکے اسلامی عظمت کے اثر اور پیشگوئی کے رُعب سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے تھا۔ لیکن افسوس کہ آتھم صاحب نے باوجود تین اشتہار جاری ہونے کے اب تک اس طرف توجہ نہیں کی اور اپنی بریت ظاہر کرنے کے لئے اس اطمینان بخش طریق کو اختیار نہیں کیا جس سے مجھ حقدار مطالبہ کی تسلی ہو سکتی۔ کیا اس میں کچھ شک ہے کہ

بقیہ حاشیہ۔ گیا اور اس کا فوت ہونا اس کے داماد اور تمام عزیزوں کے لئے سخت ہم و غم کا موجب ہوا چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آئے جیسا کہ ہم نے اشتہار ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں جو غلطی سے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء لکھا گیا ہے مفصل ذکر کر دیا ہے۔ پس اس دوسرے حصہ یعنی احمد بیگ کے داماد کی وفات کے بارے میں سنت اللہ کے موافق تاخیر ڈالی گئی ٭ جیسا کہ ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ انذار اور تخویف کی پیشگوئیوں میں یہی سنت اللہ ہے کیونکہ خدا کریم ہے اور وعید

٭ نوٹ۔ احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی خط پر خط بھیجے گئے ان سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیج کر سمجھایا گیا کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیشگوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔ اور شیخ بٹالوی کا یہ کہنا کہ نکاح کے بعد طلاق کے لئے ان کو فہمائش کی گئی تھی یہ سراسر افترا ہے۔ بلکہ ابھی تو ان کا ناطہ بھی نہیں ہو چکا تھا جبکہ ان کو حقیقت سے اطلاع دی گئی تھی۔ اور اشتہار تو کئی برس پہلے شائع ہو چکے تھے۔ منہ ٭

مجھے یہ الہام ملنے کی وجہ سے قانوناً و انصافاً و عرفاً حق طلب ثبوت حاصل ہے اور کیا اس میں کچھ شبہ ہے کہ اس بات کا بار ثبوت ان کے ذمہ ہے کہ وہ کیوں پندرہ مہینہ تک ڈرتے رہے۔ اور میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ڈرنے کی ثابت شدہ وجوہات میرے الہام کی صریح مؤید ہیں کیونکہ پیشگوئی کی شوکت اور قوت میرے پُر زور الفاظ سے اُن کے دل میں جم چکی تھی اور پیشگوئی کی صداقت کا نمونہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی جس کی سچائی اُن پر بخوبی کھُل چکی تھی لیکن تلواروں سے قتل کئے جانے کا کوئی نمونہ ان کی نظر کے سامنے نہ تھا سو آتھم صاحب پر واجب تھا کہ اس الزام کو قسم کھانے سے اپنے سر پر سے اُٹھا لیتے لیکن عیسائیت کی قدیم بدزبانی نے ان کو اس طرف آنے کی اجازت نہیں دی بلکہ یہ جھوٹا بہانہ پیش کر دیا کہ قسم کھانا ہمارے مذہب میں منع ہے گویا ایسی تسلی بخش شہادت جو قسم کے ذریعہ سے حاصل ہوتی اور خصومت کو قطع کرتی اور الزام سے

بقیہ حاشیہ۔ کی نازعی کو توبہ اور رجوع کو دیکھ کر کسی دوسرے وقت پر ڈال دینا کرم ہے اور چونکہ اس ازلی وعدہ کے رو سے یہ تاخیر خدائے کریم کی ایک سنت ٹھہر گئی ہے جو اس کی تمام پاک کتابوں میں موجود ہے اس لئے اس کا نام تخلف وعدہ نہیں بلکہ ایفائے وعدہ ہے کیونکہ سنت اللہ کا وعدہ اس سے پورا ہوتا ہے بلکہ تخلف وعدہ اس صورت میں ہوتا کہ جب سنت اللہ کا عظیم الشان وعدہ ٹال دیا جاتا مگر ایسا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس صورت میں خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے منہ

نوٹ۔ وہ فاسق جن کا قول ہے کہ خدا رحیم ہے اور خدا محبت ہے وہ بھی اس مقام میں سمجھ سکتے ہیں کہ ایک انسان اگر ایک وقت میں نہایت سرکشی اور ظلم اور بے ایمانی اور بیباکی کی حالت میں ہو۔ اور دوسرے وقت میں وہی انسان نہایت خوف اور تضرع اور رجوع کی حالت میں ہو تو ان دونوں مختلف حالتوں کا ایک ہی نتیجہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ وہ حکم سزا کی پیشگوئی جو سرکشی اور بیباکی کی حالت میں ہوئی تھی وہ اطاعت اور خوف کی حالت میں قائم رہے اور اطاعت اور خوف کی حالت کے موافق کوئی پُر رحم امر صادر نہ ہو۔ منہ ●

بدی کو تی اور امن اور آرام کا موجب ہوتی اور جو حق کے ظاہر کرنے کا انتہائی ذریعہ اور مجازی حکومتوں کے سلسلہ میں آسمانی عدالت کا رعب یاد دلاتی ہے اور جھوٹے کا مُنہ بند کرتی ہے وہ انجیلی تعلیم کے رو سے حرام ہے جس سے عیسائی عدالتوں کو پرہیز کرنا چاہیئے لیکن ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ بالکل حضرت عیسیٰؑ پر بہتان ہے* حضرت عیسیٰ خوب جانتے تھے کہ قسم کھانا شہادت کی رُوح ہے اور جو شہادت بغیر قسم ہے وہ مدعیانہ بیان ہے نہ شہادت پھر وہ ایسی ضروری قسموں کو جن پر نظام تحقیقات کا ایک بھاری مدار ہے کیونکر بند کر سکتے تھے الٰہی قانون قدرت اور انسانی صحیفہ فطرت اور انسانی کانشنس خود گواہی دے رہا ہے کہ خصومتوں کے قطع کے لئے انتہائی حد قسم ہی ہے اور یک راست باز انسان جب کسی الزام اور شبہ کے نیچے آجاتا ہے اور کوئی انسانی گواہی قابل اطمینان پیش نہیں کر سکتا تو بالطبع وہ خدا تعالےٰ کی گواہی سے اپنی راستبازی کی بنیاد پر مدد لیتا ہے اور خدا تعالےٰ کی گواہی یہی ہے کہ وہ ذات عالم الغیب کی قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کرے اور جھوٹا ہونے کی حالت میں خدا تعالےٰ کی لعنت اپنے پر وارد کرے۔ یہی طریق آخری فیصلہ کا نبیوں کے نوشتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر آتھم صاحب کہتے ہیں کہ قسم کھانا ممنوع اور ایمانداری کے برخلاف ہے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ عذر ان کا بھی صحیح ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر صحیح ہے تو پھر وہ فی الحقیقت قسم کھانے سے معذور ہیں۔ لیکن اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ عیسائیوں کے ہر ایک مرتبہ کے آدمی کیا مذہبی اور کیا دنیوی جب کسی شہادت کے لئے بلائے جائیں تو قسم کھاتے اور انجیل اٹھاتے ہیں اور ایک بڑے سے بڑا پادری کسی عدالت میں کسی شہادت کے ادا کرنے کے لئے

* حضرت عیسیٰ نے کسی گواہی اور گواہی کے لوازم کا دروازہ بند نہیں کرنا چاہا۔

* نوٹ۔ کوئی سچی اور حقانی تعلیم مجرموں کو پناہ نہیں دے سکتی۔ پس جبکہ آتھم صاحب نے اس امر کا اقرار کر لیا ہے کہ وہ کسی طرح سے چھپا نہیں سکتے یہ مجرمانہ عذر پیش کیا کہ یہ عاجز کئی دفعہ اقدام قتل کا مرتکب ہوا تھا اس لئے دل پر موت کا خوف غالب ہو گیا تو کیا انجیل آتھم صاحب کو اس مطالبہ سے بچا لیگی کہ کیوں انہوں نے بیجا الزام لگایا۔ پھر کیونکر انجیل ان کو ایسی قسم سے روک سکتی ہے جس سے ان کی بریت ہو۔ منہ

بلایا جائے تو کبھی یہ عذر نہیں کرنا کہ انجیل کی رُو سے قسم منع ہے بلکہ بطیب خاطر قسم کھاتا ہے
بلکہ انگریزی سلطنت کے کل معتبد عہدہ دار اور پارلیمنٹ کے ممبر یہانتک کہ گورنر جنرل سب
حلف اُٹھانے کے بعد اپنے عہدوں پر مامور ہوتے ہیں تو پھر کیا خیال کیا جائے کہ یہ تمام لوگ
تعلیم انجیل پر ایمان رکھنے سے بے بہرہ ہیں اور صرف ایک آتھم صاحب مرد مسیحی دنیا میں موجود
ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم پر ایسا ہی کامل ایمان ان کو نصیب ہے جیسا کہ پطرس حواری اور
پولس رسول کو نصیب تھا بلکہ اگر یہ بات فی الواقع سچ ہے کہ قسم کھانا انجیل کی رو سے منع
ہے تو پھر آتھم صاحب کا ایمان پطرس اور پولس رسول کے ایمان سے بھی کہیں آگے بڑھا
ہوا ہے کیونکہ آتھم صاحب کے نزدیک قسم کھانا بے ایمانی ہے۔ لیکن متی ۲۷ باب ۷۲ آیت
سے ثابت ہوتا ہے کہ پطرس حواری بہشتی کنجیاں والے نے بھی اس بے ایمانی سے خوف
نہیں کیا اور بغیر اس کے کہ کوئی قسم کھانے پر اصرار کرے۔ آپ ہی قسم کھالی۔ لیکن اگر آتھم
صاحب کہیں کہ پطرس راستباز آدمی نہیں تھا کیونکہ حضرت مسیح نے اس کو شیطان کا لقب بھی
دیا ہے مگر میں راستباز ہوں اور پطرس سے بہتر اس لئے قسم کھانا بے ایمانی سمجھتا ہوں تو اُن
کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کے پولس رسول نے بھی جو بقول عیسائیاں حضرت
موسیٰ سے بھی بڑھ کر ہے قسم کھائی ہے۔ اگر اس کو بھی آپ ایمان سے جواب دیں تو خیر آپ کی
مرضی۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ قسم کھانے کا ثبوت کیا ہے تو قرنتیان ۱۵ باب ۳۱ آیت دیکھ لیں
جس میں پولس صاحب فرماتے ہیں۔ مجھے تمہارے اس فخر کی جو ہمارے خداوند مسیح یسوع
سے ہے قسم کہ میں ہر روز مرتا ہوں۔ اس جگہ ناظرین خوب غور سے سوچیں کہ جس حالت میں
پطرس اور پولس رسول قسم کھائیں اور آتھم صاحب قسم کھانا بے ایمانی قرار دیں یعنی شرعی
ممنوعات کی مد میں رکھیں جس کا ارتکاب بلاشبہ بے ایمانی ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں
نکلتا کہ حسب قول آتھم صاحب مسیح کے تمام حواری اور پولس رسول سب ممنوعات انجیل کے
مرتکب اور ایمانی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے کیونکہ بعضوں نے ان میں سے قسمیں کھائیں

اور بعض اس طرح پر بے ایمانی کے کاموں میں شریک ہوئے کہ قسم کھانے والوں سے جُدا نہ ہوئے اور نہ امر معروف اور نہی منکر کیا لیکن آجتک بجز آتھم صاحب کے کسی عیسائی نے اس اعتقاد کو شائع نہیں کیا کہ حضرت مسیح کے تمام حواری یہانتک کہ پولس رسول بھی ایمانی دولت سے تہیدست اور بے نصیب اور ممنوعات انجیل میں مبتلا تھے صرف اٹھارہ سو برس کے بعد آتھم صاحب کو یہ ایمان دیا گیا۔ تعجب کہ اس قوم کے جھوٹ اور بددیانتی کی کہانتک نوبت پہنچ گئی کہ اپنے نفس کے بچاؤ کے لئے اپنے بزرگوں کو بھی دولت ایمان سے بے نصیب قرار دیتے ہیں۔ اگر آتھم صاحب جان بچانے کے لئے صرف یہ بہانہ کرتے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میں سال تک مَر نہ جاؤں تو اس صورت میں لوگوں کو فقط اتنا ہی خیال ہوتا کہ اس شخص کا ایمان مسیح کی طاقت اور قدرت پر ضعیف ہے اور درحقیقت اپنے دل میں اس کو قادر نہیں سمجھتا۔ لیکن آتھم صاحب کا یہ ممانعت قسم کا بہانہ اُن کی بددیانتی اور ردّی حالت کی کُھلے طور پر قلعی کھولتا ہے۔ کیونکہ اس بہانہ کو کوئی بھی باور نہیں کرسکتا کہ مسیح کے تمام حواری اور پولس رسول ممنوعاتِ انجیل میں گرفتار ہو کر ایمانی دولت سے بے نصیب رہے اور یہ ایمان آتھم صاحب کے ہی حصہ میں آیا اور پھر مجھے یہ دعویٰ بھی سراسر جھوٹ معلوم ہوتا ہے کہ آتھم صاحب نے اب تک کسی عدالت میں قسم نہیں کھائی اور تمام حکام اس بات پر راضی رہے کہ آتھم صاحب کسی شہادت کے ادا کرنے کے وقت بغیر قسم اظہار لکھوا دیا کریں اور نہ میں باور کرسکتا ہوں کہ اگر آتھم صاحب اب بھی کسی شہادت کے لئے بُلائے جائیں تو یہ عذر پیش کریں کہ چونکہ میں پارلیمنٹ کے ممبروں اور تمام متعہد عیسائی ملازموں حتیٰ کہ گورنر جنرل سے بھی زیادہ ایماندار ہوں اس لئے ہرگز قسم نہیں کھاؤں گا۔ آتھم صاحب خوب جانتے ہیں کہ بائبل میں نبیوں کی قسمیں بھی مذکور ہیں۔ خود مسیح قسم کا پابند ہوا۔ دیکھو متی ۲۷ باب ۶۳ آیت۔ خدا نے قسم کھائی دیکھو اعمال ۷ باب ۹ آیت ۱۷۔ اور خدا کا قسم کھانا بموجب عقیدہ عیسائیوں کے مسیح کا قسم

کھاتا ہے کیونکہ بقول اُن کے دونوں ایک ہیں۔ اور جو شخص مسیح کے نمونہ پر اپنی عادات اور اخلاق نہیں رکھتا وہ مسیحیوں سے نہیں ہے۔ اور یرمیا کی تعلیم کی رُو سے قسم کھانا عبادت میں داخل ہے۔ دیکھو یرمیا باب ۴ آیت ۲۔ اور زبُور میں لکھا ہے کہ جو جھوٹا ہے وہی قسم نہیں کھاتا دیکھو زبور ۶۳ آیت ۱۱۔ سو آتھم صاحب کے جھوٹا ہونے پر داؤد نبی حضرت عیسٰی کے دادا صاحب بھی گواہی دیتے ہیں۔ فرشتے بھی قسم کھاتے ہیں۔ دیکھو مکاشفات ۱۰/۶ پھر عبرانیوں کے چھٹے باب ۱۶ آیت میں مسیحیوں کا معلّم کہتا ہے کہ ہر ایک قضیہ کی حد قسم ہے یعنی ہر ایک جھگڑا آخر قسم پر فیصلہ پاتا ہے۔ توریت میں خدا نے برکت دینے کے لئے قسم کھائی دیکھو پیدائش ۲۲/۱۶ اور پھر اپنی حیات کی قسم کھائی۔ غرض کہاں تک لکھیں اور مضمون کو طول دیں۔ بائبل میں خدا کی قسمیں فرشتوں کی قسمیں نبیوں کی قسمیں موجود ہیں اور انجیل میں مسیح کی قسم پطرس کی قسم پولس کی قسم پائی جاتی ہے۔ اسی بہت سے عیسائیوں کے علماء نے جواز قسم پر فتویٰ دیا ہے۔ دیکھو تفسیر انجیل مؤلفہ پادری کلارک اور پادری عماد الدین مطبوعہ ۱۸۷۵ء۔ اور مسیح نے خدا تعالےٰ کی سچی قسم سے کسی جگہ منع نہیں کیا۔ بلکہ اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی آسمان کی قسم کھاوے یا زمین کی یا یروشلم کی یا اپنے سر کی۔ اور جو شخص ایسا سمجھے کہ خدا تعالےٰ کی سچی قسم کسی گواہی کے وقت کھانا منع ہے وہ سخت احمق ہے اور مسیح کے منشاء کو ہرگز نہیں سمجھا۔ اگر مسیح کا منشاء خدا تعالےٰ کی قسم کی مخالفت ہوتی تو وہ اپنی تفصیلی عبارت میں ضرور اس کا ذکر کرتا۔ لیکن اس نے متی ۵ باب ۳۳ آیت میں "کیونکہ" کے لفظ سے صرف یہ سمجھانا چاہا کہ تم آسمان اور زمین اور یروشلم اور اپنے نفس کی قسم مت کھاؤ۔ خدا تعالےٰ کی قسم کا اس میں ذکر بھی نہیں اور موسیٰ کی تعلیم پر اس میں یہ تصریح زیادہ ہے کہ صرف جھوٹی قسم کھانا حرام نہیں بلکہ اگر غیر اللہ کی قسم ہو تو اگرچہ سچی ہو وہ بھی حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تعلیم کے بعد حضرت مسیح کے حواری قسم کھانے سے باز نہیں آئے اور

* فوٹ۔ وہ بولا خداوند کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں۔ سلاطین ۵/۱۶ ٭

ظاہر ہے کہ حواری انجیل کا مطلب آتھم صاحب سے بہتر سمجھتے تھے اور ابتداء سے آج تک جواز قسم پر مسیحوں کے اکثر فرقوں میں اتفاق چلا آیا ہے۔

پھر اب سوچنا چاہیئے کہ جبکہ پطرس نے قسم کھائی۔ پولس نے قسم کھائی۔ مسیحیوں کے خدا نے قسم کھائی۔ فرشتوں نے قسم کھائی۔ نبیوں نے قسمیں کھائیں اور تمام پادری ذرہ ذرہ مقدمہ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے ممبر قسم کھاتے ہیں۔ ہریک گورنر جنرل قسم کھا کر آتا ہے تو پھر آتھم صاحب ایسے ضروری وقت میں کیوں قسم نہیں کھاتے حالانکہ وہ خود اپنے اس اقرار سے کہ میں پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتا رہا ہوں ایسے الزام کے نیچے آگئے ہیں کہ وہ الزام بجز قسم کھانے کے کسی طرح ان کے سر پر سے اٹھ نہیں سکتا کیونکہ ڈرنا جو رجوع کی ایک قسم ہے ان کے اقرار سے ثابت ہوا۔ پھر بعد اس کے وہ ثابت نہ کر سکے کہ وہ صرف قتل کئے جانے سے ڈرتے تھے نہ انہوں نے حملہ کرتے ہوئے کسی قاتل کو پکڑا نہ انہوں نے یہ ثبوت دیا کہ ان سے پہلے کبھی اس عاجز نے چند آدمیوں کا خون کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان کے دل میں بھی دھڑکا بیٹھ گیا کہ اسی طرح میں بھی مارا جاؤں گا بلکہ اگر کوئی نمونہ ان کی نظر کے سامنے تھا تو بس یہی کہ ایک پیشگوئی موت کی یعنی مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کی موت ان کے سامنے ظہور میں آئی تھی۔ لہٰذا جیسا کہ الہام الٰہی نے بتلایا ضرور وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرے اور یہ بات روئداد موجودہ سے بالکل برخلاف ہے کہ وہ پیشگوئی کی صداقت تجربہ شدہ سے نہیں ڈرے بلکہ ہمارا خونی ہونا جو ایک تجربہ کی رو سے ایک تحقیقی امر تھا اس سے ڈر گئے ہیں اس الزام سے وہ بجز اس کے کیونکر بری ہو سکتے ہیں کہ بحیثیت ایک شاہد کے قسم کھائیں اور بموجب قول پولس رسول کے جو ہریک مقدمہ کی حد قسم ہے اس مشتبہ امر کا فیصلہ کر لیں لیکن یہ نہایت درجہ کی مکاری اور بددیانتی ہے کہ قسم کی طرف تو رجوع نہ کریں اور یونہی حق پوشی

---

* نوٹ۔ اسلامی پیشگوئی کی عظمت سے ڈرنا بموجب تصریح قرآن کریم اور بائبل کے رجوع میں داخل ہے اور بیرحمانہ عذاب میں تاخیر ڈالتا ہے۔ اس پر قرآن اور بائبل دونوں کا اتفاق ہے۔ منہ

کے طور پر جا بجا خط بھیجیں اور اخباروں میں چھپوائیں کہ میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔

اے صاحب! آپ کیوں خلق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ آپ کی ان مدعیانہ تقریروں کو وہی لوگ قبول کریں گے جن کا شیطانی مادہ پہلے سے یہی چاہتا ہے کہ حق ظاہر نہ ہو ورنہ ہر یک منصف عقلمند جانتا ہے کہ آپ کا بیان صرف بحیثیت شاہد معتبر ہو سکتا ہے نہ ان فضول باتوں سے جو آپ شائع کر رہے ہیں۔ دنیا میں عیسائی مذہب جھوٹ بولنے میں اول درجہ پر ہے جنہوں نے خدا کی کتابوں میں بھی بے ایمانی کرنے سے فرق نہیں کیا اور صدہا جعلی کتابیں بنا لیں۔ پس کیا ایک بھلا مانس ان کے مدعیانہ بیان کو قبول کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اگر ایک شخص راستباز بھی ہو تو وہ ایک فریق مقدمہ ہو کر اس بات کا ہرگز مستحق نہیں کہ اس کا بیان جو بحیثیت مدعی یا مدعا علیہ ہے اس طور سے قبول کیا جائے جیسا کہ گواہوں کے بیانات قبول کئے جاتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو عدالتوں کو گواہوں کی کچھ بھی ضرورت نہ ہوتی۔ قانون شہادت میں ایک انگریز نے یہ بات خوب لکھی ہے کہ اگر فلاں تاجر جو کروڑہا روپیہ کی مالی قوت رکھتا ہے اور صدہا روپیہ روز صدقہ کے طور پر دیتا ہے اگر کسی پر ایک پیسہ کا دعویٰ کرے تو گو وہ کیسا ہی متمول اور مخیر اور سخی سمجھا گیا ہے مگر بغیر کامل شہادت کے ڈگری نہیں ہو سکتی

تو اب بتلاؤ کہ آتھم صاحب کا یکطرفہ بیان جو صرف دعویٰ کے طور پر اغراض نفسانیہ سے بھرا ہوا اور روئداد موجودہ کے مخالف ہے کیونکر قبول کیا جائے اور کونسی عدالت اس پر اعتماد کر سکتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ صرف ہمارے الہام پر مدار نہیں رہا بلکہ آتھم صاحب

نوٹ۔ ایک صاحب پشاور سے لکھتے ہیں کہ اگر عذاب کی پیشگوئی رجوع بدل کرنے سے ٹل جاتی ہے تو وہ ہرگز معیار صداقت نہیں ٹھہر سکتی اور اس پر تحدی نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے کہ عند اللہ انکار قسم بھی جب منکر پر قسم انصافاً واجب ہو ایک معیار صداقت ہے جس کو کتاب اللہ نے منکر پر حد شرعی جاری کرنے کے لئے معتبر سمجھا ہے۔ پھر جس شخص نے چار ہزار روپیہ تک اتمام حجت کی رقم لے کر قسم

نے خود موت کے خوف کا اقرار اخباروں میں چھپوا دیا اور جا بجا خطوط میں اقرار کیا۔ اب یہ بوجھ
آتھم صاحب کی گردن پر ہے کہ اپنے اقرار کو بے ثبوت نہ چھوڑیں بلکہ قسم کے طریق سے جو ایک
سہل طریق ہے اور جو ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے ہمیں مطمئن کر دیں کہ وہ پیشگوئی کی عظمت
سے نہیں ڈرے بلکہ وہ فی الحقیقت ہمیں ایک خونی انسان یقین کرتے اور ہماری تلواروں کی
چمک دیکھتے تھے اور ہم انہیں کچھ بھی تکلیف نہیں دیتے بلکہ اس قسم پر چار ہزار روپیہ بشرائط
اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء ان کی نذر کریں گے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ
ان کا یہ عذر کہ مسیحیوں کو قسم کھانے کی ممانعت ہے سخت ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے

بقیہ حاشیہ۔ کھانے کیلئے جرأت نہ کی تو کیا اس نے اپنے افعال سے ثابت نہ کر دیا کہ ضرور اس نے
رجوع بحق کیا تھا۔ اور جس قانونی مطالبہ سے یعنی قسم سے ملزم نے سخت گریز کی تو کیا وہ معیار صداقت
نہیں اور کیا وہ ابتک ایسا رجوع رہا جس پر کوئی بھی دلیل نہیں۔ اور یہ کہنا کہ ابتک وہ انکار کئے جاتا
ہے کیسی بدفہمی ہے۔ اگر وہ حقیقی طور پر منکر ہوتا تو پھر ایسی قسم کے کھانے سے جس کا کھانا اس پر انصافاً واجب
تھا کیوں گریز کرتا۔ پس اس کا قسم نہ کھانا یہی اقرار ہے جس کو عقل سلیم سمجھتی ہے اور یہ کہنا کہ اس کی کوئی نظیر
نہیں۔ یہ دوسری نافہمی ہے۔ مماثلت کی نظیریں بتلا دی گئی ہیں۔ غور سے پڑھو۔ اور یہ کہنا کہ ایک جوتشی بھی
ایسی پیشگوئی موت کی کرکے آخر عدم وقوع کے وقت یہ عذر پیش کر سکتا ہے کہ وہی رجوع کے باعث
عذاب ٹل گیا ہے۔ یہ بھی انصاف اور تدبر سے بعید ہے۔ بلکہ حق اور ایمان کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی
اور شخص بھی ایسی ہی پیشگوئی کرے اور یہی تمام واقعات ہوں تو قانون انصاف سے بعید ہوگا کہ ایسے
شخص کو ہم کاذب کہیں جس کا صدق ملزم کے گریز سے ظاہر ہو رہا ہو بلکہ جھوٹا وہی کہلائے گا جو اس مطالبہ
سے گریز کرے جو انصافاً اس پر عاید ہوتا ہے یعنی قسم نہ کھاوے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو صرف یہاں
تک تو محدود نہیں رکھا اور اس کے کاموں میں عمیق حکمتیں اور مصالح ہیں اور انجام نمایاں فتح ہے پس اُن پر
افسوس جو جلد بازی سے اپنے ایمان اور عاقبت کو برباد کر رہے ہیں اور جس قدر ایک کسان مولی گاجر کا بیج
بو کر ایک وقت تک مُولیوں گاجروں کی انتظار کرتا ہے ان لوگوں میں اتنا بھی صبر نہیں۔ منہ

کیا پطرس اور پولس اور بہت سے عیسائی راستباز جو اوّل زمانہ میں گذر چکے مسیحی نہیں تھے۔ یا وہ بے ایمان تھے کیا آتھم صاحب اس گورنمنٹ میں کسی ایک معزز عیسائی کا حوالہ دے سکتے ہیں جس نے شہادت کے لئے حاضر ہو کر قسم کھانے سے انکار کیا ہو۔ اب مناسب ہے کہ اگر آتھم صاحب کو بہرحال حیلہ سازی ہی پسند ہے اور کسی طرح قسم کھانا نہیں چاہتے تو اس عذر بیہودہ کو اب چھوڑ دیں کہ قسم کھانا ممنوع ہے کیونکہ پورے طور پر ہم نے اس کی تسلی کر دی ہے بلکہ چاہیئے کہ اپنے دجالوں کے مشورہ سے جان بچانے کے لئے کوئی نیا عذر پیش کریں اور تمام عیسائی یاد رکھیں کہ آتھم صاحب کبھی قسم نہیں کھائیں گے بلکہ اس عذر کو چھوڑ کر کوئی اور دجالی عذر نکالیں گے کیونکہ ہماری نسبت وہ اپنے دل میں جانتے ہیں کہ ہم سچے اور ہمارا الہام سچا ہے۔ لیکن کوئی عذر پیش نہیں جائے گا جب تک میدان میں آکر ہمارے روبرو قسم نہ اٹھا دیں۔ یقیناً آتھم صاحب تمام پادریوں اور تمام عیسائیوں کے منہ پر سیاہی مل رہے ہیں جو قسم نہیں کھاتے۔

ایک عیسائی صاحب لکھتے ہیں کہ روپیہ دینا صرف لاف و گزاف ہے یعنی آتھم صاحب قسم تو کھا لیں مگر ان کو یہ دھڑکہ ہے کہ روپیہ نہیں ملے گا۔ سو یاد رہے کہ یہ بالکل فضول گوئی اور ڈوموں کی طرح صرف رندانہ کلام ہے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم قسم کھانے سے پہلے باضابطہ تمسک لے کر حسب شرائط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء کل روپیہ آتھم صاحب کے ضامنوں کے حوالہ کر دیں گے اور ہمیں منظور ہے کہ آتھم صاحب کے دو داماد ہیں جو معزز عہدوں پر ہیں ضامن ہو جائیں۔ اگر ہم تکمیل تمسک کے بعد ایک طرفۃ العین کی بھی روپیہ دینے میں توقف کریں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ٹھہریں گے اور ضامنوں کو اختیار ہوگا کہ ہمیں آتھم صاحب کی دہلیز میں پیر نہ رکھنے دیں جب تک بعد تکمیل تمسک روپیہ وصول نہ کر لیں۔ اور ایسا انتظام ہوگا کہ دس معزز گواہ یکجا جمع ہوں اور ان کی وساطت سے روپیہ دیا جائے گا اور تمسک لیا جائے گا اور ان دس

* نوٹ۔ یہ چار ہزار روپیہ آتھم صاحب کی درخواست آنے کے بعد پانچ ہفتہ میں ان کے پاس حاضر کیا جائیگا۔ منہ

گواہوں کی اس تمسک پر شہادت ہوگی اور وہ تمسک چند اخباروں میں چھپوا دیا جائے گا۔ اور اس تمسک میں ضامنوں کی طرف سے یہ اقرار ہوگا کہ اگر تاریخ تمسک سے ایک سال تک پیشگوئی پوری نہ ہوئی اور آتھم صاحب صحیح و سالم رہے تو یہ کل روپیہ آتھم صاحب کی ملکیت ہو جائے گا ورنہ ضامن کل روپیہ بلا توقف واپس کریں گے۔

اب آخر میں ہم پھر آتھم صاحب کو حضرت عیسیٰ مسیح کی عزت کو بطور سفارشی پیش کر کے اس زندہ خدا کی قسم دیتے ہیں جو جھوٹوں اور سچوں کو خوب جانتا ہے کہ اس طریق تصفیہ کو ہرگز رد نہ کریں۔ وہ تو بقول خود ہمارا جھوٹا ہونا اور ہمارے الہام کا باطل ہونا اور مسیح کا معینؑ و مددگار ہونا تجربہ کر چکے۔ اب کیوں بعد تجربہ کے مرے جاتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ میری عمر قریب ۶۴ یا ۶۸ برس کی ہے۔ اے صاحب بموجب قول ساٹھا پاٹھا کے آپ تو ابھی نیچے ہیں کونسی بڑی عمر ہو گئی ہے۔ ماسوا اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا زندہ رکھنا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں۔ یہ کیسی بے ایمان قوم ہے جو اپنے تئیں سچا سمجھ کر پھر بھی خدا تعالےٰ پر توکل نہیں کر سکتی دیکھو میری عمر بھی تو قریب ساٹھ برس کے ہے اور ہم اور آتھم صاحب ایک ہی قانون قدرت کے نیچے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے مقابلہ کے وقت ضرور مجھے زندہ رکھے گا۔ کیونکہ ہمارا خدا قادر اور حی و قیوم ہے۔ مریم عاجزہ کے بیٹے کی طرح نہیں۔ اور ہم اس اشتہار کے بعد پھر ایک ہفتہ تک انتظار کریں گے۔

اے ہماری قوم کے اندھو نیم عیسائیو کیا تم نے نہیں سمجھا کہ کس کی فتح ہوئی۔ کیا حق بجانب آدمی کی وہ نشانیاں ہیں جو آتھم صاحب ظاہر کر رہے ہیں۔ یا یہ نشانیاں جو اُن پُر ہیبت اور متواتر اشتہارات سے روشن ہو رہی ہیں۔ کیا یہ استقامت کسی جھوٹے میں آسکتی ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ اس کے ساتھ نہ ہو۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ سب سچ مگر نشان کونسا ظاہر ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کے قوی اثر نشان کے طور پر ضرور فریق مخالف پر پڑے اور جیسا کہ شکست خوردہ لوگوں کا حال ہوتا ہے یہی ہوا

حال اس جنگ مقدس میں ان کو پیش آیا اور چاروں صورتیں ذلت اور تباہی کی ان کو پیش آگئیں اور ہنوز بس نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں بس نہیں کروں گا جب تک اپنے قوی ہاتھ کو نہ دکھلاؤں اور شکست خوردہ گروہ کی سب پر ذلت ظاہر نہ کروں۔ ہاں اس نے اپنی اس عادت اور سنت کے موافق جو اس کی پاک کتابوں میں مندرج ہے آتھم صاحب کی نسبت تاخیر ڈال دی کیونکہ مجرموں کے لئے خدا کی کتابوں میں یہ ازلی وعدہ ہے جس کا تخلف روا نہیں کہ خوفناک ہونے کی حالت میں ان کو کسی قدر مہلت دی جاتی ہے اور پھر اصرار کے بعد پکڑے جاتے ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی پاک کتابوں کے وعدہ کا لحاظ رکھتا کیونکہ اس پر تخلف وعدہ جائز نہیں۔ لیکن جو الہامی عبارات میں تاریخیں مقرر ہیں وہ کبھی ان سنت اللہ کے وعدوں سے جو قرآن میں درج ہیں برخلاف واقع نہیں ہوسکتیں کیونکہ کوئی الہام وحی الٰہی کی قرار دادہ شرائط سے باہر نہیں ہو سکتا۔ اب اگر آتھم صاحب قسم کھا لیں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفاء کر کے دنیا کو دھوکہ دینا چاہا۔ لیکن ہم اس موخر الذکر شق کی نسبت ابھی صرف اتنا کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نشان کو ایک عجیب طور پر دکھلانا ارادہ کیا ہے۔ جس سے دنیا کی آنکھ کھلے اور تاریکی دُور ہو اور وہ دن نزدیک ہیں دُور نہیں مگر اس وقت اور گھڑی کا علم جب دیا جائے گا تب اس کو شائع کر دیا جائے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

شیخ محمد حسین بٹالوی

ہم کو ایک مخلص کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بٹالوی صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق اور نیز اشتہار ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے متعلق جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت شائع

کیا گیا تھا۔ چند اعتراض کئے ہیں جن کا جواب معہ تصریح اعتراض ذیل میں لکھتا ہوں۔

قولہ۔ بیچارہ عبداللہ آتھم عیسائی ان کے مذہب میں قسم کھانا منع ہے۔ لالچ کن منع ہے۔

الجواب۔ اگر قسم کھانا منع ہے تو پطرس نے کیوں قسم کھائی۔ پولس نے کیوں قسم کھائی۔ خود مسیح نے کیوں قسم کی پابندی کی۔ انگریزی عدالتوں نے کیوں عیسائیوں کے لئے قسم مقرر کی بلکہ قانون کے رو سے دوسروں کے لئے اقرار صالح اور عیسائیوں کے لئے حلف ہے تحریف اور تلبیس یہود اور نصاریٰ کے عادات میں سے ہے لیکن نہ معلوم کہ ان مولویوں نے کیوں یہ عادات اختیار کر لئے۔ سو اے اسلام کے دشمنو! ان خیانتوں سے باز آجاؤ کیا یہودیوں کا انجام اچھا ہوا کہ تا تمہارا بھی نیک انجام ہو۔ اور لالچ وہ حرص ہے جو دیانت اور دین کے برخلاف ہو۔ پس جبکہ ہم انعام کے طور پر خود روپیہ پیش کرتے ہیں اور آتھم صاحب اپنی نفسانی خواہش سے نہیں مانگتے بلکہ ہم خود دیتے ہیں اور قسم کھانا اُن کے مذہب میں نہ صرف جائز بلکہ لکھا ہے کہ جو قسم نہ کھاوے وہ جھوٹا ہے تو ایسے روپیہ کا لینا جو بغیر میل نفس کے ہے لالچ میں کیونکر داخل ہوا۔

قولہ۔ یہ قرآن میں نہیں کہ عذاب کا وعدہ آیا اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا۔

الجواب۔ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو تو وقت نزول عذاب ٹل جاتا ہے۔ بائبل میں ایک بنی اسرائیل کے بادشاہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس کی نسبت صاف طور پر وحی وارد ہو چکی تھی کہ پندرہ دن تک اُس کی زندگی ہو پھر فوت ہو جائے گا لیکن اس کی دُعا اور تضرع سے خدا تعالیٰ نے وہ پندرہ دن کا وعدہ پندرہ سال کے ساتھ بدلا دیا اور موت میں تاخیر ڈال دی۔ یہ قصہ مفسرین نے بھی لکھا ہے

۱؎ نوٹ۔ اگر میاں محمد حسین بٹالوی آتھم صاحب کی وکالت کرکے یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے تو اُن پر واجب ہے کہ عیسائیوں کے مددگار بن کر اپنے اس ہذیان کا پورا پورا ثبوت دیں اور اس اشتہار کا رد لکھائیں ورنہ بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین۔

بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے بلکہ علاوہ وعید کے ٹلنے کے جو کہ ہوا میں داخل ہے اکابر صوفیہ کا مذہب ہے جو کبھی وعدہ بھی ٹل جاتا ہے اور اس کا ٹلنا موجب ترقی درجات اہل کمال ہوتا ہے۔ دیکھو فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ صاحب اور فتوح الغیب سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہما۔ اور وقتوں اور میعادوں کا ٹلنا تو ایک ایسی سنت اللہ ہے جو مخفی نہیں۔ ان بزرگوں نے جو عدم ایفاء وعدہ خدا تعالےٰ پر جائز رکھا ہے تو اس سے یہی مراد ہے کہ جائز ہے کہ جس بات کو انسان نے اپنے ناقص علم کے ساتھ وعدہ سمجھ لیا ہے وہ علم کے بارے میں وعدہ نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ایسے مخفی شرائط ہوں جن کا عدم تحقق عدم تحقق وعدہ کے لئے ضروری ہو اور علامہ محقق سید علی بن سلیمان مغربی نے اپنی کتاب وشی الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج کے صفحہ ۱۲۹ میں تحت حدیث یخشی ان تکون الساعۃ لکھا ہے۔ فانہ صلے اللہ علیہ وسلم لکمال معرفتہ بربہ لایری وجوب شیء علیہ تعالیٰ لکون الساعۃ لا تقوم الا بعد تلک المقدمات اے خروج الدجال وغیرہ وان وعد بہ۔ یعنی آنحضرت صلعم اپنے کمال معرفت کی وجہ سے قبل از قیامت ان علامات کا ظاہر ہونا ضروری نہیں سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ پر یہ حق واجب نہیں خیال کرتے تھے کہ اس کے وعدہ کے موافق دجال اور دابۃ الارض اور مہدی موعود وغیرہ علامات موعودہ پوری ہوں پھر قیامت آوے بلکہ وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ ممکن ہے کہ قیامت آجائے اور ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو اور کسی قدر اسی کے موافق مواہب لدنیہ کی شرح میں لکھا ہے جو امام علامہ محمد بن عبد الباقی کی طرف سے ہے اور جواز نسخ اخبار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۹ شرح مذکور۔ لیکن میرے نزدیک ان بزرگوں کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وعدہ کو فی الحقیقت وعدہ سمجھ کر پھر جواز عدم ایفائے وعدہ کے قائل تھے کیونکہ تخلف وعدہ ایک نقص ہے جو خدا تعالیٰ پر جائز نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے ہوں گے کہ خروج دجال اور ظہور مہدی وغیرہ یہ سب مواعید تو برحق ہیں لیکن ممکن ہے کہ ان کے ظہور کے لئے شرائط ہوں جن کے عدم سے یہ بھی چیز عدم میں رہیں اور یا ممکن ہے کہ ایسے طور سے یہ وعدے ظہور میں آجائیں کہ ان پر اطلاع بھی نہ ہو کیونکہ سنت اللہ میں پیشگوئیوں کے ظہور

جس سے بجز ایک سخت جاہل کے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ کو نزول توریت کے لئے تیس رات کا وعدہ دیا تھا اور کوئی ساتھ شرط نہ تھی مگر وہ وعدہ قائم نہ رہا اور اس پر دس دن اور بڑھائے گئے جس سے بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کے فتنہ میں پڑے۔ پس جبکہ اس نص قطعی سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے وعدہ کی تاریخ کو بھی ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عند الرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر تاریخ عذاب کسی کے توبہ استغفار سے ٹل جائے تو اس کا نام تخلف وعدہ نہیں کیونکہ یہ تو ✠ بڑا وعدہ سنت اللہ ہے۔ پس جبکہ سنت اللہ پوری ہوئی تو وہ کیا جس کا نام تخلف وعدہ۔

بقیہ حاشیہ۔ کے لئے کوئی ایک طور اور طریق مقرر نہیں۔ کبھی ظاہر کا معنوں پر پوری ہوتی ہیں اور کبھی تاویلی طور پر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان آنحضرت صلعم کے اس طریق اقتدار سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس زمانہ کے علماء کس قدر اس تقویٰ کے طریق سے دُور جا پڑے ہیں۔ منہ

✠ حاشیہ۔ اگر بیچارہ شیخ بٹالوی کے دل کو دھڑکا پکڑتا ہو کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یخلف المیعاد اور تاریخ مقررہ کی کمی بیشی کرنا تخلف وعدہ کی ایک جزو ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو علم الٰہی میں بطور وعدہ قرار پا چکا ہے نہ وہ امر جو انسان اپنے خیال کے مطابق اس کو قطعی وعدہ خیال کرتا ہو۔ اسی وجہ سے المیعاد پر جو الف لام ہے وہ عہد ذہنی کی قسم میں سے ہے یعنی وہ امر جو ارادہ قدیمہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہے گو انسان کو اس کی تفاصیل پر علم ہو یا نہ ہو وہ غیر متبدل ہے۔ ورنہ ممکن ہے جو انسان جس بشارت کو وعدہ کی صورت میں سمجھتا ہے اس کے ساتھ کوئی ایسی شرط مخفی ہو جس کا عدم تحقق اس بشارت کی عدم تحقق کے لئے ضرور ہو کیونکہ شرائط کا ظاہر کرنا اللہ جلشانہ پر حق واجب نہیں ہے۔ چنانچہ اسی بحث کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بسط سے لکھا ہے اور مولوی عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی فتوح الغیب کی شرح میں اس میں بہت عمدہ بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بدر کی لڑائی میں تضرع اور دعا کرنا اسی خیال سے تھا کہ الٰہی مواعید اور بشارات میں احتمال شرط مخفی ہے۔ اور یہ اس لئے سنت اللہ ہے کہ تا اس کی خاص بندوں

قولہ۔ عذاب موت اگر استغفار سے ٹل جاتا ہے تو اس کی نظیر دو۔

الجواب۔ اے نادان اس کی نظیر قرآن آپ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشاکرین۔ فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق۔ الجزو ملا۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات کا حاصل مطلب یہی ہے کہ جب بعض گنہگاروں کی ہلاک کرنے کے لئے خدا تعالیٰ اپنے قہری ارادہ سے اُس دریا میں صورت طوفان پیدا کرتا ہے جس میں ان لوگوں کی کشتی ہو تو پھر اُن کی تضرع اور رجوع پر ان کو بچا لیتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ پھر وہ مفسدانہ حرکات میں مشغول ہوں گے۔ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو صرف خفیف خفیف چوٹیں لگیں مگر ہلاک نہ ہوں۔ اے شیخ ذرا شرم کرنا چاہیئے اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہیہ سے انکار کئے جاتے ہو۔

قولہ۔ یونس کا وعدہ بھی شرطیہ تھا۔

الجواب۔ فتح البیان اور ابن کثیر اور معالم کو دیکھو۔ یعنی سورۃ الانبیاء، سورہ یونس اور والصافات کی تفسیر پڑھو اور تفسیر کبیر صفحہ ۱۸۸ سے غور سے پڑھو تا معلوم ہو کہ ابتلا کی وجہ کیا تھی۔ یہی تو تھی کہ حضرت یونس قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے۔ اگر کوئی شرط منجانب اللہ ہوتی تو یہ ابتلا کیوں آتا چنانچہ صاحب تفسیر کبیر لکھتا ہے انھم لما لم یومنوا اوعدھم بالعذاب فلما کشف العذاب منھم بعد ما توعدھم خرج منھم مغاضباً۔ یعنی یونس نے

بقیہ حاشیہ۔ پر ہیبت اور عظمت الٰہی مستولی رہیں۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدوں میں بیشک تخلف نہیں وہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے علم میں ہیں پورے ہو جاتے ہیں۔ لیکن انسان ناقص العقل کبھی ان کو تخلف کی صورت میں سمجھ لیتا ہے کیونکہ بعض ایسی مخفی شرائط پر اطلاع نہیں پاتا جو پیشگوئی کو دوسرے رنگ میں لے آتے ہیں اور ہم لکھ چکے ہیں کہ الہامی پیشگوئیوں میں یہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ وہ ہمیشہ ان شرائط کے لحاظ سے پوری ہوتی ہیں جو سنت اللہ میں اور الٰہی کتاب میں مندرج ہو چکی ہیں گو وہ شرائط کسی ولی کے الہام میں ہوں یا نہ ہوں۔ منہ •

اس وقت عذاب کی خبر سنائی جبکہ اس قوم کے ایمان سے نومید ہو چکا۔ پس جبکہ عذاب اُن پر سے اُٹھایا گیا تو غضبناک ہو کر نکل گیا۔ پس ان تفسیروں سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اول یونسؑ نے اس قوم کے ایمان کے لئے بہت کوشش کی اور جبکہ کوشش بے سود معلوم ہوئی اور یاس کلی نظر آئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ کی وحی سے عذاب کا وعدہ دیا جو تین دن کے اندر نازل ہوگا۔ اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے اس کے سمجھنے میں نادان شیخ نے دھوکہ کھایا ہے اور نہیں سوچا کہ اس کے آگے صفحہ ۱۸۸ میں وہ عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوا ہے کہ عذاب موت کی پیشگوئی بلا شرط تھی اور یہی آخری قول قول مفسرین اور ابن مسعود اور حسن اور شعبی اور سعید بن جبیر اور وہب کا ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ جس حالت میں وعدہ کی تاریخ ٹلنا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جیسا کہ آیت و واعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ اس کی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخیں جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہیں جن کا ٹلنا اور ردّ بلا ہونا توبہ اور استغفار اور صدقات سے باتفاق جمیع انبیاء علیہم السلام ثابت ہے۔ پس ان تاریخوں کا ٹلنا بوجہ اولیٰ ثابت ہوا۔ اور اس سے انکار کرنا صرف سفیہ اور نادان کا کام ہے نہ کسی صاحب بصیرت کا۔

اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ میں لکھتے ہیں۔ ان ذنبہ یعنی ذنب یونسؑ کان لان اللہ تعالیٰ وعدہ انزال الاھلاک بقومہ الذین کذبوہ فظن انہ نازل لا محالۃ فلاجل ھذا الظن لم یصبر علیٰ دعائھم فکان الواجب علیہ ان یستمر علی الدعاء لجواز ان لایھلکھم اللہ بالعذاب۔ یعنی یونس کا یہ گناہ تھا کہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ملا تھا کہ اس کی قوم پر ہلاکت نازل ہوگی کیونکہ انہوں نے تکذیب کی۔ پس یونسؑ نے سمجھ لیا کہ یہ عذاب موت قطعی اور اٹل ہے اور ضرور نازل ہوگا۔ اسی ظن سے وہ دعا ہدایت پر صبر نہ کر سکا اور واجب تھا کہ دعا ہدایت کئے جاتا کیونکہ جائز تھا کہ خدا دعا ہدایت قبول کر لے اور ہلاک نہ کرے۔ اب لو شیخ جی کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ

یونس نبی کا وعدہ بھی کہ قطعی پیشگوئی تھی اور یہی اس کے ابتلا کا موجب ہوا کہ تاریخ موت ٹل گئی
مگر اس پر کوئی حجت نہیں آتی دیکھو امام سیوطی کی تفسیر درمنثور سورۂ انبیاء قال اخرج ابن
ابی حاتم عن ابن عباس قال لما دعا یونس علی قومه اوحی اللّٰہ الیه ان العذاب
یصبحهم فلما رأوه جاروا الی اللّٰہ وبکی النساء والولدان ورغت الابل و
فصلانها وخارت البقر وعجاجیلها ولغت الغنم وسخالها فرحمهم اللّٰہ و
صرف ذالك العذاب عنهم وغضب یونس وقال کذبت فهو قوله اذ
ذهب مغاضبا۔ یعنی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جبکہ یونسؑ نے
اپنی قوم پر بددعا کی سو خدا تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ صبح ہوتے ہی عذاب نازل
ہو جائے گا تب قوم نے عذاب کے آثار دیکھ کر خدا تعالیٰ کی طرف تضرع کیا اور عورتیں اور
بچے رونے لگے اور اونٹنیوں نے ان کے بچوں سمیت اور گایوں نے ان کے بچھڑوں سمیت اور
بکریوں نے ان کے بزغالوں سمیت خوف کھا کر شور مچایا پس خدا تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا اور
عذاب کو ٹال دیا اور یونسؑ غضبناک ہوا کہ مجھے تو عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا یہ قطعی وعدہ کیوں
خلاف واقعہ نکلا۔ پس یہی اس آیت کے معنے ہیں کہ یونسؑ غضبناک ہوا۔

اب دیکھو یہاں تک یونسؑ پر ابتلا آیا کہ کذبت اس کے مُنہ سے نکل گیا یعنی مجھ پر
کیوں ایسی وحی نازل ہوئی جس کی پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ اگر کوئی شرط اس وعدہ کے ساتھ ہوتی
تو یونس باوجودیکہ اس کو خبر پہنچ چکی تھی کہ قوم نے حق کی طرف رجوع کر لیا کیوں یہ بات مُنہ پر
لاتا کہ میری پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی۔ اور اگر کہو کہ یونسؑ کو ان کے ایمان اور رجوع کی خبر
نہیں پہنچی تھی اس لئے وہم ہوا تھا کہ باوجود کفر پر باقی رہنے کے عذاب سے بچ گئے اس لئے
اس نے کہا کہ میری پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی۔ سو اس کا دندان شکن جواب ذیل میں لکھتا ہوں
امام سیوطی نے زیر آیت وان یونس الخ لکھا ہے قال واخرج ابن جریر وابن ابی
حاتم عن ابن عباس قال بعث اللّٰہ یونس الی اهل قریة فردوا علیه فامتنعوا

منه فلمّا فعلوا ذالك اوحى الله اليه انى مرسل عليهم العذاب فى يوم كذا وكذا فخرج من بين اظهرهم فاعلم قومه الذى وعدهم الله من عذابه اياهم فلما كانت الليلة التى وعد العذاب فى صبيحتها فراه القوم فحذروا فخرجوا من القرية الى براز من ارضهم و فرقوا كل دابة و ولدها ثم عجوا الى الله وانابوا واستقالوا فاقالهم الله وانتظر يونس الخبر عن القرية واهلها حتى مر به مار فقال ما فعل اهل القرية قال فعلوا ان يخرجوا الى براز من الارض ثم فرقوا بين كل ذات ولد و ولدها ثم عجوا الى الله وانابوا فقبل منهم و اخر عنهم العذاب فقال يونس عند ذلك لا ارجع اليهم كذابا ومضى على وجهه یعنی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے یہ حدیث لکھی ہے کہ خدا نے یونس نبی کو ایک بستی کی طرف مبعوث کیا۔ پس انہوں نے اس کی دعوت کو نہ مانا اور رُک گئے سو جبکہ انہوں نے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ نے یونس کی طرف وحی بھیجی کہ میں فلاں دن میں ان پر عذاب نازل کروں گا۔ سو یونس نے اس قوم کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ فلاں تاریخ کو تم پہ عذاب نازل ہوگا اور ان میں سے نکل گیا۔ پس جبکہ وہ رات آئی جس کی صبح کو عذاب نازل ہونا تھا سو قوم نے عذاب کے آثار دیکھے سو وہ ڈر گئے اور اپنی بستی سے ایک وسیع میدان میں نکل آئے جو انہیں کی زمین کی حدود میں تھا اور ہر ایک جانور کو اس کے بچے سے علیحدہ کر دیا یعنی رحیم خدا کے رجوع دلانے کے لئے یہ حیلہ سازی کی جو شیر خوار بچوں کو خواہ وہ انسانوں کے بچے یا حیوانوں کے ان کی ماؤں سے علیحدہ پھینک دیا اور اس مفارقت سے ایک قیامت کا شور اس میدان میں برپا ہوا۔ ماؤں کو ان کے شیر خوار بچوں کو جنگل میں دُور ڈالنے سے سخت رقت طاری ہوئی اور اس طرف بچوں نے بھی اپنی پیاری ماؤں سے علیحدہ ہو کر اور اپنے تئیں اکیلے پاکر دردناک شور مچایا اور اس کارروائی کے کرتے ہی سب لوگوں کے دل درد سے بھر گئے اور نعرے مار مار کر انہوں نے اللہ تعالےٰ کی طرف تضرع کیا اور اس سے معافی چاہی تب رحیم

خدا نے جس کی رحمت سبقت لے گئی ہے یہ حال زار ان کا دیکھ کر ان کو معاف کر دیا۔ اور ادھر حضرت یونس عذاب کے منتظر تھے اور دیکھتے تھے کہ آج اس بستی اور اس کے لوگوں کی کیا خبر آتی ہے یہانتک کہ ایک رہگذر مسافر ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس بستی کا کیا حال ہے اس نے کہا کہ انہوں نے یہ کارروائی کی کہ اپنی زمین کے ایک وسیع میدان میں نکل آئے۔ اور ہر ایک بچہ کو اس کی ماں سے الگ کر دیا۔ پھر اس دردناک حالت میں ان سب کے نعرے بلند ہوئے اور تضرع کی اور رجوع کیا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی تضرع کو قبول کر لیا اور عذاب میں تاخیر ڈال دی۔ پس یونسؑ نے ان باتوں کو سن کر کہا کہ جبکہ حال ایسا ہوا یعنی جبکہ ان کی توبہ منظور ہو گئی اور عذاب ٹل گیا تو میں کذاب کہلا کر ان کی طرف نہیں جاؤں گا٭۔ سو وہ تکذیب سے ڈر کر اس ملک سے نکل گیا۔

اب فرمائیے۔ شیخ جی ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کی

٭ نوٹ۔ یونہ یعنی یونس نبی کی کتاب میں جو بائبل میں موجود ہے۔ باب ۳ آیت ۴ میں لکھا ہے۔ اور یونہ شہر میں (یعنی نینوہ میں) داخل ہونے لگا اور ایک دن کی راہ جا کے منادی کی اور کہا چالیس اور دن ہوں گے تب نینوہ برباد کیا جائے گا۔ ۵ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا اور خدا نے ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنے بُرے راہ سے باز آئے۔ تب خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں اُن سے کروں گا پچھتا کے باز آیا اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی۔ باب ۴۔ پر یونہ اس سے ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہو گیا۔ ۲۔ اور اس نے خداوند کے آگے دعا مانگی۔ ۳۔ اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان کو مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ تم کلامہ۔

اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ موت کا عذاب ٹل گیا اور یہ بھی یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ اس پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اسی لئے تو یونس نے رنجیدہ ہو کر دعا کی کہ اب میرا مرنا بہتر ہے۔ شیخ جی اب تو آپ ہر یک پہلو سے قابو میں آ

نہ ہوتی اور کوئی دوسرا پہلو ایمان لانے کا قوم کو بتلایا ہوتا تو وہ میدان میں ایسی دردناک صورت اپنی نہ بناتے بلکہ شرط کے ایفاء پر عذاب ٹل جانے کے وعدہ پر مطمئن ہوتے۔ ایسا ہی اگر حضرت یونسؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائے گا تو وہ کیوں کہتے کہ اب میں اس قوم کی طرف نہیں جاؤں گا کیونکہ میں ان کی نظر میں کذاب ٹھہر چکا۔ جبکہ وہ سُن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئی۔ پس اگر یہ شرط بھی ان کی وحی میں داخل ہوتی تو اُن کو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ پیشگوئی پوری ہوئی نہ یہ کہ وہ وطن چھوڑ کر ایک بھاری مصیبت میں اپنے تئیں ڈالتے۔ قرآن کا لفظ لفظ اسی پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ سخت ابتلا میں پڑے اور حدیث نے کیفیت ابتلا کی یہ بتلائی۔ پس اب بھی اگر کوئی شیخ وشاب منکر ہو تو یہ صریح اس کی گردن کشی ہے۔

اور ہم اس مضمون کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو پورا کر دے گا۔ اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا اور ہرگز یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب

بقیہ حاشیہ۔ گئے۔ آپ عام جلسہ میں بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ میں اس بات کی قسم کھاؤں گا کہ موت کا عذاب نہیں ٹلتا۔ اب قسم کھا دیں تا خدا تعالیٰ جھوٹے کو واصل جہنم کرے ورنہ یہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ قسم کھانے کا عہد کرکے پھر توڑ دیا جاوے اور اگر آپ نے قسم نہ کھائی تو یہی سمجھا جائے گا کہ صرف دو سَو روپیہ کے طمع نفسانی نے آپ میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا۔ اور پھر جب قسم کھانے کی کوئی راہ نہ دیکھی تو اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا اور بجائے اس کے اپنی بیوقوفی پر ایک ندامت باقی رہ گئی۔ مگر کیا تعجب کہ پھر بھی قسم کھا لو کیونکہ بے ایمان آدمی پاک نوشتوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتا اور دہریہ پن کی رگ سے اپنے انجام کو نہیں سوچتا اور یاد رہے کہ اس معافی سے عیسائیوں کے کفارہ کی بھی بیخکنی ہوگئی کیونکہ یونسؑ کی قوم صرف اپنی توبہ اور استغفار سے بچ گئی اور یونس تو یہی چاہتا تھا کہ ان پر عذاب نازل ہو۔ منہ ✣

ہلاک میں گرفتار ہوتا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو اُن کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے اور اگر اے خداوند یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے۔ اور وہ تعلق جو تیرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیمؑ کے ساتھ اور اسحٰق کے ساتھ اور اسمٰعیل کے ساتھ اور یعقوب کے ساتھ اور موسٰی کے ساتھ اور داؤد کے ساتھ اور مسیح ابن مریم کے ساتھ اور خیر الانبیاء محمد صلعم کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما۔ لیکن اگر تیری رحمت میرے ساتھ ہے اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یحمدک اللہ من عرشہ۔ اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یا عیسیٰ الذی لا یضاع وقتہ اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ الیس اللہ بکافٍ عبدہ اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا قل انی امرت و انا اول المومنین اور تُو ہی ہے جو غالباً مجھے ہر روز کہتا رہتا ہے انت معی و انا معک تُو میری مدد کر اور میری حمایت کے لئے کھڑا ہو جا۔ و انی مغلوب فانتصر۔

راقم خاکسار غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور

۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء

(تبلیغ اشاعت...۸۰) ریاض ہند امرتسر

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۱۲ صفحوں پر ہے)

۱۲۵

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ
میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمانداری پرکھنے کیلئے جنہوں نے
اس عاجز کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص کافر اور دجّال اور شیطان ہے اور
اس پر لعنت اور سب و شتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے اور اس اشتہار کے وہ سب بکفر مخاطب ہیں جو کافر اور
اکفر کہنے سے باز نہیں آتے خواہ لدھیانوی ہیں یا امرتسری یا غزنوی یا بٹالوی یا گنگوہی یا پنجاب
اور ہندوستان کے کسی اور مقام میں الا لعنۃ اللّٰہ علی الکافرین المکفرین الذی یکفرون
المسلمین۔ اب ان سب پر واجب ہے کہ اپنے ہم جنس مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی کو قسم دلا کر
ہزار روپیہ ہم سے لے لیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ وہ سب بباعث تکفیر مسلم اور انکار حق کے
ابدی لعنت میں مبتلا ہو کر تمام شیاطین کے ساتھ جہنم میں پڑیں گے اور
نیز یاد رہے کہ قسم اسی مضمون کی ہوگی جو اشتہار
ہذا میں درج ہے

اے علمائے مکفرین ان آثار اور اخبار کی نسبت کیا کہتے ہو* جن کو امام عبدالوہاب شعرانی اور دوسرے اکابر متقدمین نے اپنی اپنی کتابوں میں مبسوط طور پر نقل کیا ہے جن میں سے کچھ حصہ مولوی صدیق حسن خان بھوپالوی نے اپنی فارسی کتابوں حجج الکرامہ وغیرہ میں بطور اختصار لکھا ہے کہ مہدی موعود کے چار نشان خاص ہیں جن میں اس کا غیر شریک نہیں۔

---

* نوٹ۔ یہ کہنا بے جا ہوگا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں یا بعض روایات مجروح ہیں یا حدیث منقطع اور مرسل ہے۔ کیونکہ جس حدیث کی پیشگوئی واقعی طور پر سچی نکلی اس کا درجہ فی الحقیقت صحاح سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی صداقت بدیہی طور پر ظاہر ہو گئی۔ غرض جب حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی تو پھر بھی اس میں شک کرنا سراسر بے ایمانی ہے۔

(۱) یہ کہ علماء اس کی تکفیر کریں گے اور اس کا نام کافر اور دجّال اور بے ایمان رکھیں گے اور تمام مل کر اس کی تکذیب کریں گے اور اس کی تحقیر اور سب وشتم کے لئے کمربستہ ہوں گے اور اس کی نسبت نہایت سخت کینہ پیدا کریں گے اور اس کو ملحد اور مرتد خیال کریں گے اور اس کی نسبت مشہور کریں گے کہ یہ تو اسلام کی بیخکنی کر رہا ہے یہ مہدی کیسا ہے اور لعنت اور کافر کافر کہنے کو موجب ثواب اور اجر سمجھیں گے اور اس کو اس زمانہ کے مولوی ہرگز قبول نہیں کریں گے مگر آخری دنوں میں جب اس کی حقیقت کھل جائے گی محض نفاق سے مان لیں گے دل سے نہیں۔ اور مہدی کو قبول کرنے والے اکثر عوام یا گوشہ گزیں یا پاک دل فقرا ہوں گے جو اپنے صحیح مکاشفات سے اس کو شناخت کر لیں گے مگر مولویوں کو بجز اس کے اور کوئی حصہ نہیں ملے گا کہ اس کو بے دین اور کافر اور دجّال کہیں گے اور اس وقت کے مولوی ان سب سے بدتر ہوں گے جو زمین پر بستے ہیں۔ ان کی زیرکی اور فراست جاتی رہے گی وہ گہری باتوں کو جو کہ فی الفور انکار کر دیں گے کہ یہ باتیں تو ہمارے قدیم عقاید کے مخالف ہیں۔

۲۔ دوسرا نشان مہدی موعودؑ کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ماہ رمضان میں خسوف کسوف ہوگا اور پہلے اس سے جیسا کہ منطوق حدیث صاف بتلا رہا ہے کبھی کسی رسول یا نبی یا محدث کے وقت میں خسوف کسوف کا اجتماع رمضان میں نہیں ہوا۔ اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے کسی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت کے وقت میں کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے نہیں ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ اکٹھے ہوئے ہیں تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ مگر حدیث کا مفہوم یہ نہیں کہ مہدی کے ظہور سے پہلے چاند گرہن اور سورج گرہن ماہ رمضان میں ہوگا کیونکہ اس صورت میں تو ممکنات میں سے تھا کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کو ماہ رمضان میں دیکھ کر ہر ایک مفتری مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور امر مشتبہ ہو جائے کیونکہ بعد میں مدعی ہونا سہل ہے اور جب بعد میں کئی مدعی ظاہر ہو گئے تو صاف طور پر کوئی مصداق نہ رہا۔

بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مہدی موعود کے دعویٰ کے بعد بلکہ ایک مدت گذرنے کے بعد یہ نشان تائید دعویٰ کے طور پر ظاہر ہو جیسا کہ ان لمھدینا ایتین ای لتائید دعوی مھدینا ایتین صاف دلالت کر رہی ہے اور اس طور سے کسی مفتری کی پیش رفت نہیں جاتی اور کوئی منصوبہ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ مہدی کا ظہور بہت پہلے ہو کر پھر موید دعویٰ کے طور پر سورج گرہن بھی ہو گیا نہ یہ کہ ان دونوں کو دیکھ کر مہدی نے سر نکالا۔ اس قسم کے تائیدی نشان ہمارے سید نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی پہلی کتابوں میں لکھے گئے تھے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد ظہور میں آئے اور دعویٰ کے مصدق اور مؤید ہوئے۔ غرض ایسے نشان قبل از دعویٰ مہمل اور بیکار ہوتے ہیں کیونکہ ان میں گنجائش افترا بہت ہے۔ اور اس پر اور بھی قرینہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خسوف[۱] اور کسوف[۲] اور مہدی کا رمضان کے مہینے میں موجود ہونا خارق عادت ہے اور اجتماع خسوف کسوف خارق عادت نہیں۔

۳۔ تیسرا نشان مہدی موعود کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ایک فتنہ ہو گا اور نصاریٰ اور مہدی کے لوگوں کا ایک جھگڑا پڑ جائے گا۔ نصاریٰ کے لئے شیطان آواز دے گا کہ الحق فی ال عیسیٰ یعنی حق عیسیٰ کے لوگوں میں ہے اور فتح عیسائیوں کی ہے اور مہدی کے لوگوں کے لئے آسمانی آواز آئے گی یعنی نشانوں اور تائیدوں کے ساتھ ربانی گواہی یہ ہو گی کہ الحق فی ال محمد یعنی حق مہدی کے لوگوں میں ہے۔ آخر اس آواز کے بعد شیطانی تاریکی اٹھ جائے گی اور لوگ اپنے امام کو شناخت کر لیں گے۔

۴۔ چوتھی مہدی کی یہ نشانی ہو گی کہ اس کے وقت میں بہت سے مسلمان یہودی طبع دجال سے مل جائیں گے یعنی وہ لوگ بظاہر مسلمان کہلائیں گے اور دجال کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا دیں گے یعنی نصاریٰ کے دعویٰ فتح کے مصدق ہوں گے۔

یہ چار نشانیاں ایسی ہیں کہ مہدی کے لئے خاص ہیں اور اگرچہ اس زمانہ سے پہلے بھی بہت

صلحاء امت اور بزرگوں کو کافر ٹھہرایا گیا۔ مگر نشانی کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ
مہدی موعود کی اس زور شور سے تکفیر کی جائے گی کہ اس سے پہلے کبھی مولویوں کے ایسی زور شور
سے کسی کی تکفیر نہیں کی ہوگی اور نہ کسی کو ایسے زور شور سے دجّال کہا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی
ہوا۔ اور اس عاجز کو نہ صرف کافر بلکہ اکفر کہا گیا۔ ایسا ہی ممکن ہے کہ پہلے بھی کسی مہینہ میں
چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے ہو گئے ہوں مگر یہ کبھی نہیں ہوا۔ اور ہرگز نہیں ہوا کہ بجز ہمارے
اس زمانہ کے دنیا کی ابتداء سے آج تک کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں ایسے
طور سے اکٹھے ہو گئے ہوں کہ اس وقت کوئی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت بھی موجود ہو۔
ایسا ہی اگرچہ پہلے بھی نصاریٰ سے مباحثات مذہبی ہوتے رہے ہیں لیکن جو نصاریٰ نے اب
شوخیاں دکھلائیں اور تمام ملک میں شیطانی آوازیں سنائیں اور گدھوں پر سوار ہوئے اور
بہروپ بنائے ، ایسا استہزاء ان کی طرف سے کبھی ظہور میں نہیں آیا اور نہ اس استہزاء کا بدل
جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والا ہے جو ربانی آواز ہے کبھی ایسا ظاہر ہوا جیسا کہ بعد
اس کے ظاہر ہوگا۔ سننے والے یاد رکھیں۔ ایسا ہی اگرچہ بعض مسلمان جو منافق طبع ہیں پادریوں
کے ساتھ اس سے پہلے بھی مداہنہ کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں مگر جو اب مولویوں اور ان
کے ناقص العقل چیلوں نے ان پادری دجالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائی اور ان کو فتحیاب
قرار دیا اور ان کی خوشی کے ساتھ خوشی منائی اور شوخی اور چالاکی سے صدہا اشتہار لکھے اور اہل
حق پر لعنتیں بھیجیں اور ان لعنتوں سے نصاریٰ کو خوش کیا اور نصاریٰ کو غالب قرار دیا اس کی
نظیر تیرہ سو برس میں کسی صدی میں نہیں پائی جاتی۔ پس یہ اسی پیشگوئی کا ظہور ہے کہ جو حدیثوں
میں آیا ہے کہ ستر ہزار مسلمان کہلانے والے دجّال کے ساتھ مل جائیں گے۔ اب علماء مکفرین
بتلاویں کہ یہ باتیں پوری ہو گئیں یا نہیں۔ بلکہ یہ دو علامتیں یعنی مہدی ہونے کے مدعی کو بڑے
زور شور سے کافر اور دجّال کہنا اور نصاریٰ کی تائید کرنا اور ان کو فتحیاب قرار دینا اپنے ہاتھ سے
مولویوں نے ایسے طور سے پوری کیں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ نادانی سے پہلے

باہم مشورہ کرکے سوچ نہ لیا کہ اس طور سے تو ہم دو نشانیوں کا تو آپ ہی ثبوت دے دینگے جس شد و مد اس عاجز کی تکفیر کی گئی ہے اگر پہلے بھی کسی مہدی ہونے کے مدعی کی اس زور و شور سے تکفیر ہوئی ہے اور یہ لعن طعن کی بارش اور کافر اور دجال کہنا اور دین کا بیخکن قرار دینا اور تمام ملک کے علماء کا اس پر اتفاق کرنا اور تمام ممالک میں اس کو شہرت دینا پہلے بھی وقوع میں آیا ہے تو اس کی نظیر پیش کریں جو طابق النعل بالنعل کا مصداق ہو۔ ورنہ مہدی موعود کی ایک خاص نشانی انہوں نے اپنے ہاتھ سے قایم کر دی۔ اور اگر پہلے بھی ایسا اتفاق انہوں نے نصاریٰ سے کیا ہے اور ان کو غالب قرار دیا ہے تو اس کی بھی نظیر بتلا دیں اور اگر پہلے بھی کسی ایسے شخص کے وقت میں جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں اکٹھے ہو گئے ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں اور اگر پہلے بھی کسی مہدی کے لوگوں اور نصاریٰ کا کچھ جھگڑا پڑا ہو اور نصاریٰ نے اپنی فتحیابی کے لئے ایسی شیطانی آوازیں نکالی ہوں تو اس کی نظیر بھی بتلا دیں اور ہم ہر چہار نظیروں کے پیش کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ نقد انعام مقرر کرتے ہیں۔ ہم اس روپیہ کے دینے میں کوئی شرط مقرر نہیں کرتے۔ صرف اس قدر ہوگا کہ بعد درخواست یہ ہزار روپیہ محمد حسن صاحب لدھیانوی کے پاس تین ہفتہ کے اندر جمع کرا دیا جاوے گا اور مولوی صاحب موصوف ایک تاریخ پر جو اُن کی طرف سے مقرر ہو فریقین کو اپنے مکان پر بلا کر بلند آواز سے تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعات جو پیش کئے گئے بے نظیر نہیں ہیں اور جو کچھ ان کی نظیریں بتلائی گئی ہیں وہ واقعی طور پر صحیح اور درست اور یقینی اور قطعی ہیں اور بخدا ان نشانیوں کے مصداق ہونے کا مدعی درحقیقت کافر ہے اور میں بصیرت کاملہ سے کہتا ہوں کہ ضرور وہ کافر ہے اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے پر وہ عذاب اور قہر الٰہی نازل ہو، جو جھوٹوں پر ہوا کرتا ہے اور ہم ہر یک مرتبہ کے ساتھ آمین کہیں گے اور واپسی روپیہ کی کوئی شرط نہیں اور نہ عذاب کے لئے کوئی میعاد مقرر ہے۔ ہمارے لئے یہ کافی ہوگا کہ یا تو مولوی صاحب

خدا تعالیٰ سے ڈریں اور قسم نہ کھائیں اور یا تمام مکفروں کے سرگروہ بن کر قسم کھا لیں اور اس کے ثمرات دیکھیں۔ اور ہم اس جگہ علمائے وقت کی خدمت میں بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ وہ تکفیر اور انکار میں جلدی نہ کریں۔ کیا ممکن نہیں کہ جس کو وہ جھوٹا کہتے ہیں اصل میں سچا وہی ہو پس جلدی کر کے ناحق کی رُوسیاہی کیوں لیتے ہیں۔ کیا کسی جھوٹے کے لئے آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں یا کبھی خدا نے کسی جھوٹے کو ایسی لمبی مہلت دی کہ وہ بارہ برس سے برابر الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ کر کے دن رات خدا تعالیٰ پر افتراء کرتا ہو اور خدا تعالیٰ اس کو نہ پکڑے بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو ایک تو بیان کریں ورنہ اس قادر منتقم سے ڈریں جس کا غضب انسان کے غضب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور اس بات پر خوش نہ ہوں کہ بعض مسائل میں اختلاف ہے۔ اور ذرہ دل میں سوچ لیں کہ اگر مہدی موعود تمام مسائل رطب یابس میں علمائے وقت سے اتفاق کرنے والا ہوتا تو کیوں پہلے سے احادیث میں یہ لکھا جاتا کہ علماء اس کی تکفیر کریں گے اور سمجھیں گے کہ یہ دین کی بیخکنی کر رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مہدی کی تکفیر کے لئے علماء اپنے پاس اپنے فہم کے مطابق کچھ وجوہ رکھتے ہوں گے جن کی بناء پر اس کو کافر اور دجّال قرار دیں گے۔ فاتقوا اللّٰہ یا اولی الابصار والسّلام علٰی من خشی الرحمٰن واتقٰی واتبع الحق واھتدٰی

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اول کے صفحہ ۴۶ سے ۵۰ تک درج ہے)

(۱۲۶)

اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ

جو

جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لفٹننٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا گیا

سول ملٹری گزٹ کے پرچہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۴ء میں میری نسبت ایک غلط اور خلاف واقعہ رائے شایع کی گئی ہے جس کی غلطی گورنمنٹ پر کھولنا ضرور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب راقم نے اپنی غلط فہمی یا کسی اہل غرض کے دھوکہ دینے سے ایسا اپنے دل میں میری نسبت سمجھ لیا ہے کہ گویا میں گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور مخالفانہ ارادے اپنے دل میں رکھتا ہوں لیکن یہ خیال ان کا سراسر باطل اور دور از انصاف ہے۔ اگر ان کو سچے واقعات سے کچھ بھی خبر ہوتی تو اس قدر قابل شرم جھوٹ پر ان کا ہاتھ اور قلم ہرگز دلیری نہ کرتا۔ یہ بات گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں کہ یہ راقم ایک نیک نام خاندان میں سے ہے اور میرا والد میرزا غلام مرتضیٰ صاحب ایک نیک نام اور معزز رئیس تھے جنہوں نے ہر یک موقعہ پر عمدہ عمدہ خدمات بجالا کر اپنے تئیں مورد مراحم گورنمنٹ ثابت کیا تھا اور گورنری دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی خدمات ان کی ایسی تھیں کہ وہ ایک پختہ ثبوت اس خیر خواہی اور خیر اندیشی کا ہے جو قدیم سے اس خاندان سے ہوتی رہی یعنی یہ کہ انہوں نے (عین ان ایام میں کہ ہندوستان میں آتش فساد اور مفسدہ پھیل رہی تھی اور قدرتی اتفاق سے رعایا کے لئے یہ موقعہ پیش آیا تھا کہ وہ اس بات میں آزمائی جائیں کہ

کہاں تک وہ گورنمنٹ برطانیہ کے خیر خواہ ہیں) اپنے افعال سے صاف طور پر بار بار حکام پر ظاہر کر دیا کہ ہم تمام مال و جان سے اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق گورنمنٹ برطانیہ کی امداد کے لئے حاضر ہیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس سوار بھی بہم پہنچا کر ۱۸۵۷ء کے شور و شر کے وقت میں گورنمنٹ کی نذر کئے۔ اور پھر دوسری مرتبہ چودہ گھوڑے سے نذر کئے۔ اور اسی طرح وہ اور وقتوں میں بھی خدمات گورنمنٹ میں مشغول رہے اور وقتاً فوقتاً خوشنودی کی چٹھیات پاتے رہے اور انعام بھی ملتے رہے[*] اور چالیس برس اپنی عمر عزیز کے انہی خدمات میں انہوں نے بسر کئے اور پھر بعد اُن کے انتقال کے بڑا بیٹا بھائی میرزا غلام قادر خدمات گورنمنٹ میں مشغول رہا۔ اور پھر ان کے بعد میں ایک گوشہ نشین آدمی تھا جس کی دنیوی طریق پر زندگی نہیں تھی اور نہ اس کے کامل اسباب جمع تھے۔ تاہم میں نے برابر ۱۶ برس سے یہ اپنے پر حق واجب ٹھیرا لیا کہ اپنی قوم کو اس گورنمنٹ کی خیرخواہی کی طرف بلاؤں اور ان کو سچی اطاعت کی طرف ترغیب دوں چنانچہ میں نے اس مقصد کی انجام دہی کیلئے اپنی ہر یک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا[1] کہ اس گورنمنٹ کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ بار بار اس بات پر زور دیا کہ چونکہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی رعایا کی محسن ہے اس لئے مسلمانان ہند پر لازم ہے کہ نہ صرف اتنا ہی کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقابل پر بدارادوں سے رُکیں بلکہ اپنی سچی شکر گذاری اور ہمدردی کے نمونے بھی گورنمنٹ کو دکھلاویں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور کچھ نہیں۔ اور یہ بات قطعی اور فیصلہ شدہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانان ہند کی محسن ہے کیونکہ

---

[*] نوٹ: سر لیپل گریفن کی کتاب تذکرہ رئیسان پنجاب میں میرے والد صاحب کا مفصل ذکر ہے۔ یاد رہے کہ میرے والد صاحب کا نام میرزا غلام مرتضیٰ اور ان کے والد کا نام میرزا عطا محمد ہے۔ منہ

[1] نوٹ: دیکھو براہین احمدیہ[1] شہادۃ القرآن[2] سرمہ چشم آریہ[3] آئینہ کمالات اسلام[4] حمامۃ البشریٰ[5] نور الحق[6] وغیرہ

سکھوں کے زمانہ میں ہمارے دین اور دُنیا دونوں پر مصیبتیں تھیں خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو دُور سے ابرِ رحمت کی طرح لایا اور ان مصیبتوں سے اس گورنمنٹ کے عہدِ دولت نے ایک دم میں ہمیں چھوڑا دیا۔ پس اس گورنمنٹ کا شکر نہ کرنا کس قدر بدذاتی ہے اور جو شخص ایسے احسانات دیکھ کر پھر نفاق سے زندگی بسر کرے اور سچے دل سے شکر گذار نہ ہو تو بلاشبہ کافرِ نعمت ہے[۱] ہماری ایمانداری کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم تہِ دل سے اقرار کریں کہ درحقیقت یہ گورنمنٹ ہماری محسن ہے۔ ہم اس گورنمنٹ کے قدوم میمنت لزوم سے ہزاروں بلاؤں سے بچے اور ہمیں وہ آزادی ملی جس کے ذریعہ سے ہم دین اور دُنیا دونوں درست کر سکتے ہیں۔ پس اگر اب بھی ہم اس گورنمنٹ کے سچے خیرخواہ نہ ہوں تو خدا تعالیٰ کے سامنے ناشکرے ٹھہرینگے۔ یہ وہ تمام باتیں ہیں جن کو میں نے مختلف کتابوں میں شائع کیا اور سولہ[۱۶] برس تک برابر میں اس خدمت کو بجا لاتا رہا۔ مگر نہ اس خیال سے کہ ریاکاروں کی طرح گورنمنٹ کو خوش کروں بلکہ میں نے ایمانداری

نوٹ[۱]۔ اس زمانہ میں اکثر عیسائی معلموں نے یہ اعتراض غلط فہمی سے اسلام پر کیا ہے کہ اسلام جبر اور تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے مگر افسوس کہ ایسے معترضوں نے قرآن کریم کی ان تعلیموں پر غور نہیں کی جن میں لکھا ہے کہ تم دوسری قوموں کے ظلم اور ایذا کی برداشت کر کے نرمی کے ساتھ دعوتِ حق کرو خاص کر عیسائیوں کے مقابل پر یہ حکم تھا وجادلھم بالحکمة و الموعظة الحسنة یعنی جب تو کسی عیسائی معلم کے ساتھ بحث کرے تو حکمت اور نیک نصیحتوں کے ساتھ بحث کر جو نرمی اور تہذیب سے ہو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بہتیرے اس زمانہ کے جاہل اور نادان مولوی اپنی حماقت سے یہی خیال رکھتے ہیں کہ جہاد اور تلوار سے دین کو پھیلانا نہایت ثواب کی بات ہے اور وہ پردہ اور نفاق سے زندگی بسر کرتے ہیں لیکن وہ ایسے خیال میں سخت غلطی پر ہیں اور ان کی غلط فہمی سے الٰہی کتاب پر الزام نہیں آسکتا۔ واقعی سچائیاں اور حقیقی صداقتیں کسی جبر کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ جبر اس بات پر دلیل ٹھہرتا ہے کہ روحانی دلائل کمزور ہیں کیا وہ خدا جس نے اپنے پاک رسول پر یہ وحی نازل کی کہ فاصبر کما صبر اولوا العزم یعنی تو ایسا صبر کر کہ جو تمام اولوا العزم رسولوں کے صبر کے برابر

کی راہ سے فی الحقیقت گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کو ایسا ہی پایا کہ جن کے شکر میں مجھ
سے اب تک یہی ہو سکا کہ میں بذریعہ ان تالیفات کے مسلمانوں کے خیالات کو درست کروں
اور ان کے دل گورنمنٹ کی طرف پھیروں۔ اور میں جانتا ہوں کہ بعض جاہل مولوی میری ان
تحریرات سے ناراض ہیں اور مجھے علاوہ اور وجوہ کے اس وجہ سے بھی کافر قرار دیتے ہیں لیکن
مجھے ان کی ناراضگی کی کچھ پرواہ نہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو شخص بندوں کے احسانات کا
شکرگذار نہیں وہ خدا تعالےٰ کا بھی شکرگذار نہیں کیونکہ نیک اندیش اور عادل بادشاہ خدا تعالےٰ
کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ پس جو شخص اس بادشاہ کا شکرگذار نہیں اس نے خدا تعالےٰ
کی نعمت کو رد کیا۔ اور چونکہ میں نے دیکھا کہ بلاد اسلامی روم و مصر وغیرہ کے لوگ ہمارے
واقعات سے مفصل طور پر آگاہ نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے اس گورنمنٹ سے آرام پایا اور
اس کے عدل اور رحم سے فائدہ اُٹھایا وہ اس سے بیخبر ہیں اس لئے میں نے عربی اور فارسی

بقیہ نوٹ۔ ہو۔ یعنی اگر تمام نبیوں کا صبر اکٹھا کر دیا جائے تو وہ تیرے صبر سے زیادہ نہ ہو اور
پھر فرمایا کہ لا اکراہ فی الدّین یعنی دین میں جبر نہیں چاہیئے اور پھر فرمایا کہ جادلھم بالحکمۃ
والموعظۃ الحسنۃ یعنی عیسائیوں کے ساتھ حکمت اور نیک وعظوں کے ساتھ مباحثہ کرو نہ
سختی سے۔ اور پھر فرمایا والکاظمین الغیظ والعافین عن النّاس۔ یعنی مومن وہی ہیں جو
غصّہ کو کھا جاتے ہیں اور یاوہ گو اور ظالم طبع لوگوں کے حملوں کو معاف کر دیتے ہیں اور بیہودگی کا
بیہودگی سے جواب نہیں دیتے۔ کیا ایسا خدا یہ تعلیم دے سکتا تھا کہ تم اپنے دین کے منکروں کو قتل
کردو اور ان کے مال لوٹ لو اور ان کے گھروں کو ویران کردو بلکہ اسلام کی ابتدائی کارروائی جو حکم
الٰہی کے موافق تھی صرف اتنی تھی کہ جنہوں نے ظالمانہ طور سے تلوار اُٹھائی وہ تلوار ہی سے مارے
گئے اور جیسا کیا ویسا اپنا پاداش پالیا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ تلوار کے ساتھ منکروں کو قتل کرتے پھرو
یہ تو جاہل مولویوں اور نادان پادریوں کا خیال ہے جس کی کچھ بھی اصلیت نہیں۔ اس لئے خدا نے
جو راستی کا حامی ہے اور کسی صداقت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اس زمانہ میں اس عاجز کو مامور کر کے

میں بعض رسائل تالیف کر کے بلاد شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کئے گئے اور ان میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے اور ہزارہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دے کر بلاد شام اور روم کی طرف روانہ کیا اور بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجیں۔ اور یہ ہزارہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔

شاید اس جگہ ایک نادان سوال کرے گا کہ اس قدر خیر خواہی غیر ممکن ہے کہ ہزارہا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے اس گورنمنٹ کی خوبیوں کو تمام ملکوں میں پھیلایا جاوے لیکن ایک عقلمند جانتا ہے کہ احسان ایک ایسی چیز ہے کہ جب ایک شریف اور ایمان دار آدمی اس سے تمتع اُٹھاتا ہے تو بالطبع اس میں عشق اور محبت کے رنگ میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے

بقیہ نوٹ۔ ارادہ کیا کہ جہاد کا الزام اسلام پر سے اٹھا دے اور لوگوں کو دکھا دے کہ اسلام اپنی ترقیوں میں جبر اور تلوار کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اپنی رُوحانی طاقت سے دلوں پر اثر کرتا ہے۔ اور جو نادان مولوی جہاد کے مسئلہ کا ورد زبان پر رکھتے ہیں گویا وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے دامن پاک کو ہر طرفہ اعتراضوں کی پلیدی سے آلودہ کریں۔ یہ معقول روشنی کا وقت اسلام کی بریّت ظاہر کرنے کا وقت ہے اور بخدا وہ حقیقت میں بری اور نہایت اعلیٰ شان کا مذہب ہے جو اسی خدا کو پیش کرتا ہے جو درحقیقت خدا ہے اور نجات کو کسی بناوٹی کفارہ سے نہیں بلکہ سچی پاکیزگی سے وابستہ کرتا ہے پس اس کی طرف جہاد اور جبر کو منسوب کرنا ایک ظلم صریح ہے۔ ہمارے اس ملک میں وہ لوگ نہایت خطرناک خیالات میں گرفتار ہیں جو ایک ایسے خونی مسیح کے منتظر ہیں جو اُن کے زعم میں عیسائیوں کے ساتھ سخت لڑائیاں کر کے ان کی صلیبوں کو توڑ دے گا اور ان کے خنزیروں کو قتل کر دے گا۔ گویا وہ اسلام پر ایک نیا الزام قائم کرانے کے لئے آئے گا نہ پہلے غلط الزاموں کو دور کرنے کے لئے۔ ایسا ہی یہ لوگ ایک خونی مہدی کے منتظر ہیں جو دُنیا کو خون سے بھر دے گا بلکہ ایک گروہ ان میں

کہ تا اس احسان کا معاوضہ دے۔ ہاں کمینہ آدمی اس طرف التفات نہیں کرتا۔ بس مجھے طبعی جوش نے ان کارروائیوں کے لئے مجبور کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ اگر سول ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر کو ان واقعات کی کچھ بھی اطلاع ہوتی تو وہ ایسی تحریر جو انصاف اور سچائی کے برخلاف ہے ہرگز شائع نہ کرتا۔

میرے اس دعویٰ پر کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیر خواہ ہوں دو ایسے شاہد ہیں کہ اگر سول ملٹری جیسا لاکھ پرچہ بھی ان کے مقابلہ پر کھڑا ہو تب بھی وہ دروغگو ثابت ہوگا۔ (اوّل) یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانان ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔

بقیہ نوٹ۔ ہے ایک شخص سید احمد نام کا منتظر ہے جس نے سکھوں سے لڑائی کی تھی اور ان کا خیال ہے کہ وہ زندہ ہے اور پھر دنیا میں اس کا ظہور ہوگا چنانچہ ان کی ایک جماعت پلوسہ کے قریب یاغستان میں اکٹھی ہے اور غالباً اور کئی ان کے ہم خیال ہندوستان میں ہوں گے۔ اسی بنا پر بعض مولویوں سے مفسدانہ حرکات ۱۸۵۷ء میں ظاہر ہوئیں چنانچہ اُن میں سے مولوی عبدالعزیز بلد مولوی محمد ساکن لدھیانہ ہیں جن کی نسبت سرکاری کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بماہ جون ۱۸۵۷ء ہمراہ اپنے خود باغی مفسدوں کے ساتھ دہلی چلے گئے اور مفسدوں میں شامل رہے۔ اور پھر ۱۸۵۹ء میں دہلی سے گرفتار ہوئے اور آخر بدمعاشوں کی فہرست میں درج کئے گئے۔ دیکھو روبکار ۱۸ دسمبر ۱۸۵۹ء دفتر ضلع لدھیانہ۔ اور جو فتویٰ تکفیر مولوی نذیر حسین دہلوی کی طرف سے اس عاجز کی نسبت شائع ہوا ہے اور جو اشتہار تکفیر اس فتویٰ پر زور دینے کے لئے اسی عبدالعزیز مولوی اور اس کے بھائیوں کی طرف سے نکلا ہے ان کاغذات کو اگر کبھی گورنمنٹ غور سے دیکھے تو ثابت ہوگا کہ یہ سب لوگ درحقیقت ایک ہی ہیں۔ ایک خونی مہدی اور خونی مسیح کے دن رات منتظر ہیں۔ سول ملٹری گزٹ کی کس قدر سادہ لوحی ہے کہ جو شخص ایسے خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے اسی کو مفسد قرار دیتا ہے اور مفسدوں کے خیالات سے بیخبر ہے۔ والسلام۔ منہ

۲- دوسری یہ کہ میں نے کئی کتابیں عربی فارسی تالیف کر کے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں جن میں
برابر یہی تاکید اور یہی مضمون ہے۔ پس اگر کوئی نااندیش یہ خیال کرے کہ سولہ[16] برس کی کارروائی
میری کسی نفاق پر مبنی ہے تو اس بات کا اس کے پاس کیا جواب ہے کہ جو کتابیں عربی و فارسی
روم اور شام اور مصر اور مکہ اور مدینہ وغیرہ ممالک میں بھیجی گئیں اور ان میں نہایت تاکید سے گورنمنٹ
انگریزی کی خوبیاں کی گئی ہیں وہ کارروائی کیونکر نفاق پر محمول ہو سکتی ہے۔ کیا ان ملکوں کے
باشندوں سے بجز کافر کہنے کے کسی اور انعام کی توقع تھی۔ کیا سول ملٹری گزٹ کے پاس
کسی ایسے خیر خواہ گورنمنٹ کی کوئی اور بھی نظیر ہے؟ اگر ہے تو پیش کریں۔ لیکن میں دعویٰ
سے کہتا ہوں کہ جس قدر میں نے کارروائی گورنمنٹ کی خیر خواہی کے لئے کی ہے اس کی نظیر
نہیں ملے گی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ عیسائی مذہب کو میں اس کی موجودہ صورت کے لحاظ سے ہرگز
صحیح نہیں سمجھتا۔ کوئی انسان کیسا ہی برگزیدہ ہو اس کو ہم کسی طرح خدا نہیں کہہ سکتے۔ بلاشبہ
وہ تعلیم جو انسان کو سچی توحید سکھاتی اور حقیقی خدا کی طرف رجوع دیتی ہے وہ قرآن کریم میں
پائی جاتی ہے۔ قرآن بڑی سلوکی سے اسی خدا کو خدا قرار دیتا ہے جو قدیم سے اور ازل سے
قانون قدرت کے آئینہ میں نظر آتا رہا ہے اور آرہا ہے۔ پس جس مذہب کی خدادانی ہی غلط
ہے اس مذہب سے عقلمند کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ جو لوگ نفسانی ہستی سے فنا ہو گئے ان کو
ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا سے ہی نکلے ہیں کیونکہ انہوں نے خدا میں ہو کر ایک نئی اور نورانی پیدائش
پائی۔ اور خدا نے ان کو اپنے ہاتھ سے ایسا صاف کیا کہ فی الحقیقت وہ ایک نئے طور سے
پیدا ہوئے لیکن ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ درحقیقت اللہ العالمین وہی ہیں۔ خدا میں فانی ہو کر
نئی پیدائش پانا کسی ایک انسان سے مخصوص نہیں بلکہ جس نے ڈھونڈا وہ پائے گا اور جو آیا
اُسے اُٹھا لیا جائے گا۔ لیکن جس کریم خدا نے ہمیں یہ باتیں سکھائی ہیں اس نے یہ بھی سکھایا ہے
کہ ہم محسن گورنمنٹ کے شکر گذار رہیں۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ ہم نیکی دیکھ کر اُس کے
عوض بدی کریں بلکہ یہ تعلیم ہے کہ احسان کے عوض احسان کریں اور جو لوگ کسی محسن سلطنت

کے احسان مند ہو کر پھر اسی کی نسبت بد ارادے دل میں رکھتے ہیں وہ وحشی نادان ہیں نہ مسلمان
اور ہم نے اگر کسی کتاب میں پادریوں کا نام دجال رکھا ہے یا اپنے تئیں مسیح موعود قرار دیا ہے
تو اس جگہ وہ معنی مراد نہیں جو بعض ہمارے مخالف مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہم کسی ایسے دجال کے
قائل نہیں جو اپنا کفر بڑھانے کے لئے خونریزیاں کرے اور نہ کسی ایسے مسیح اور مہدی کے قائل
ہیں جو تلوار کے ذریعہ سے دین کی ترقی چاہے۔ یہ اس زمانہ کے بعض کوتہ اندیش مسلمانوں کی غلطیاں
ہیں جو کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کے منتظر ہیں۔ چاہیئے کہ گورنمنٹ ہماری کتابوں کو دیکھے کہ کس قدر
ہم اس اعتقاد کے دشمن ہیں اور کس قدر عام مولوی اس وجہ سے میرے دشمن ہو گئے ہیں کہ میں نے
ایسے خونی مہدی اور خونی مسیح سے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار بلکہ بجناب الٰہی ان باتوں کا صحیح
ہونا بیان کر کے اور مہدی اور مسیح کے منصب کو صرف روحانی تعلیم تک محدود رکھ کر ان کی آرزوؤں
کو خاک میں ملا دیا۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دین کا کمال یہ نہیں ہے کہ کوئی مصلح آتے ہی خدا
تعالیٰ کے بندوں کو قتل کرنا شروع کرے یا قتل کے منصوبے باندھے کوئی سچائی قتل کرنے سے
ثابت نہیں ہو گی بلکہ اس پر الزام آئے گا۔ بلکہ دین کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ دلائل شافیہ
اور براہین ساطعہ کے روشن اور مجلّی ہتھیار رکھتا ہو نہ یہ کہ ایسا دین ہو کہ لوہے کی تلواروں کے
ساتھ اپنی سچائی تسلیم کرانا چاہے اور اسلام نے اگر کسی زمانہ میں تلوار اٹھائی تو وہ دین کی اشاعت
کے لئے ہرگز نہیں تھی بلکہ جنہوں نے اسلام پر تلوار اٹھائی اور اسلام کو نابود کرنا چاہا ان کو اسلام
نے بھی تلوار کے ساتھ جواب دیا مگر اسی حد تک جو امن قائم ہو جائے اور عام آزادی میں کوئی روک
نہ رہے پھر دوسرے زمانوں میں اکثر نادانوں میں غلطیاں پھیل گئیں اور انہوں نے ابتدائی جہادوں
کی اصل حقیقت کو الٹے طور پر سمجھ لیا پس انہیں غلطیوں کے نابود کرنے کے لئے ہم نے کمر ہمت
باندھی۔ سو دجال کے لفظ سے مراد دجل کرنے والے لوگ ہیں یعنی ایسے لوگ جن کو کسی زمانہ
میں حق ملا تھا مگر انہوں نے حق کو خالص نہ رہنے دیا بلکہ اس کے ساتھ باطل ملا دیا اور سکہ
قلب چلایا۔ سو ہر یک محقق کی دانست میں اس زمانہ کے پادری ایسے ہی ہیں کیونکہ ان کا ایک

پاک ہدایت ملی تھی اور وہ انجیل تھی جس میں سراسر نیک اور پاک تعلیم اور الٰہی اسرار تھے۔ مگر انہوں نے اولاً اس کے ساتھ اس قدر باطل ملایا اور باطل تاویلیں کیں کہ اب اُن کا وہ خدا نہیں جس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے حضرت مسیح تشریف لائے تھے اور جو ایک سادہ تعلیم سے انجیل میں بیان کیا گیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی رکیک تاویلوں کے ساتھ اس پاک تعلیم کو ایسا بدل ڈالا کہ گویا ایک نئی انجیل بنائی۔ پس جبکہ دجل کی حقیقت ان پر ثابت ہے تو اس صورت میں ایسے معلموں کو اگر ہم دجّال نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

دجّال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے۔ بیشک حضرت مسیح باخدا انسان تھے۔ خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ نہایت مقدس تھے۔ مگر یہ تعلیم ان کی نہیں ہے جو آجکل دی جاتی ہے۔ الٰہی انصاف ہرگز یہ حکم نہیں دے سکتا کہ زید گناہ کرے اور خالد پکڑا جائے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ خدا بھی بیٹے رکھتا ہو اور پھر باپ بیٹا عمر میں کمال میں، جلال میں مساوی اور تین بھی ہوں اور پھر ایک بھی۔ یہ سب الٰہی تعلیم پر زیادت ہے جو بدقسمت انسانوں نے دلیری سے کر لی ہے ورنہ انجیل میں تثلیث کا نام و نشان نہیں۔ اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجّال ہے۔ اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لئے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجّال کہلائیں گے سو یہ دجل پادریوں کے حصہ میں آیا۔ اس لئے جو شخص اس کی اصلاح کرے اس کا نام مسیح ہے کیونکہ اس نے مسیح کی سچی اور پاک تعلیم کو جھوٹ سے الگ کر کے دکھلا دیا۔ پس اس خیال سے جو اس نے خدا سے قوت پا کر مسیح کے خاص عہدے کا کام کیا مسیح کہلایا اور مسیح موعود ٹھہرا۔ اور چونکہ اس نے خدا تعالیٰ سے ہدایت پائی نہ کسی دوسرے ہادی سے اس لئے وہ مہدی بھی ٹھیرا سو ہمارے مذہب کی اصل حقیقت یہ ہے اور جو شخص اس کے برخلاف کہے وہ دروغگو ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی۔ مورخہ ۱۰؍ دسمبر ۱۸۹۴ء

(مطبوعہ گلزار محمدی پریس لاہور میں باہتمام مالک چھپا) (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ۲ صفحوں پر ہے)

(۱۲۸)

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور نیز عام اطلاع کے لئے

چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خود غرض مخالف واقعات صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے ہی دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعات صحیحہ نہیں مل سکے، ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں۔ سو ہم اسی اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہم مفاسدہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں اور ہم اور ہماری جماعت اوّل درجہ کی امن اور صلح دوست اور خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں۔ ہماری تعلیم یہی ہے کہ جو شخص ہم سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے تئیں ہر ایک شرارت اور جذبات نفسانی سے پاک کرے اور اپنی نیک چلنی اور صبر اور حلم کا لوگوں کو نمونہ دکھاوے اور کوشش کرے کہ تا ایک راستباز اور بے شر انسان ثابت ہو اور جہاں تک ممکن ہو ہر ایک دشمن اور یاوہ گو کی بدگوئی پر صبر کرے اور ہر ایک اشتعال اور جذبہ نفسانیہ سے اپنے تئیں بچا دے اور اپنی لاٹ سیاہ نہ رکھے اور ایک غریب مزاج آدمی کی طرح اپنے تئیں بنائے رکھے اور بندگان خدا کا سچا خیر خواہ اور تعصب سے دُور رہے۔ یہ تو اخلاقی نصیحت ہے اور ساتھ اس کے سولہ برس سے میں اپنی جماعت کو یہی سمجھا رہا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی کے سچے خیر خواہ بنے رہو اور دل سے اس کا شکر کرو کیونکہ اس گورنمنٹ کی برکت اور توجہ سے ہماری تمام تکلیفیں دُور ہوگئیں۔ ہم مظلوم تھے ہمارے لئے عدالت کے دروازے کھلے۔ ہم قید میں تھے ہمارے لئے آزادی حاصل ہوئی اور ہمارے حقوق زائل کئے گئے تھے اور پھر وہ قائم کئے گئے۔ کیا کوئی شریف انسان ایسی بدذاتی کرے گا کہ اپنے محسن سے دل میں کینہ رکھے اور نیکی کی جگہ بدی کرنے کے لئے تاکتا رہے۔ ہرگز نہیں۔

پس جو شخص ہم میں سے اور ہماری جماعت میں سے ہے چاہیئے کہ وہ اس نصیحت کو ہماری آخری نصیحت سمجھے اور ہمیشہ مرتے دم تک اسی کا پابند رہے اور جو شخص اس اصُول کو اپنا دستور العمل نہ بنا دے وہ ایک ناپاک طبع اور ہم سے خارج ہے اور ہم میں سے وہی ہے اور وہی ہوگا جو اس نصیحت کا پابند رہے۔ یہ وہ نصائح ہیں جو بار بار ہم اپنی جماعت کو دیتے ہیں جن سے ہماری ۱۶ برس کی تالیفات بھری ہوئی ہیں اور نہ صرف چھُپ کر بلکہ بہادر بن کر غیر مُلکوں اور عربستان اور بلاد روم میں ہم نے اس رائے کو شائع کیا ہے۔ اب نتیجہ نکالنے والے نکال لیں کہ اس شد و مد سے دَولتِ برطانیہ کے فرماں بردار ہونے کے لئے برابر ۱۶ برس سے نصیحت کرتے رہنا اور غیر مُلکوں تک کتابوں کو پہنچانا یہ کس کا کام ہے۔ آیا مخالف منافق کا یا سچے مخلص کا۔ اور مذہبی امور میں ہمارا طریقہ کسی اوباشانہ جوش پر ہرگز مبنی نہیں۔ ہاں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم توحید اور اس پاک نبی سے پیار کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے دوبارہ سچے خدا کی شناخت دُنیا میں قائم ہوئی سو یہ سچائی ہے پیار ہے جو ہم میں ہے اور ہمارے ساتھ جائے گا۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ محبت اور پیار سے اور دو یہ کو بھی دُعا کرتے ہیں کہ الٰہی ہمارے محسنوں پر بھی یہ احسان کر کہ وہ تجھ کو پہچان لیں اور دُنیا میں اُن کو خوش رکھ اور سعادت کے ابدی حصہ کی بھی توفیق بخش۔ اور یاد رہے کہ ہمارا ہرگز یہ شیوہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں سے بحثیں کرتے پھریں یا خود بخود کسی کے لئے پیشین گوئیاں کریں جبتک کسی کی طرف سے خود اصرار اور درخواست نہ ہو اور نہ کوئی ہماری ایسی پیشین گوئی شایع ہوئی جس کو کوئی منصف غور کرنے کے بعد باطل کہہ سکے اور ہم انشاء اللہ دو ماہ تک ایک مبسوط مضمون میں اس کا ثبوت دیں گے۔ والسلام علی من اتبع الهدیٰ ◆

المشتھر

مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ایک صفحہ پر ہے) اسلامیہ پریس لاہور

(۱۴۸)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

اشتہار کتاب منن الرحمٰن

یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے جس کی طرف قرآن شریف کے بعض پُرحکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی۔ سو قرآن عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلاف لغات کا اصل فلسفہ بیان کر دیا اور ہمیں اس دقیق حکمت پر مطلع فرمایا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں۔ اور کیسے وہ لوگ دھوکہ میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ انسانی بولی کی جڑ خدا تعالےٰ کی تعلیم ہے۔ اور واضح ہو کہ اس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اُس زبان میں نازل ہوا ہے جو اُمّ الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ الٰہی کتاب کی تمام تر زینت اور فضیلت اسی میں ہے جو ایسی زبان میں ہو جو خدا تعالیٰ کے منہ سے اور اپنی خوبیوں میں تمام زبانوں سے بڑھی ہوئی اور اپنے نظام میں کامل ہو۔ اور جب ہم کسی زبان میں کمال پاویں جس کے پیدا کرنے سے انسانی طاقتیں اور بشری بناوٹیں عاجز ہوں اور وہ خوبیاں دیکھیں جو دوسری زبانیں ان سے قاصر اور محروم ہوں اور وہ خواص مشاہدہ کریں جو بجز خدا تعالیٰ کے قدیم اور وسیع علم کے کسی مخلوق کا ذہن ان کا موجد نہ ہو سکے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ زبان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سو کامل اور عمیق تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ زبان عربی ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان باتوں کی تحقیقات میں اپنی عمریں گذاری ہیں اور بہت کوشش کی ہے جو اس بات کا پتہ

لگے ہیں جو اُمّ الالسنہ کون سی زبان ہے۔ مگر چونکہ ان کی کوششیں خط مستقیم پر نہیں تھیں اور
نیز خدا تعالیٰ سے توفیق یافتہ نہ تھے اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اور یہ بھی وجہ تھی کہ عربی زبان
کی طرف ان کی پوری توجہ نہیں تھی بلکہ ایک بخل تھا۔ لہٰذا وہ حقیقت شناسی سے محروم رہ گئے
اب ہمیں خدا تعالےٰ کی مقدس اور پاک کلام قرآن شریف سے اس بات کی ہدایت ہوئی کہ وہ
الہامی زبان اور اُمّ الالسنہ جس کے لئے پارسیوں نے اپنی جگہ اور عبرانی والوں نے اپنی جگہ
اور آریہ قوم نے اپنی جگہ دعوے کئے کہ انہیں کی وہ زبان ہے۔ وہ عربی مبین ہے۔ اور
دوسرے تمام دعویدار غلطی پر اور خطا پر ہیں۔ اگرچہ ہم نے اس رائے کو سرسری طور پر ظاہر نہیں
کیا بلکہ اپنی جگہ پر پوری تحقیقات کر لی ہے اور ہزارہا الفاظ سنسکرت وغیرہ کا مقابلہ کر کے اور
ہر ایک لغت کے ماہروں کی کتابوں کو سُن کر اور خوب عمیق نظر ڈال کر اس نتیجہ تک پہنچے ہیں
کہ زبان عربی کے سامنے سنسکرت وغیرہ زبانوں میں کچھ بھی خوبی نہیں پائی جاتی بلکہ عربی کے الفاظ
کے مقابل پر ان زبانوں کے الفاظ لنگڑوں، لولوں، اندھوں، بہروں، مبروصوں، مجذوموں کے
مشابہ ہیں جو فطرتی نظام کو بکلی کھو بیٹھے ہیں اور کافی ذخیرہ مفردات کا جو کامل زبان کے لئے
شرط ضروری ہے اپنے ساتھ نہیں رکھتے لیکن اگر ہم کسی آریہ صاحب یا کسی پادری صاحب کی
رائے میں غلطی پر ہیں اور ہماری یہ تحقیقات ان کی رائے میں اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ہم ان
زبانوں سے ناواقف ہیں تو اوّل ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جس طریقہ سے ہم نے اس
بحث کا فیصلہ کیا ہے اس میں کچھ ضروری نہ تھا کہ ہم سنسکرت وغیرہ زبانوں کے املاء انشاء
سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ ہمیں صرف سنسکرت وغیرہ کے مفردات کی ضرورت تھی سو ہم نے
کافی ذخیرہ مفردات کا جمع کر لیا اور پنڈتوں اور یورپ کے زبانوں کے ماہروں کی ایک جماعت
سے اُن مفردات کے ان معنوں کی بھی جہانتک ممکن تھا تنقیح کر لی اور انگریز محققوں کی کتابوں
کو بھی بخوبی غور سے سُن لیا اور ان باتوں کو مباحثات میں ڈال کر بخوبی صاف کر لیا۔ اور پھر
سنسکرت وغیرہ کے زبان دانوں سے مکرر شہادت لی جس سے یقین ہو گیا کہ درحقیقت وید کے

سنسکرت وغیرہ زبانیں اُن خوبیوں سے عاری اور بے بہرہ ہیں جو عربی زبان میں ثابت ہو گئی ہیں۔ پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کسی آریہ صاحب یا کسی اور مخالف کو یہ تحقیقات ہماری منظور نہیں تو ان کو ہم بذریعہ اس اشتہار کے اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے زبان عربی کی فضیلت اور کمال اور فوق الالسنہ ہونے کے دلائل اپنی اس کتاب میں مبسوط طور پر لکھ دیئے ہیں جو تفصیل ذیل ہیں۔

۱۔ عربی کی مفردات کا نظام کامل ہے۔ ۲۔ عربی اعلیٰ درجہ کی علمی وجوہ تسمیہ پر مشتمل ہے جو فوق العادت ہیں۔ ۳۔ عربی کا سلسلہ اطراد مواد اتم و اکمل ہے۔

۴۔ عربی کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔

۵۔ عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا نقشہ کھینچنے کے لئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔

اب ہر ایک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہ کمالات سنسکرت یا کسی اور زبان میں ثابت کرے یا اس اشتہار کے پہنچنے کے بعد ہمیں اپنے منشاء سے اطلاع دے سکے کہ وہ کیونکر اور کس طرز سے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہے یا اگر اس کو ان فضائل میں کچھ کلام ہے یا سنسکرت وغیرہ کی بھی کوئی فوقی خوبی بتلانا چاہتا ہے تو بیشک پیش کرے۔ ہم غور سے اس کے کلمات کو سنیں گے مگر چونکہ اکثر وہمی مزاج اس قسم کے بھی ہر ایک قوم میں پائے جاتے ہیں کہ یہ خدشہ ان کے دل میں باقی رہ جاتا ہے کہ شاید سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسے چھپے ہوئے کمالات ہوں جو انہیں لوگوں کو معلوم ہوں جو ان زبانوں کی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اس لئے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کر دیا ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ صرف کہنے کی بات نہیں بلکہ کسی آریہ صاحب یا کسی اور صاحب کی درخواست کے آنے پر پہلے ہی ایسی جگہ جمع کرا دیا جائے گا جس میں وہ آریہ صاحب یا اور صاحب بخوبی مطمئن ہوں اور سمجھ لیں کہ فتح یابی کی حالت میں بغیر حرج کے وہ روپیہ ان کو وصول ہو جائے گا۔ مگر یاد رہے کہ روپیہ جمع کرانے کی درخواست اس وقت آنی چاہیئے جبکہ تحقیق الالسنہ کی کتاب چھپ کر شائع

شائع ہو جائے اور جمع کرانے والے کو اس امر کے بارے میں ایک تحریری اقرار دینا ہوگا کہ اگر وہ پانچ ہزار روپیہ جمع کرانے کے بعد مقابلہ سے گریز کر جائے یا اپنی لاف و گزاف کو انجام تک پہنچا نہ سکے تو وہ تمام حرجہ ادا کرے جو ایک تجارتی روپیہ کے لئے کسی مدت تک بند رہنے کی حالت میں ضروری الوقوع ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

عبدالحق غزنوی کے مُباہلہ کا بقیہ

عبدالحق غزنوی نے اپنے بیہودہ اشتہار میں مباہلہ میں فتحیاب ہونے کا بہت سوچ فکر کے بعد یہ حیلہ نکالا تھا کہ بھائی کے مرنے سے اس کی بیوی میرے قبضہ میں آئے۔ اور یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ آئندہ لڑکا پیدا ہونے کی امید ہے۔ اس کے جواب میں ہم نے اپنے رسالہ انوار الاسلام میں لکھ دیا تھا کہ بھائی کا مرنا اور اس کی ضعیفہ بیوہ کو نکاح میں لانا کوئی مراد یابی کی بات نہیں بلکہ اس کا ذکر کرنا ہی جائے شرم ہے۔ وہ ضعیفہ جو اپنی جوانی کا اکثر حصہ کھا چکی تھی اُس کو نکاح میں لا کر تو ناحق عبدالحق نے روٹی کا غم اپنے گلے ڈال لیا۔ اب معلوم نہ ہوگا کہ ایسے بیہودہ نکاح سے دُکھ زیادہ یا خوشی ہوئی۔ باقی رہا لڑکا پیدا ہونا۔ اس کو عبدالحق نے ابتک کوئی اشتہار نہیں دیا۔ شاید وہ پیٹ کے اندر ہی اندر گم ہوگیا یا بموجب آیت فرقانی لڑکی پیدا ہوئی اور مونہہ کالا ہوگیا۔ لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے عبدالحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا جیسا کہ ہم اُسی رسالہ انوار الاسلام میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے ہیں سو الحمدللہ والمنۃ کہ اس الہام کے مطابق ۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔

راقم خاکسار غلام احمد عفی عنہ

مطبوعہ ۱۸۹۵ء (یہ اشتہار ضیاء الحق مطبوعہ ۱۸۹۵ء کے ٹائٹل صفحہ اندرونی و آخری صفحوں پر ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا

آریہ صاحبوں کے ملاحظہ کیلئے ایک ضروری اشتہار

چونکہ اس وقت کتاب منن الرحمٰن* میری طرف سے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ رہی ہے اور اس کتاب میں ایک تقریب پر آریہ صاحبوں اور عام ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ کا بھی ذکر کرنا پڑے گا۔ اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس اشتہار کے ذریعہ سے بعض واقفکار آریہ صاحبوں سے بحث کر لوں اور پھر اس مسئلہ کو اپنی کتاب میں لکھوں۔ یا اگر وہ

* یہ کتاب دنیا کی زبانوں کی تقسیم اور تحقیق کے بارے میں نے تالیف کی ہے۔ اس کتاب کا مقصد مطلب یہ ہے کہ صرف عربی زبان ہی الہامی زبان ہے کہ جو خدائے تعالیٰ مطلق کی وحی اور الہام سے ابتدائے زمانہ میں انسان کو ملی۔ اور وہی اُمّ الالسنہ یعنی تمام زبانوں کی ماں ہے اور نہ صرف اسی قدر کہ تمام زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں بلکہ میں نے اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یہی ایک زبان ہے جو پاک اور کامل اور علوم عالیہ کا ذخیرہ اپنے مفردات میں رکھتی ہے اور دوسری زبانیں ایک کثافت اور تاریکی کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ اس قابل ہرگز ہو نہیں سکتیں کہ خدا تعالیٰ کا کامل اور مجید کلام ان میں نازل ہو کیونکہ ان زبانوں کی کم مائگی اور کجی اور ناقص بیانی معارف الٰہیہ کے فوق الطاقت بوجھ کو اُٹھا نہیں سکتی۔ غرض اس کتاب میں بڑی صفائی سے اور بڑے روشن اور بدیہی دلائل سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا پاک اور کامل اور روشن اور پُر اسرار اور پُر حکمت کلام جو دائمی ہدایت کے

مجھے اس کی معقولیت سمجھا دیں تو لکھنے سے دستکش رہوں کیونکہ میری نظر میں نیوگ کا عقیدہ ایک ایسا قابل شرم عقیدہ ہے کہ اس کے بیان میں گو کیسا ہی تہذیب سے کام لیا جائے پھر بھی بوجہ خبث نفس مضمون کے ناگفتنی باتیں لکھنی پڑتی ہیں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی صاحب پیچھے سے کوئی بات زبان پر لادیں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اگر کسی کا کچھ عذر ہو تو اب پیش کرے میں بخوشی اس کے عذر کو سنوں گا اور اگر قبول کے قابل ہو تو قبول کر لوں گا کیونکہ اس جگہ نفسانیت منظور نہیں۔ صرف اظہار حق منظور ہے۔ اب ضروری استفسار ذیل میں لکھتا ہوں:-

دنیا میں آیا ہو وہ صرف اسی زبان میں آسکتا ہے جو ان معارف اور حقائق کو بیان کرنے کے لئے اپنے اندر کامل وسعت رکھتی ہو۔ سو اس فیصلہ کے مطابق صرف قرآن شریف ہی اللہ تعالےٰ کی وہ کامل کتاب ٹھہرتی ہے جو حقیقی اور کامل اور ابدی تعلیم لے کر دنیا میں آئی۔ اور دوسری کتابیں جو آسمانی کہلاتی ہیں اگر مان بھی لیں کہ کوئی ان میں سے خدا تعالےٰ کی طرف سے تھی تو وہ ایک قانون مختص القوم یا مختص الزمان کی طرح صرف چند روزہ مصلحت کے لئے آئی ہوگی لہذا جیسا کہ وہ خود ناقص تھیں ایسا ہی ناقص بولی میں اتریں مگر کامل کتاب کے لئے کامل بولی میں اترنا ضروری تھا۔ کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا لہذا قرآن شریف عربی زبان میں اترا جو اپنے ہر یک پہلو کے رو سے کامل ہے۔

غرض منن الرحمٰن کو ہم نے اسی مدعا سے تالیف کیا ہے کہ تا کامل بولی کے ذریعہ کامل کتاب کا ثبوت دیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے جو شخص چاہے یہ روپیہ ہم سے پہلے جمع کرالے۔ اگر وہ ثابت کر دیوے کہ وہ دلائل جو اس طرف سے عربی زبان کے ام الالسنہ اور وحی اللہ ہونے کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں ویسے دلائل یا ان سے بہتر کسی اور زبان کے بارے میں پیش ہو سکتے ہیں تو وہ پانچ ہزار روپیہ جو جمع کرایا جائے گا اس کا ہوگا۔ یہ اشتہار صرف کہنے کی بات نہیں۔

استفسار

اے آریہ صاحبان آپ لوگ اس سے بیخبر نہیں کہ پنڈت دیانند صاحب نے وید کی شرتیوں کے حوالہ سے نیوگ[1] کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے ایک یہ بھی قسم لکھی ہے کہ اگر مرد اس مردی کی قوت سے ناقابل ہو جس سے اولاد پیدا ہو سکے تو وہ اپنی بیوی کو اجازت دیوے تا کسی دوسرے سے اولاد حاصل کرے۔ تب وہ شخص جس کو اجازت دی گئی ہے اسی گھر میں جہاں اس عورت کا خاوند رہتا ہے اس کی بیوی سے ہم بستر ہوگا۔ اور نہ صرف ایک دفعہ بلکہ کئی سال

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

بلکہ ہماری طرف سے یہ ایمانی اقرار ہے کہ ہریک ایسا شخص جو مقابلہ کرنے کے لئے علمی لیاقت رکھتا ہو یعنی اگر وہ انگریزی کا حامی ہے تو انگریزی دان ہو اور اگر سنسکرت کا حامی ہے تو سنسکرت دان ہو۔ اس کی درخواست آنے کے وقت نقد پانچہزار روپیہ ایسی جگہ پر جمع کرا دیا جائے گا جو اس کی مرضی کے مطابق اور قرین انصاف ہو۔ غرض یہ اس کا حق ہوگا کہ ہر طرح سے پوری تسلی کرلے۔ ہاں اس پر یہ لازم ہوگا کہ ہمارا تحریری اقرار نامہ لے کر اپنی طرف سے بھی یہ اقرار لکھ دے کہ اگر وہ ایک مدت مقررہ تک جس کا تصفیہ بعد میں ہو جائے گا مقابلہ پر کچھ نہ لکھے یا لکھے جو منصفوں کی نظر میں ہیچ ہو تو اس مدت تک وہ تجارت کے کام کا روپیہ جو اس کے انتظار پر بند رہے گا اس کا مناسب ہرجانہ اس کو دینا ہوگا اور یہ روپیہ منصفوں کی ڈگری دینے سے اس شخص کو مل جائے گا جو اپنی زبان کو فضائل خاصہ غالبہ کی رو سے ام الالسنہ ثابت کرے اور اس کو اختیار ہوگا کہ رسید باضابطہ کے ذریعہ سے وہ تمام روپیہ منصفوں کے پاس جمع کرا دیوے۔ اور ہم اس بات کو بدل قبول کرتے ہیں کہ اس فیصلہ کے لئے مسلمانوں میں سے

[1] آریوں میں نیوگ نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ پنڈت دیانند ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ پاپ تو نیوگ کے روکنے میں ہے سو جس کا نہ کرنا پاپ ہے اس کا کرنا واجب ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ اجمیر اور ہم مستقل رسالہ میں جو عنقریب چھپنے والا ہے اس کو مفصل بیان کر دیں گے۔

تک اور جب تک کہ دس بچے ہو جائیں وہ اس سے ہمبستری کر سکتا ہے مگر ساتھ اس کے یہ بھی حکم ہے کہ عورت اپنے خاوند کی خدمت اور سیوا میں بھی لگی رہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسی گھر میں اس دیوث خاوند کا رہنا بھی ضروری ہے جس کی عورت سے دن رات ایک اجنبی اس کی آنکھوں کے سامنے بدکاری کر رہا ہے اور ایسے زانی کا نام جو پرائی عورت سے بدکاری کرے۔ وید کی رو سے بیرج داتا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بیرج داتا اسی عورت سے اپنے لئے بھی اولاد لے سکتا ہے۔ اور یہ بھی درج ہے کہ اگر کسی عورت کے لڑکیاں ہی پیدا ہوں تو اس کا بھی فرض ہے جو اپنے پتی کی اجازت سے نیوگ کراوے اور کسی بیرج داتا کو اپنے گھر میں بلاوے اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے یعنی اسی گھر میں اس عورت سے صحبت کرے اور ایک دراز مدت تک کرتا رہے۔ اب آپ لوگ معاف فرماویں کہ ہم نے آپ کے وید کی تعلیم کا یہ حصہ اس غرض سے نہیں لکھا کہ آپ کے دلوں کو دکھاویں بلکہ صرف اس استفسار کی غرض سے تحریر کیا ہے کہ کیا آپ لوگ ایسی شرتیوں کو بھی ایشر بانی سمجھتے ہیں۔ اور کیا آپ لوگوں میں سے کسی کی انسانی حمیت اور غیرت اس بات کو قبول کرتی ہے کہ اس کے جیتے جی نیوگ کے بہانہ سے اس کا چھوٹا بھائی یا برادری میں سے کوئی مشٹنڈا اس کی پیاری بیوی کا پر صحبت کی غرض سے حملہ کرے بلکہ باجازت وید کام بھی کر ڈالے یا کوئی برہمن اس کی عورت کے ساتھ ایسی حرکت کا مرتکب ہو اور وہ باوجود قوت اور شہوت اور طاقت اور روپیہ موجود ہونے کے الگ ہو بیٹھے

کوئی منصف نہ ہو۔ بلکہ اگر مثلاً یہ تنازع آریہ صاحبوں کی طرف سے ہو تو ہمیں منظور ہے کہ منصف دو شریف اور فاضل آریہ اور دو معزز اور لائق عیسائی انگریز ہوں جو دونوں زبانوں میں مہارت رکھتے ہوں اور کثرت رائے پر فیصلہ ہو مگر اس شرط سے کہ وہ کثرت رائے حلف کے ساتھ مؤکد ہو اور اگر یہ نزاع بعض پادری صاحبوں کی طرف سے ہو تو ایسا ہی انہیں بھی اختیار ہے کہ اپنے منصف دو عیسائی اور دو اور شخص جو رائے ظاہر کرنے کے قابل ہوں مقرر کر لیں ہمیں یہ تقرری بہرحال منظور ہوگی کچھ بھی عذر نہیں ہوگا۔ منہ

اور کچھ چوں نہ کرے بلکہ پاس کی کوٹھڑی میں خاموش پڑا رہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ ایک اجنبی اس کے سہرے کی منکوحہ اور برات کی بیاہتا ہے جو نام و ننگ کے خاندان سے آئی تھی، ہمخواب اور بغل گیر ہے اور صرف بوس و کنار پر بس نہیں کیا بلکہ حرکت زنا سے اس کمبخت خاوند کی ساری پت اور عزت کو خاک میں ملا دیا اور پھر بھی ذرا غیرت اس کی جوش نہ مارے۔ اے آریہ صاحبان میں اس وقت تمہارے ہی پرمیشر کی تمہیں قسم دیتا ہوں اور تمہاری ہی کانشنس کی شہادت تم سے چاہتا ہوں کہ کیا تمہاری مردانہ غیرت اور شریفانہ حمیت اس بات پر برداشت کر سکتی ہے کہ یہ بے شرمی کا کام تمہارے گھر میں اور تمہاری نظر کے سامنے ہو اور تم چپکے اس کو دیکھتے رہو اور ایسی تعلیموں سے بیزار نہ ہو جنہوں نے یہ دن تمہیں دکھلائے۔ اور لعنت کا طوق تمہارے گلے میں ڈالا۔ میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کس قدر ایک شریف انسان کو قدرتی اور طبعی طور پر اپنی عورت کے لئے حمیت اور غیرت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس قدر بھی روا نہیں رکھتا کہ اس کے گھر سے اس کی بیوی کی اونچی آواز اٹھے اور اجنبی لوگ اس کو سنیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک غیرتمند انسان تھوڑے ظن کے ساتھ اپنی عورت کو قتل بھی کر دیتا ہے اور زنا کی حالت میں تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کی طرح پھینک دیتا ہے اور اپنے لئے اس بے شرمی کی زندگی سے مرنا قبول کر لیتا ہے پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگوں کا وید یہ کیسی ہدایت لایا جو انسانی فطرت کی طبعی شرم اور حیا اور حمیت کے برخلاف ہے۔ کیا کوئی شریف الفطرت اس بات پر راضی ہو سکتا ہے کہ اولاد کی خواہش سے یا لڑکیوں کی کثرت کے بعد لڑکا پیدا ہونے کی تمنا سے ایک اجنبی کو اپنے گھر میں آپ بلا وے اور اپنی عورت کو اس سے ہمبستر کراوے اور آپ الگ بیٹھا جوش شہوت کی حرکات دیکھتا رہے۔ کیا اب بھی آپ لوگ اس تعلیم کو خدا تعالےٰ کی تعلیم کہیں گے؟

اے میرے پیارے ہموطنو! اس خدا سے ڈرو جو ہرگز ناپاکی کے راہوں کو پسند نہیں

کہ وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کے بندوں میں زنا پھیلے اور حرامی اولاد پیدا ہو۔ ایسے بیٹے کی خواہش پر بھی ہزار لعنت ہے جس کی والدہ اپنے عزیز خاوند کو چھوڑ کے دوسرے کے آگے پڑتی ہے اور لعنت اس اولاد پر جو حرام کاری کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ عزیزو! ذرا سوچو! کہاں ہے تمہاری غیرت۔ کہاں ہے تمہاری انسانی حمیت۔ کہاں ہے تمہارا کانشنس۔ غیر کا نطفہ تمہارا بیٹا ہرگز نہیں ہوگا اور ناحق بے حیائی سے اپنی عورتوں کی پاکدامنی کو گندگی میں ڈالو گے۔ دُنیا میں کنجر سب سے زیادہ بے شرم اور فاسق قوم ہے مگر وہ بھی اپنی بہُو سے حرامکاری نہیں کراتے۔ مگر تم پر افسوس کہ جائز رکھتے ہو کہ تمہاری بہُو بھی تمہارے بیٹے کے سوا کسی اور کے پاس جاوے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ میں نے اسکی تفتیش کے لئے قادیان میں ایک جلسہ قرار دے کر آریہ صاحبوں سے اس حقیقت کو دریافت کرنا چاہا چنانچہ ۲۰ جولائی ۱۸۹۵ء کو ایک مسجد میں یہ جلسہ منعقد ہوا۔ اور چند آریہ صاحبان شامل جلسہ ہوئے۔ اور جب ان سے دریافت کیا گیا تو بعض نے کہا کہ ہمیں خبر نہیں۔ ہم نے ستیارتھ پرکاش کا یہ مقام نہیں پڑھا اور بعض نے بڑے استقلال سے بیان کیا کہ آریہ دھرم کا صرف یہ عقیدہ ہے کہ بیوہ نیوگ کے ذریعہ سے اولاد لے سکتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اصل واقعہ کو کیوں چھپایا۔ میرے خیال میں انسانی شرم نے ان کو اجازت نہیں دی اور جب میرے بعض مخلصوں نے ان کو وہ مقام پڑھ کر سُنایا تو پھر دوسرا عذر یہ پیش ہوا کہ یہ طریق اس حالت میں ہے کہ جب خاوند ہرگز عورت کے پاس جا نہ سکے۔ پھر جب کھول کر بتلایا گیا کہ ستیارتھ پرکاش میں یہ صاف لکھا ہے کہ ایسا نامرد ہو جو نا قابل اولاد ہو پس اس میں وہ نامرد بھی داخل ہیں جو صحبت کرنے پر تو پورے قادر ہیں مگر منی قابل اولاد نہیں مثلاً منی میں کیڑے نہیں یا پتلی ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ ایسا ہو کہ ہرگز صحبت نہ کر سکتا ہو بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر مرد قابل اولاد ہو مگر لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں تب بھی نیوگ ہوگا۔

تو یہ جواب سُن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک پنڈت جی بولے کہ بیشک ایسی حالتوں میں بھی نیوگ کرانا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور ہم ایسے نیوگ پر راضی ہیں۔ غرض اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عام ہدایت وید کی یہی ہے کہ آریہ لوگ ضرورتوں کے وقت اپنی بیویوں اور بہو بیٹیوں سے نیوگ کرایا کریں۔ مگر ظاہر ہے کہ انسانی کانشنس اس کو قبول نہیں کرتا۔ اور انسان کی فطرتی حمیت اور غیرت ہزار بیزاری سے اس کام پر لعنت بھیجتی ہے۔ اور انسان تو انسان ایک مُرغ بھی اپنی مُرغیوں کے لئے غیرت رکھتا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اس بارے میں کوئی اور آریہ صاحب بھی بحث کرنا چاہتے ہوں تو ہم اپنے خرچ سے ان کو ان کی درخواست پر قادیان میں بُلا سکتے ہیں۔ اور ۱۵؍ اگست ۱۸۹۵ء تک مُہلت ہے ۔

راقـــــــــــــــم

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۳۱؍ جولائی ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ۲۲×۱۸/۴ کے دو صفحہ پر علیحدہ ہے اور آریہ دھرم طبع اول کے حاشیہ صفحہ ۲ لغایت ۱۲ پر بھی ہے)

نوٹ:۔ شاید آریہ کہیں گے کہ یہ زنا نہیں۔ مگر جس حالت میں خاوند موجود ہے اور بیٹا بھی اسی کا بیٹا کہلائے گا اور عورت بھی اسی کی عورت کہلائے گی اور طلاق نہیں دی گئی تو پھر یہ زنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور منو لکھتا ہے کہ نیوگ کے دنوں میں بھی خاوند کو صحبت کرنے کا اختیار ہے (دیکھو منو)

(۱۴۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

کہاں ہیں جو نانک کے ہیں خاک پا
جو کرتے ہیں اس راہ میں جاں فدا
وہ سوچیں کہ کیا لکھ گیا پیشوا
وصیت میں کیا کہہ گیا برملا

کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں
محمدؐ کی رہ پر یقیں رکھتے ہیں
اٹھو سونیوالو کہ وقت آگیا
تمہارا گرو تم کو سمجھا گیا

مبارکباد مبارکباد

آج ہم بڑی خوشی سے اس اشتہار کو جو محض ہمدردی بنی نوع کے لحاظ سے لکھا گیا ہے، شائع کرتے ہیں۔ اور ان تمام صاحبوں کو تہِ دل سے مبارک باد دیتے جو پنڈت دیانند کے اُن دلآزار الفاظ سے شکستہ دل تھے جو انہوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں اپنے قدیمی بخل اور تعصب کی وجہ سے باوا نانک صاحب جیسے نیک دل سادہ قوم کے برگزیدہ گرُو کی نسبت لکھے ہیں۔ اور محض سفلہ پن اور ایک کینہ حسد سے باوا صاحب کی نسبت یہ کلمات استعمال کئے ہیں کہ وہ جاہل اور نادان اور لالچی اور دُنیا پرست اور مکار اور فریبی اور گنوار اور بے علم اور متکبر اور مغرور اور اپنی اغراض نفسانی کی وجہ سے لوگوں کو دھوکا دینے والا ایک ٹھگ اور گمراہ تھا۔ ان مکروہ اور دلآزار باتوں سے جو گالیوں کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ کون شریف اور نیک سرشت ہے جو دیانند کی اس کارروائی کو قابل اعتراض نہیں سمجھتا اور کون منصف اور حق شناس ہے جو ان کلمات کے قائل کو ایک گندہ طبع اور بدزبان خیال نہیں کرتا۔ ہمیں یقین تھا کہ سکھ صاحبان ان ناپاک کلمات کا جواب ضرور دیں گے اور اپنی اس محبت اور غیرت کو جو باوا نانک صاحب کی نسبت وہ رکھتے ہیں لوگوں پر ظاہر کریں گے۔ مگر افسوس کہ اب تک ان کی طرف سے آواز نہیں اُٹھی۔ لہذا ہمیں ایسے راستباز انسان کے

لئے سچی ہمدردی نے مجبور کیا کہ ہم ہی کچھ لکھیں۔ اور جب کہ ہم نے غور کی کہ کس بات نے دیانند کو ایسی سخت زبانی پر آمادہ کیا تو اسی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ باوا نانک صاحب نے اپنے گرنتھ میں آریوں کے وید کی نسبت محض حق گوئی کی راہ سے جیسا کہ حق پسندان کی عادت تھی، وہ رائے ظاہر کی جو حقیقت میں سچی اور اپنے محل پر ہے اور راست گوئی کے جوش میں کسی کی بھی پرواہ نہیں رکھی یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا کہ ویدوں میں بجز گمراہ کرنے والی باتوں کے اور کچھ بھی نہیں*۔ اور ہم جانتے ہیں کہ باوا نانک صاحب

نوٹ* ہم نے رسالہ ست بچن میں صرف یہی ثابت نہیں کیا کہ باوا نانک صاحب نے چاروں ویدوں کی اپنے پُرزور کلام سے تکذیب کی ہے۔ بلکہ ایک بڑی بات جو شکر گزاری کے قابل ہے۔ یہ ہے کہ باوا صاحب موصوف نے نہایت عمدہ دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ دُنیا میں سچا مذہب جو ذریعہ نجات ہے صرف اسلام ہے اور اپنی زندگی میں اپنے قول اور فعل سے صداقت اِسلام پر گواہیاں دیں اور نہایت وضاحت سے بپایۂ ثبوت پہنچا دیا ہے کہ وہ اس پاک جماعت کے سرگرم مسلمانوں میں سے اور اس راہ میں فدا شدہ ہیں۔ چنانچہ وہ تمام ثبوت ہم نے رسالہ ست بچن میں لکھ دیئے ہیں۔ تا باوا صاحب کے رُوحانی کمالات لوگوں پر کھُل جائیں۔ سو ہر یک حق کے طالب کو چاہیئے کہ یہ دونو رسالے منگوائے۔ اور ہمارے مخالف نادان مولوی ڈوب مریں کہ باوجود اس قدر لاف و گزاف کے انہوں نے اِسلام کی کچھ بھی خدمت نہیں کی۔ صرف مسلمانوں کو کافر بنانا جانتے ہیں۔ مگر باوا صاحب چھ کروڑ ہندوؤں کو اپنے قول و فعل سے اِسلام کی ترغیب دے گئے اور ایسے طور سے اپنے اقوال سے اور اپنے افعال سے اسلام کی سچائی کی گواہی دی کہ جب تک انسان خدا تعالےٰ کی راہ میں سچ مچ فدا شدہ نہ ہو ایسا کامل نمونہ ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔ واہ باوا نانک صاحب آپ بیشک عزت کے لائق ہیں۔ آپ کا وصیت نامہ جو اسلام کی سچائی کے لئے ایک سوتی کپڑا پر لکھا ہوا کابلی مل کی اولاد میں اب تک موجود ہے (اس کے آگے سے چند حروف پھٹ گئے ہوئے ہیں۔ مرتب)

نے محض حقیقت شناسی اور ہندوؤں کی ہمدردی سے نصیحت کے طور پر ایسی باتیں کہی ہیں اور سکا کہا ہے جو کچھ کہا ہے۔ باوا نانک صاحب کو وید سے کچھ بغض نہ تھا بلکہ اسی قوم میں پیدا ہوئے تھے اور وید سے خوب واقف تھے کیونکہ گیانی اور عارف تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ بے اصل طور پر وید کی مذمت کرتے۔ لیکن اس نااہل پنڈت نے باوا نانک صاحب کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا اور نہ ان کے عارفانہ کلام کو سمجھا اور ناحق گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اس لئے ہم نے باوا نانک صاحب کی تائید میں دو رسالے لکھے ہیں۔ (۱) **اوّل** ایک رسالہ ہے جس کا نام ہم نے **ست بچن** رکھا ہے کیونکہ اسی رسالہ میں باوا نانک صاحب کے بچن کی تصدیق کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا یہ بچن جو چاروں وید کہانی اور خدا کی سچی تعریفوں سے بے نصیب ہیں **فی الواقع صحیح اور درست ہے** اور نیز ہم نے اس رسالہ میں دیانند کے ان تمام الزامات کے جوابات دیئے ہیں۔ جو وہ بابا صاحب پر قائم کرتا ہے۔ اور نیز باوا صاحب کی کچھ کرامتیں لکھی ہیں اور باوا صاحب کی زندگی اور دیانند کی زندگی کا موازنہ کیا ہے۔ ایسا ہی بعض معارف اور گیان کی باتیں باوا صاحب کی درج کی ہیں (۲) دوسرے رسالہ کا نام **آریہ دھرم** رکھا ہے جس میں باوا صاحب کے اس قول کا ثبوت دیا ہے جو ویدوں کی نسبت انہوں نے بڑے زور سے اپنے سکھوں کو بتایا ہے اور خوب ثابت کیا ہے کہ باوا صاحب اپنے اس قول میں بے شک سچے ہیں اور ویدوں کی خراب تعلیم کا ایک ایسا نمونہ دیا ہے جس کے ماننے کے بغیر کسی عقلمند کو بن نہیں پڑتا۔ اور اُس میں باوا نانک صاحب کے قول کی خوب تصدیق ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں رسالے ایک ہی جلد میں چھاپے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہو سکتے اور قیمت دونوں رسالوں کی ۶/ علاوہ محصولڈاک رکھی گئی ہے۔ جن صاحبوں کو شوق ہو قیمت بھیج کر منگا سکتے ہیں۔

بالآخر واضح رہے کہ عنقریب دوسرا مجھو رسالہ **نور القرآن** بھی نکلنے والا ہے جس میں

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور حضرت مسیح علیہ السلام کے اخلاق اور قرآن کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اور پہلا نمبر جس میں ضرورت قرآن کے دلائل اور انجیل کی ناقص تعلیم کے بد نتیجے لکھے گئے ہیں پہلے چھپ چکا ہے جو موجود ہے

پھر اس کے بعد ایک بڑی کتاب منن الرحمٰن شائع کی جائے گی۔ جس سے ویدوں کا سارا پردہ کھل جائے گا۔ اس روز عام ہندوؤں کو معلوم ہو گا جو حقیقت میں وہ تمام باتیں سچی تھیں جو باوا نانک صاحب نے ویدوں کی نسبت کہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ باوا صاحب کی اس سے بڑی کرامت ثابت ہو گی جو انہوں نے اپنی روشن ضمیری سے پہلے ویدوں کی نسبت وہ باتیں کہیں جو کامل تحقیقات کے بعد سچی نکلیں اور اسی بات کا نام کرامت ہے۔ اور کتاب منن الرحمٰن میں بڑی مضبوط دلائل سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ سنسکرت زبان اور ایسا ہی دوسری زبانیں عربی کے بگڑے ہوئے الفاظ ہیں اور یہ زبانیں پیچھے سے شائع ہوئی ہیں اور سب زبانوں کی ماں جو خدا تعالےٰ کی وحی اور الہام سے پہلے انسان کو ملی عربی ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالےٰ کی کامل کتاب جو قرآن شریف ہی ہے عربی ہی میں نازل ہوئی۔ غرض یہ کتاب ایسی برکتوں اور معارف جدیدہ سے بھری ہوئی ہے جس سے امید ہے کہ تمام قومیں عام برکتیں ان سے حاصل کریں گی۔ والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار

غلام احمد قادیانی ۹ ستمبر ۹۵ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ایک صفحہ پر ہے)

۱۴۱

نوٹس

بنام آریہ صاحبان و پادری صاحبان و دیگر صاحبان مذاہب مخالفہ ان مسلمانوں کی طرف سے جن کے نام نیچے درج ہیں و نیز ایک التماس

گورنمنٹ عالیہ کی

توجہ کے لائق

اے صاحبان مندرجہ عنوان نہایت ادب اور تہذیب سے آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم سب فرقے مسلمان اور ہندو اور عیسائی وغیرہ ایک ہی سرکار کے جو سرکار انگریزی ہے رعایا ہیں۔ لہذا ہم سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسے امور سے دستکش رہیں جن سے وقتاً فوقتاً ہمارے حکام کو دقتیں پیش آویں یا بیہودہ نزاعیں باہمی ہو کر کثرت سے مقدمات دائر ہوتے رہیں اور نیز جب کہ ہمسائیگی اور قرب وجوار کے حقوق درمیان ہیں۔ تو یہ بھی مناسب نہیں کہ مذہبی مباحثات میں ناحق ایک فریق دوسرے فریق پر بے اصل افترا قائم کر کے اس کا دل دکھاوے اور ایسی کتابوں کے حوالے پیش کرے

* پادری صاحبان اگر ہماری اس نصیحت کو غور سے سُنیں تو بیشک اپنی بزرگی اور شرافت ہم پر ثابت کریں گے اور اس حق پسندی اور صلحکاری کے موجب ہوں گے جس سے ایک راستباز اور پاک دل شناخت کیا جاتا ہے اور وہ نصیحت صرف دو باتیں ہیں جو ہم پادری صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا چاہتے ہیں۔ منہ

جو اس فریق کے نزدیک مسلّم نہیں ہیں۔ یا ایسے اعتراض کرے جو خود اپنے دین کی تعلیم پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ چونکہ اب تک مناظرات و مباحثات کے لئے کوئی ایسا قاعدہ باہم قرار یافتہ نہیں تھا جس کی پابندی یاوہ گو لوگوں کو ان کی فضول گوئی سے روکتی لہذا پادریوں میں سے پادری عماد الدین و پادری ٹھاکرداس و پادری فنڈل صاحب وغیرہ صاحبان اور آریہ صاحبوں میں سے منشی کنہیالال الکھدھاری اور منشی اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری نے اپنا یہی اصول مقرر کر لیا کہ ناحق کے افتراؤں اور بے اصل روایتوں اور بے بنیاد قصوں کو داخل

اوّل یہ کہ وہ اسلام کے مقابل پر ان بیہودہ روایات اور بے اصل حکایات سے مجتنب رہیں جو ہماری مسلّم اور مقبول کتابوں میں موجود نہیں اور ہمارے عقیدہ میں داخل نہیں اور نیز قرآن کے معنی اپنی طرف سے نہ گھڑ لیا کریں بلکہ وہی معنی کریں جو تواتر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور پادری صاحبان اگرچہ انجیل کے معنی کرنے کے وقت ہر یک بے قیدی کے مجاز ہوں مگر ہم مجاز نہیں ہیں۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے معصیت عظیمہ ہے۔ قرآن کی کسی آیت کے معنی اگر کریں تو اس طور سے کرنے چاہیئے کہ دوسری قرآنی آیتیں ان معنوں کی مؤید اور مفسر ہوں، اختلاف اور تناقض پیدا نہ ہو کیونکہ قرآن کی بعض آیتیں بعض کے لئے بطور تفسیر کے ہیں۔ اور پھر ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی انہیں معنوں کی مفسر ہو کیونکہ جس پاک اور کامل نبی پر قرآن نازل ہوا وہ سب سے بہتر قرآن شریف کے معنی جانتا ہے غرض اتم اور اکمل طریق معنے کرنے کا تو یہ ہے لیکن اگر کسی آیت کے بارے میں حدیث صحیحہ مرفوع متصل نہ مل سکے تو ادنیٰ درجہ استدلال کا یہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت کے معنی دوسری آیات بیّنات سے کئے جاویں۔ لیکن ہرگز یہ درست نہیں ہوگا کہ بغیر ان دو قسم کے التزام کے اپنے ہی خیال اور رائے سے معنی کریں۔ کاش اگر پادری عماد الدین وغیرہ اس طریق کا التزام کرتے تو وہ آپ ہلاک

اعتراضات کی مدافعت میں پیش کیا۔ مگر اصل قصور تو اس میں پادری صاحبوں کا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں نے اپنے ذاتی تعصب اور کینہ کی وجہ سے جوش تو بہت دکھلایا مگر براہ راست اسلام کی کتابوں کو وہ دیکھ نہ سکے۔ وجہ یہ کہ بباعث جہالت اور کم استعدادی دیکھنے کا مادہ نہیں تھا سو انہوں نے اپنی کتابوں میں پادریوں کے اقوال کا نقل کر دینا غنیمت سمجھا غرض ان تمام لوگوں نے بے قیدی اور آزادی کی گنجائش پاکر افتراؤں کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اور ناحق بیوجہ اہل اسلام کا دل دکھایا اور بہتوں نے اپنی بدذاتی اور مادری بدگوہری سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگائے یہاں تک کہ کمال خباثت اور اس پلیدی سے جو ان کے اصل میں تھی اس سید المعصومین پر سراسر دروغگوئی کی راہ سے زنا کی تہمت لگائی۔ مگر غیرتمند مسلمانوں کو اپنی محسن گورنمنٹ کا پاس نہ ہوتا تو ایسے شریروں کو جن کے افتراء میں یہانتک نوبت پہنچی، وہ جواب دیتے جو ان کی بداصلی کے مناسب حال

حاشیہ

ہوتے اور نہ دوسروں کی ہلاکت کا موجب ٹھہرتے۔

دوسری نصیحت اگر پادری صاحبان سنیں تو یہ ہے کہ وہ ایسے اعتراض سے پرہیز کریں جو خود ان کی کتب مقدسہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بڑا اعتراض جس سے بڑھ کر شاید ان کی نظر میں اور کوئی اعتراض ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہے وہ لڑائیاں ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ ان کفار سے کرنی پڑیں جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں تیرہ برس تک انواع اقسام کے ظلم کئے اور ہر یک طرح سے ستایا اور دکھ دیا اور پھر قتل کا ارادہ کیا جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معہ اپنے اصحاب کے مکہ چھوڑنا پڑا۔ اور پھر بھی باز نہ آئے اور تعاقب کیا اور ہر یک بے ادبی اور تکذیب کا حصہ لیا۔ اور جو مکہ میں ضعفاء مسلمانوں میں سے رہ گئے تھے ان کو غایت درجہ دکھ دینا شروع کیا لہٰذا وہ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے ظالمانہ کاموں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ ان پر موافق سنت قدیمہ الٰہیہ کے کوئی عذاب نازل ہو اور اس عذاب

ہوتا مگر شریعت انسانوں کو گورنمنٹ کی پاسداریاں ہر وقت روکتی ہیں اور وہ طمانچہ جو ایک گال کے بعد دوسری گال پر عیسائیوں کو کھانا چاہیئے تھا ہم لوگ گورنمنٹ کی اطاعت میں محو ہو کر پادریوں اور ان کے ہاتھ کے اکسائے ہوئے آریوں سے کھا رہے ہیں۔ یہ سب بردباریاں ہم اپنی محسن گورنمنٹ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کریں گے کیونکہ ان احسانات کا ہم پر شکر کرنا واجب ہے جو سکھوں کے زوال کے بعد ہی خدا تعالیٰ کے فضل نے اس مہربان گورنمنٹ کے ہاتھ سے ہمارے نصیب کئے۔ اور نہایت بد ذاتی ہوگی۔ اگر ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ہم میں سے ان نعمتوں کو فراموش کر دے۔ جو اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے مسلمانوں کو ملی ہیں۔ بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیرخواہی میں فدا ہے اور ہوگا۔ اور ہم غائبانہ اس کے **اقبال** کے لئے دُعاگو ہیں۔ اور اگرچہ گورنمنٹ کی عنایات سے ہر ایک کو اشاعت مذہب کے لئے آزادی ملی

کی وہ قومیں بھی سزاوار تھیں جنہوں نے مکہ والوں کو مدد دی۔ اور نیز وہ قومیں بھی جنہوں نے اپنے طور سے ایذا اور تکذیب کو انتہا تک پہنچایا اور اپنی طاقتوں سے اسلام کی اشاعت سے مانع آئے۔ سو جنہوں نے اسلام پر تلواریں اٹھائیں وہ اپنی شوخیوں کی وجہ سے تلواروں سے ہی ہلاک کئے گئے۔ اب اس صورت کی لڑائیوں پر اعتراض کرنا اور حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی ان لڑائیوں کو بھول جانا جن میں لاکھوں شیرخوار بچے قتل کئے گئے کیا یہ دیانت کا طریق ہے یا ناحق کی شرارت اور خیانت اور مفسدہ انگیزی ہے اس کے جواب میں حضرات عیسائی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں میں بہت ہی نرمی پائی جاتی ہے کہ اسلام لانے پر چھوڑا جاتا تھا اور شیرخوار بچوں کو قتل نہیں کیا اور نہ عورتوں کو اور نہ بڈھوں کو اور نہ فقیروں اور مسافروں کو مارا اور نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے گرجاؤں کو مسمار کیا۔ لیکن اسرائیلی نبیوں نے ان سب باتوں کو کیا۔ یہاں تک کہ تین لاکھ سے بھی کچھ زیادہ شیرخوار بچے قتل کئے گئے گویا حضرات پادریوں کی نظر

ہے لیکن اگر سوچ کر دیکھا جائے تو اس آزادی کا پورا پورا فائدہ محض مسلمان اُٹھا سکتے ہیں۔ اور اگر عمداً آپ نہ اُٹھا دیں تو اُن کی بدقسمتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اپنی عام مہربانی کی وجہ سے مذہبی آزادی کا ہر ایک قوم کو عام فائدہ دیا اور کسی کو اپنے اصولوں کی اشاعت سے نہیں روکا۔ لیکن جن مذہبوں میں سچائی کی قوت اور طاقت نہیں اور ان کے اصول صرف انسانی بناوٹ ہیں اور ایسے قابل مضحکہ ہیں جو ایک محقق کو ان کی بیہودہ کتھا اور کہانیاں سُن کر بے اختیار ہنسی آجاتی ہے کیونکہ اُن مذہبوں کے واعظ اپنی ایسی باتوں کو وعظ کے وقت دلوں میں جما سکتے ہیں اور کیونکر ایک پادری مسیح کو خدا کہتے ہوئے ایک دانشمند شخص کو اس حقیقی خدا پر ایمان رکھنے سے برگشتہ کر سکتا ہے جس کی ذات مرنے اور مصیبتوں کے اُٹھانے اور شخص کے ہاتھ میں گرفتار ہونے اور پھر مصلوب ہو جانے سے پاک ہے اور جس کا جلالی نام قانون قدرت کے ہر ایک صفحہ میں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہم نے خود بعض منصف مزاج عیسائیوں سے خلوت میں سُنا ہے کہ جب ہم کبھی مسیح کی خدائی کا بازاروں میں وعظ

حاشیہ: بھی اس سختی کی وجہ سے اسلام کی لڑائیاں قابل اعتراض ٹھہریں کہ ان میں وہ سختی نہیں جو حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی لڑائیوں میں تھی۔ اگر اس درجہ کی سختی پر یہ لڑائیاں بھی ہوئیں تو قبول کر لیتے کہ درحقیقت یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اب ہر ایک عقلمند کے سوچنے کے لائق ہے کہ کیا یہ جواب ایمانداری کا جواب ہے۔ حالانکہ آپ ہی کہتے ہیں کہ خدا رحیم ہے اور اس کی سزا رحم سے خالی نہیں۔ پھر جب موسیٰ کی لڑائیاں باوجود اس سختی کے قبول کی گئیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھیں تو کیوں اور کیا وجہ کہ یہ لڑائیاں جو ایسی رحم کی خوشبو ساتھ رکھتی ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوئیں۔ اور ایسے لوگ کہ ان باتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے احکام سمجھتے ہیں کہ شیر خوار بچے ان کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں اور ماؤں کو ان کے بچوں کے سامنے بے رحمی سے مارا جائے وہ کیوں ان لڑائیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ سمجھیں جن میں یہ شرط ہے کہ پہلے مظلوم ہو کر پھر ظالم کا مقابلہ کرو۔ منہ۔

کرتے ہیں تو بعض وقت مسیح کے عجز اور اضطرار کی سوانح پیش نظر آ جانے سے بات کرتے کرتے ایسا انفعال دل کو پکڑتا ہے کہ بس ہم ندامت میں غرق ہی ہو جاتے ہیں۔ غرض انسان کو خدا بنانے والا کیا وعظ کرے گا اور کیونکر اس عاجز انسان میں اس قادر خدا کی عظمت کا نمونہ دکھائے گا جس کے حکم سے ایک ذرہ بھی زمین و آسمان سے باہر نہیں اور جس کا جلال دکھلانے کے لئے سورج چمکتا اور زمین طرح طرح کے پھول نکالتی ہے۔ ایسا ہی ایک آریہ کیا وعظ کرے گا۔ کیا وہ دانشمندوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ تمام روحیں اور ان کی قوتیں اور طاقتیں اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور کسی کے سہارے سے ان کا وجود اور بقا نہیں۔ اور یا یہ کہہ سکتا ہے کہ وید کی یہ تعلیم عمدہ ہے کہ خاوند والی عورتیں اولاد کی غرض سے دوسروں سے ہمبستر ہو جایا کریں۔ ابھی ہمیں تجربہ ہوا ہے کہ جب ہماری بعض جماعت کے لوگوں نے کسی آریہ یا ان کے پنڈت سے نیوگ کی حقیقت بازار میں پوچھی جہاں بہت سے آدمی موجود تھے تو وہ آریہ یا پنڈت شرمندہ ہوا۔ اور چپکے سے کہا کہ آپ اندر چل کر مجھ سے یہ گفتگو کریں۔ بازار میں لوگ سن کر ہنسی کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا اپنا ہی یہ حال ہے کہ ایسے عقاید اور اعمال کی نسبت اپنا ہی کانشنس ان کا ان کے عقیدہ کو دھکے دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا تو پھر وہ غیروں کو کیا وعظ کریں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو نہایت ہی گورنمنٹ کا شکر گذار ہونا چاہئیے کہ گورنمنٹ کے اس قانون کا وہی اکیلے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بیچارے پادری صد ہا روپیہ خرچ کر کے ایک ہندو کو قابو میں لاتے ہیں اور وہ آخر بعد از نمائش مسلمانوں کی طرف آ جاتا ہے اور یا صرف پیٹ کا بندہ ہو کر محض دنیوی لالچ سے انہیں میں گذارہ کرتا ہے۔ لیکن ہمیں اپنے دلآزار ہمسایوں مخالفوں سے ایک اور شکایت ہے۔ اگر ہم اس شکایت کے رفع کے لئے اپنی محسن اور مہربان گورنمنٹ کو اس طرف توجہ نہ دلاویں تو کس کو دلاویں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مذہبی مخالف صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتب مسلمہ اور مقبولہ

کی رُو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کے مفتریات ہیں۔ ہمارا دل دکھاتے ہیں۔ اور ایسی باتوں سے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری معتبر کتابوں میں نام و نشان نہیں۔ اس سے زیادہ ہمارے دل دُکھانے کا اور کیا موجب ہوگا کہ چند بے بنیاد افتراؤں کو پیش کر کے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا اور بدکاری کا الزام لگانا چاہتے ہیں جس کو ہم اپنی پوری تحقیق کی رُو سے سید المعصومین اور ان تمام پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے نکلے اور اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔ اس صورت میں صرف یہی ظلم نہیں کہ ناحق اور بیوجہ ہمارا دل دکھایا جاتا ہے اور اس انصاف پسند گورنمنٹ کے ملک میں ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں اور بڑے بُرے پیرایوں میں ہمارے اس مقدس مذہب کی توہین کی جاتی ہے۔ بلکہ یہ ظلم بھی ہوتا ہے کہ ایک حق اور راست راست امر کو محض یاوہ گوئی کے ذخیرہ سے مشتبہ اور کمزور کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔ اگر گورنمنٹ کے بعض اعلیٰ درجہ کے حکام دو تین روز اس بات پر بھی خرچ کریں کہ ہم میں سے کسی منتخب کے روبرو ایسے بیجا الزامات کی وجہ ثبوت ہمارے مذکورہ بالا مخالفوں سے دریافت فرماویں تو زیرک طبع حکام کو فی الفور معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر یہ لوگ بے ثبوت بہتانوں سے سرکار انگریزی کے وفادار رعایا اہل اسلام پر ظلم کر رہے ہیں۔

ہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی جناب میں یہ عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان احسانوں کو یاد کر کے جو اب تک ہم پر کئے ہیں ایک یہ بھی ہماری جانوں اور آبروؤں اور ہمارے ٹوٹے ہوئے دلوں پر احسان کرے کہ اس مضمون کا ایک قانون پاس کر دیوے یا کوئی سرکلر جاری کرے کہ آئندہ جو مناظرات اور مجادلات اور مباحثات مذہبی امور میں ہوں ان کی نسبت ہر یک قوم مسلمانوں اور عیسائیوں اور

آئندہ کیلئے ہمیں سے دو امر کے ضرور پابند رہیں۔

(۱) اول یہ کہ ایسا اعتراض جو خود معترض کی ہی الہامی کتاب یا کتابوں پر جن کے الہامی ہونے پر وہ ایمان رکھتا ہے، وارد ہو سکتا ہو۔ یعنی وہ امر جو بنا اعتراض کی ہے ان کتابوں میں بھی پایا جاتا ہو جن پر معترض کا ایمان ہے۔ ایسے اعتراض سے چاہیئے کہ ہر یک ایسا معترض پرہیز کرے۔

(۲) دوم اگر بعض کتابوں کے نام بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے کسی فریق کی طرف سے اس غرض سے شائع ہو گئے ہوں کہ درحقیقت وہی کتابیں اُن کی مسلّم اور مقبول ہیں تو چاہیئے کہ کوئی معترض ان کتابوں سے باہر نہ جائے۔ اور ہر یک اعتراض جو اس مذہب پر کرنا ہو، انہیں کتابوں کے حوالہ سے کرے اور ہرگز کسی ایسی کتاب کا نام نہ لیوے جس کے مسلّم اور مقبول ہونے کے بارے میں اشتہار میں ذکر نہیں۔ اور اگر اس قانون کی خلاف ورزی کرے تو بلا تامّل اس سزا کا مستوجب ہو جو دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند میں مندرج ہے۔ یہ التماس ہے جس کا پاس ہونا ہم بذریعہ کسی ایکٹ یا سرکلر کے گورنمنٹ عالیہ سے چاہتے ہیں۔ اور ہماری نیک گورنمنٹ اس بات کو سمجھتی ہے کہ اس قانون کے پاس کرنے میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں بلکہ ہر یک قوم پر اس کا اثر مساوی ہے۔ اور اس قانون کے پاس کرنے میں بے شمار برکتیں ہیں جن سے عامہ خلائق کے لئے امن اور عافیت کی راہیں کھلتی ہیں۔ اور صدہا بیہودہ نزاعوں اور جھگڑوں کی صف لپیٹی جاتی ہے اور آخیر نتیجہ صلحکاری اور اُن شرارتوں کا دُور ہو جانا ہے جو فتنوں اور فسادوں کی جڑھ ہوتے ہیں اور دن بدن مفاسد کو ترقی دیتے ہیں۔ اور ہماری قلم جو ہر یک وقت اس گورنمنٹ عالیہ کی مدح و ثنا میں چل رہی ہے اس قانون کے پاس ہونے سے اپنی گورنمنٹ کو دوسروں پر ترجیح دینے کے لئے ایک ایسا وسیع مضمون پائے گی جو آفتاب کی طرح چمکے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو خدا معلوم کہ روز کی لڑائیوں اور بیہودہ جھگڑوں کی کہانتک نوبت پہنچے گی۔

بیشک اس سے پہلے توہین کے لئے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات میں موجود ہے لیکن وہ ان مراتب کے تصفیہ پا جانے سے پہلے فضول اور نکمّی ہے اور خیانت پیشہ لوگوں کے لئے گریزگاہ وسیع ہے۔

اور پھر ہم اپنے مخالف فرقوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی برائے خدا ایسی تدبیر کو منظور کریں جس کا نتیجہ سراسر امن اور عافیت ہے۔ اور اگر یہ حسن انتظام نہ ہوا تو علاوہ اور مفاسد اور فتنوں کے ہمیشہ سچائی کا خون ہوتا رہے گا۔ اور صادقوں اور راستبازوں کی کوششوں کا کوئی عمدہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اور نیز رعایا کی باہمی نااتفاقی سے گورنمنٹ کے اوقات بھی ناحق ضائع ہوں گے۔ اس لئے ہم مراتب مذکورہ بالا کو آپ سب صاحبوں کی خدمت میں پیش کر کے یہ نوٹس آپ صاحبوں کے نام جاری کرتے ہیں۔ اور آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ ہماری کتب مسلمہ مقبولہ جن پر ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور جن کو ہم معتبر سمجھتے ہیں، بہ تفصیل ذیل ہیں۔

اوّل قرآن شریف۔ مگر یاد رہے کہ کسی قرآنی آیت کے معنے ہمارے نزدیک وہی معتبر اور صحیح ہیں جس پر قرآن کے دوسرے مقامات بھی شہادت دیتے ہوں۔ کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں۔ اور نیز قرآن کے کامل اور یقینی معنوں کے لئے اگر وہ یقینی مرتبہ قرآن کے دوسرے مقامات سے میسر نہ آسکے۔ یہ بھی شرط ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل بھی اس کی مفسر ہو۔ غرض ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے ہرگز جائز نہیں۔ پس ہر یک معترض پر لازم ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت اس طریق سے باہر نہ جائے۔

دوم دوسری کتابیں جو ہماری مسلّم کتابیں ہیں اُن میں سے اوّل درجہ پر صحیح بخاری ہے۔ اور اس کی وہ تمام احادیث ہمارے نزدیک حجت ہیں جو قرآن شریف سے مخالف نہیں۔ اور اُن میں سے دوسری کتاب صحیح مسلم ہے اور اس کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں۔ کہ قرآن اور صحیح بخاری سے مخالف نہ ہو۔ اور تیسرے درجہ پر صحیح ترمذی، ابن ماجہ، موطأ،

نسائی، ابن داؤد، دارقطنی کتب حدیث ہیں۔ جن کی حدیثوں کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیحین سے مخالف نہ ہوں۔ یہ کتابیں ہمارے دین کی کتابیں ہیں اور یہ شرائط ہیں جن کی رو سے ہمارا عمل ہے۔

اب ہم قانونی طور پر آپ لوگوں کو ایسے اعتراضوں سے روکتے ہیں جو خود آپ کی کتابوں اور آپ کے مذہب پر وارد ہوتے ہیں کیونکہ انصاف جن پر قوانین مبنی ہیں ایسی کارروائی کو صحت نیت میں داخل نہیں کرتا۔ اور ہم ایسے اعتراضوں سے بھی آپ لوگوں کو منع کرتے ہیں جو اُن کتابوں اور اُن شرائط پر مبنی نہیں جن کا ہم اشتہار میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسی کارروائی بھی تحقیق حق کے برخلاف ہے۔ پس ہر یک معترض پر واجب ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت ان کتابوں اور ان شرائط سے باہر نہ جائے۔ اور ضروری ہوگا کہ اگر آئندہ آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ہماری کسی تالیف کا رد لکھے یا رد کے طور پر کوئی اشتہار شائع کریں یا کسی مجلس میں تقریری مباحثہ کرنا چاہیں تو ان شرائط مذکورہ بالا کی پابندی سے باہر قدم نہ رکھیں۔ یعنی ایسی باتوں کو بصورت اعتراض پیش نہ کریں جو آپ لوگوں کی الہامی کتابوں میں بھی موجود ہوں۔ اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو اُن کتابوں کی پابندی اور اس طریق کی پابندی سے باہر ہیں جو ہم اشتہار میں شائع کر چکے ہیں۔

غرض اس طریق مذکورہ بالا سے تجاوز کر کے ایسی بیہودہ روایتوں اور بے سر و پا قصوں کو ہمارے سامنے ہرگز پیش نہ کریں اور نہ شائع کریں۔ جیسا کہ یہ عادتانہ کارروائیاں پہلے اس سے ہندوؤں میں سے اندرمن مراد آبادی نے اپنی کتابوں تحفۂ اسلام و پاداش اسلام وغیرہ میں دکھلائیں۔ اور پھر بعد اس کے یہ ناپاک حرکتیں مسمی لیکھرام پشاوری نے جو محض نادان اور بے علم ہے، اپنی کتاب تکذیب براہین اور رسالہ جہاد اسلام میں کیں۔ اور جیسا کہ یہی بیہودہ کارروائیاں پادری عماد الدین نے اپنی کتابوں میں اور پادری ٹھاکر داس نے اپنے رسائل میں اور صفدر علی وغیرہ نے اپنی تحریروں میں لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے کیں۔ اور سخت

دھوکے دے کر ایک مُنیا کو گندگی اور کیچڑ میں ڈال دیا۔ اور اگر آپ لوگ اب بھی یعنی اس نوٹس کے جاری ہونے کے بعد بھی اپنی خیانت پیشہ طبیعت اور عادت سے باز نہیں آئیں گے تو دیکھو ہم آپ کو ہلا ہلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ اب یہ حرکت آپ کی صحت نیت کے خلاف سمجھی جائے گی اور محض دلآزاری اور توہین کی مد میں مقصود ہو گی۔ اور اس صورت میں ہمیں استحقاق ہو گا کہ عدالت سے اس افترا اور توہین اور دلآزاری کی چارہ جوئی کریں اور دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کی رو سے آپ کو ماخوذ کرائیں اور قانون کی حد تک سزا دلائیں۔ کیونکہ اس نوٹس کے بعد آپ اپنی ناواقفی اور صحت نیت کا عذر پیش نہیں کر سکتے۔ اور آپ سب صاحبوں کو بھی اختیار ہو گا کہ اپنی مقبولہ مسلمہ کتابوں کا اشتہار دے دیں۔ اور پھر اس کے اگر کوئی مسلمان معترض اپنے اعتراض میں آپ کے اشتہار کا پابند نہ ہو، اور کوئی ایسا اعتراض کرے کہ جو اُن کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کے مقبول ہونے کی نسبت آپ اشتہار دے چکے ہیں۔ یا کوئی ایسا امر مورد اعتراض ٹھہرا دے جو خود اسلام کی تعلیم میں موجود ہے تو بیشک ایسا معترض مسلمان بھی آپ لوگوں کے اشتہار کے بعد اسی دفعہ ۲۹۸ کی رو سے سزا پانے کے لائق ہو گا جس دفعہ سے ہم فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ اب ذیل میں اس نوٹس دینے والوں کے دستخط اور مواہیر ہیں۔ فقط

راقم خاکسار خادم دین مصطفیٰ غلام احمد قادیانی

۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ نوٹس آریہ دھرم مطبوعہ بار اوّل کے صفحہ ۵۶ سے آگے چار صفحات پر ہے)

(۱۳۲)

(یہ وہ خطوط ہیں جو مسلمانوں کی خدمت میں دستخط کرانے کے لئے بھیجے گئے ہیں)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امّا بعد اے غمخوارانِ دین اسلام ومحبانِ خیر الانام علیہ الف الف سلام۔ مَیں اس وقت ایک نہایت ضروری التماس آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور

خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں

کہ اس التماس کے قبول کرنے کے لئے آپ لوگوں کے سینوں کو کھولے اور اس مقصد کے فوائد آپ لوگوں کے دلوں میں الہام کرے کیونکہ کوئی امر گو کہ کیسا ہی عمدہ اور سراسر خیر اور مصلحت پر مبنی ہو مگر تب بھی اس کی بجا آوری کے لئے جب تک خدا تعالیٰ سے قوت نہ ملے ہرگز انسان ضعیف البنیان سے ہو نہیں سکتا۔ اور وہ

التماس یہ ہے

کہ آپ صاحبوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہو گی کہ ان دنوں میں دینی مباحثات ومناظرات کا اس قدر ایک طوفان برپا ہے کہ جہانتک تاریخ وفا کرسکتی ہے اس کی کوئی نظیر پہلے زمانوں میں معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس معاملہ میں اس قدر تالیفات بڑھ گئی ہیں کہ پادری صاحبان کی ایک رپورٹ میں مَیں نے پڑھا ہے کہ چند سال میں چھ کروڑ کتابیں ان کی طرف سے شائع ہوئیں۔ ایسا ہی اہل اسلام کی طرف سے کروڑہا تو نہیں مگر صدہا رسالوں تک تو نوبت پہنچی ہو گی۔ اور آریہ صاحبوں کی کتابیں جو اسلام کے مقابل پر یا عیسائیوں کے مقابل لکھی گئی ہیں اگرچہ تعداد میں تو کم ہیں مگر گالیاں دینے اور دلآزار کلمات لکھنے میں اول نمبر پر ہیں۔ اور یہ

بے تہذیبی اور بد زبانی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ جو کسی قوم کے پیشوا کو گالی دینا اس کا اصول نہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اُن پیمبروں پر ایمان لائے ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر یک قوم میں کوئی نہ کوئی مصلح گذرا ہے اور ہمیں یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم پورے علم کے بغیر کسی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و لا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولٓئک کان عنہ مسئولا۔* سو یہ پاک عقائد ہمیں بے جا بد زبانیوں اور متعصبانہ نکتہ چینیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے مخالف چونکہ تقویٰ کی راہوں سے بالکل دُور اور بے قید اور خلیع الرسن ہیں۔ اور قرآن کریم جو سب سے پیچھے آیا اُن کو طبعاً بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ جلد فحش گوئی اور بد زبانی اور توہین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور سچی باتوں کے مقابل پر افتراؤں سے کام لیتے ہیں چنانچہ اس تیس سال کے عرصہ میں ہمارے مخالفوں نے اس قدر فحش گالیاں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتابوں میں دی ہیں اور اس قدر افتراء اسلامی تعلیم پر کئے ہیں کہ مَیں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ تیرہ سو گذشتہ سالوں میں یعنے اسلام کے ابتدائی زمانہ سے آجتک اس کی نظیر نہیں پاؤ گے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ ناجائز طریق ترقی پر ہے۔ اس لئے ہر ایک ایسے سچے مسلمان کا فرض ہے کہ جو درحقیقت اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے کہ ایسے موقعہ پر بے غیرتوں اور بے ایمانوں کے رنگ میں بیٹھا نہ رہے۔ بلکہ جیسا کہ اپنی حفظ عزت کے لئے کوشش کرتا ہے اور جب عزت برباد ہونے کا کوئی موقعہ پیش آوے تو جہانتک طاقت وفا کرتی اور بس چل سکتا ہے اپنی آبرو کے بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر باقی نہیں چھوڑتا بلکہ ہزارہا روپیہ پانی کی طرح بہا دیتا ہے ایسا ہی شریف

---

* نوٹ:۔ یعنی جس بات کا تجھ کو قطعی علم نہیں دیا گیا اس بات کا پیرو کار مت بن۔ اور یاد رکھ کہ کان اور آنکھ اور دل جس قدر اعضاء ہیں ان سب اعضاؤں سے باز پُرس ہو گی۔ منہ

اور سچے مسلمانوں کے لئے بھی زیبا ہے کہ اس پیارے رسُول کی عزت کے لئے بھی جس کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں، کوشش کریں اور ایمانی نمونہ دکھلانے سے نامراد نہ جائیں۔

شاید بعض صاحبوں کی یہ رائے ہو کہ کیا ضرور ہے کہ اسلام کی طرف سے مذہبی تالیفات ہوں اور کیوں اس طریق کو اختیار نہ کیا جائے کہ مخالفوں کی تحریرات کا جواب ہی نہ دیں۔ اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ اوّل تو کوئی مذہب بغیر دعوت اور امر معروف نہی منکر کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اگر ایسا ہونا فرض بھی کر لیں تو پھر اسلام جیسا کوئی مذہب مصیبت زدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں پادری صاحبان و آریہ صاحبان وغیرہ پُورے زور و شور سے اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کو نابود کر دیں۔ اور ہر یک رنگ سے کیا علم طبعی کے نام سے اور کیا علم طب اور تشریح کے بہانہ سے اور کیا علم ہیئت کے پردہ میں انواع اقسام کے دھوکے لوگوں کو دے رہے ہیں۔ اور ٹھٹھے اور ہنسی اور تحقیر کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ پھر اگر ہمارے معزز بھائیوں کی طرف سے یہی تدبیر ہے کہ چُپ رہو اور سُنتے جاؤ تو یہ خاموشی مخالفوں کی یکطرفہ ڈگری کا موجب ہوگی اور نعوذ باللہ ہماری خاموشی ثابت کر دے گی کہ ہر یک الزام اُن کا سچا ہے۔ اور اگر ہم الزامی جواب دیں چنانچہ کئی سال سے دیئے جاتے ہیں تو کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور ہمارا وقت برباد جاتا ہے۔ اور بار بار وہی باتیں اور وہی بہتان ہتک آمیز الفاظ کے ساتھ سُناتے ہیں۔ جو لوگ حیا اور شرم کو چھوڑ دیں ان کا مُنہ بجز قانون کے اَور کون بند کرے۔ اور ہم اپنے بھائیوں کے صوابدید سے کُل مناظرات اور مباحثات اور تحریر اور تقریر سے دست بردار ہو سکتے ہیں اور چُپ رہ سکتے ہیں مگر کیا ہمارے معزز بھائی ذمہ وار ہو سکتے ہیں کہ مخالفانہ حملہ کرنے سے ہندوستان کے تمام پادریوں اور آریوں اور برہموؤں کو بھی چُپ کرا دیں گے اور اگر نہیں کرا سکتے اور اُن کی گالیوں اور سب وشتم کی کوئی اَور تدبیر اُن کے ہاتھ میں نہیں

تو پھر یہ بات کیوں حرام ہے کہ ہم اپنی محسن گورنمنٹ سے اس بارہ میں مدد لیں۔ اور اُن آئندہ خطرات سے اپنی قوم اور نیز دوسری قوموں کو بھی بچالیں جو ایسے بے قیدی کے مناظرات میں ضروری الوجود ہیں۔

سو بھائیو یہ تدبیر عمدہ نہیں ہے کہ ہر روز ہم گالیاں سُنیں اور روا رکھیں کہ ہندؤں کے لڑکے بازاروں میں بیٹھ کر اور عیسائیوں کی جماعتیں ہریک کوچہ گلی میں ہمارے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں نکالیں اور آئے دن پُر توہین کتابیں شائع کریں بلکہ اس وقت ضروری تدبیر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے سرکاری قانون سے مدد لیں اور اس درخواست کے موافق جو گورنمنٹ کی توجہ کے لئے علیحدہ لکھی گئی ہے، اس مضمون کا گورنمنٹ عالیہ سے قانون پاس کراویں کہ آئندہ مناظرات و مجادلات میں بغرض رفع فتنہ و فساد عام آزادی اور بے قیدی کو محدود کر دیا جاوے۔ اور ہریک قوم کے لوگ اعتراض و نکتہ چینی کے وقت ہمیشہ دو باتوں کے پابند رہیں۔

(۱) یہ کہ ہریک فریق جو کسی دوسرے فریق پر کوئی اعتراض کرے تو صرف اُس صورت میں اعتراض کرنے کے وقت نیک نیت سمجھا جائے کہ جب اعتراض میں وہ باتیں نہ پائی جائیں جو خود اس کے مسلّم عقیدہ میں پائی جاتی ہیں۔ یعنے ایسا اعتراض نہ ہو جو وہ اس کے عقیدہ پر بھی وارد ہوتا ہو اور وہ بھی اس سے ایسا ملزم ہو سکتا ہو جیسا کہ اُس کا مخالف۔ اور اگر کوئی اس قاعدہ سے تجاوز کرے اور وہ تجاوز ثابت ہو جاوے، تو بغیر حاجت کسی دوسری تحقیقات کے یہ سمجھا جاوے کہ اس نے محض بدنیتی سے ایک مذہبی امر میں اپنے مخالف کا دل دُکھانے کے لئے یہ حرکت کی۔

(۲) یہ کہ ہریک معترض ایسے اعتراض کرنے کا ہرگز مجاز نہ ہو کہ جو اُن کتب مشتہرہ کے مخالف ہو جن کو کسی فریق نے حصر کے طور پر اپنی مسلمہ کتابیں قرار دے کر ان کی نسبت اشتہار شائع کرایا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کرے تو قانوناً یہ قرار دیا جاوے کہ اُس نے ایک ایسا امر کیا جو نیک نیتی کے برخلاف ہے۔ اور جو شخص ان دونوں تجاوزوں میں سے کوئی ایک تجاوز کرے یا دونوں کرکے کسی قسم کی صریح ہجو یا اشارہ یا کنایہ سے

کسی فریق کا دل دُکھاوے تو وہ دفعہ ۲۹۸ تعزیرات کا مجرم قرار دے کر اس سزا کا مستوجب سمجھا جائے جو قانون کی حد تک ہے۔

یہ قانون ہے جس کا پاس کرانا ضروری ہے۔ سو اَے بزرگو اور دین اسلام کے غمخوارو۔ برائے خدا اِس تحریر پر غور کر کے اس درخواست کو اپنے دستخطوں سے مزین کرو۔ جو اِس قانون کے پاس کرنے کے لئے لکھی گئی ہے تا فساد انگیز جھگڑے کم ہو جائیں اور گورنمنٹ کو آرام ملے اور ملک میں صُلح کاری اور امن پیدا ہو۔ اور ملک کے باشندوں کے کینے ترقی کرنے سے رد کے جائیں۔ بھائیو اِس قانون کے پاس ہونے میں بہت ہی برکتیں ہیں اور سچے دین کو اس سے بہت ہی مدد ملتی ہے اور مفسدوں اور افترا پردازوں کے مُنہ بند ہو جاتے ہیں۔ گورنمنٹ کے کسی منشاء کے مخالف یہ کارروائی نہیں۔ بلکہ ہماری دانا گورنمنٹ خود ایسی باتوں کو ہمیشہ سوچتی ہے جس سے اس ملک کے فتنے اور فساد کم ہوں۔ اور لوگ ایجدل ہو کر گورنمنٹ کی خدمت میں مشغول رہیں۔ اور نیز یہ وہ مبارک طریق ہے جس سے آئندہ بیجا حملہ کرنے والے رُک جائیں گے۔ اور ہر یک جاہل متعصب مناظرہ اور مجادلہ کے لئے جرأت نہیں کر سکے گا۔ اور یہ امر تمام ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو یاوہ لوگوں کا کسی تدبیر سے مُنہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی صاحب نے ایسے مبارک محضر پر دستخط نہ کئے جس سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت مفتری لوگوں کے افتراؤں سے بچ جاتی ہے اور اسلام بہت سے کینہ اور سراسر دروغ حملوں سے امن میں آجاتا ہے تو اس کا اسلام نہایت بودا اور تاریکی میں پڑا ہوا ثابت ہوگا۔ اور ہم عزم بالجزم رکھتے ہیں کہ جیسا کہ اس موقع پر ہم دینی غمخواروں کا با عزت نام مخلصانہ دعائے خیر کے ساتھ نہایت شوق سے شائع کریں گے تا اُن کی مردی اور سعادت عامہ خلائق پر ظاہر ہو۔ ایسا ہی ہم ایک پُر درد تقریر کے ساتھ ان بخیل اور پست فطرت لوگوں کے نام بھی اپنے رسالہ میں شائع کر دیں گے جنہوں نے ہمارے سید و مولیٰ محمد

مصطفٰے خاتم الانبیاء فخر الاصفیاء کی حمایت عزت کے لئے کچھ بھی غمخواری اور حمیت ظاہر نہ کی۔ بھائیو کیا یہ مناسب ہے کہ آپ لوگ تو عزت کی کرسیوں پر بیٹھیں۔ اور بڑے بڑے القاب پائیں اور ہمارے پیارے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر یک طرف سے گالیاں دی جائیں اور تحریر و تقریر میں سراسر افترا سے نہایت بے عزتی اور توہین کی جائے اور آپ لوگ ایک ادنیٰ تدبیر کرنے سے بھی دریغ کریں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ شریف اور نجیب لوگ ہرگز دریغ نہیں کریں گے اور جو خبیث النفس دریغ کرے گا وہ مسلمان ہی نہیں

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد ٭ کہ از بہرِ دُنیا دہد دین بباد

راقم خاکسار خادم دین مصطفٰے غلام احمد قادیانی

۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار آریہ دھرم طبع اوّل کے صفحہ ۶۴ لغایت ۶۸ پر ہے)

---

(۱۳۳)

یہ درخواست بغرض منظوری گورنمنٹ [illegible] بعد تکمیل دستخطوں کے بھیجی جائیگی

درخواست

یہ درخواست مسلمانانِ برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ مذہبی مباحثات اور مناظرات کو اُن ناجائز جھگڑوں سے بچانے کے لئے جو طرح طرح کے فتنوں کے قریب پہنچ گئے ہیں اور خطرناک حالت پیدا کرتے جاتے ہیں اور ایک وسیع بے قیدگی

ان میں طوفان کی طرح نمودار ہو گئی ہے۔ دو۲ مندرجہ ذیل شرطوں سے مشروط فرمادیا جاوے اور اسی طرح اس وسعت اور بے قیدی کو روک کر ان خرابیوں سے رعایا کو بچایا جاوے جو دن بدن ایک مہیب صورت پیدا کرتی جاتی ہیں۔ جن کا ضروری نتیجہ قوموں میں سخت دشمنی اور خطرناک مقدمات ہیں۔ ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام وہ فرقے جو ایک دوسرے سے مذہب اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہیں، اپنے فریق مخالف پر کوئی ایسا اعتراض نہ کریں جو خود اپنے پر وارد ہوتا ہو۔ یعنے اگر ایک فریق دوسرے فریق پر مذہبی نکتہ چینی کے طور پر کوئی ایسا اعتراض کرنا چاہے جس کا ضروری نتیجہ اس مذہب کے پیشوا یا کتاب کی کسر شان ہو جس کو اس فریق کے لوگ خدا تعالےٰ کی طرف سے مانتے ہوں تو اُس کو اِس امر کے بارے میں قانونی ممانعت ہو جائے کہ ایسا اعتراض اپنے فریق مخالف پر اس صورت میں ہرگز نہ کرے جبکہ خود اس کی کتاب یا اس کے پیشوا پر وہی اعتراض ہو سکتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے اعتراض سے بھی ممانعت فرمادی جائے جو ان کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کو کسی فریق نے اپنے مسلّم اور مقبول کتابیں ٹھہرا کر ان کی ایک چھپی ہوئی فہرست اپنے ایک کھلے کھلے اعلان کے ساتھ شائع کرادی ہو۔ اور صاف اشتہار دے دیا ہو کہ یہی وہ کتابیں ہیں جن پر میرا عقیدہ ہے اور جو میری مذہبی کتابیں ہیں۔ سو ہم تمام درخواست کنندوں کی التماس یہ ہے کہ ان دونوں شرطوں کے بارے میں ایک قانون پاس ہو کر اس کی خلاف ورزی کو ایک مجرمانہ حرکت قرار دیا جاوے اور ایسے تمام مجرم دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند یا جس دفعہ کی رُو سے سرکار مناسب سمجھے، سزایاب ہوتے رہیں اور جن ضرورتوں کی بناء پر ہم رعایا سرکار انگریزی کی اس درخواست کے لئے مجبور ہوئے ہیں وہ بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

اوّل یہ کہ ان دنوں میں مذہبی مباحثوں کے متعلق سلسلہ تقریروں اور تحریروں کا اس قدر ترقی پذیر ہو گیا ہے اور ساتھ ہی اس کے اس قدر سخت بدزبانیوں نے ترقی کی

ہے کہ دن بدن باہمی کینے بڑھتے جاتے ہیں اور ایک زور کے ساتھ فحش گوئی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا دریا بہہ رہا ہے۔ اور چونکہ اہلِ اسلام اپنے برگزیدہ نبی اور اس **مقدس کتاب** کے لئے جو اس پاک نبی کی معرفت اُن کو ملی نہایت ہی غیر تمند ہیں۔ لہذا جو کچھ دوسری قومیں طرح طرح کے مفتریانہ الفاظ اور رنگا رنگ کی پُرخیانت تحریر اور تقریر سے ان کے نبی اور ان کی آسمانی کتاب کی توہین سے اُن کے دل دُکھا رہے ہیں یہ ایک ایسا زخم اُن کے دلوں پر ہے کہ شاید اُن کے لئے اس تکلیف کے برابر دُنیا میں اور کوئی بھی تکلیف ہو۔ اور اسلامی اصول ایسے مہذبانہ ہیں کہ یاوہ گوئی کے مقابل پر مسلمانوں کو یاوہ گوئی سے روکتے ہیں۔ مثلاً ایک معترض جب ایک بیجا الزام مسلمانوں کے نبی علیہ السلام پر کرتا ہے اور ٹھٹھے اور ہنسی اور ایسے الفاظ سے پیش آتا ہے جو بسا اوقات گالیوں کی حد تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل اسلام اس کے مقابل پر اس کے پیغمبر اور مقتدا کو کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر وہ پیغمبر اسرائیلی نبیوں میں سے ہے تو ہر یک مسلمان اس نبی سے ایسا ہی پیار کرتا ہے جیسا کہ اس کا فریق مخالف۔ وجہ یہ کہ مسلمان تمام اسرائیلی نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کی نسبت بھی وہ جلدی نہیں کرتے کیونکہ انہیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی ایسا آباد ملک نہیں جس میں کوئی مصلح نہیں گذرا۔ اس لئے گذشتہ نبیوں کی نسبت خاص کر اگر وہ اسرائیلی ہوں۔ ایک مسلمان ہرگز بدزبانی نہیں کرسکتا۔ بلکہ اسرائیلی نبیوں پر تو وہ ایسا ہی ایمان رکھتا ہے جیسا کہ نبی آخرالزمان کی نبوت پر، تو اس صورت میں وہ گالی کا گالی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں جب بہت دُکھ اُٹھاتا ہے تو قانون کی رُو سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے۔ مگر قانونی تدارک بدنیتی کے ثابت کرنے پر موقوف ہے جس کا ثابت کرنا موجودہ قانون کی رُو سے بہت مشکل امر ہے۔ لہذا ایسا مستغیث اکثر ناکام رہتا ہے اور مخالف فتحیاب کو اور بھی توہین اور تحقیر کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لئے یہ بات بالکل سچی ہے کہ جس قدر تقریروں اور

تحریروں کی رُو سے مذہب اسلام کی توہین ہوتی ہے۔ ابھی تک اس کا کوئی کافی تدارک قانون میں موجود نہیں۔ اور دفعہ ۲۹۸ حق الامر کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسا معیار اپنے ساتھ نہیں رکھتی۔ جس سے صفائی کے ساتھ نیک نیتی اور بدنیتی میں تمیز ہو جائے یہی سبب ہے کہ نیک نیتی کے بہانہ سے ایسی دلآزار کتابوں کی کروڑوں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ لہذا ان شرائط کا ہونا ضروری ہے جو واقعی حقیقت کے کھلنے کے لئے بطور مؤیّد ہوں۔ اور صحتِ نیّت اور عدم صحت کے پرکھنے کے لئے بطور معیار کے ہوسکیں۔ سو وہ معیار وہ دونوں شرطیں ہیں جو اُوپر گذارش کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ جو شخص کوئی ایسا اعتراض کسی فریق پر کرتا ہے جو وہی اعتراض اس پر بھی اس کی الہامی کتابوں کی رُو سے ہوتا ہے۔ یا ایسا اعتراض کرتا ہے جو اُن کتابوں میں نہیں پایا جاتا جن کو فریق معترض علیہ نے اپنی مسلّمہ مقبولہ کتابیں قرار دے کر اُن کے بارے میں اپنے مذہبی مخالفوں کو بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے مطلع کر دیا ہے تو بلاشُبہ ثابت ہو جاتا ہے کہ شخص معترض نے صحتِ نیّت کو چھوڑ دیا ہے۔ تو اِس صورت میں ایسے مکّار اور فریبی لوگ جن حیلوں اور تاویلوں سے اپنی بدنیتی کو چھپانا چاہتے ہیں وہ تمام حیلے نکمے ہو جاتے ہیں اور بڑی سہولت سے حکام پر اصل حقیقت کھُل جاتی ہے۔ اور اگرچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یاوہ گو لوگوں کی زبانیں روکنے کے لئے یہ ایک کامل علاج ہے مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ یاوہ گوئیوں اور ناحق کے الزاموں کا اس سے علاج ہو جائے گا۔

دوسری ضرورت اس قانون کے پاس ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس بے قیدی سے مُلک کی اخلاقی حالت روز بروز بگڑتی جاتی ہے۔ ایک شخص سچی بات کو سُن کر پھر اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ کسی طرح جھوٹھ اور افترا سے مدد لے کر اس سچ کو پوشیدہ کر دیوے اور فریق ثانی کو خواہ نخواہ ذلّت پہنچا دے۔ سو ملک کو تہذیب اور راست روی

میں ترقی دینے کے لئے اور بہتان طرازی کی عادت سے روکنے کے لئے یہ ایک ایسی عمدہ تدبیر ہے جس سے بہت جلد دلوں میں سچی پرہیزگاری پیدا ہو جائے گی۔

تیسری ضرورت اس قانون کے پاس کرنے کی یہ ہے کہ اس بے قیدی سے ہماری مُحسن گورنمنٹ کی قانون پر عقل اور کانشنس کا اعتراض ہے۔ چونکہ یہ دانا گورنمنٹ ہریک نیک کام میں اوّل درجہ پر ہے تو کیوں اس قدر الزام اپنے ذمّہ رکھے کہ کسی کو یہ بات کہنے کا موقعہ ملے کہ مذہبی مباحثات میں اس کے قانون میں احسن انتظام نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی بے قیدی سے صلحکاری اور باہمی محبت دن بدن کم ہوتی جاتی ہے۔ اور ایک فریق دوسرے فریق کی نسبت ایسا اشتعال رکھتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اس کو نابود کر دیوے اور اس تمام نا اتفاقی کی جڑ مذہبی مباحثات کی بے اعتدالی ہے۔ گورنمنٹ اپنی رعایا کے لئے بطور معلّم کے ہے۔ پھر اگر رعایا ایک دوسرے سے درندہ کا حکم رکھتی ہو۔ تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ قانونی حکمت عملی سے اس درندگی کو دُور کر دے۔

چوتھی یہ کہ اہلِ اسلام گورنمنٹ کی وہ وفادار رعایا ہے جن کی دلی خیرخواہی روز بروز ترقی پر ہے اور اپنے جان و مال سے گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے حاضر ہیں۔ اور اس کی مہربانیوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور کوئی بات خلاف مرضی گورنمنٹ کرنا نہایت بیجا خیال کرتے ہیں اور دل سے گورنمنٹ کے مطیع ہیں۔ پس اس صورت میں ان کا حق بھی ہے کہ ان کی دردناک فریاد کی طرف گورنمنٹ عالیہ توجہ کرے۔ پھر یہ درخواست بھی کوئی ایسی درخواست نہیں جس کا صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور دوسروں کو نہیں۔ بلکہ ہریک قوم اس فائدہ میں شریک ہے۔ اور یہ کام ایسا ہے جس سے مُلک میں صلحکاری اور امن پیدا ہوتا ہے اور مقدمات کم ہوتے ہیں اور بدنیّت لوگوں کا منہ بند ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کا اثر مسلمانوں سے خاص نہیں۔ ہریک قوم پر اس کا برابر اثر ہے۔ آخر ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری اس گورنمنٹ

کو ہمیشہ کے اقبال کے ساتھ ہمارے سروں پر خوش وخرم رکھے اور ہمیں سچی شکرگذاری کی توفیق دے۔ اور ہماری محسن گورنمنٹ کو اس مخلصانہ اور عاجزانہ درخواست کی طرف توجہ دلادے۔ کہ ہریک توفیق اسی کے ارادہ اور حکم سے ہے۔ آمین۔

الملتمسین

اہل اسلام رعایا گورنمنٹ جن کے نام علیحدہ نقشوں میں درج ہیں

(مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار آریہ دھرم طبع اوّل کے صفحہ ۶۹ لغایت ۷۲ پر ہے)

---

(۱۳۴)

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہمارے اُس خط کے جواب میں جو ہم نے ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء کو بمراد دستخط کرانے مسلمانوں کے درخواست توسیع دفعہ ۲۹۸ پر معہ درخواست مذکورہ کے شائع کیا تھا اور مولوی صاحب موصوف

کی خدمت میں بھی اس غرض کے لئے رجسٹری کرا کر بھیجا گیا تھا۔ آپ نے ایک مختصر رسالہ میں جو زرد کاغذ پر چھپا ہے بڑی مضبوطی اور استقلال سے یہ وعدہ کیا ہے کہ "اس خدمت کا بیڑا اُٹھانے کے لئے ہم حاضر ہیں* بشرطیکہ آپ اپنا قدم بیچ سے نکال دیں اور اپنا اور اپنے گروہ کا استعفار بذریعہ اخبارات و اشتہارات مشتہر کر دیں۔ پھر دیکھیں بندہ اس کام کو کیونکر بجا لاتا ہے۔ آپ علیحدہ ہو جائیں۔ پھر اس کام کا حسن انجام ملاحظہ فرمائیں۔" یہ ان کی عبارت ہے جس کو انہوں نے بڑے پُرزور وعدہ کے ساتھ شائع کیا ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بندہ ایسے کام پہلے کر چکا ہے اور اس کی قومی خدمات گورنمنٹ اور قوم میں مسلّم ہیں۔ اور سپریم گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹوں تک عزت و اعتبار کے ساتھ رسائی ہے۔ اور اس کی گذارش مؤدبانہ کو گورنمنٹ عزت و اعتبار کی نگاہ سے دیکھتی اور سُنتی ہے۔ اس تمام تحریر پر میں نے غور کی اور ایک عمیق فکر کے بعد میرے دل نے یہی فتویٰ دیا کہ چونکہ ہماری جماعت ابھی بہت تھوڑی ہے اور اکثر لوگ ان مولوی صاحبوں کے ایسے مسخر ہیں کہ ہماری سیدھی بات بھی ان کی نظر میں اُلٹی معلوم ہوتی ہے اور ہمارا قدم درمیان آنے سے ایک ایسی کراہت دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر وہ کام کرنا بھی ہو تب بھی ہرگز نہ کریں۔ اس لئے اگر یہ کام ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو

* نوٹ:۔ یہ رسالہ مولوی محمد حسین صاحب کا فضل الٰہی چٹھی رساں کی معرفت ہم کو ملا مولوی صاحب نے اپنے اس چورقہ رسالہ میں جو میری طرف بھیجا اپنے ہی ہاتھ سے ۲ غلطیاں نکال کر نہایت بدشکل کر دیا۔ عربی لفظوں کی غلطیوں میں تو خیر معذور تھے۔ مگر ساتھ اس کے اردو کی غلطیاں بھی جائے تعجب ہے۔ اب بہتر ہے کہ اس رسالہ کو وہ دوبارہ چھپوا دیں تا کہ کسی کو بدظنی کا موقعہ نہ ملے۔ مولوی صاحب کو لفظی غلطیاں تو رسالہ کے چھپنے کے بعد یاد آگئیں۔ مگر اس درایت کی غلطی پر وہ مطلع نہ ہو سکے، کہ فاحسن معہم کے معنے اُلٹے سمجھ لئے کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کو نیکی سے ہٹا کر ان کے کام کی آپ خواہش کریں یا یہ کہ وہ بھی کریں اور آپ بھی اُن کے شریک ہو جائیں۔ منہ

جس کی تجویزات سے قوم کو کراہت نہ ہو تو ہمارا مدعا جو خدمت دین متین ہے۔
بہرحال حاصل ہے۔ اور تازہ تجربہ نے اس بات کی طرف اَور بھی توجہ دلائی۔ کیونکہ مَیں
نے اس کام کے لئے کسی قدر سخت الفاظ سے طبیعتوں کو جوش بھی دلایا اور کسی قدر
درشتی بھی اپنے خط اور کارڈ میں جو اس بارہ میں چھاپا گیا، استعمال کی۔ مگر اکثر لوگوں
نے مجھ سے اور میرے کام سے ایسی نفرت ظاہر کی کہ بجز انکار یا گالیوں کے اور کچھ
بھی جواب نہیں دیا۔ ہاں مَیں اس وقت شکر کے ساتھ مولوی تلطّف حسین
صاحب دہلوی اور مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی مصنّف تفسیر حقانی
اور شیخ حاجی عبد الرحیم صاحب انبالوی شافعی المذہب اور مولوی محمد بشیر
صاحب بھوپالوی اور شیخ حسین عرب صاحب یمانی ثم بھوپالوی کا ذکر کرتا
ہوں کہ انہوں نے اپنی سعادت فطرت اور جوش حمیّت اسلام اور محبت حضرت خیر الانام
صلے اللہ علیہ وسلم سے نقشہ منسلکہ درخواست پر اپنے اپنے دستخط کر کے میرے پاس
بھیج دیئے۔ سو مَیں اُن کا تہ دل سے شکر کرتا ہوں کہ انہوں نے باوجود بعض مسائل کی مخالفت
کے پھر میرے پر ثابت کیا کہ وہ درحقیقت اللہ جلشانہٗ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے لئے غیرت رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اُن کو اس کا اجر بخشے اور ان کے اس عمل
کو قبول فرماوے۔ ایسا ہی مولوی امیر حسین صاحب متوطن بھیں ضلع جہلم
نے وعدہ کیا اور لکھا کہ مَیں بھی اپنے دستخط اور بہت سے لوگوں کے دستخط کرا کر بھیجونگا
مگر ابھی ان کی کارروائی میرے پاس نہیں پہنچی۔ خدا اُن کو بھی اس کا بہت اجر دے۔ آمین۔
بہرحال اب تک دو ہزار پچہتر ۲۰۷۵ دستخط اکثر معزز لوگوں کے ہو کر میرے پاس پہنچے
جن میں بعض علماء اور بعض رئیسان پنجاب ہندوستان اور بعض عہدہ داران تحصیلدار
وغیرہ اور بعض انگریزی دفتروں کے کلرک وہیڈ کلرک اور بعض وکلاء اور مختار کاران اور
بعض نامی تاجران پنجاب و ہندوستان ہیں، اس کام میں وہ بڑے صدق سے پیش قدم

ہوئے۔ خدا تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ غرض اس کارروائی کے لئے پشاور اور حیدر آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور اٹاوہ اور مدراس وغیرہ بلاد ہندوستان اور پنجاب میں اس عاجز کے مخلص سرگرمی سے کوشش کر رہے ہیں۔ اور ہر روز اُن کی کارروائی کے نقشے پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے سب دوستوں کو اپنی خاص رحمتوں سے متمتع فرماوے۔ اور مَیں اس وقت نواب محسن الملک سید مہدی علیخاں صاحب مقیم علیگڈھ کے تلطف اور مہربانی کا بھی شکر کرتا ہوں کہ انہوں نے بھی اس موقعہ پر نہایت ہمدردی سے خط لکھا۔ اور ان کے خط سے مترشح ہوا کہ وہ کثرت رائے اور اجتماع اہلِ بصیرت کے بعد دستخط کرنے کو تیار ہیں اور انہوں نے اپنے خط میں بہت ہی امید دلائی کہ وہ کسی طرح ہمدردی دینی سے دریغ نہیں کریں گے۔ غرض ہماری کارروائی اس حد تک پہنچی تھی۔ اور ابھی پشاور اور کلکتہ اور مدراس اور بمبئی اور حیدر آباد کے دوستوں کی کارروائی ہمیں موصول نہیں ہوئی تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب نے ۱۲؍ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اپنا رسالہ ایک چٹھی رساں کے ہاتھ بھیج دیا۔ اس رسالہ میں بہت زور کے ساتھ مولوی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ کام فقط مجھ سے ہی کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوگا کسی دوسرے سے نہیں۔ تب مَیں نے خیال کیا کہ شاید یہ دعویٰ صحیح ہو کیونکہ مولوی صاحب موصوف ایک گروہ کثیر کے ہم خیال ہیں۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اس قانون کے پاس کرانے کے لئے جس میں پاس کے بعد فریق مخالف اسلام پر نہایت مشکلات پڑیں گے اور جہانتک ممکن ہوگا زور لگائیں گے کہ گورنمنٹ کو اِس قانون کے پاس کرنے سے روک دیا جاوے۔ وجہ یہ کہ اس سے ان کی پُرخیانت کارروائیاں یک لخت بند ہو جائیں گی۔ لہٰذا اس وقت وہ طریق اختیار کرنا مناسب ہے جس طریق سے ایسی درخواست پر لاکھوں دستخط ہو جائیں۔ اگرچہ مجھے اپنے دوستوں کی کوششوں پر نظر کر کے حق الیقین کی طرح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہماری سعی اور جہد سے کم سے کم پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار کے قریب دستخط ہو جائیں گے اور بڑی آسانی سے ہو جائیں گے کیونکہ نہایت

زور شور سے یہ کارروائی شروع ہے۔ لیکن جب مَیں غور کرتا ہوں کہ یہ کس مرتبہ کی درخواست ہے اور اسلام کے لئے کیسے اعلیٰ نتائج اس میں مخفی اور مستور ہیں اور دینی مخالفوں کے لئے قانون پاس ہونے کی حالت میں کیا کیا ناکامیاں اور نامرادیاں دامنگیر ہونے والی ہیں تو میرا دل یہ قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ کم سے کم ایسے دستخط دس لاکھ سے کم نہ ہوں۔ اور کچھ شک نہیں کہ علماء اور مولوی صاحبوں کے دستخط ایسی درخواست پر بہت ہی مؤثر ہونگے کیونکہ گورنمنٹ جانتی ہے کہ مذہبی امور کے بہت سے مصالح کی لگام انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں ایسی درخواست کو ایک واجب درخواست بنانے کے لئے ایسے قانون دانوں کے دستخط بھی ضرور ہونے چاہئیں جو نامی وکلاء اور بیرسٹر ہوں۔ تا گورنمنٹ کو درخواست پر غور کرنے کے لئے ان لوگوں کے دستخط بطور مؤید کے ہو جائیں۔ لیکن چونکہ یہ کام بہت عظیم الشان ہے اور مولوی صاحبوں کا کسی طرح سے یہ منشاء نہیں کہ یہ کام ہمارے ہاتھ سے ہو اس لئے امرتسر کے مولوی صاحبوں نے ہماری وجہ سے اس کام کو فضول اور غیر مفید ٹھہرایا۔ اور بہتوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا فتنہ پادریوں اور آریوں سے زیادہ ہے اور جابجا اشتہار شائع کرکے اس کارروائی کو روکنا چاہا اور میرے کینے سے روا رکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ وہ ناجائز افترار ہوتے رہیں۔ جو مومنوں کے دلوں کو پاش پاش کرتے ہیں۔ جیسا ابھی پادری ٹی ولیمس ریواڑی نے وہ افترار کیا اور وہ گندی گالیاں دیں کہ کسی ادنے حیثیت کے آدمی کو بھی نہیں دی جاتیں۔ پس مَیں نے سوچا کہ چونکہ مولویوں کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی کچھ بھی پروا نہ کرنا دراصل میرے ہی کینہ کی وجہ سے ہے، ایسا نہ ہو کہ ان کی معصیت میں مَیں بھی شریک سمجھا جاؤں۔ اس لئے مَیں نے مولوی محمد حسین صاحب کی درخواست پر اس کام سے اپنے تئیں علیحدہ کرنا مناسب سمجھا کیونکہ دراصل ان علماء کی لاپروائی اور سخت دلی کا باعث میرا ہی وجود ہے اور میرے کینے سے یہ روا رکھا جاتا ہے کہ جو کچھ مخالف

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں، وہ دیتے رہیں بلکہ ان کو معذور اور ناقابل الزام ٹھیرایا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں اگر میرا قدم درمیان نہ ہونے سے مولویصاحبان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ غیرت دکھلاویں اور اس گناہ سے اپنے تئیں بچا لیں جو میری وجہ سے جھوٹے بہانوں کے ساتھ اُن کو اختیار کرنا پڑا۔ تو یقین ہے کہ مجھے اس سے ثواب ملے گا۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور دین اسلام کی حمایت کے لئے ایک کام انجام دیا جاوے۔ سو مناسب نہیں کہ میری وجہ سے وہ کام حیز التوا میں رہ جاوے۔ اگرچہ میرا دل دینی خدمت سے استعفا نہیں دیتا۔ اور اللہ جلشانہ اور رسُول اللہ صلعم کے راہ میں فدا ہے اور ہوگا جب تک کہ مَیں اس جہان سے گذر جاؤں۔ وواللہِ ان حیاتی و مماتی لِلّٰہِ ربّ العالمین۔ لیکن میری اس میں کونسی کسرِشان ہے کہ مَیں چند الفاظ سے اپنے اندرونی مخالفوں کو خوش کر کے ان کے ہاتھ سے رسُول اللہ صلعم کے لئے ایسی خدمت لوں۔ اس لئے مَیں بڑی خوشی سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس چاکری کو قبول کرتے ہیں اور صدق دل سے کمر باندھنے کو تیار ہیں تو مَیں اس کام اور شغل سے اپنے تئیں فارغ کرتا ہوں۔ اور آپ کے وعدے پر بھروسہ کر کے میری طرف سے یہی تحریر بطور استعفا ہے۔ سو یاد رہے کہ ہم اپنا اور اپنے گروہ کا استعفا اس شرط سے پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے وعدہ کو پُورا کریں + اور

+ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے جو کچھ آخر کو کرنا ہے وہ تو خدا تعالےٰ کو معلوم ہے۔ مگر بالفعل تو انہوں نے ہمارے چلتے کام کو روک دیا۔ اس بات کے اظہار کی کچھ حاجت نہیں کہ بڑے زور سے یہ کارروائی تمام پنجاب اور ہندوستان میں چل رہی تھی۔ چنانچہ آج کی تاریخ ۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۵ء تک دستخط کرنے والوں کا عدد دو ہزار پچہتر تک پہنچ گیا۔ یہ لوگ کچھ عوام الناس میں سے نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کے معزز عہدہ دار اور وکلاء اور مختار کاران اور رئیسان پنجاب و ہندوستان و معزز سوداگر اس میں بکثرت داخل ہیں۔ اور ابھی بہت سے شہر باقی ہیں۔ جن سے

ہمیں کسی ناموری کی ہوس نہیں اور نہ کسی شکر کی خواہش۔ صرف یہ خواہش ہے کہ آپ
سادگی اور نیک نیتی سے ہماری اس تحریر کو قبول کر کے جلد کام میں لگ جائیں کہ عمر کا اعتبار
نہیں۔ اب ایسا ہی ہوگا کہ یہ درخواست ہماری یا ہمارے گروہ کی کسی شخص کی طرف سے
گورنمنٹ میں بھیجی نہیں جائے گی اور ہماری جماعت کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوگا۔ آپ کا
دعویٰ ہے کہ ایسے کاموں کے لئے میرے اوقات وقف ہیں اور گورنمنٹ سے میرے محکم
تعلقات ہیں۔ سو ہمیں اس روز بہت خوشی ہوگی جب آپ کا یہ قول مقرونِ عمل سمجھا
جائے گا اور اس سے زیادہ اس دن جب آپ کی یہ محنت حسبِ مراد پھل لائے گی۔ اب
جہانتک الفاظ تھے مَیں اپنی بے تعلقی اور اپنی جماعت کی بے تعلقی کے اظہار میں ادا کر
چکا۔ باقی رہا آپ کا اپنی اس تحریر میں بھی مجھے دجّال کہنا، شیطان اور کافر کے نام سے
موسوم کرنا سو مَیں اس وقت ان باتوں کا جواب دینا نہیں چاہتا اور نہ سختی کے مقابل
پر سختی کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ مَیں نے یہ خط محض جنابِ مقدس رسول اللہ صلے اللہ علیہ

دستخط ہو کر واپس نہیں آئے۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے اس کام کے وقت بھی اپنی
معمولی درشتگی کو نہیں چھوڑا بلکہ سبّ و شتم کے الفاظ زور سے ظاہر کئے۔ مگر ہم نہیں چاہتے
کہ اس وقت اپنے بدگو کو بدگوئی سے یاد کر کے ایک اور بحث شروع کر دیں۔ یہ لُطف و نرمی
اور مدارات کا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص ہماری عداوت کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی تائید میں دریغ کرے۔ ہماری سب عزّتیں اللہ اور رسولؐ کے راہ میں قربان
ہیں۔ اگر کسی نے ہمیں دجّال کہا یا شیطان کہا یا کافر کہا تو اگر ہم فی الحقیقت ایسے ہی
ہی ہیں۔ تو ایسے شخص کو ثواب کا مستحق سمجھنا چاہیئے۔ لیکن اگر اس عالم الغیب کے نزدیک
جس کی دلوں پر نظر ہے، اصلی واقعات اس کے برخلاف ہیں تو وہ ایسے شخص کو جو مومن
کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور اپنے معاندانہ اصرار سے باز نہیں آتا، بے سزا نہیں چھوڑیگا۔
بیشک دنیادار شیطانی اغراض والے جا بجا فتنہ بھڑکانے اور اہل اللہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور

وسلم کی عزت اور سچائی اور بزرگی کی حمایت کی نیت سے لکھا ہے۔ اور اس وقت اگر میری نظر کے سامنے کسی کی سخت باتیں اور دشنام دہی ہے تو پادری ٹی ولیمس اور عماد الدین وغیرہ اور پادری فتح مسیح کی وہ گالیاں ہیں جو انہوں نے ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد المطہرین رسول اللہ صلعم کے حق میں نہایت مکروہ الفاظ میں لکھی ہیں۔ پادری فتح مسیح کا خط اس وقت میرے سامنے پڑا ہے جس میں اس ناپاک طبع نے لکھا ہے کہ نعوذ باللہ وہ شخص یعنے آنحضرت ایک زانی آدمی تھا اور اس کے اعتراضات کا ردّ رسالہ نورالقرآن میں لکھ رہا ہوں۔ ایسا ہی اس وقت پادری ٹی ولیمس ریواڑی کا رسالہ میری نظر کے سامنے موجود ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ نعوذ باللہ "وہ شخص یعنی آنحضرت سرغنہ ڈکیتی، دغاباز، زینب کا عاشق تھا جس نے زینب کو دیکھ کر بد خواہش کی، چوری کرانے والا، ڈکیتی کرانے والا بت پرست، ناحق کا خون کرنے والا تھا۔ مرتے دم تک ڈکیتی اور لوٹ مار اس کا طریق رہا۔" اب جب یہ گالیاں اس پاک کو دی جاتی ہیں جو تمام پاکوں کا سردار ہے پھر اگر اس پُر ظلمت زمانہ میں مجھ کو بھی کسی نے دجّال کہا یا شیطان کہا تو مَیں کیا افسوس کروں۔ ان ہزاروں پتھروں میں سے جو اس پاکوں کے سردار پر پھینکے جاتے ہیں، اگر ایک دو پتھر میرے پر بھی پھینکے

بقیہ حاشیہ نمبر ۲۲

اپنے کاموں میں دجل اور تلبیس رکھتے ہیں عند اللہ کتوں سے بدتر ہیں اور ان کا انجام برا ہوتا ہے کیونکہ وہ ضلالت کو شائع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن دراصل کوئی ایسا نہ ہو اور صرف سمجھوں کا پھیر ہو، تو کیا خدائے کریم اس کو ضائع کر دے گا، ہرگز نہیں۔ بلکہ جو حالات کسی شخص کے اس غیب دان کے نزدیک محقق ہیں وہ انہیں کے لحاظ سے اس کے ساتھ معاملہ کریگا کیونکہ انجام کار ان کے لئے ہے۔ جو اس کے ہیں سو یہ باتیں اس وقت تذکرہ کے لائق نہیں۔ صرف ہم مولوی صاحب کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ اپنی کسل اور غفلت سے ہماری اس تمام کارروائی کو مسمار نہ کر دیں بلکہ سارے دل اور ساری جان سے کوشش کریں تا اسی نام کے لائق ٹھیریں جس نام کے حاصل کرنے کا انہوں نے ارادہ کیا ہے اور اس سے ڈریں کہ انجام کار بمصداق لوگ ان کا کوئی اور نام نہ رکھ دیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔
منہ

گئے تو مجھے فخر کرنا چاہیئے کہ ظلمت نے مجھ سے بھی دشمنی کی جیسا کہ اس نُور سے دشمنی کی۔ مگر مجھے امرتسر کے مولویوں پر سخت افسوس ہے جنہوں نے واشگاف لکھ دیا ہے کہ یہ گالیاں تمہاری گالیوں سے کچھ بڑی نہیں۔ افسوس کہ اگر یہ گالیاں ان کے باپ یا ماں کو دی جائیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں تو کب کے عدالتوں میں استغاثہ کرنے کے لئے دوڑتے ہائے افسوس یہ دِل کیسے پتھر ہو گئے۔

اور آپ نے جو میرے حق میں گورنمنٹ کے باغی ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے یہ شاید اس لئے کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ نالش اور استغاثہ کرنے کی میری عادت نہیں ورنہ آپ ایسے صریح جھوٹھ سے ضرور بچتے جس میں قانونی گرفت کے نیچے ایسا مدعی آسکتا ہے۔ آپ نے ایک واہیات بات بنا رکھی ہے کہ ہشت سالہ پیشگوئی ایسی تھی۔ مگر آپ قانونی مواخذہ سے نہیں ڈرتے۔ کیا آپ کی یہی دیانت ہے کہ اس بارہ میں نہ آپ نے کوئی میری تحریر دیکھی اور نہ تقریر سُنی، ناحق ایک غلط اور بے اصل خیال دل میں جما لیا۔ مَیں آپ کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ گو آپ کی گورنمنٹ سے کیسی ہی محبّت اور اُلفت کے تعلقات ہوں تاہم ضرور افتراؤں سے ڈرا کریں کہ یہ باتیں جو آپ کے مُنہ سے نکلتی ہیں آپ کے لئے سخت خطرناک ہیں۔ مَیں گورنمنٹ عالیہ انگریزی کا دل سے خیر خواہ ہوں اور وہ خیر خواہی جو مال اور جان اور قلم سے مجھ سے اور میرے بزرگوں سے گورنمنٹ ممدوحہ کی نسبت ظہور میں آئی، اگر آپ کے وجود اور آپ کے بزرگوں کے وجود میں کوئی شخص اس کا نمونہ تلاش کرنا چاہے تو تضیع اوقات ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خیر خواہی ہو گی کہ مَیں سچے دل سے نہ منافقانہ طور پر اس گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا گناہ سمجھتا ہوں اور اس بات کو فرض جانتا ہوں کہ اس کی شکر گذاری کی جائے۔ اور اس کی خدمت گذاری میں قصور نہ کریں اور اس کی اطاعت میں دریغ نہ کریں۔ اور مَیں آپ کی طرح کسی خونی مہدی کا منتظر بھی نہیں تا گورنمنٹ کی نظر میں میرے اصول خطرناک ہوں۔ آپ

لوگ جو دلوں میں خیالات رکھتے ہیں اس دانا گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ لوگوں کے عقیدے کچھ چھپے ہوئے نہیں۔ مگر میں تو ایسے عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہوں کہ کسی وقت بھی اِس محسن گورنمنٹ کی نسبت کوئی بغاوت کا ارادہ مخفی طور پر بھی دل میں رکھا جاوے۔ کئی ہزار روپیہ کی کتابیں اس غرض کے لئے شایع کر چکا ہوں کہ تا لوگ اس غلطی سے بچ جائیں کہ ناحق اس گورنمنٹ کو غیر مذہب کی گورنمنٹ تصور کر کے درندگی اور خونخواری کے خیالات ظاہر کریں۔ اور ہر وقت یہی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں سچی محبت اس گورنمنٹ کی پیدا ہو بیشک میں جیسا کہ میرے خدا نے میرے پر ظاہر کیا صرف اسلام کو دُنیا میں سچا مذہب سمجھتا ہوں۔ لیکن اسلام کی سچی پابندی اسی میں دیکھتا ہوں کہ ایسی گورنمنٹ جو درحقیقت مُحسن اور مسلمانوں کے خون اور آبرو کی محافظ ہے اس کی سچی اطاعت کی جائے۔ مَیں گورنمنٹ سے ان باتوں کے ذریعہ سے کوئی انعام نہیں چاہتا۔ مَیں اُس سے درخواست نہیں کرتا کہ اِس خیر خواہی کی پاداش میں میرا کوئی لڑکا کسی معزز عہدہ پر ہو جائے۔ یہ میرا ایک عقیدہ ہے جو سچائی اور شکر گذاری کی پابندی سے رکھتا ہوں نہ کسی اَور غرض سے۔ میری والئے قدیم سے گورنمنٹ کی نسبت یہی ہے جو مَیں نے بیان کی۔ سوتم خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ناحق کی تہمتیں مت لگاؤ کہ یہ دنیوی زندگی معہ اپنے تمام لوازم کے بہت جلد ختم ہو جائیگی۔ اور جلد تم ایک تبدیلی ہو کر دوسرے عالم میں پہنچائے جاؤ گے اور اس سچے حاکم کی جناب میں پیش کئے جاؤ گے جس کی دلوں اور جانوں پر حکومت ہے۔ سوچو اور خوب سوچو کہ عنقریب اس ذات سے معاملہ ہے جو دلوں کے مخفی در مخفی بھیدوں کو جانتا ہے۔ ولمقت الله اکبر من مقتکم لو کنتم تعلمون۔ خدا تعالیٰ ہدایت دے اور وہ باتیں الہام کرے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آمین ﷺ

ﷺ نوٹ۔ مَیں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کی ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گذاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں جو انصاف کی رُو سے اعتقاد تھا۔ وہ ظاہر کر دیا۔ منہ •

بالآخر میں اپنے دوستوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں نے محض للہ مولوی محمد حسین صاحب کے مواعید پر نظر کر کے اپنے مخلصوں کے دستخطوں کی اور درخواست کے بھیجنے کی کارروائی سے اپنے تئیں الگ کر لیا ہے۔ آپ صاحبان رنجیدہ نہوں کیونکہ ہمارے کام خدا تعالیٰ کے لئے ہیں اور چاہیئے کہ آپ لوگ ان کی منشاء کے موافق اس کارروائی سے الگ ہو جاویں۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہی شرط ہے کہ ہم بالکل اس کام سے الگ ہو جاویں اور اگر اسی طور سے آنحضرت صلعم کی عزت کے لئے احسن طور پر قانونی وسائل پیدا ہو جاویں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس کے مخالف کوئی حرکت کریں اور کام کے حارج ہوں۔ آپ لوگوں کو خدا تعالےٰ بیشک سعی اور نیت کا اجر دے گا۔ وَاللّٰہ لایضیع اجر المحسنین ؎

۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء

راقم

خاکسار غلام احمد قادیانی

التماس بخدمت صاحبان اخبار

ہم اسلام کے سچے ہمدرد اور شریف اہل اسلام اڈیٹران اخبار کی للّٰہی ہمتوں سے امید رکھتے ہیں کہ اس خط کو اپنے اپنے اخبار میں چھاپ کر ثواب حاصل کریں ؎ غلام احمد

اشتہار کتب موجودہ

آریہ دھرم ست بچن ایک جلد میں ہر — آئینہ کمالات اسلام ۲ — ازالہ اوہام ۳

رسالہ نور القرآن نمبر اول عہ — فتح اسلام سہ — توضیح مرام ۴

(یہ اشتہار ۲۰ ستمبر ۹۷ء کے آٹھ صفحہ پر ہے) (مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

؎ نوٹ۔ شرط یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب ماہ بماہ اپنی کارروائی شائع کرتے رہیں۔ منہ

(۱۳۵)

اشتہار کتاب ست بچن و آریہ دھرم

واضح ہو کہ پہلے اس سے جس قدر اشتہار کتاب ست بچن اور آریہ دھرم* کی نسبت شائع ہوئے تھے وہ اس وقت لکھے گئے تھے کہ جبکہ ابھی کتاب موصوف تمام وکمال چھپی نہیں تھی۔ اور ہمارا خیال تھا کہ شاید تین یا چار جزو تک اس کتاب کی ضخامت ہو جائیگی سو اسی خیال سے قیمت تھوڑی رکھی گئی تھی۔ لیکن بعد میں کتاب ست بچن بوجہ طرح طرح کے نادر اور عجیب تحقیقاتوں کے بہت بڑھ گئی۔ اور دونو کتابوں کی ضخامت دو سو صفحہ سے بھی زیادہ ہو گئی۔ اور بابا نانک صاحب کی صحیح صحیح سوانح کے متعلق بڑی محنت ہمیں اُٹھانی پڑی اور اپنے دوستوں کو تحقیقات موقعہ کے لئے دُور دُور دراز فاصلہ کے شہروں میں بھیجنا پڑا۔ اور بعض سفر ہم نے معہ اپنی جماعت کے خود بھی کئے۔ اس لئے ست بچن کی تالیفات میں اس قدر مالی خرچ بڑھ گیا کہ اگر ہم فی نسخہ پانچ روپیہ بھی قیمت رکھتے تو اُن مصارف اور جد وجہد کے مقابل پر یہ قیمت بہت تھوڑی تھی۔ لیکن ہم نے عوام کے فائدہ کے لئے ایک ادنیٰ قیمت یعنی ڈیڑھ روپیہ قیمت مقرر کر دی ہے۔ اور پھر زیادہ تر یہ رعایت بھی دی گئی کہ یہ قیمت دونوں رسالوں ست بچن اور آریہ دھرم کی ہے۔ مگر یاد رہے کہ اگر ایسے سکھ صاحبان جو والی ریاست یا معزز جاگیردار یا امراء اور کرسی نشینوں میں سے ہیں یا وہ تمام صاحبان جو معزز عہدوں پر یا ولائے ملک ہیں۔ اس کتاب کو خریدنا چاہیں تو کسی صورت میں پانچ روپیہ سے کم نہیں لئے جائیں گے کیونکہ یہ قیمت چھپائی اور کاغذ وغیرہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایسے مصارف کے لحاظ سے ہے جو ہمیں اس تحقیق اور تفتیش میں پیش آئے۔

* نوٹ:۔ کتاب ست بچن اور آریہ دھرم ایک ہی جلد میں ہے۔ علیحدہ علیحدہ فروخت نہیں ہو گی۔ منہ

اور اس کتاب کے ساتھ جابجا ہر یک موقعہ مناسب کے نقشے بھی شامل ہیں۔ اور انگریزی تحقیقاتوں کا خلاصہ انگریزی زبان میں آخر کتاب کے شامل کیا گیا ہے۔ اور بہت سے ایسے حقایق و معارف اس میں درج ہیں کہ طالب حق لوگوں کے لئے بے بہا جواہرات کے حکم میں ہیں۔ اور ایک باب میں بابا نانک صاحب کے وہ کرامات بیان کی گئی ہیں۔ جن سے اُن کی قبولیت کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر شاید سکھ صاحبان اس بات کے سننے سے خوش نہ ہوں گے کہ مَیں نے بابا نانک صاحب کے مذہب کے بارے میں ان سے اتفاق نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ کامل تحقیقات نے جس طرف مجھے کھینچا۔ اضطراری طور پر اسی طرف مجھے جانا پڑا۔ مگر با این ہمہ مجھے بار بار اپنی کتاب میں اقرار کرنا پڑا ہے کہ درحقیقت بابا نانک صاحب ان منتخب لوگوں میں سے تھے جن کی زندگی کو عنایت الٰہی اپنے لئے خاص کر لیتی ہے۔ اور اس پاک گروہ میں سے تھے جن کے دلوں میں محبت الٰہی یوں بھر جاتی ہے جیسے ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے بابا صاحب کے رُوحانی کمالات کی نسبت ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے مدلّل بیانوں کا جلوہ دکھلایا ہے کہ اگر آدمی نہایت درجہ کا غبی نہ ہو تو ضرور اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ بیانات صحیح ہیں۔ اور آریہ دھرم میں ویدوں کی تعلیم کا نمونہ دکھلایا گیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ مَیں نے ہر یک امر میں صحت نیت اور نتائج تحقیق سے کام لیا ہے۔ اور بلاشبہ میری یہ کتاب اُن لوگوں کے لئے چشمہ آب حیات کا حکم رکھتی ہے جو سچائی کے طالب ہوں۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد

۱۰ر نومبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۳۶)

لائق توجہ گورنمنٹ

چونکہ سکھ صاحبوں کے بعض اخبار نے اپنی غلط فہمی سے ہمارے رسالہ ست بچن کو ایسا خیال کیا ہے کہ گویا ہم نے وہ رسالہ کسی بدنیتی اور دلآزاری کی نیت سے تالیف کیا ہے۔ اس لئے ہم گورنمنٹ کے حضور میں اس بات کو ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ رسالہ جو ست بچن کے نام سے موسوم ہے، نہایت نیک نیتی اور پوری پوری تحقیق کی پابندی سے لکھا گیا ہے۔ اصل غرض اس رسالہ کی اُن بیجا الزاموں کا رفع دفع کرنا ہے۔ جو آریوں کے سرگروہ دیانند پنڈت نے باوا نانک صاحب پر اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لگائے ہیں اور نہایت نالائق لفظوں اور تحقیر آمیز فقروں میں باوا صاحب موصوف کی توہین اور تحقیر کی ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نہایت قوی اور مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ باوا صاحب اپنے کمال معرفت اور گیان کی وجہ سے ہندوؤں کے ویدوں سے بالکل الگ ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے دیکھا کہ جس خدا کی خوبیوں میں کوئی نقص اور کسی عیب کی تاریکی نہیں۔ اور ہر یک جلال اور قدرت اور تقدس اور کامل الوہیت کی بے انتہا چمکیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ وہ وہی پاک ذات خدا ہے جس پر اہل اسلام عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی کمال خدا ترسی کی وجہ سے اپنا عقیدہ اسلام ٹھیرایا۔ چنانچہ یہ تمام وجوہات ہم اس رسالہ میں لکھ چکے ہیں۔ اور ایسے واضح اور بدیہی طور پر یہ ثبوت دے چکے ہیں کہ بغیر اس کے ماننے کے انسان کو بَن نہیں پڑتا۔ اور ماسوائے اس کے یہ رائے کہ باوا صاحب اپنی باطنی صفائی اور اپنی پاک زندگی کی وجہ سے مذہب اسلام کو قبول کر چکے تھے صرف ہماری

ہی رائے نہیں بلکہ ہماری اس کتاب سے پہلے بڑے بڑے محقق انگریزوں نے بھی یہی رائے لکھی ہے اور وہ کتابیں مدت دراز پہلے ہماری اس تالیف سے برٹش انڈیا میں تالیف ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں۔ چنانچہ مَیں نے بطور نمونہ پادری ہیوز کی ڈکشنری کے چند اوراق انگریزی اس رسالہ کے آخر میں شامل کر دیئے ہیں جن میں پادری صاحب موصوف بڑے دعویٰ سے باوا صاحب کا اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ ڈکشنری تمام برٹش انڈیا میں خوب شائع ہو چکی ہے۔ سکھ صاحبان بھی اس سے بے خبر نہیں ہیں۔ اس صورت میں یہ خیال کرنا کہ اس رائے میں مَیں ہی اکیلا ہوں یا مَیں نے ہی پہلے اس رائے کا اظہار کیا ہے ایک بڑی غلطی ہے۔ ہاں مَیں نے وہ تمام دلائل جو دوسروں کو نہیں مل سکے اس کتاب میں اکٹھے کر کے لکھ دیئے ہیں۔ جن محقق انگریزوں نے مجھ سے پہلے یہ رائے ظاہر کی کہ باوا صاحب درحقیقت مسلمان تھے ان کے پاس کامل دلائل کا ذخیرہ نہ تھا۔ مگر میری تحقیق سے یہ امر بدیہی طور پر کھل گیا۔ اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ پادری ہیوز کی اس رائے پر جو بزبان انگریزی کتاب ہذا کے آخر میں شامل ہے توجہ فرماوے۔ اور مَیں سکھ صاحبوں سے اس بات میں اتفاق رکھتا ہوں۔ کہ بابا نانک صاحب درحقیقت خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے تھے۔ اور ان میں سے تھے جن پر الٰہی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے صاف کئے جاتے ہیں۔ اور مَیں ان لوگوں کو شریر اور کمینہ طبع سمجھتا ہوں کہ ایسے بابرکت لوگوں کو توہین اور ناپاکی کے الفاظ کے ساتھ یاد کریں۔ ہاں مَیں نے تحقیق کے بعد وہ پاک مذہب جس سے سچے خدا کا پتا لگتا ہے اور جو توحید کے بیان میں قانون قدرت کا ہمزبان ہے اسلام کو ہی پایا ہے۔ سو مَیں خوش ہوں کہ جس دولت اور صادق روشنی کو مجھے دیا گیا مجھ سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے باوا صاحب کو بھی وہی دولت دی۔ سو یہ ایک سچائی ہے جس کو مَیں چھپا نہیں سکتا۔ اور مَیں اپنا اور باوا صاحب

کا اس میں فخر سمجھتا ہوں کہ یہ پاک توحید خدا کے فضل نے ہمیں دی +

خــــــــــاکســــــــــار

غلام احمد قادیانی ۲۰ر نومبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ست بچن آریہ دھرم طبع اول کے ٹائٹل پر ہے)

---

(۱۳۷)

کتاب ست بچن کا تھوڑا سا مضمون نمونے کے طور پر

ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ کتاب ست بچن کا کسی قدر مضمون نمونے کے طور پر شائع کریں۔ تا سکھ صاحبان اور دیگر صاحبان کو کچھ حقیقت معلوم ہو۔ یہ کتاب معہ آریہ دھرم کے ۴۲۲ صفحہ کے قریب ہے اور دونوں ایک ہی جلد میں ہیں۔ اور ایک دوسری سے علیحدہ فروخت نہیں ہوگی۔ اور باوجود مصارف کثیرہ کے قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ رکھی ہے۔ اس میں بہت سے معارف اور حقائق ایسے درج ہیں کہ اگر اس کے فروخت ہونے کے بعد کسی کو اس کی خوبیوں پر اطلاع ہوئی تو اُسے آہ کھینچ کر کہنا پڑے گا کہ کیوں مَیں نے اس کا ایک نسخہ خرید نہ لیا۔ اور جس قدر بابا نانک صاحب پر آریوں نے جھوٹے الزام لگائے ہیں اور جس قدر دیانند نے توہین کے ارادہ سے بابا صاحب موصوف کی نسبت بدزبانی کی ہے اُن تمام اعتراضات کا اس کتاب میں دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور اِس میں عام فائدہ کے لئے سچے مذہب کی شناخت کی علامتیں بھی لکھی ہیں۔ اور نیز مذاہب کی تنقیح اور تحقیق کے بارہ میں ایک مبسوط بیان ہے۔ غرض یہ ایک جدید طرز کی کتاب ہے جو بابا صاحب کے وفادار سکھوں کو جو پنجاب میں سترہ لاکھ سے کم نہیں ہوں گے، اس بزرگ

خدا رسیدہ کے پیروی کے لئے بُلاتی ہے۔ اس کتاب میں بابا نانک صاحب کی بزرگیاں اور خوبیاں آسمان کے ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ سچے اخلاص مندوں کو لازم ہے کہ اب خریداری میں دیر نہ کریں۔ کیونکہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ بابرکت کتاب بہت جلد فروخت ہوگی۔ اور جو شخص دیر کے بعد درخواست بھیجے گا مجھ کو کم امید ہے کہ اس کے لئے یہ کتاب باقی رہے۔ اور اب ہم کتاب کے مضامین میں سے ایک مضمون بطور نمونہ کے لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:-

باوا نانک صاحب پر پادریوں کا حملہ

یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ کے پادری جس قدر دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کرنے کے لئے اپنا وقت اور اپنا مال خرچ کر رہے ہیں اس کا کروڑواں حصہ بھی اپنے مذہب کی آزمائش اور تحقیق میں خرچ نہیں کرتے۔ حالانکہ جو لوگ ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور خدائے ازلی ابدی غیر متغیر قدوس پر یہ مصیبت روا رکھتے ہیں کہ وہ ایک عورت کے پیٹ میں نو مہینہ تک بچہ بن کر رہا اور خون حیض کھاتا رہا اور انسانوں کی طرح ایک گندے راہ سے پیدا ہوا۔ اور پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا، ایسے قابل شرم اعتقاد والوں کو چاہئیے تھا کہ کفارہ کا ایک جھوٹا منصوبہ پیش کرنے سے پہلے اس قابلِ رحم انسان کی خدائی ثابت کرتے اور پھر دوسرے لوگوں کو اُس عجیب خدا کی طرف بلاتے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کو اپنے مذہب کا ذرہ بھی فکر نہیں۔ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ ایک پرچہ امریکن مشن پریس لودھیانہ میں سے پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کی کارروائیوں کے واسطے ایم وائلی مینجر کے اہتمام سے نکلا ہے۔ جس کی سُرخی یہ ہے۔ وہ گرو جو انسان کو خدا کا فرزند بنا دیتا ہے۔ اس پرچہ میں سکھ صاحبوں پر حملہ کرنے کے لئے آد گرنتھ کا یہ شعر ابتدائی تقریر میں لکھا ہے۔

جے سو چاندا اوگویں سورج چڑھے ہزار ایتے چانن ہُندیاں گُرب گھور اندھار۔

یعنی اگر سَو چاند نکلے اور ہزار سُورج طلوع کرے تو اتنی روشنی ہونے پر بھی گورو یعنی مرشد اور ہادی کے بغیر سخت اندھیرا ہے۔ پھر اِس کے بعد لکھا ہے کہ افسوس ہمارے سکھ بھائی ناحق دس بادشاہیوں کو گورو مان بیٹھے ہیں۔ اور اس ست گورو کو نہیں ڈھونڈتے جو منش کو دیوتا بنا سکتا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ "وہ ست گورو یسُوع مسیح ہے جس نے اپنی جان قربان کی اور گنہگاروں کے بدلے آپ لعنتی ہوا۔ اس کے ماننے سے لوگ گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔" اور پھر سکھ صاحبوں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ جن لوگوں کو آپ اب تک گورو سمجھے بیٹھے ہیں اور اُن سے روشنی پانے کی امید رکھتے ہیں، وہ لوگ اس لائق نہیں ہیں کہ آپ کے تاریک دل کو روشن کریں۔ ہاں اس گورو یسُوع مسیح میں یہ خاصیت ہے کہ کیسا ہی دل تاریک اور ناپاک کیوں نہ ہو وہ اس کو روشن اور پاک کر سکتا ہے۔ غرض یہ کہ تم یسُوع کو خدا کر کے مان لو۔ پھر تم خاصے پاک اور پوتر ہو جاؤ گے اور سب گناہ چھوٹ جائیں گے اور منش سے دیوتا بن جاؤ گے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر انسانوں کو ہی خدا بنانا ہے تو کیا اس قسم کے خدا ہندوؤں میں کچھ کم ہیں۔ باوا صاحب ہندوؤں کے مت سے کیوں بیزار ہوئے۔ اسی لئے تو ہوئے کہ اُن کا وید بھی فانی چیزوں کو خدا قرار دیتا ہے۔ اور پانی اور آگ اور ہوا اور سُورج اور چاند کو پرستش کے لائق سمجھتا ہے اور اس سچے خدا سے بیخبر ہے جو اِن سب چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ پھر جبکہ باوا صاحب اس سچے خدا پر ایمان لائے جس کی بے مثل اور کامل ذات پر زمین و آسمان گواہی دے رہا ہے۔ اور نہ صرف ایمان لائے بلکہ اس کے انوار کی برکتیں بھی حاصل کر لیں۔ تو پھر اُن کے پیروؤں کی عقلمندی سے بہت بعید ہے کہ وہ اس تعلیم کے بعد جو اُن کو دی گئی ہے پھر باطل خداؤں کی طرف رجُوع کریں۔ ہندو لوگ ہزارہا برس ایسے خداؤں کی آزمائش کر چکے ہیں۔ اور نہ سرسری طور پر بلکہ بہت تحقیق کے بعد ایسے خدا اُن کو چھوڑنے پڑے۔ اب پھر اس جھوٹی کیمیا کی تمنا ان کی دانشمندی سے بہت دُور ہے۔

باوا نانک صاحب نے اس خدا کا دامن پکڑا تھا جو مرنے اور جنم لینے سے پاک ہے اور جو لوگوں کے گناہ بخشنے کے لئے آپ لعنتی بننے کا محتاج نہیں اور نہ کسی کی جان بچانے کے لئے اپنی جان دینے کی اُس کو حاجت ہے۔ مگر ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ عیسائیوں کا یہ کیسا خدا ہے جس کو دوسروں کے چھوڑانے کے لئے بجز اپنے تئیں ہلاک کرنے کے اور کوئی تدبیر ہی نہیں سوجھتی۔ اگر درحقیقت زمین و آسمان کا مدبر اور مالک اور خالق یہی بیچارہ ہے تو پھر خدائی کا انتظام سخت خطرہ میں ہے۔ بیشک یہ خواہش تو نہایت عمدہ ہے جو انسان گناہ سے پاک ہو مگر کیا گناہ سے پاک ہونے کا یہی طریق ہے کہ ہم کسی غیر آدمی کی خودکشی پر بھروسہ رکھ کر اپنے ذہن میں آپ ہی یہ فرض کر لیں کہ ہم گناہ سے پاک ہو گئے۔ بالخصوص ایسا آدمی جو انجیل میں خود اقرار کرتا ہے، جو میں نیک نہیں۔ وہ کیونکر اپنے اقتدار سے دوسروں کو نیک بنا سکتا ہے۔ اصل حقیقت نجات کی خداشناسی اور خداپرستی پر ہے۔ پس ایسے لوگ جو اس غلط فہمی کے دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں جو مریم کا صاحبزادہ ہی خدا ہے۔ وہ کیسے حقیقی نجات کی امید رکھ سکتے ہیں۔ انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی عذاب کی جڑھ ہیں۔ وہی درحقیقت خداتعالیٰ کے غضب سے آگ کی صورت پر متمثل ہوں گی۔ اور جس طرح پتھر پر سخت ضرب لگانے سے آگ نکلتی ہے۔ اسی طرح غضب الٰہی کی ضرب انہیں بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے آگ کے شعلے نکالے گی اور وہی آگ بداعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائیگی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ہو جاتی ہے تب دونوں مل کر اس کو بھسم کر دیتی ہیں۔ اسی طرح غضب الٰہی کی آگ بداعتقادی اور بداعمالی کی آگ کے ساتھ ترکیب پا کر انسان کو جلا دے گی۔ اسی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ[1] ۔یعنی جہنم کیا چیز ہے وہ خدا کے غضب کی آگ ہے جو دلوں پر بھڑکے گی۔ یعنی وہ دل جو بداعمالی اور بداعتقادی کی

---

[1] سورۃ التکاثر

کی آگ اپنے اندر رکھتے ہیں وہ غضب الٰہی کی آگ سے اپنے آگ کے شعلوں کو مشتعل کریں گے۔ تب یہ دو نو قسم کی آگ باہم مل کر ایسا ہی اُن کو بھسم کرے گی جیسا کہ صاعقہ گرنے سے انسان بھسم ہو جاتا ہے۔ پس نجات وہی پائے گا جو بد اعتقادی اور بد عملی کی آگ سے دُور رہے گا۔ سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ نہ تو سچے خداشناسی کی وجہ سے اُن کے اعتقاد درست ہیں اور نہ وہ بد اعمالیوں سے باز رہتے ہیں۔ بلکہ ایک جھوٹے کفارہ پر بھروسہ کر کے دلیری سے گناہ کرتے ہیں وہ کیونکر نجات پا سکتے ہیں یہ بیچارے اب تک سمجھے نہیں کہ درحقیقت ہر یک انسان کے اندر ہی دوزخ کا شعلہ اور اندر ہی نجات کا چشمہ ہے۔ دوزخ کا شعلہ فرد ہونے سے خود نجات کا چشمہ جوش مارتا ہے۔ اُس عالم میں خدا تعالیٰ یہ سب باتیں محسوسات کے رنگ میں مشاہدہ کرا دے گا اگر عیسائیوں کو اِس سچے فلسفہ کی خبر ہوتی تو مارے شرمندگی کے کسی کو مُنہ نہ دکھا سکتے ہزاروں فسق و فجور اور مکر اور فریب کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ ہم گناہ سے پاک ہو گئے ہیں عجیب قسم کی چالاکی ہے۔ جس مذہب کا یہ اصول ہے کہ مسیح کی خودکشی نے تمام عبادتوں اور نیک کاموں اور نیک عملوں کو نکما اور ہیچ کر دیا ہے اور ان کی ضرورت کچھ بھی باقی نہیں رہی۔ کیا ایسے عقیدے کے لوگوں کی نسبت کچھ امید کر سکتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کی بندگی میں دل لگاویں اور سچے دل سے تمام بدکاریوں کو چھوڑ دیں۔ پھر جبکہ ایسے قابلِ شرم عقیدہ میں گرفتار ہو کر انواع اقسام کی غفلتوں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں گرفتار ہو رہے ہیں تو تعجب ہے کہ اپنے حال پر کچھ بھی نہیں روتے اور اپنی مصیبت پر ایک ذرہ ماتم نہیں کرتے۔ بلکہ خود اندھے ہو کر دوسروں پر کمی بصارت کی تہمت لگاتے ہیں۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ جس قدر باوا نانک صاحب کے اشعار میں توحید الٰہی کے متعلق اور سچی وحدانیت کے بیان کرنے میں عمدہ عمدہ مضامین پائے جاتے ہیں، اگر وہ موجودہ انجیلوں میں پائے جاتے تو ہمیں بڑی ہی خوشی ہوتی۔ مگر ایسی جعلی کتابوں میں سچے حقائق

اور معارف کیونکر پائے جائیں جو حقیقی خدا دانی اور حقیقی خدا پرستی اور حقیقی نجات کے بھید سے بہت ہی دُور جا پڑے ہیں۔ نادانوں کے مُنہ پر ہر وقت کفارہ اور مسیح کی خودکشی اور ایک فانی انسان کا خدا ہونا چڑھا ہوا ہے اور باقی تمام اعمال صالحہ سے فراغت کر رکھی ہے۔ بیشک خدا کے بندوں اور اپنے بنی نوع کے لئے جان دینا اور انسان کی بھلائی کے لئے دُکھ اُٹھانا نہایت قابل تعریف امر ہے۔ مگر یہ بات ہرگز قابل تعریف نہیں کہ ایک شخص بے اصل وہم پر بھروسہ کرکے کنوئیں میں کود پڑے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پا جائیں گے۔ جان قربان کرنے کا یہ طریق تو بیشک صحیح ہے کہ خدا کے بندوں کی معقول طریقہ سے خدمت کریں اور ان کی بھلائی میں اپنے تمام انفاس خرچ کر دیں اور اُن کے لئے ایسی کوشش کریں کہ گویا اس راہ میں جان دے دیں۔ مگر یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اپنے سر پر پتھر ماریں یا کنوئیں میں ڈوب مریں یا پھانسی لے لیں۔ اور پھر تصوّر کریں کہ اس بیجا حرکت سے نوع انسان کو کچھ فائدہ پہنچے گا۔ عیسائیوں کو سمجھنا چاہیئے کہ باوا نانک صاحب حقیقی نجات کی راہوں کو خوب معلوم کر چکے تھے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ وہ پاک ذات بجز اپنی سعی اور کوشش کے نہیں ملتا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ خدا ہر یک جان سے اُسی جان کی قربانی چاہتا ہے نہ کسی غیر کی۔ زید کی خودکشی بکر کے کام نہیں آتی۔ بات یہی سچ ہے کہ خدا کو وہی پاتے ہیں جو آپ خدا کے ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ ہر یک ناپاکی کے دروازے اپنے پر بند کرتے ہیں انہیں پر اس پاک کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور درحقیقت مرد بھی وہی ہیں کہ آپ نیک کام کرکے اس کا پھل پاویں ؎

حقّا کہ باعقوبتِ دوزخ برابر است ۔۔۔ رفتن بہ پائے مردیٔ ہمسایہ در بہشت

المشتہر خاکسار غلام احمد قادیانی

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) ۔۔۔ ۲۵ر نومبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے چار صفحہ پر ہے)

(۱۳۸)

جلسۂ تحقیقِ مذاہب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونکہ خدائے عزّوجل نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو جو برٹش انڈیا میں سکونت پذیر ہیں گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ رکھ کر ہر طرح کا امن اور آزادی بخشی ہے جس کا شکر وسپاس ہم سب پر واجب ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل بے غایت نے وہ سارے سامان ہم لوگوں کے لئے میسّر کر دیئے ہیں جو مذاہب کے تحقیق اور تدقیق کے لئے ضروری ہیں۔ پھر اس پر زیادہ رحمت الٰہی یہ ہے کہ ہر ایک فریق اپنے مذہبی کتابوں کا پورا پورا سامان اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور ایک گروہ دوسرے گروہ سے گو کیسی ہی درمیان بُعد مسافت ہو، بڑے آرام سے ملاقات کر سکتا ہے۔ اور جو لوگ دُنیا میں نیکی کے پھیلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہر ایک پہلو سے اُن کے لئے آسانی ہو گئی ہے۔ دین کے خادموں کے لئے کئی طور سے خادم پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ سفر کے لئے ریل خادم ہے جس کی سواری پہلے زمانے کے بادشاہوں کو بھی میسّر نہیں آئی اور خبروں کے جلد پہنچانے کے لئے تار برقی خادم ہے۔ اور تالیفات کے چھاپنے کے لئے چھاپے خانے خادم ہیں۔ اور کتابوں کے شائع کرنے کے لئے ڈاکخانے خدمت دے رہے ہیں۔ کتابت کے لئے عمدہ سے عمدہ کاغذ میسّر آ سکتے ہیں۔ اور لکھنے کے لئے آہنی قلمیں موجود ہیں۔ جن کے تراشنے اور بنانے کی بھی حاجت نہیں۔ حفظِ اوقات کے لئے نادر نادر اور نفیس نفیس گھڑیاں مل سکتی ہیں۔ حفظ صحت کے لئے انواع اقسام کی ادویہ میسّر آ سکتی ہیں۔ ہر یک انسان اپنے ہم مشربوں پر اگرچہ زمین

کے کنارہ پر ہوں، اطلاع پا سکتا ہے۔ ہریک شخص اپنے مذہب کے عارفوں سے پوشیدہ طور پر مشورہ لے سکتا ہے۔ ایک جگہ بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے مشرق اور مغرب کے آدمی بڑی آسانی سے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ چند گھنٹے میں صدہا کوس کا سفر طے ہو سکتا ہے۔ ہریک مذہب میں کتابیں اس قدر تالیف ہو گئی ہیں جن کا شمار صرف خدا تعالےٰ کو معلوم ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے ہریک قوم میں قدرتی طور پر مذہب کے بارہ میں ایک جوش بھی پایا جاتا ہے۔ مذہبی تحقیق کے لئے غیبی تحریک سے ایک ہوا چل اٹھی ہے۔ تمام راہیں کھل گئیں۔ تمام مشکلات حل کر دی گئی ہیں۔ مختلف زبانوں کا علم لوگوں میں بڑھتا جاتا ہے گویا خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمام قوموں کو ایک قوم بنا دے۔ سو یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر ان تمام وسائل کو احقاق حق کے لئے احسن طور پر استعمال میں لایا جاوے۔ اور تمام قوموں کے اکابر دین اور صاحبان معرفت نیک نیتی سے حق کے ظاہر ہونے کے لئے ایک جگہ مل کر کوشش کریں اور تعصبات سے دُور ہو کر بھائیوں کی طرح باہمی اتفاق سے اپنے اپنے دین اور کتاب کی خوبیاں آہستگی اور ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے پر ظاہر کریں تو کچھ تعجب نہیں کہ اس اتفاق کی برکت سے سچے مذہب کے انوار لوگوں پر ظاہر ہو جاویں۔ اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہوگی کہ جب اس قدر وسائل اظہار حق کے خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے موجود کر دیئے ہیں تو ہم ان خداداد نعمتوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھاویں اور ایسی تجویزیں نہ سوچیں جو بذریعہ استعمال ان وسائل کے اظہار حق کے لئے مدد دے سکتے ہیں۔ اور ایسے جلسے بجا نہ لاویں جو بنی نوع کی ہمدردی کے لئے نہایت موثر ہوں۔ بلکہ اس صورت میں ہم بڑے گنہگار ٹھہریں گے اگر ہم ان خداداد نعمتوں کا قدر نہ کریں اور عملی طور پر خلق اللہ کو ان کا فائدہ نہ پہنچاویں اور یونہی غفلت سے ان تمام نعمتوں کو ضائع کر دیں۔ اور اپنی بنی نوع کی ہمدردی سے لاپروائی اختیار کریں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے

میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اس کام کے انجام دینے کے لئے ایک مہذبانہ جلسہ مذاہب متفرقہ کا اسی جگہ یعنی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب میں انعقاد پاوے۔ اور اس جلسہ کے متعلق جو قواعد ہیں جن کی پابندی ہر ایک فریق کو ضروری ہوگی۔ تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جہانتک ممکن ہو اس جلسہ پر ہر ایک قوم کے اکابر علماء میں سے ایک نامی فاضل تشریف لاویں۔ یعنی موسوی مذہب کا ایک فاضل اور عیسائی مذہب کا ایک فاضل اور آریہ مذہب کا ایک فاضل اور مجوسی مذہب کا ایک فاضل اور برہمو مذہب کا ایک فاضل اور جینی مذہب کا ایک فاضل اور بدھ مذہب کا ایک فاضل اور سناتن دھرم کا ایک فاضل اور دہریوں میں سے ایک فلاسفر اور ہماری طرف سے ہم۔

(۲) دوسرے یہ کہ بزرگان مذاہب کا تعہد مہمانداری اخیر تک ہمارے ذمہ رہیگا اور وہ پاک چیزیں جن پر شرع اور تہذیب کا اعتراض نہ ہو، ہر یک فریق کے مذہب کے موافق اُن کے لئے میسّر کر دی جائیں گی (۳) تیسرے یہ کہ ان بزرگوں کی آمد ورفت کا کرایہ اگر وہ آپ ادا کرنے میں خوشی ظاہر نہ کریں، ہمیں دینا ہوگا اور جو کرایہ قادیان تک پہنچنے کے لئے کافی متصور ہوگا، اسی قدر آمد و رفت کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب اختیار رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم سے جس قدر آدمی چاہیں ساتھ لے آویں۔ مگر ہماری طرف سے صرف ایک شخص کے حساب سے ان کو کرایہ دیا جائے گا اور مہمانداری میں بھی حفظ انتظام کے لئے یہی قاعدہ ملحوظ رہے گا۔ اور جو بزرگ آمد و رفت کا کرایہ ہم سے طلب کرنا چاہیں ان پر لازم ہوگا کہ وہ پہلے سے اطلاع دے دیں۔ تا ان مصارف کا کل روپیہ ایک جگہ جمع رہ کر ہر یک خواستگار کو رخصت کے وقت دیا جائے (۴) چوتھے یہ کہ فروکش ہونے کے مکانات کا کرایہ بھی ہمارے ذمہ رہے گا۔ اور اس کا تمام انتظام بھی جو رہنے کے لئے کافی ہو، ہمیں ہی کرنا ہوگا (۵) پانچویں یہ کہ یہ جلسہ برابر ایک ماہ

تک رہے گا۔ اور مہینہ کے تیس۳۰ دن تمام تقریر کرنے والوں میں مساوی طور پر تقسیم کئے جائیں گے۔ مثلاً اگر تقریر کرنے والے دس۱۰ ہوں گے تو ہر ایک متکلّم کے حصّے میں تین۳ تین۳ آئیں گے۔ اور اگر چھ۶ ہوں گے تو پانچ پانچ دن حصہ میں آئیں گے۔ (۶) چھٹے ہر ایک مطلب کی تقریر کرنے کی ترتیب یہ ہوگی کہ جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے اوّل ہونے کا دعویٰ ہو۔ یعنی جو صاحب اپنی کتاب کی نسبت تقدم زمانی کے مدّعی ہوں۔ جیسے آریہ صاحبان۔ یہی صاحب پہلے دن میں تقریر کریں گے۔ اور دوسرے دن وہ تقریر کریں گے جو دوسرے درجہ پر باعتبار زمانہ کتاب کے ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس سب سے آخر دن میں وہ صاحب تقریر کریں گے جن کی الہامی کتاب اُن کے بیان کے موافق آخری ہو۔ اور جبکہ ہر ایک گروہ ایک ایک دن کے حساب سے اپنی اپنی تقریریں ختم کرلیں گے تو پھر نئے سرے سے اسی ترتیب سے تقریر کرنا شروع کریں گے۔ غرض اسی انتظام کے لحاظ سے تیس۳۰ دن کی میعاد پوری کی جائے گی۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ آخری دنوں میں آخر پر تقریر کرنے والوں کو میعاد مقررہ میں سے دن نہ مل سکیں تو دو یا تین دن اور بڑھا دیئے جائیں گے تا کوئی صاحب اس وقت سے محروم نہ رہے جو دوسروں کو دیا گیا ہے۔

(۷) ساتویں ہر ایک تقریر کرنے والا دوسرے مذہب کا ذکر ہرگز نہیں کرے گا بلکہ صرف اپنے مذہب اور اپنے اصول کی خوبیاں بیان کرے گا۔ ہاں اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ جو اعتراض اس کے مذہب پر غیر قومیں کرتی ہیں نرمی اور تہذیب سے اس کا جواب دے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس صورت میں اپنی تقریر کا نقصان آپ اُٹھائے گا۔

(۸) آٹھویں یہ کہ مذہب کی خوبیوں کے بیان کرنے کے وقت یہ ضروری ہوگا کہ بیان کرنے والا سب سے پہلے اس طریق معرفت کو بیان کرے جو خدا تعالیٰ کے اقرار یا انکار کی نسبت اُس کو معلوم ہے اور اپنے مشرب کے موافق اس بات پر بھی دلائل پیش

کرے کہ مذہب کی کیوں ضرورت ہے اور انسان کی نجات اُن وسائل پر کیوں موقوف ہے جن کو وہ پیش کرتا ہے۔ یا اگر دہریہ ہے تو اس بارے میں جو چاہے بیان کرے اور ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ جس طور اور جس طرز سے چاہے اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنی رائے کی تائید میں مفصل تقریر کرے، اگر کسی مذہب کی تحقیر اور توہین سے قطعاً پرہیز کرنا ہوگا۔ ہاں یہ ضروری ہوگا کہ ہر یک پابند کتاب جو جو خوبی اپنے مذہب کی بیان کرتا ہے وہ سب خوبیاں اپنی الہامی کتاب کی اصل زبان سے معہ پورے پتہ اور نشان کے پیش کرے۔ مثلاً اسلام کے عالم پر فرض ہوگا کہ اس کی تائید میں قرآن کی آیت سنادے فقط کوئی ترجمہ پیش نہ کرے۔ اور عیسائی عالم پر فرض ہوگا کہ اپنے عقیدہ کے موافق اُس اصل کتاب کی عبارت پڑھے جس کے الفاظ کو وہ الہامی مانتا ہے فقط کسی ترجمہ کو نہ سناوے اور آریہ پنڈت پر واجب ہوگا کہ وید کی اصل سنسکرت عبارت کا وہ مقام معہ ترجمہ سناوے اور یہ تمام عبارتیں تحریری مضمون میں معہ صحیح صحیح حوالہ کے لکھے ہوئے ہونا شرط ہے۔

(۹) نویں یہ کہ ہر ایک قوم میں سے ایسا فاضل منتخب ہو کر آنا چاہیئے جو اپنی الہامی کتاب پر نظر رکھتا ہو اور فی الواقعہ اس کو اس کتاب کا علم بھی ہو جس کتاب کی تائید میں وہ کلام کرتا ہے۔ مثلاً اگر آریہ صاحب ہوں تو وہ ایسے چاہیئے کہ وید کو بآسانی پڑھ سکتے ہوں۔ اور اگر عیسائی صاحب ہوں تو ایسے چاہیئے کہ بائیبل کو اس کی اصل زبان میں پڑھ سکتے ہوں۔ کیونکہ جو شخص آپ ہی بے خبر ہے اس کی تقریر محققوں کی نظر میں قابل اعتماد نہیں ٹھہر سکتی اور نہ کچھ وقعت اور عزت رکھتی ہے۔ مگر جو صاحب کسی کتاب کے پابند نہیں جیسے برہمو اور دہریہ وہ ان شرائط سے مستثنٰے ہیں۔

(۱۰) یہ یاد رہے کہ یہ تمام تحریریں جو سُنائی جائیں گی اُردو میں ہوں گی۔ اور الہامی کتابوں کی اصل عبارتیں اصل زبان میں لکھ کر اُردو میں اُن کا ترجمہ ہوگا۔ ہاں ہر ایک صاحب کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ اُردو میں اپنے مضمون کو لکھ نہ سکیں یا وہ کسی دن بیماری وغیرہ سے

معذور ہوں تو وہ مضمونوں کو اپنے کسی ایسے رفیق کے سپرد کر دیں کہ ان کی تحریر کا ترجمہ اُردو میں کر کے یا انہیں کی اُردو تحریر حاضرین جلسہ کو سُنا دیں۔ مگر اس تمام تحریر کے وہی ذمہ دار ہوں گے اور انہیں پر لازم ہوگا کہ اس تحریر پر دستخط کر کے ہمارے اس سکرتری کے حوالہ کریں جو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ اور وہ تمام تحریر انہیں کی تحریر متصور ہو گی۔

(۱۱) گیارھویں کوئی صاحب تقریر کرنے والوں میں سے مجاز نہ ہوں گے کہ بغیر تحریر کے زبانی تقریر کریں اور نہ اس بات کے لئے مجاز ہوں گے کہ تحریر پڑھنے کے وقت کچھ زبانی کلمات اس میں ملا دیں بلکہ وہ ایک ایسی تحریر اپنی طرف سے سُنائیں گے جو خوشخط اُردو میں اور اُردو کے دستخط میں لکھی ہوئی ہوگی۔ اور نیچے اس کے پورے پتہ کے ساتھ ان کے دستخط ہوں گے اور سُنانے کے بعد وہی تحریر سکرتری کے حوالہ کر دیں گے اور ان کو اختیار ہوگا کہ ایک نقل اس کی اپنے پاس بھی رکھیں۔

(۱۲) بارھویں یہ کہ جس صاحب کی کوئی تحریر قواعد منضبطہ بالا کی رُو سے نہ ہو، وہ کسی تقریر کرنے کے مجاز نہ ہوں گے اور نہ ان کا حق ہوگا کہ آمد ورفت کا کرایہ طلب کریں۔ ہاں ان کی مہمانداری اور عزت اسی طرح کی جائے گی جیسا کہ اور مہمانوں کی۔

(۱۳) تیرھویں یہ کہ یہ بات ہمارے ذمہ ہوگی جو اُن تمام تقریروں کو چھاپ کر ایک جلد میں شائع کر دیں اور وہ تمام تقریریں ہمارے سکرتری کے حوالہ کر دی جائیں گی۔

(۱۴) چودھویں یہ کہ ہر ایک صاحب جو جلسہ مذہب میں تقریر کرنے کی غرض سے شامل ہونا چاہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ اپریل ۹۶ء کے اخیر تک ہم کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دے دیں۔ اور اگر کسی ایک قوم کی طرف سے ایسی درخواست کرنے والے کئی صاحب ہوں گے تو ان میں سے صرف ایک ایسا شخص انتخاب کیا جائے گا جو اس قوم کی کثرت رائے سے تجویز کیا گیا ہو

(۱۵) پندرھویں یہ کہ جب یہ تصفیہ ہو چکے گا کہ مذہبی تقریروں کے لئے فلاں فلاں صاحب مقرر ہوئے تو پھر ایک دوسرے اشتہار سے اس جلسہ کی تاریخ کو شائع کیا جائے گا۔ مگر وہ

تاریخ کم سے کم چھ ماہ بعد تصفیہ مذکورہ سے ہوگی۔ لہذا یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہر ایک دین کے بزرگ فاضل اس کی طرف متوجہ ہوں اور بغرض احقاق حق اور ہمدردی بنی نوع قواعد متذکرہ بالا کو مدنظر رکھ کر اس جلسہ میں شامل ہونے کے لئے ہمیں اطلاع بخشیں اور جہاں تک ممکن ہو ہمیں اپنے عنایت ناجات سے اپنے ارادہ سے جلد مطلع فرمادیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ جلسہ اظہار حق کے لئے بہت مؤثر ہوگا۔ اس میں ہر ایک فریق تہذیب اور نرمی سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے گا دوسرے مذہب سے کچھ سروکار نہیں ہوگا۔ مَیں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ یہ جلسہ نہایت امن اور اطمینان سے ہوگا۔ مگر مَیں دوبارہ اس بات کو یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ چونکہ غرض اظہار حق ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ یہ جلسہ ایک ماہ تک رہے دُنیا کے ادنےٰ ادنےٰ مقدمات جب عدالتوں میں دائر ہوتے ہیں تو حکام وقت تحقیق اور تفتیش کی غرض سے کئی مہینوں کے بعد ایک پیچیدہ مقدمہ کو فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر دین کے مسائل تو دُنیا کے مقدمات کی نسبت نہایت دقیق در دقیق ہیں۔ اور طالب حق پر لازم ہے جو ان کو بار بار سوچے اور خدا تعالیٰ سے دُعا مانگے تا وہ چھپی ہوئی حقیقتیں اس پر ظاہر کرے۔ سو اِن وجوہات کے باعث سے ایک ماہ اس جلسہ کے لئے ضروری طور پر قرار پایا۔ جو صاحب دین کی تحقیق کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ایسی تحقیقاتوں میں بنی نوع کی ہمدردی دیکھتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اس قلیل عرصہ کی نسبت کچھ عذر معذرت نہیں کریں گے۔ انسان دُنیا کے کاموں میں بہت سے برس ضائع کر دیتا ہے۔ اور دین تو وہ نعمت ہے جس کے نتائج جاودانی ہیں۔

اب مَیں اس دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و کریم اس جلسہ میں شریک ہونے کے لئے ہر ایک مذہب کے بزرگ کو دل میں شوق اور محبت ڈال اور خاتمہ اس کارروائی کا اپنی رضامندی کے موافق کر۔ آمین۔

بالآخر یاد رہے کہ اگر اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد اخیر اپریل تک کسی فریق

کی طرف سے کوئی درخواست نہ پہنچی تو نہایت افسوس کے ساتھ التواءِ جلسہ کا باعث اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا۔

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی

۲۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحہ پر ہے)

---

(۱۳۹)

ناظرین کیلئے ضروری اطلاع

ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کے مقابل یہ نمبر نور القرآن کا جاری ہوا ہے۔ جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے۔ اور اپنی ذاتی خباثت سے اس امام الطیبین و سید المطہرین پر سراسر افترا سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا ان کے سُننے سے بدن کانپ جاتا ہے۔ لہٰذا محض ایسے یاوہ گو لوگوں کے علاج کے لئے جواب تُرکی بہ تُرکی دینا پڑا۔ ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے۔ اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان

سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے
ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم اُن کی حیثیت کے موافق ہر طرح اُن کا ادب ملحوظ
رکھتے ہیں. لیکن عیسائیوں نے ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور
بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا. یعنی اُن بدکاریوں کا مرتکب خیال
کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے۔ ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں.
قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی۔ اس شخص کی چال چلن پر ہمیں
نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور ایسے
پاکوں کو جو ہزارہا درجہ اس سے بہتر تھے، گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں
کا فرضی یسوع مراد لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا
جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مُراد نہیں۔ اور یہ طریق
ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سُن کر اختیار کیا ہے۔ بعض
نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیئے، عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ بیچارے
کچھ بھی مُنہ سے نہیں بولتے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کچھ بے ادبی نہیں
کرتے۔ لیکن یاد رہے کہ درحقیقت پادری صاحبان تحقیر توہین اور گالیاں دینے میں
اوّل نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے۔ جنہوں
نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے۔ جس مولوی کی خواہش ہو وہ آکر
دیکھ لیوے۔ اور یاد رہے کہ آیندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ
کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے۔ اب تو وہ
اپنے یسوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں کہ کسی سب و شتم سے باز ہی نہیں آتے۔ ہم
سُنتے سُنتے تھک گئے۔ اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے۔ تو کیا اس مظلوم کا حق
نہیں ہے۔ کہ اس کے باپ کو بھی گالی دے۔ اور ہم نے جو کچھ کہا۔ واقعی کہا۔ دَ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ✦

خاکسار غلام احمد ۲۰ر دسمبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار نور القرآن حصہ دوم کے ٹائٹل پر ہے)

---

(۱۴۰)

مسٹر آتھم صاحب اور پادری فتح مسیح

یہ بات ناظرین کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت تک پانچ اشتہار اس بارے میں نکال چکے ہیں کہ درحقیقت وہ ہماری پیشگوئی جو آتھم صاحب کے متعلق تھی پوری ہو گئی چاہیئے تھا کہ عیسائی صاحبان اپنی غلطی سے رجوع کرتے اور پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار شایع کر دیتے۔ ان پر اس بات کا سمجھنا نہایت آسان تھا کہ پیشگوئی کے ساتھ رجوع الی الحق کی شرط لگی ہوئی تھی اور آتھم صاحب سے ایسی حرکات صادر ہو گئیں تھیں کہ جو بآواز بلند پکار رہی تھیں کہ شرط پوری ہو گئی اور انہوں نے پیشگوئی کے بعد اپنے ڈرتے رہنے کا اقرار صاف لفظوں میں کر دیا تھا۔ اور اُن باتوں کا اب تک انہوں نے ثبوت نہیں دیا تھا۔ جو اپنے خوف کی بنیاد انہوں نے قرار دی تھیں یعنی سانپ کا حملہ اور تلواروں اور نیزوں والوں کا حملہ۔ سو بالضرور یہ بات کھل گئی تھی کہ وہ صرف پیشگوئی سے ہی ڈرتے رہے۔ اور تنزل کے طور پر آتھم صاحب کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر وہ اپنے بے دلیل دعووں کا کوئی اور ثبوت نہیں دے سکتے تو وہ قسم ہی کھا جائیں مگر انہوں نے قسم کھانے سے بھی انکار کیا۔ اب اس سے زیادہ ان کے جھوٹ کھلنے پر اور کیا دلیل ہو سکتی تھی کہ انہوں نے خود اپنے مونہ سے خوف کا اقرار کر کے اور اپنے خیال سے وہ خوف دکھلا کر پھر یہ ثبوت نہیں

دیا کہ ان کا وہ خوف پیشگوئی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان حملوں کی وجہ سے تھا جو اُن پر گئے گئے اور نہ قسم کھائی۔ الہامی شرط خود بتلا رہی تھی کہ اس پیشگوئی میں رجوع الی الحق ممکنات میں سے ہے۔ تبھی تو الہام میں یہ شرط داخل کی گئی تھی۔ اور یہ نہایت غلطی تھی کہ باوجود شرط کے صرف مرنے کی ہی انتظار کی جائے بلکہ ہر ایک شخص کو چاہیئے تھا کہ شرط کے مضمون پر بھی غور کرتا اور آتھم صاحب کے حال اور قال کو جانچتا کہ کیا وہ پیشگوئی کے بعد اپنے پہلے استقلال اور استقامت اور متعصبانہ وضع پر قائم رہے۔ یعنی انہوں نے اپنی ثابت قدمی اور عادت معہودہ کا مرکز نہ چھوڑا۔ لیکن افسوس کہ باوجود اس کے کہ آتھم صاحب سے بہت سی بے قراریاں ظاہر ہوئیں اور بہت سے قوی قراین ان کی خوف زدہ حالت پر پیدا ہوئے۔ لیکن ان کی طرف سے ان خوفوں کی نسبت بیہودہ عذرات کا کوئی ثبوت بھی پیش نہ ہوا۔ یہانتک کہ انہوں نے قسم بھی نہیں کھائی۔ مگر عیسائی صاحبان اب تک پیشگوئی کی نسبت یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔ یہ بیچارے ذرہ نہیں سوچتے کہ کیا اس پیشگوئی کا پورا ہونا صرف ایک پہلو رکھتا تھا یا دو پہلو میں سے کسی ایک پر پوری آسکتی تھی۔ اگر آتھم صاحب کی پہلی حالت میں کچھ بھی تزلزل نہ آتا اور نہ وہ خوف کا اقرار کرتے تو موت کا پہلو پیشگوئی کے واقعہ ہو جانے کی ضروری نشانی ہوتی لیکن جبکہ اُن کا ڈرنا ثابت ہو گیا اور وہ وجوہ خوف کے ثابت نہ ہو سکے جو آتھم صاحب نے پیش کئے تھے۔ تو رجوع الی الحق کا پہلو بپایۂ ثبوت پہنچ گیا جس کے ساتھ پیشگوئی کا پورا ہونا اس بات میں محصور ہو گیا کہ آتھم صاحب موت سے بچ جاویں۔ ہم نے رسالہ ضیاء الحق میں یہ باتیں تفصیل سے لکھ دی ہیں۔ ہر ایک صاحب اس کو غور سے پڑھ لیں۔

لیکن اب اس اشتہار کے شائع کرنے کا یہ موجب ہے کہ ہمارے ایک مخلص دوست مولوی عبدالکریم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں بٹالہ کے سٹیشن پر پادری فتح مسیح سے ان کی ملاقات ہوئی اور پادری صاحب نے آتھم صاحب کا ذکر کر کے فرمایا۔

کہ انہوں نے قسم کھانے سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ یہ جماعت ایک حقیر اور ذلیل جماعت ہے جن کی تعداد چار پانچ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی ہوں گے۔ ان کے مقابل پر کیا قسم کھاویں۔ اور بجز اُن کے تمام مسلمان یہی یقین رکھتے ہیں کہ آتھم صاحب فتحیاب ہو گئے ہیں۔ پس چونکہ یہ تقریر فتح مسیح صاحب کی سراسر واقعہ کے برخلاف ہے اور آتھم صاحب نے ہرگز یہ عذر نہیں کیا۔ اور یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ ہماری جماعت صرف پندرہ آدمی ہیں بلکہ وہ کئی ہزار اہل علم اور عقل آدمی ہیں۔ جن میں بہت سے معزز مولوی صاحبان بھی داخل ہیں۔ اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ تمام مسلمان آتھم صاحب کی فتح پر یقین رکھتے ہیں اور پیشگوئی کو جھوٹی جانتے ہیں۔ کیونکہ ہماری نظر میں ہزارہا ایسے آدمی موجود ہیں کہ وہ سچے دل سے سمجھتے ہیں کہ پیشگوئی اپنے دونو پہلوؤں میں سے ایک پہلو پر پوری ہو گئی۔ سو چونکہ فتح مسیح صاحب نے اپنی قدیم عادت کی وجہ سے یہ ایک صریح جھوٹ بولا ہے جیسا کہ بٹالہ میں ایک مرتبہ اپنے ملہم ہونے کا ایک جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ یہ مکروہ جھوٹ ان کا پبلک پر کھول دیا جائے۔ سو ہم اشتہار دیتے ہیں کہ فتح مسیح صاحب اگر سچے ہیں تو بذریعہ کسی چھپی ہوئی تحریر کے ہم کو اطلاع دیں کہ کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط وہ چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں جو حقیقت میں پیشگوئی پُوری ہو گئی۔ اور پادری صاحبوں کو شکست آئی۔ اگر ہم پندرہ سے سو گُنا زیادہ پیش کر دیں تو کیا وہ آتھم صاحب سے قسم دلائیں گے یا نہیں۔ بیشک ان کی عیسائی ایمانداری کا اب یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی بات اور دعویٰ پر قائم رہ کر بلا توقف ہمیں اطلاع دیں کہ کس عدد کے پیش کرنے پر وہ آتھم صاحب سے قسم دلا دیں گے۔ کیا ہزار یا دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار آدمی کے دستخط پر ان کا پندرہ کا دعویٰ باطل ہو جائے گا یا نہیں۔ ہم ہر طرح اس بات کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں۔ پادری فتح مسیح صاحب کو چاہیئے کہ جلد اطلاع دیں کہ پندرہ سے زیادہ ان کی اصطلاح میں کس قدر جماعت کا نام ہے۔ اور ان کے نزدیک جس قدر کا

نام کلیسیا ہے۔ وہ جماعت کس عدد تک ہے تا اسی قدر جماعت کے دستخط کرا کر ان کے پاس بھیجے جائیں۔ اور ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسے محضر نامہ کے پہنچنے کے بعد آتھم صاحب کو میدان میں لاویں۔ اور اگر وہ اشتہار کے شائع ہونے کی تاریخ سے بیس دن تک ایسی درخواست نہ بھیجیں تو ایک دوسرے اشتہار سے ان کی دروغگوئی شائع کی جائے گی۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ اگرچہ دس ہزار مسلمان کا بھی یہ تحریری بیان پیش کیا جائے۔ کہ آتھم صاحب کے متعلق پیشگوئی سچی نکلی ہے مگر تب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ اگر پادری صاحبان ملامت کرتے کرتے ان کو ذبح بھی کر ڈالیں۔ تب بھی وہ میرے مقابل پہ قسم کھانے کے لئے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ دل میں جانتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ میری سچائی کے لئے یہ نمایاں دلیل کافی ہے کہ آتھم صاحب میرے مقابل پر میرے مواجہہ میں ہرگز قسم نہیں اُٹھائیں گے اگرچہ عیسائی لوگ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اگر وہ قسم کھالیں تو یہ پیشگوئی بلاشبہ دوسرے پہلو پر پوری ہو جائے گی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ بدبخت انسان چاہتا ہے کہ اپنے مُونہہ کی پھونکوں سے سچائی کے نُور کو بجھا دے۔ مگر وہ نور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اس کی الٰہی طاقت محافظ ہوتی ہے وہ کسی کے بجھانے سے بجھ نہیں سکتا۔ اب ہم منتظر رہیں گے کہ پادری فتح مسیح کی طرف سے کیا جواب آتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی ایسا جواب نہیں آئے گا جو ایمانداری اور طلب حق پر مبنی ہو۔ صرف جھوٹا عذر ہوگا جس کی بدبو دور سے آئیگی۔

والسّلام علٰی من اتبع الھدٰی ؕ

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحہ پر ہے)

(۱۴۱)

ضیاء الحق

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رسالہ ضیاء الحق کی نسبت ہمارا یہ ارادہ تھا کہ منن الرحمٰن کے ساتھ اس کو شائع کریں اور اسی کے حصوں میں سے ایک حصہ اس کو ٹھہرا دیں۔ لیکن بالفعل ہم نے رسالہ مذکورہ کی چند کاپیوں کا شائع کرنا اس لئے مناسب سمجھا کہ بعض ناواقف اور متعصب اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ گویا وہ پیشگوئی جو آتھم کی نسبت کی گئی تھی وہ غلط نکلی۔ سو جس قدر ضیاء الحق کی کاپیاں اب ہم اپنے ہاتھ سے روانہ کرتے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی درخواست پر ہرگز یہ رسالہ روانہ نہیں ہوگا۔ مگر اس صورت میں کہ درخواست کنندہ منن الرحمٰن کی خریداری کی درخواست کرے۔ کیونکہ یہ رسالہ اسی کتاب کا ایک حصہ کیا گیا ہے۔ اور کتاب منن الرحمٰن انشاء اللہ دسمبر ۱۸۹۵ء تک چھپ جائے گی۔ تب اس کے نکلنے کے وقت یہ رسالہ بھی ایک حصہ اس کا متصور ہو کر شائع کیا جائے گا۔ بالفعل ہم چند نسخے جو پچاس سے زیادہ نہیں محض اس غرض سے شائع کرتے ہیں کہ تا آتھم کے مقدمہ میں ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جلد تر اس غلط فہمی کے گڑھے سے نکالیں کیونکہ ہمارے اندھے مخالف اب تک اس سچائی کو دیکھ نہیں سکے ، جو پیشگوئی میں چمک رہی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ہم نے نور افشاں ۱۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء میں پرچہ بھارت سدھار ۲۴؍اگست ۱۸۹۵ء کا ایک مضمون پڑھا ہے جس میں صاحب پرچہ یہ لکھتا ہے کہ ایک سال اور بھی گذر گیا اور عبداللہ آتھم اب تک زندہ موجود ہیں۔ فقط جو لوگ ایسے خیالات شائع کرتے ہیں اُن کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں۔ ایک تو

یہ کہ شاید ابتک انہوں نے ہمارے رسالہ **انوارالاسلام** کو بھی نہیں دیکھا جس میں اُن تمام وساوس کا جواب مفصل موجود ہے۔ اور دوسری یہ کہ گو انہوں نے رسالہ انوارالاسلام کو دیکھا ہو بلکہ دوسرے تمام اشتہاروں کو بھی دیکھ لیا ہو مگر وہ تعصب جو آنکھوں کو اندھا کر دیتا اور دل کو تاریک کر دیتا ہے اس نے دیکھا ہوا بھی اَن دیکھا کر دیا۔ ہائے افسوس ان لوگوں کی عقل پر، انہوں نے تو انسان بن کر انسانیت کو بھی داغ لگایا۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم ہماری درخواست پر ہمارے سامنے وہ قسم نہیں کھائے گا جس کے الفاظ بارہا ہم نے اپنے اشتہاروں میں شائع کئے ہیں تب بھی وہ ضرور ایک سال تک مر جائے گا۔ اور جبکہ ہم نے ایسا اشتہار کوئی شائع نہیں کیا بلکہ اس کا سال کے اندر فوت ہو جانا قسم کے ساتھ مشروط رکھا تھا۔ پس اس صورت میں تو اس کے ایک سال تک نہ مرنے کی وجہ سے ہماری ہی سچائی ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس نے اپنی اس گریز سے جو رجوع الی الحق پر ایک واضح دلیل تھی کھُلا کھُلا فائدہ اُٹھا لیا۔ یہ الزام تو اس وقت زیبا تھا کہ وہ ہمارے مقابل پر میدان میں آکر اُس قسم کو بالفاظ کھا لیتا جو ہم نے پیش کی تھی اور پھر سال کے اندر فوت نہ ہوتا۔ ہم نے تو چار ہزار روپیہ پیش کر کے صاف صاف یہ کہہ دیا تھا کہ آتھم صاحب شرطی روپیہ پہلے جمع کرا لیں اور جلسۂ عام میں تین مرتبہ یہ قسم کھائیں کہ پیشگوئی کے دنوں میں ہرگز میں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور ہرگز اسلام کی عظمت میرے دل پر مؤثر نہیں ہوئی۔ اور اگر مَیں جھوٹ کہتا ہوں تو اے قادر خدا۔ ایک سال تک مجھ کو موت دے کر میرا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر۔ یہ مضمون تھا جو ہم نے نہ ایک مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ شائع کیا۔ اور ہم نے ایک ہزار سے چار ہزار تک انعام کی نوبت پہنچائی۔ اور کئی دفعہ کہہ دیا تھا کہ یہ زبانی دعویٰ نہیں۔ پہلے روپیہ جمع کرا لو اور پھر قسم کھاؤ۔ اور اگر ہم روپیہ داخل نہ کریں اور صرف فضول گوئی ثابت ہو تو پھر ہمارے جھوٹے ہونے کے لئے کسی اَور دلیل

کی حاجت نہیں۔ لیکن کوئی ہمیں سمجھا دے کہ آتھم نے ان باتوں کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ میدان میں آیا۔ کیا اس نے قسم کھا لی۔ کیا اس نے ہم سے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ کیا اُس نے اپنے اُس بیان کو بپایۂ ثبوت پہنچا دیا کہ میں ایام پیشگوئی میں ڈرتا تو ضرور رہا مگر اسلام کی عظمت سے نہیں بلکہ تین حملے بندوقوں اور تلواروں والوں نے میرے پر کئے۔ جن میں سے پہلا حملہ تعلیم یافتہ سانپ کا تھا جس نے امرتسر سے نکالا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس الہام کا صاف یہ مطلب تھا کہ صرف اس صورت میں آتھم صاحب پندرہ مہینہ میں ہاویہ میں گرائے جائیں گے کہ جب وہ حق کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔ اور آپ لوگوں کو اس بات کا بھی اقرار کرنا عقلاً و انصافاً ضروری ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ انہوں نے رجوع بحق کیا تھا تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ وہ مرنے سے محفوظ رکھا جاتا۔ کیونکہ اگر تب بھی مر جاتا تو اس میں کیا شک ہے کہ اس صورت میں پیشگوئی کی شرط جھوٹی ٹھہرتی۔ بلکہ پیشگوئی ہی باطل ثابت ہوتی۔ وجہ یہ کہ پیشگوئی کا مفہوم یہی چاہتا تھا کہ شرط کے پوری کرنے کی حالت میں ضرور آتھم میعاد معینہ میں زندہ رہے۔ اب جبکہ یہ امر طے ہو گیا کہ پیشگوئی صرف موت کی ہی خبر نہیں دیتی تھی بلکہ اپنے دوسرے پہلو سے آتھم کو اس کے حیات کی بھی خوشخبری دیتی تھی اور شرط کے بجا لانے کے وقت اس کا زندہ رہنا ایسا ہی پیشگوئی کی سچائی پر دلالت کرتا تھا جیسا کہ اس صورت میں دلالت کرتا کہ وہ بوجہ عدم پابندئ شرط فوت ہو جاتا تو پھر یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ پیشگوئی کی شرط کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور نہ خدا سے ڈرتے ہیں اور نہ اُس ذلت سے جو انصاف کو چھوڑنے کی حالت میں لعنت کی طرح دامنگیر ہو جاتی ہے۔

صاحبو اگر پہلے نہیں سمجھا تو اب سمجھ لو کہ یہ پیشگوئی درحقیقت دو پہلو رکھتی تھی جس کی تاثیر نہ صرف مرنا تھا بلکہ دوسرے پہلو کے لحاظ سے زندہ رہنا اور موت سے بچ جانا بھی اس کی ضروری تاثیر تھی۔ پھر اگر ہمارے مخالفوں اور جلد بازوں کے دلوں میں انصاف ہوتا تو صرف عدم موت پر سیاپا نہ کیا جاتا بلکہ شرط کے مفہوم کو تنقیح طلب

ٹھہراتے۔ یعنی یہ امر کہ آیا آتھم نے حق کی طرف رجوع کیا یا نہیں۔ پھر اگر دیکھتے کہ اس کے اُن حالات سے جو اُس نے پیشگوئی کے اثناء میں ظاہر کئے۔ اور ان حالات سے جو مطالبہ قسم کے وقت اُس نے دکھلائے رجوع ثابت نہیں ہوتا تو جس طرح چاہتے شور مچاتے لیکن افسوس کہ ان ظالم بداندیشوں نے اس طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ اے دُنیا کے دانشمندو خدا کے لئے بھی کچھ عقل خرچ کرو۔ اور ذرا سوچو کہ جس حالت میں پیشگوئی میں شرط موجود تھی اور آتھم نے نہ صرف اپنی مضطربانہ افعال سے ثابت کیا کہ پیشگوئی کے اثناء میں عیسائیت کا استقلال اس سے الگ ہوگیا تھا اور اسلامی عظمت نے ایک دیوانہ سا اس کو بنا دیا تھا۔ بلکہ اُس نے اپنی زبان سے بھی اقرار کیا جو نور افشاں میں چھپ گیا کہ میں اثناء پیشگوئی میں ضرور ڈرتا رہا لیکن نہ اسلام سے بلکہ اس لئے کہ میرے پر متواتر تین حملے ہوئے یعنی امرت سر اور لودھیانہ اور فیروزپور میں۔ مگر وہ ان حملوں کو ثابت نہ کر سکا بلکہ مارٹن کلارک وغیرہ نے نالش کے لئے اس کو بہت اُٹھایا اور بہت ہی زور لگایا جس سے اس نے صاف انکار کر دیا اور میّت کی طرح اپنے تئیں بنا لیا۔ اگر وہ سچا تھا تو سچائی کا جوش ضرور اس میں ہونا چاہیئے تھا۔ اور اگر اپنے لئے نہیں تو اپنے دین کے لئے ضرور اس بات کا ثبوت دینا اس کے ذمہ تھا کہ جس ڈر کا اس کو اقرار ہے وہ محض تین حملوں کے وجہ سے تھا نہ اسلامی عظمت کی وجہ سے۔ اور ہر یک ادنیٰ استعداد کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس نے اپنے اس دعویٰ کا ثبوت نہیں دیا جو بطور روک کے اس کی طرف سے پیش ہوا تھا بلکہ تین حملوں کا ڈر ایک بے ثبوت بناوٹ اور بیہودہ روک تھی جو واقعی ڈر کے مخفی رکھنے کے لئے پیش کی گئی تھی۔ اگر وہ سچا ہوتا تو ضرور نالش کر کے اس کو ثابت کرتا یا کسی اور طور سے اس واقعہ کو بپایہ ثبوت پہنچاتا۔ پس جبکہ اس نے خوف کا اقرار تو کیا مگر ان وجوہ کو ثابت نہ کر سکا جو خوف کی بنیاد ٹھہرائی تھی۔ تو ضروری طور پر اس خوف کو پیشگوئی کی عظمت اور اسلام کے رُعب کی طرف منسوب کرنا پڑا۔ اس صورت میں ہمیں کچھ ضرور نہیں تھا کہ کوئی انعامی اشتہار

دیتے یا قسم کے لئے اس کو مجبور کرتے۔ کیونکہ ان قرائن نے جو اُس نے آپ ہی اپنے اقوال اور افعال اور حرکات سے ظاہر کئے تھے، اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا تھا کہ وہ ضرور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا اور قرآن کریم اور نیز عیسائیوں کی کتابوں کے موافق رجوع کے لئے اسی قدر بات کافی تھی کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت کو مان لیا۔ مگر ہم نے صرف اس قرائنی ثبوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ **متواتر چار اشتہار** مع انعام رقم کثیر کے جاری کئے اور اُن میں لکھا کہ وہ قرائن جو تم نے آپ ہی اپنے افعال اور اقوال اور حرکات سے پیدا کئے تمہیں اس امر کا ملزم کرتے ہیں کہ تم ضرور عظمت اسلامی سے ڈر کر اُس شرط کو پُورا کرنے والے ٹھہرے جو پیشگوئی میں درج تھی۔ پھر اگر تم سے بہت ہی نرمی کریں اور فرض کے طور پر ثابت امر کو مشتبہ تصور کرلیں تب بھی اس اشتباہ کا دُور کرنا جو تم نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا، انصافاً وقانوناً تمہارے ہی ذمہ ہے۔ سو اس کا تصفیہ یوں ہے کہ اگر وہ خوف جس کا تمہیں خود اقرار ہے اسلام کی عظمت سے نہیں تھا بلکہ کسی اور وجہ سے تھا تو قسم کھا جاؤ۔ اور اس قسم پر تمہیں چار ہزار روپیہ نقد ملے گا اور ایک سال گذرنے کے بعد اگر تم سالم رہ گئے تو وہ سب روپیہ تمہارا ہی ہو جائے گا۔ لیکن اس نے ہرگز قسم نہ کھائی۔ مَیں نے اس کو اس کے خدا کی بھی قسم دی۔ مگر حق کی ہیبت کچھ ایسی دل پر بیٹھ گئی تھی کہ اس طرف منہ کرنا بھی اس کو موت کے برابر تھا۔ مَیں نے اس پر یہ بھی ثابت کر دیا کہ عیسائی مذہب میں کسی نزاع کے فیصلہ کرنے کے لئے قسم کھانا منع نہیں بلکہ ضروری ہے۔ مگر آتھم نے ذرہ توجہ نہ کی۔ اب ایماناً سوچو کہ یہ امر تنقیح طلب جو سچی رائے ظاہر کرنے کا مدار تھا کس کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور کون بھاگ گیا۔

اے مخالف لوگو! کیا کوئی تم میں سے سوچنے والا نہیں! کیا ایک بھی نہیں؟ کیا کسی کو بھی خدا تعالیٰ کا خوف نہیں۔ کیا کوئی بھی تم میں سے ایسا نہیں کہ جو سیدھے دل سے

اس واقعہ میں غور کرے۔ اس قدر افترا کیوں ہے۔ کیوں دلوں پر ایسے پردے ہیں جو سیدھی بات سمجھ نہیں آتی۔ اس بات کو کہتے ہوئے کہ پیشگوئی غلط نکلی کیوں تم کو خدا کا خوف نہیں پکڑتا۔ کیوں تمہارا دل کانپ نہیں جاتا۔ کیا تم انسان ہو یا بالکل مسخ ہو گئے۔ وہ آنکھیں کہاں گئیں جو حق کو دیکھتی ہیں۔ وہ دل کدھر چلے گئے جو سچائی کو فی الفور سمجھ لیتے ہیں۔ اس سے کوئی بے ایمانی بڑھ کر نہیں کہ جو سچی بات کو ناحق جھوٹھ بنایا جاوے۔ اور نہ اس سے کوئی بد ذاتی زیادہ بدتر ہے جو جھوٹھ پر خواہ نخواہ ضد کی جاوے۔ اب کونسی دلائل باقی ہیں جو ہم تمہارے پاس بیان کریں۔ اور ثبوت میں کونسی کسر رہ گئی ہے جو وہ کسر نکالی جاوے۔ خدایا یہ کیسے اندھے ہیں کہ اس بات کو منہ پر لانے کے وقت کہ پیشگوئی غلط نکلی، پیشگوئی کی شرط کو بھول جاتے ہیں۔ یا الٰہی یہ کیسی بے ایمانی اور بد ذاتی ہے جو ہمیں ناحق بار بار ستایا جاتا ہے اور کوئی بھلا مانس آتھم کو جا کر نہیں پوچھتا کہ تم اس ضروری قسم سے کیوں گریز کر گئے اور کیوں عیسائی مذہب پر سیاہی مل دی۔ اور کیوں ایسی قسم نہ کھائی جو عقلاً و انصافاً و قانوناً نہایت ضروری تھی اور تم پر واجب ہو چکی تھی۔

اے لوگو اس قدر غلوّ سے باز آجاؤ اور ڈرو کیونکہ وہ ہستی حق ہے جس کو تم بھولتے ہو اور وہ پاک ذات سچ ہے جس کی اس تعصب میں تمہیں کچھ بھی پروا نہیں۔ اُس سے ڈرو۔ کیونکہ کوئی بیہودہ بات نہیں جس کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور مجھے اسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آتھم اب بھی قسم کھانا چاہے۔ اور انہیں الفاظ کے ساتھ جو میں پیش کرتا ہوں ایک مجمع میں میرے روبرو تین مرتبہ قسم کھاوے اور ہم آمین کہیں تو میں اسی وقت چار ہزار روپیہ اس کو دُوں گا۔ اگر تاریخ قسم سے ایک سال

فوٹ:۔ آتھم نے قسم کھا کر اس شبہ کو دُور نہ کیا جو ڈرتے رہنے کے اقرار سے اس کی نسبت جم گیا تھا۔ بلکہ قسم کھانے سے سخت گریز کر کے ایک اور شبہ اپنے پر قائم کر لیا۔ منہ

تک زندہ سالم رہا تو وہ اس کا روپیہ ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد یہ تمام قومیں مجھ کو جو سزا چاہیں دیں۔ اگر مجھ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تو مَیں عذر نہیں کروں گا اور اگر دُنیا کی سزاؤں میں سے مجھ کو وہ سزا دیں جو سخت تر سزا ہے تو مَیں انکار نہیں کروں گا اور خود میرے لئے اس سے زیادہ کوئی رُسوائی نہیں ہوگی کہ مَیں ان کی قسم کے بعد جس کی میرے ہی الہام پر بنا رہے جھوٹا نکلوں۔

پس اے یاوہ گو لوگو۔ بد ذاتی کے منصوبوں کو چھوڑ دو اور کسی طرح آتھم صاحب کو اس بات پر راضی کر دو تا راستبازوں کے حق میں وہ فیصلہ ہو جائے جو ہمیشہ سنت اللہ کے موافق ہوا کرتا ہے۔ اور اگر صرف گالیاں دینا مطلب ہے تو ہم تمہارا مونہہ پکڑ نہیں سکتے اور نہ کچھ اس سے غرض ہے کیونکہ قدیم سے یہی سنت اللہ ہے کہ ہمیشہ نابکار اور بد سرشت سچوں کو گالیاں دیا کرتے ہیں اور ہر یک طرف سے دُکھ دیا جاتا ہے اور آخر انجام اُن کے لئے ہوتا ہے۔ مَیں آج تم میں ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ سولہ برس سے حق کی دعوت کر رہا ہوں۔ تمہیں یہ بھی سمجھ نہیں کہ مفتری جلد ضائع ہو جاتا ہے اور خدا پر جھوٹ بولنے والا جھاگ کی طرح نابود کیا جاتا ہے۔ جن کو لوگ اس صدی کے لئے سچے مجدد کہتے تھے وہ مدت ہوئی کہ مر گئے۔ اور جو اُن کی نظر میں جھوٹا ہے وہ ابتک صدی کے باراں برس گذرنے پر بھی زندہ ہے۔ پس اے مسلمان مخالفو جو اپنے تئیں مُسلمان سمجھتے ہو اپنی جانوں پر رحم کرو۔ کیونکہ یہ اسلام نہیں ہے جو تم سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نئی صدی نے تمہیں ایک مجدد کی حدیث یاد دلائی۔ تم نے اس کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ کسوف خسوف نے تمہیں مہدی کے آنے کی بشارت

* نوٹ۔ شیخ بٹالوی محمد حسین نے مولوی نواب صدیق حسن خان کو مجدد صدی چہاردہم ٹھہرایا تھا۔ سو وہ صدی کے آتے ہی اس جہان سے گذر گئے اور بعض ملاؤں نے مولوی عبد الحی لکھنوی کو صدی کا مجدد خیال کیا تھا۔ انہوں نے بھی پہلے فوت ہو کر اپنے ایسے دوستوں کو شرمندہ کیا۔ منہ *

دی۔ مگر تم نے اس کو بھی ایک بیہودہ بات کی طرح ٹال دیا۔ تمام بزرگوں کی فراستیں اور مکاشفات مسیح موعود کے لئے ایک اجماعی قول کی طرح چودھویں صدی تک تم نے سُن لیں۔ پر تم نے اس کو بھی ردّ کر دیا۔ قرآن کو چھوڑا۔ اور ان حدیثوں کو بھی ترک کر دیا جو قرآن کے مطابق ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ تم کاذب ہو۔ ضرور تھا کہ تم اس آخری صادق کے مکذب ہوتے کیونکہ جو کچھ اس پاک نبی نے تمہارے حق میں فرمایا تھا۔ ضرور تھا کہ وہ سب پُورا ہو۔

بعض لوگ نہایت ناسمجھی سے کہا کرتے ہیں کہ اس طور سے پیشگوئی کے پورے ہونے میں فائدہ کیا نکلا اور حق کے طالبوں کو کیا فیض حاصل ہوا۔ سو انہیں اگر دانشمند ہیں تو اُن تمام پیشگوئیوں کو نظر کے سامنے لے آنا چاہیئے جو خدا کے پاک نبیوں کی معرفت پُوری ہوئیں۔ تا معلوم ہو کہ پیشگوئیوں میں خدا تعالےٰ کی ایک خاص غرض نہیں ہوتی بلکہ بعض وقت قدرت کا ظاہر کرنا مدّنظر ہوتا ہے اور بعض وقت اُن علوم اور اسرار کا ظاہر کرنا مقصود الٰہی ہوتا ہے جو پیشگوئیوں کے متعلق ہیں جن کو عوام نہیں جانتے۔ اور بعض وقت ایک باریک پیشگوئی لوگوں کے امتحان کے لئے ہوتی ہے تا خدا تعالیٰ انہیں دکھلادے کہ اُن کی عقلیں کہاں تک ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ حدیث نبوی کی رُو سے اس پیشگوئی میں کج دل لوگوں کا امتحان بھی منظور تھا اس لئے باریک طور پر پُوری ہوئی۔ مگر اس کے اور بھی لوازم ہیں جو بعد میں ظاہر ہوں گے جیسا کہ کشف ساق کی پیشگوئی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

راقم
میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ
قادیان۔ گورداسپور

(۱۴۲)

باعث تالیف آریہ دھرم وست بچن

یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ ہم برسوں تک آریوں کے مقابل پر بالکل خاموش رہے۔ قریباً چودہ۱۴ برس کا عرصہ ہو گیا کہ جب ہم نے پنڈت دیانند اور اندرمن اور کنہیا لال کی سخت بدزبانی کو دیکھ کر اور ان کی گندی کتابوں کو پڑھ کر کچھ ذکر ہندوؤں کے وید کا براہین احمدیہ میں کیا تھا۔ مگر ہم نے اس کتاب میں بجز واقعی امر کے جو ویدوں کی تعلیم سے معلوم ہوتا تھا، ایک ذرہ زیادتی نہ کی۔ لیکن دیانند نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں اور اندرمن نے اپنی کتابوں میں اور کنہیا لال نے اپنی تالیفات میں جس قدر بدزبانی اور اسلام کی توہین کی ہے، اس کا اندازہ ان لوگوں کو خوب معلوم ہے جنہوں نے یہ کتابیں پڑھی ہونگی۔ خاص کر دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں وہ گالیاں دیں اور سخت زبانی کی جن کا مرتکب صرف ایسا آدمی ہو سکتا ہے جس کو نہ خدا تعالےٰ کا خوف ہو، نہ عقل ہو، نہ شرم ہو، نہ فکر ہو، نہ سوچ ہو۔ غرض ہم نے ان سفلہ مخالفوں کے افتراؤں کے بعد صرف چند ورق براہین میں آریوں کے خیالات کے بارہ میں لکھے۔ اور بعد ازاں ہم باوجودیکہ لیکھرام وغیرہ نے اپنی ناپاک طبیعت سے بہت سا گند ظاہر کیا اور بہت سی توہین مذہب کی کی، بالکل خاموش رہے۔ ہاں سرمہ چشم آریہ اور شحنہ حق جن کی تالیف پر نو برس گذر گئے، آریوں کی ہی تحریک اور سوالات کے جواب میں لکھے گئے۔ چنانچہ سرمہ چشم آریہ کا اصل موجب منشی مرلیدھر آریہ تھے۔ جنہوں نے بمقام ہوشیارپور کمال اصرار سے مباحثہ کی درخواست کی۔ اور سرمہ چشم آریہ درحقیقت اس سوال و جواب کا مجموعہ ہے جو مابین اس عاجز اور منشی مرلیدھر کے مارچ ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ پھر ان کتابوں کی تالیف کے بعد آجتک ہم خاموش رہے اور چودہ۱۴ برس سے آجتک

یا اگر ہوشیار پور کے مباحثہ سے حساب کرو تو نوُ برس سے آجتک ہم بالکل چُپ رہے۔ اور اس عرصہ میں طرح طرح کے گندے رسالے آریوں کی طرف سے نکلے اور گالیوں سے بھری ہوئی کتابیں اور اخباریں انہوں نے شائع کیں۔ مگر ہم نے بجُز اعراض اور خاموشی کے اور کچھ بھی کارروائی نہیں کی۔ پھر جب آریوں کا غلو حد سے بڑھ گیا اور ان کی بےادبیاں انتہا تک پہنچ گئیں تو اب یہ رسالہ آریہ دھرم لکھا گیا۔

ہمارے بعض اندھے مولوی جو ہر ایک بات میں ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں اور آریوں اور عیسائیوں کو بالکل معذور سمجھ کر ہر یک سخت زبانی ہماری طرف سے منسوب کرتے ہیں ان کو کیا کہیں اور ان کی نسبت کیا لکھیں۔ وہ تو بخل اور حسد کی زہر سے مر گئے۔ اور ہمارے بغض سے اللہ اور رسولؐ کے بھی دشمن ہو گئے۔ اسے سیاہ دل لوگو! تمہیں صریح جھوٹ بولنا اور دن کو رات کہنا کس نے سکھایا۔ گو یہ سچ ہے کہ ہم نے براھین میں ویدوں کا کچھ ذکر کیا۔ مگر اس وقت ذکر کیا کہ جب دیانند ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ستیارتھ پرکاش میں صدہا گالیاں دے چکا اور اسلام کی سخت توہین کر چکا اور ہندو بچے ہر یک گلی کوچہ میں اسلام کے مُنہ پر تھوکنے لگے۔ پس کیا اس وقت واجب نہ تھا کہ ہم بھی کچھ ویدوں کی حقیقت کھولیں اور آیت کریمہ وَالّذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون پر عمل کر کے اپنے مولیٰ کو راضی کریں۔ اور پھر اس وقت سے آجتک ہم خاموش رہتے۔ لیکن آریوں کی طرف سے اس قدر گندی کتابیں اور گندی اخباریں توہین اسلام کے بارے میں اس وقت تک شائع ہوئیں کہ اگر ان کو جمع کریں تو ایک انبار لگتا ہے۔ یہ کیسا خبث باطن ہے کہ مسلمان کہلا کر پھر ظاہر کے طور پر ان لوگوں کو ہی حق بجانب سمجھتے ہیں جو سالہا سال سے ناحق شرارت اور افتراء کے طور پر اسلام کی توہین کر رہے ہیں۔

اسے مولویت کے نام کو داغ لگانے والو!!! ذرا سوچو کہ قرآن میں کیا حکم ہے۔ کیا

یہ ہے کہ ہم اسلام کی توہین کو چپکے سُنے جائیں۔ کیا یہ ایمان ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالی جائیں اور ہم خاموش رہیں۔ ہم نے برسوں تک خاموش رہ کر بھی دیکھا۔ ہم دُکھ دیئے گئے اور صبر کرتے رہے۔ مگر پھر بھی ہمارے بدگمان دشمن باز نہ آئے۔ اگر تمہیں شک ہے اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے ہی عیسائیوں اور آریوں کو توہین مذہب کے لئے برانگیختہ کیا ہے۔ ورنہ یہ بیچارے نہایت سلیم المزاج اور اسلام کی نسبت خاموش تھے۔ بے ادبی اور توہین نہیں کرتے تھے اور نہ گالیاں نکالتے تھے تو آئندہ ایک جلسہ کرو۔ پھر اگر یہ ثابت ہو کہ زیادتی ہماری طرف سے ہے اور ابتدا سے ہم ہی محرک ہوئے اور ہم نے ہی ان لوگوں کے بزرگوں کو ابتداءً گالیاں دیں تو ہم ہر ایک سزا کے سزاوار ہیں۔ لیکن اگر اسلام کے دشمنوں کا ہی ظلم ثابت ہو تو ایسے خبیث طبع مولویوں کو کسی قدر سزا دینا ضروری ہے جو ہماری عداوت کے لئے اسلام کو درندوں کو آگے پھینکتے ہیں۔ ہر یک امر کی حقیقت تحقیقات کے بعد کھلتی ہے۔ اگر سچے ہیں تو ایک جلسہ کریں۔ پھر اگر ہم کاذب نکلیں تو بیشک ہندوؤں اور عیسائیوں کی تائید میں ہماری کتابیں جلادیں اور ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان لعنتی لوگوں کے اب دل مجذوم ہو گئے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ محض افترا کے طور پر بخل کے تقاضا سے ان کی مُنہ سے یہ باتیں نکل رہی ہیں۔ لیکن باوا نانک صاحب کے بارہ میں جو ہم نے رسالہ ست بچن لکھا ہے اس میں ہم نے باوا صاحب کے نسبت کوئی توہین کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ ہمارا یہ رسالہ اُن کی تعریف اور توصیف سے بھرا ہوا ہے اور ہم ایسے نیک منش اور قابل تعریف انسان کی مذمت کرنا سراسر خبث اور ناپاکی کا طریق جانتے ہیں۔ اور ہماری رائے ان کی نسبت یہی ہے کہ وہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا تھے اور اُن لوگوں میں سے تھے جن پر خدا تعالیٰ کے برکات نازل ہوتی ہیں۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ ؎

الراقم خاکسار غلام احمد

(یہ اشتہار آریہ دھرم وست بچن طبع اوّل کے ٹائیٹل کے آخری دو صفحوں پر ہے)

(۱۴۳)

جمعہ کی تعطیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　　　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امابعد اے برادران دین وغمخواران شرع متین۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے پہلے اس سے محض ہمدردی دین اسلام کی نیت سے گورنمنٹ میں ایک عرضداشت مسلمانوں کی طرف سے بھیجنے کی تجویز کی تھی اور یہ چاہا تھا کہ جو مخالفوں کی طرف سے تحقیر اور توہین ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو رہی ہے اور ناخدا ترس مخالف انواع اقسام کی بیجا تہمتیں اور بے اصل بہتان اس سید المعصومین پر لگا رہے ہیں اور سب و شتم اور سخت زبانی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے، اس کے روکنے کے لئے کوئی احسن انتظام ہو جائے چنانچہ اسی غرض کے لئے میں نے یہ کوشش کی کہ غیرتمند مسلمان اس عرضداشت پر دستخط کریں اور اس قانون کو پاس کرانا چاہیں کہ آئندہ کل مذہبی مباحثات و مناظرات کو خواہ تحریری ہوں یا تقریری دو شرطوں میں محدود کر دیا جائے یعنی یہ شرط کہ کوئی معترض دوسرے فریق پر کوئی ایسا اعتراض نہ کرے جو خود اسی کے مذہب پر وارد ہوتا ہو۔ کیونکہ یہ امر نیک نیتی کے برخلاف ہے۔ دوسری یہ شرط کہ کوئی معترض دوسرے فریق پر ایسے طور سے اعتراض کرنے کا مجاز نہ ہو کہ اعتراض کی بناء وہ کتابیں ٹھیرائی ہوں جو فریق معترض علیہ کی اُن مسلمہ مقبولہ کتابوں میں سے نہیں ہیں جن کے ناموں کی فہرست وہ چھاپ کر شائع کر چکا ہو۔ یہ انتظام ایسا تھا کہ نہ صرف اسلام کو مفید تھا بلکہ ہر ایک گروہ اس سے فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ اور ایسی سرگرمی سے یہ اشتہار شائع کئے گئے کہ چند روز میں پانچہزار سے کچھ زیادہ مسلمانوں کے دستخط ہو کر میرے پاس پہنچ گئے۔ چنانچہ دو ہزار پچھتر دستخط کا ہونا

تو مَیں پہلے ہی شائع کر چکا ہوں۔ اور بعد میں جو دستخط پہنچے ان کے ملانے سے پانچ ہزار کی نوبت پہنچی۔ اور مجھے یقین تھا کہ اگر یہ کام دو ماہ تک بھی ہمارے ہاتھ میں رہتا تو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار تک بڑی آسانی سے عرضداشت پر مسلمانوں کے دستخط ہو جاتے اور تین چار ماہ تک تو یقینی اور قطعی امر تھا کہ ایک لاکھ معزز مسلمانوں کے دستخط ہو کر درخواست کو گورنمنٹ کی خدمت میں روانہ کیا جاتا۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہمارے اشتہارات کے شائع ہونے کے ساتھ ہی ایک اشتہار شائع کر دیا کہ مَیں اس کام کو بہت جلدی انجام دے دوں گا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ گورنمنٹ سے اس کام کو منظور بھی کرا دوں گا کیونکہ میرا گورنمنٹ میں نہایت درجہ رسوخ ہے اور درخواست کی کہ تم اس کام سے بکلی کنارہ کش ہو کر یہ کام میرے سپرد کر دو پھر دیکھو کہ کیسی کامیابی میرے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ سو مَیں نے مولوی صاحب موصوف کی اس تحریر کو پڑھ کر خیال کیا کہ جس حالت میں انہوں نے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس قانون کو پاس کرا سکتے ہیں اور بڑے زور سے وعدہ کیا ہے کہ کامیابی کی بڑی امید ہے تو بہتر ہے کہ اُن کی درخواست کے موافق ہم اس کام سے کنارہ کش ہو جائیں اور اُن کی شرط کے موافق اپنا اور اپنی جماعت کا قدم بیچ سے نکال دیں۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا اور ۱۳؍ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اپنے استعفا اور کنارہ کشی کا اشتہار[ل] شائع کر دیا اور لکھ دیا کہ اب یہ کام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ یقین دلاتے ہیں کہ احسن طور پر اس کام کو انجام دیں گے اور بڑی امید دلاتے ہیں کہ حسب مرضی ہمارے قانون توسیع دفعہ ۲۹۸ کو پاس کرا دیں گے۔ مگر افسوس کہ آج تک اس پر دو مہینہ سے کچھ زیادہ گذر گئے مگر اب تک کوئی کارروائی ان کی ظہور میں نہیں آئی اور نہ آئندہ آنے کی امید ہے کیونکہ پہلے تو انہوں نے بڑے زور شور سے زرد جو ورقہ اس کام کے پورا کرا دینے کے لئے شائع کیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر میرے ہاتھ میں یہ کام دیا جائے

[ل] یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۱۷۱ پر زیر نمبر ۱۳۲ درج ہے (مرتب)

تو مَیں اس کو حسب المراد انجام دے دُوں گا۔ لیکن جب یہ کام ان کو سپرد کیا گیا تو چونکہ اُن کی صرف اتنی ہی غرض تھی کہ ہمارا چلتا ہوا کام روک دیا جائے اس لئے وہ چپکے ہو کر بیٹھ گئے اور میری طرف ایک خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ تم اپنی کتابیں کہ جو حال میں مخالفین مذہب کے حملوں کے ردّ میں لکھی گئی ہیں شائع ہونے سے روک دو اور اس طرح اُن کو تلف کرکے وہ بُرا اثر لوگوں میں پھیلنے دو جس کے مٹانے کے لئے یہ تالیفات ہیں تب مَیں یہ کارروائی کروں گا ورنہ نہیں۔ جب یہ خط ان کا پہنچا تو مجھ کو اُن کے حال پر رونا آیا کہ یا الٰہی ان لوگوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ عجیب تحکم ہے کہ ہمارے مخالف ہمارے سیّد و مولیٰ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صریح گالیاں دیں۔ طرح طرح کی ناپاک تہمتیں لگادیں یہانتک کہ نعوذ باللہ زنا و ڈکیتی وغیرہ کے بہتان اس پاک ذات کی نسبت شائع کریں اور نہایت بُری باتیں آنجناب کے حق میں کہیں۔ اور یہ مولوی ہمیں اس قدر قلم اُٹھانے سے بھی منع کریں کہ ہم بطریق مدافعت ان کا جواب لکھیں اور اُن کی زہرناک باتوں سے لوگوں کو بچاویں اور دستخط کرانے کے لئے یہ شرط ٹھہرادیں کہ مخالف جو چاہیں کریں مگر ہم اپنے پیارے رسول کی عزت کے لئے کچھ بھی غیرت نہ دکھلاویں۔ ہائے افسوس یہ کیسا زمانہ ہے۔ یہی قیامت کی نشانیاں ہیں۔ اگر یہ مولوی صاحب پہلے ہمارے مخالفوں کو اسلام پر حملہ کرنے سے روکتے اُن کی کتابیں اور رسالے اور اخبار یں شائع ہونے سے بند کرا دیتے اور پھر ہمیں بھی بند کرنے کے لئے کہتے یا بالمقابل ان سے بھی بند کرنے کا وعدہ لے لیتے تو ایک بات بھی تھی مگر یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ہم تو پانچ چھ سال تک۔ جب تک گورنمنٹ قانون پاس نہ کرے مخالفوں کی گالیاں اور جھوٹے الزام سُن کر ان کے زہرناک اثر روکنے کے لئے مجاز نہ ہوں مگر وہ لوگ جو چاہیں سو کریں۔

پھر جس حالت میں ہماری کتابوں میں صرف **واقعات صحیحہ** کا بیان ہے اور تمام مخالفوں کی کتابیں بیجا افتراؤں سے بھری ہوئی ہیں تو کیا ہماری کتابوں کو شائع ہونے

سے روکنا اور اُن کی کتابوں کے شائع ہونے پر رضامندی ظاہر کرنا کسی سچے مسلمان کا کام ہے اگر مولوی صاحب آریوں اور پادریوں کے وکیل بن کر ہماری کتابوں پہ کوئی نکتہ چینی کریں اور کوئی افترا ثابت کرنا چاہیں تو ہرگز ان کو میسر نہ ہوگا مگر ہم آریوں اور پادریوں کے صدہا افترا ثابت کرتے ہیں۔

اب حاصل کلام یہ کہ اس طرح پر مولوی صاحب موصوف نے ہماری اس کارروائی کو برباد کیا۔ لوگ اس انتظار میں ہوں گے کہ مولوی صاحب کچھ کام کر رہے ہیں۔ مگر مولوی صاحب کا مطلب صرف دین کو نقصان پہنچانا تھا اور ہمارے کام میں حرج ڈالنا تھا۔ اُن کو ہماری کتابوں کے تلف کرنے کی کیوں فکر پڑ گئی اور مخالفوں کی وہ کروڑہا کتابیں اُن کو بھول گئیں جو گالیوں اور بہتانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ تو ظاہر تھا کہ قانون پاس ہونے سے ایسے لوگوں کی کتابیں خود ردّی ہو جائیں گی جو خلاف واقعہ باتوں پر مشتمل ہونگی اور اُن کی اشاعت ایک جُرم میں داخل ہوگی۔ انہیں اغراض کے لئے تو قانون کی حاجت تھی۔ غرض مولوی محمد حسین صاحب کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ اُن سے یہ کام ہونا ممکن نہیں اگر ان میں ایک ذرہ اسلام کی خیرخواہی باقی ہے تو چاہیئے کہ اپنا استعفار اسی طرح شائع کریں جس طرح ہم نے شائع کیا تھا اور خدا تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی چاہیں جو ناحق فضول گوئی سے چلتے کام کو روک دیا اور ہم یہ وعدہ نہیں کرتے کہ ضرور قانون کو پاس کرا دیں گے۔ یہ امر تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن ہم مولوی صاحب کی طرح فارغ نہیں بیٹھیں گے اور جہاں تک بشری طاقت ہے اس کام کے لئے کوشش کریں گے۔

اب اے بھائیو ایک دوسرا کام ہے جو مَیں شروع کرنا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ یقیناً سمجھیں کہ سرکار انگریزی اس درخت کی طرح ہے جو پھلوں سے لدا ہوا ہو۔ اور ہر ایک شخص جو میوہ چینی کے قواعد کی رعایت سے اس درخت کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے تو کوئی نہ کوئی پھل اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ ہماری بہت سی مرادیں ہیں جن کا مرجع اور مدار

خدا تعالیٰ نے اس گورنمنٹ کو بنا دیا ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ ساری مرادیں اس مہربان گورنمنٹ سے ہمیں حاصل ہوں۔ مگر اس مقصد کے بعد جو دفعہ ۲۹۸ کی توسیع کے متعلق ہے ایک اور ہمارا مقصد ہے جس کے حصول سے پنجاب اور ہندوستان کے مسلمانوں کو گورنمنٹ کی عنایات سے وہ عزت ملے گی جس کو وہ مدت دراز سے کھو چکے ہیں۔ اور اس صورت میں ایک نئی شکرگذاری کے گیت اُن پر واجب ہوں گے اور نہایت خوشی سے گورنمنٹ کی بقاء دولت اور حکومت کے لئے نعرے ماریں گے۔ وہ مقصد یہ ہے کہ جب سے اس ملک ہند میں اسلامی سلطنت نے اپنی بنیاد ڈالی تب سے جمعہ کی تعطیل صدہا برسوں سے اس ملک میں جاری رہی۔ چنانچہ اس کے آثار باقیہ میں سے یہ بات ہے کہ اب تک بعض ریاستوں میں باوجود ہندو ہونے کے جمعہ کی تعطیل ریاست کے دفتروں اور عدالتوں میں رہی ہے۔ اور چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے اتوار کی تعطیل کو مقرر کرکے عیسائیوں اور ہندوؤں کو وہ حق دے دیا ہے جو ایک مذہبی دن کے متعلق ان کو ملنا چاہئے تھا تو پھر مسلمان بھی اس بات کے مستحق ہیں کہ اس مہربان گورنمنٹ سے اپنے حق کا بھی ادب اور انکسار کے ساتھ مطالبہ کریں۔

بھائیو۔ آپ خوب جانتے ہو کہ جمعہ اسلام میں صرف ایک عید کا ہی دن نہیں بلکہ وہ تجدید احکام دین کا بھی ایک خاص روز ہے جس میں مسلمانوں کے کانوں میں اسلام کے پاک وصایا تازہ طور پر پڑتی ہیں۔ اور بھولے ہوئے مسائل نئے سرے سے یاد دلائے جاتے ہیں۔ اس دن میں ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ مسجد میں حاضر ہو اور دینی وصایا کو سُنے۔ اور اپنے ایمان کو تازہ کرے اور اپنی معلومات کو بڑھا دے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس نحوست سے کہ ملازمت پیشہ لوگوں کو جمعہ کے لئے فرصت نہیں ملتی بہت سی مسجدیں ویران نظر آتی ہیں چونکہ جمعہ مسلمانوں کے لئے دو قسم کے غسل کا دن ہے۔ ایک جسم کا غسل جس کے بعد سفید پوشاک پہنی جاتی ہے اور ایک دل کا غسل یعنی توبہ اور استغفار جس کے بعد لباس التقویٰ پہنایا جاتا ہے

اس لئے جمعہ میں یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اخلاص اور سچی ایمانداری سے جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتا رہے اور ہدایتوں کو سنتا رہے اور گھر میں توبہ نصوح کا تحفہ ساتھ لاتا رہے اُس کو دوسرے دنوں میں بھی نماز کی توفیق دی جاتی ہے اور جمعیت باطنی اس کو عطا کی جاتی ہے جس کی طرف جُمعہ کے لفظ میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ علاوہ اس کے اس سے مومنوں کا تعارف بڑھتا ہے۔ بعض کا بعض پر اثر پڑتا ہے۔ نیک اخلاق میں ایک شخص دوسرے کا وارث بن جاتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں خاص طور پر جمعہ کے لئے تاکید کی ہے۔ بلکہ سورۃ کا نام بھی سورہ جمعہ رکھ دیا ہے۔ اور احادیث* میں جمعہ کے ترک کرنے میں سخت وعید بھی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر ایک مسلمان گورنمنٹ سے اس حق کے طلب کرنے کے لئے اس درخواست پر دستخط کرے جو اسی غرض سے گورنمنٹ میں بھیجی جائے گی جس کی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے۔ اور یاد رکھیں کہ یہ نہایت مبارک کام ہے اور اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ جمعہ کی تعطیل سے نماز کی طرف مسلمانوں کو ایک خاص توجہ پیدا ہو جائے گی اور کروڑہا نئے آدمی مساجد میں داخل ہو کر تمام ملک کی مساجد کو آباد کر دیں گے۔ اسلامی شوکت بھی ظاہر ہوگی اور بہت سے ایسے نیک نتیجے نکلیں گے جن کی تحریر مبسوط بیان کو چاہتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہر ایک نیک دل انسان ضرور اس درخواست پر دستخط کرے گا بجز ایسے شخص کے کہ درحقیقت ناپاک طبع اور مرتدوں کے رنگ میں ہو۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں القاء کرے اور اپنے الہام سے اس بابرکت کام کی طرف توجہ دلا دے۔

اس جگہ مولوی صاحبوں کی خدمت میں خصوصیت کے ساتھ عرض ہے کہ وہ بھی دستخط کرنے سے ثواب آخرت حاصل کریں۔ یہ فرض کیا کہ ہم اُن کی نظر میں کافر اور بیدین اور اس

---

* عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلے اللّٰہ علیہ و آلہ وسلّم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد ھممت ان امر رجلاً یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتہم منہ

جہنم کے لائق ہیں جس کی سزا ابدالآباد اور جس کا عذاب دائمی اور غیر منقطع ہے۔ مگر اپنے اس بے دلیل خیال سے اس نیکی سے محروم نہ رہ جائیں۔ یونہی سمجھ لیں کہ کبھی دین کو خدا تعالیٰ فاسقوں کے ذریعہ سے بھی مدد دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ کسی مجبوری سے اس چودھویں صدی کے سر پر جس کی طرف مدت سے آنکھیں لگی ہوئی تھیں کوئی صالح بحیثیت مجدد مبعوث نہ ہو سکا جو اعلاء کلمہ اسلام کے لئے یہ تمام ضروری کام کرتا تو ناچار اس صالح کی جگہ ایک فاسق کام کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا ہے۔ رہا ان باتوں کا اصل تصفیہ سو وہ جلد دن آئے گا کہ خدا تعالیٰ آپ فیصلہ کر دے گا۔ اسمعوا یا قومی واترکوا اللومی وما ادعوکم الا الی السداد۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

یکم جنوری ۱۸۹۶ء

نوٹ:- یہ بات یاد رہے کہ جو صاحب اس درخواست پر دستخط نہیں کریں گے وہ اس حرکت سے ظاہر کریں گے کہ انہوں نے اس ملک کو دارالحرب قرار دیا ہے۔

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر شائع ہوا ہے)

---

(۱۴۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درخواست بحضور نواب گورنر جنرل و وائسرائے کشور ہند بالقابہ بمراد منظوری تعطیل جمعہ

یہ عرضداشت مسلمانان برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور

جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ تا گورنمنٹ عالیہ معروضات ذیل پر توجہ فرما کر تمام برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے لئے جمعہ کی تعطیل منظور فرما دے۔ وجوہات عرضداشت یہ ہیں۔

(۱) اول یہ کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے مذہبی عبادات اور دینی فرائض کے ادا کرنے کے لحاظ سے بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ اتوار عیسائیوں اور ہندوؤں کے لئے۔ پس چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے عیسائیوں اور ہندؤں کی بجاآوری رسوم عبادت وغیرہ کے لئے اتوار کی تعطیل مقرر کر رکھی ہے تو اس صورت میں یہ گروہ کثیر مسلمانوں کا جو گورنمنٹ کے لطف اور احسان کا ایسا ہی امیدوار ہے جیسا کہ عیسائی اور ہندو گروہ یہ حق رکھتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ان کے لئے بھی جمعہ کے دن کی تعطیل عطا فرما دے۔

(۲) دوسرے یہ کہ صرف یہی بات نہیں کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے بعض خاص عبادات اور رسُوم کی بجاآوری کے لئے مقرر ہے۔ بلکہ اس کے ترک کرنے کی حالت میں قرآن شریف اور احادیث میں سخت وعید ہے۔ لہٰذا مذہبی حیثیت سے جمعہ ترک کرنے میں ہر ایک مسلمان دیندار اپنے تئیں ایک گناہ عظیم کا مرتکب خیال کرتا ہے اور ہر ایک بڑے جوش سے اس بات کا خواہاں ہے کہ سرکار انگریزی ضرور یہ تعطیل برٹش انڈیا میں منظور فرما دے۔

(۳) تیسرے یہ کہ تمام نیک دل اور پاک طبع مسلمان جو گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیرخواہ ہیں التزام جمعہ کی رسم کو اس محسن گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی اور دلی وفاداری کے لئے ایک علامت ٹھہراتے ہیں مگر بعض دوسرے نالائق نام کے مسلمان جن کی تعداد قلیل ہے اس ملک برٹش انڈیا کو دار الحرب قرار دے کر اپنے خود تراشیدہ خیالات کے رُو سے جُمعہ کی فرضیت سے منکر ہیں۔ کیونکہ ان کا گمان ہے جو برٹش انڈیا دار الحرب ہے اور دار الحرب میں جمعہ فرض نہیں رہتا۔ پس کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے بد باطن کمال صفائی سے شناخت کئے جائیں گے۔ کیونکہ اگر باوجود تعطیل کے پھر بھی وہ جمعہ کی نمازوں میں حاضر

نہ ہوئے تو یہ بات کھل جائے گی کہ درحقیقت وہ نالائق اس گورنمنٹ کے ملک کو دارالحرب ہی قرار دیتے ہیں۔ تبھی تو جمعہ کی پابندی سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ سو اس صورت میں یہ مبارک دن نہ صرف مسلمانوں کی عبادات خاصہ کا ایک دن ہوگا بلکہ گورنمنٹ کے لئے بھی ایک سچے مخبر کا کام دے گا اور ایک معیار کی طرح کھرے اور کھوٹے میں فرق کرکے دکھلاتا رہے گا۔ چنانچہ اس درخواست پر بھی صرف انہیں سچے خیر خواہوں کے دستخط درج ہیں جو اس ملک کو دارالحرب قرار نہیں دیتے۔ اور دلی سچائی سے گورنمنٹ کی حکومت کو قبول کر لیا ہے اور اپنے لئے سراسر برکت اور رحمت سمجھا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے لوگ جو غلطیوں میں پڑے ہوئے ہیں اثر پذیر بھی ہوں گے اور گورنمنٹ کے دلی خیر خواہ بہت ترقی پذیر ہوں گے اور بد باطن تارک الجمعہ بڑی آسانی سے شناخت کئے جائیں گے۔ یہ بات دوبارہ گورنمنٹ کو یاد دلائی جاتی ہے کہ ایک جمعہ ہی مسلمانوں میں اس بات کی علامت ہے کہ کون شخص اس ملک گورنمنٹ کو دارالحرب قرار دیتا ہے اور کون اس کی نفی کرتا ہے۔ سو جو شخص گورنمنٹ برطانیہ کی رعیت ہو کر جمعہ کی فرضیت کا قائل ہے اور اس کا ترک کرنا معصیت سمجھتا ہے وہ ہرگز اس ملک کو دارالحرب قرار نہیں دے گا اور سچے دل سے گورنمنٹ کا خیر خواہ ہوگا لیکن جو شخص برٹش انڈیا میں جمعہ کی فرضیت کا منکر ہے وہ درپردہ اس ملک کو دارالحرب قرار دیتا ہے اور سچا خیر خواہ نہیں۔ سو جمعہ ان دونوں فریقوں کے پرکھنے کے لئے ایک معیار ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ اسلامی تعطیلیں ہندوؤں کی تعطیلوں سے نصف سے بھی کم ہیں پس اس صورت میں بھی گورنمنٹ کے مراحم خسروانہ کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ جمعہ کی تعطیل کرنے سے اس نقصان کا جبر کرے۔

(۵) پانچویں یہ کہ چونکہ جمعہ کی تعطیل ہم مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

اس لئے ہم یہ بھی بادب التماس کرتے ہیں کہ اگر ہماری محسن گورنمنٹ اتوار کی تعطیل کو ہمارے لئے موقوف رکھ کر اس کی عوض ہمیں صرف جمعہ کی تعطیل دے دے تو ہم تب بھی بصدق دل راضی ہیں۔ مگر بہرحال ہم رعایا کی درخواست یہی ہے کہ جمعہ کی تعطیل ہو۔

(۶) چھٹے یہ کہ ہماری مہربان گورنمنٹ کو اس بات کا خوب علم ہے کہ تمام اسلامی سلطنتیں اور ریاستیں قدیم سے جمعہ کی تعطیل کرتے ہیں۔ سلطنت روم میں جمعہ کی تعطیل ہے اور حیدر آباد کی ریاست وغیرہ میں بھی جمعہ کی تعطیل ہی مقرر ہے تو اس صورت میں گورنمنٹ کے احسانات پر ہمیں یہی توقع ہے کہ ہم اس فیاض گورنمنٹ کی رعایا ہو کر پھر ایسے بدقسمت نہ ٹھیریں کہ دوسرے مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی دیکھ کر کہ وہ دوسری ریاستوں میں اس عظیم الشان مذہبی دن کی تعطیل سے مذہبی فرائض کو بخوبی بجا لاتے ہیں آتش رشک میں جلا کریں چونکہ ہم سچے دل سے گورنمنٹ کے اور گورنمنٹ ہماری ہے اور دائمی تعلقات اور بقاء دولت۔ گورنمنٹ کے لئے سچے دل سے دُعا کرتے ہیں تو کیا ہم گوارا کر سکتے ہیں کہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں یہ ارمان ہمارے دل میں چلا جائے کہ کیوں ہمارے لئے وہ بات حاصل نہیں جو دوسری ریاستوں کی رعایا کو حاصل ہے۔ یہ بھی عاجزانہ عرض ہے کہ ہم رعایا نے اب تک گورنمنٹ میں اس بات کی کبھی تحریک نہیں کی کیونکہ یہی رعیتانہ ادب کا تقاضا دیکھا کہ صبر اور آہستگی سے اس درخواست کو پیش کریں۔ سو اب بڑی امید کے ساتھ پیش کی گئی۔

(۷) ساتویں یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ میں عرض کر دینے کے لائق ہے کہ یہ روز جمعہ جس کی تعطیل کے لئے ہم مسلمان رعایا یہ عرضداشت بھیجتے ہیں۔ اگرچہ بہت اہم کام اس میں عبادات کا خاص طور پر ادا کرنا اور اسلامی ہدایات کو اپنے علماء سے سُننا ہے لیکن اور کئی رسوم مذہبی بھی اسی دن میں ادا ہوتی ہیں۔ اور خدا نے ہمیں قرآن میں اس دن کے التزام کی اس قدر تاکید کی ہے کہ خاص اسی کے التزام کے لئے ایک سُورت قرآن میں ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور حکم ہے کہ سب کام چھوڑ کر جمعہ کے لئے مسجدوں میں حاضر ہو جاؤ

سو ہریک دیندار کو یہی غم ہے کہ ہم ہمیشہ کے لئے خدا کے نافرمان نہ ٹھیریں۔

(۸) آٹھویں یہ کہ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں ہمیشہ اس ملک میں جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی۔

(۹) ہم رعایا کی یہ بھی تمنا ہے کہ جس طرح اسلامی ریاستوں میں ان سلاطین کا شکر کے ساتھ خطبہ میں ذکر ہوتا ہے جو مذہبی امور میں قرآن کے منشاء کے موافق مسلمانوں کو آزادی دیتے ہیں ہم بھی جمعہ کی تعطیل کے شکریہ میں اور بلاد کے مسلمانوں کی طرح یہ دائمی شکر جمعہ کے ممبروں پر اپنا وظیفہ کر لیں کہ سرکار انگریزی نے علاوہ اور مراحم اور الطاف کے ہم پر یہ بھی عنایت کی نظر کی جو ہمارے دینی عظیم الشان دن کو جو مدت سے اس ملک برٹش انڈیا میں مردہ کی طرح پڑا تھا پھر نئے سرے سے زندہ کر دیا۔ سو بلاشبہ یہ ایسا احسان ہوگا کہ مسلمانوں کی ذرّیت کبھی اس کو فراموش نہیں کرے گی اور اسلامی تاریخ میں ہمیشہ عزت کے ساتھ یہ شکر ادا ادا کیا جائے گا۔

بالآخر ہم رعایا کی دُعا ہے کہ ہماری گورنمنٹ کو خدا تعالیٰ ہمارے سروں پر رکھے اور ہماری اس عاجزانہ التماس کو قبول کرنے کے لئے آپ اس کے دل میں القا کرے پھر ہمیں اس شکر کی توفیق بخشے جو ایسی خسروانہ مراحم کے پاداش میں ہر ایک انسان کا فرض ہے اور ہم رعایا جو اس درخواست کو بامید منظوری گورنمنٹ عالیہ میں روانہ کرتے ہیں ان کے نام معہ کل پتہ و نشان منسلکہ نقشوں میں درج ہیں۔

الملتمسین

اہل اسلام وفادار رعایا گورنمنٹ برٹش انڈیا

جو اس ملک کو دار الحرب نہیں سمجھتے

یکم جنوری ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر درج ہے)

(۱۴۵)

قابلِ توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چونکہ قرینِ مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایسے مفسدانہ عقیدہ کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہوں۔ لیکن چونکہ اس امتحان کے وقت بڑی آسانی سے ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں۔ جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہانتک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر اُن لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اس عقیدہ کا آدمی ہے۔ لیکن ہم گورنمنٹ میں بادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی اُن نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی

دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام مندرج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ و نشان یہ ہیں

نمبر	نام معہ لقب و عہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر معہ نقشہ درج ہے)

(۱۲۶)

پادری صاحبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری یعنی

تفسیر انجیل متی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ بات ظاہر ہے کہ پادری صاحبوں نے لکھوکھا روپیہ اسلام کی نکتہ چینی میں خرچ بھی کیا مگر پھر بھی ناکام ہی رہے اور بجائے اس کے کہ قرآنی تعلیم میں کوئی عیب نکال سکتے خود محرک اس بات کے ہوئے کہ تا اس پاک کلام کے انوار اور برکات دنیا پر ظاہر ہوں۔ اس جگہ یہ بھی سوال ہے کہ کیا انہوں نے ابتک کوئی انجیل کی خوبی دکھلائی۔ کیا کوئی ایسی تفسیر لکھی جس سے انجیل کے اسرار ظاہر ہوتے ہوں۔ اس کے جواب میں بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ جس قدر تفسیروں پر ہمیں نظر پڑی ہیں وہ ایسی مہمل اور بیہودہ ہیں جو ہر یک سطر کے پڑھنے سے ہنسی آتی ہے۔ اور پھر ان کی غفلت اور جہالت پر ایک کامل غور کے بعد رونا بھی آتا ہے۔ اب چونکہ پادری صاحبان کسی انجیل کی تفسیر ایک محقق کی طرز پر لکھ نہیں سکے۔ اور ایسی تفسیر کے لئے درحقیقت زمانہ موجودہ تڑپ رہا ہے۔ اور اب تک ہم عیسائی صاحبوں کا مُنہ دیکھتے رہے کہ شاید اُن کی طرف سے کوئی تفسیر محققانہ طرز سے شائع ہو۔ مگر اب ان کی موٹی عقلوں اور سطحی خیالوں کا بار بار تجربہ ہو کر ثابت ہو گیا کہ وہ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ انجیل کی تفسیر لکھ سکیں۔ اور یقین ہو گیا کہ اُن پر ایسی امید رکھنا محض لاحاصل ہے۔ لہٰذا ہم نے ان کے حال زار پر رحم کر کے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا اور خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے وہ حقائق اور معانی ہم پر کھلے کہ جب تک کامل تائید الٰہی کسی شخص کے شامل حال نہ ہو ہرگز ایسے حقائق کسی پر کھل نہیں سکتے۔ اور مَیں اس وقت اس تفسیر مقدس کی زیادہ تعریف لکھنا کچھ ضروری نہیں سمجھتا

کیونکہ ہر ایک شخص چھپنے اور شائع ہونے کے بعد خود معلوم کرے گا کہ کس پایہ کی تفسیر ہے۔
بعض پادری صاحبوں نے باوجود نہایت تنگ اور محدود ہونے معلومات کے قرآن شریف کا
ترجمہ لکھ کر شائع کیا اور بجز اس کے کچھ نہ دکھلایا کہ چند مشہور ترجموں میں سے اپنی مرضی کے موافق
التقاط کرکے کچھ کچھ دجل اور تلبیس کے طور پر بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کام
نہ کچھ مشکل اور نہ عجیب تھا۔ ہاں اگر اس میں کچھ عجیب بات تھی تو وہی قدیمی تحریف تھی جو اس
قوم کے حصہ میں آگئی ہے۔ مگر عنقریب منصفین معلوم کریں گے جو ہماری تفسیر انجیل محققانہ طرز پر
ہوگی اور دلوں کو ان سچائیوں سے منور کرے گی جو حق کے طالبوں کی مراد اور مقصود ہیں۔ واضح
رہے کہ اس تفسیر کی دُنیا کو نہایت ضرورت تھی اور ہزاروں کے دل اس فیصلہ کے لئے جوش
میں تھے کہ اس زمانہ میں کس تعلیم کو تمام تعلیموں سے اکمل و اتم و اعلیٰ و ارفع سمجھا جائے چنانچہ
عیسائی بجائے خود اصرار کرتے تھے کہ انجیل کی تعلیم اعلیٰ اور اکمل ہے اور اہل اسلام نہ اپنے دعویٰ
سے بلکہ خدا کی پاک کلام کی رُو سے اس بات پر زور دیتے تھے کہ وہ تعلیم جو اعلیٰ اور اکمل دُنیا
میں آئی وہ صرف قرآن شریف ہے مگر عیسائیوں کو اس سچی بات کے سُننے کی برداشت نہیں
تھی بلکہ جیسا کہ ہمیشہ جاہلوں اور سفیہوں اور کمبخت جلد بازوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بجائے
فکر اور تدبّر کے ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف جُھک جاتے ہیں یا بے اصل افتراؤں سے کام لیتے ہیں
یہی عادت عیسائیوں کی تھی۔ سو ہم نے اس تفسیر کو یکطرفہ طور پر نہیں لکھا بلکہ اس خیال سے کہ
اس تقریب پر قرآن اور انجیل کا مقابلہ اور موازنہ بھی ہو جائے، جابجا انجیلی تعلیم کے مقابل پر
قرآنی تعلیم کو دکھلایا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ طرز ان لوگوں کے لئے بہت مفید ہوگی جو انجیل
اور قرآن شریف کی تعلیم کو بالمقابل وزن کرنا چاہتے ہیں۔ اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ نو تعلیم یافتہ
لوگ جو زیرک ہیں اس طرز سے سب سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں گے۔ اور مَیں نے اس تفسیر میں
یہ بھی مناسب دیکھا ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اور
یسوع صاحب کے اخلاق کا بھی باہم مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ اس بارے میں بھی اکثر عیسائی صاحبوں

کو بہت دھوکا لگا ہوا ہے۔ لہذا یہ تمام التزام تفسیر میں کئے گئے ہیں۔ اور یہ تفسیر محض ان پادری صاحبوں کی امداد کے لئے لکھی گئی ہے کہ جواب تک انجیل کو وہ مرتبہ دیتے ہیں جو قرآن مجید کو دینا چاہیئے تھا۔ مگر ہم اس جگہ پادری فتح مسیح صاحب متعین فتحگڑھ ضلع گورداسپورہ کا شکر ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے۔ جنہوں نے بڑے اصرار سے اس تفسیر کے لکھنے کے لئے ہمیں آمادہ کیا۔ ہاں اس شکر کے کسی قدر پادری عماد الدین صاحب بھی حصہ دار ہیں جنہوں نے ترجمہ قرآن شریف لکھ کر ہمیں اس بات کے لئے توجہ دی کہ تا ہم ان پر ظاہر کریں کہ **تفسیر لکھنا اس کو کہتے ہیں**۔ افسوس کہ پادری عماد الدین صاحب نے اپنی بے اصل تالیفات میں عمر ہی ضائع کی۔ اب چاہیئے کہ اس تفسیر کو خرید کر کے بہت محبت اور پیار سے پڑھیں۔ بلکہ ہم پادری ٹھاکر داس صاحب اور پادری صفدر علی صاحب اور ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب اور پادری طامس ہاول صاحب اور اس تفسیر کے اصل موجب پادری فتح مسیح صاحب کو بھی صلاح دیتے ہیں کہ وہ ضرور اس تفسیر مقدس کو اس کے چھپنے کے بعد منگوالیں اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگ کر غور سے پڑھیں کہ وہ بلاشبہ ان کو ایک سچے معلم کی طرح زوح اور راستی کا سبق دے گی اور بہت سی تاریکیوں سے نکال دے گی۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۲۶ جنوری ۱۸۹۶ء

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

؎ شیخ بطالوی محمد حسین بطالوی جو اہل قبلہ کو کافر کہنے سے باز نہیں آتا۔ اب اس تفسیر کے شائع ہونے سے پہلے اسی انجیل کی تفسیر لکھے تا اس کی علمی اور ایمانی قوت معلوم ہو۔ ورنہ ایسی لیاقت قابل شرم ہے جیسا کہ اس نے عیسائیوں کے مباحثہ کی نسبت ہمارے پندرہ دن فی البدیہہ تقریر پر بھاری ہی باتیں چرا چرا کر ڈھائی برس میں گھر میں بیٹھ کر نکتہ چینی کا مضمون تیار کیا اور مر مر کر اور دوسروں سے مدد لیکر بجائے پندرہ دن کی جگہ تیس مہینہ خرچ کئے۔ منہ

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۸ کے ایک صفحہ پر درج ہے)

(۱۴۷)

دو عیسائیوں میں محاکمہ

انجیل متی ۵ باب میں ہے کہ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا" اس تعلیم پر ایک صاحب خیرالدین نام عیسائی نے ڈرتے ڈرتے اعتراض کیا ہے کہ ایسے احکام اس طبعی قانون تو دحف خلق کے برخلاف ہیں جو جمیع حیوانات بلکہ پرندوں اور کیڑوں میں بھی نظر آ رہا ہے اور ثابت نہیں ہو سکتا کہ کسی زمانہ میں باستثناء ذات مسیح کے ان احکام پر کسی شخص نے عمل بھی کیا ہے۔ چنانچہ یہ سوال ان کا نور افشاں ۲۰ر دسمبر ۱۸۹۵ء میں درج ہو چکا ہے۔ درحقیقت یہ سوال خیرالدین صاحب کا نہایت عمدہ اور کامل اور ناقص تعلیم کے لئے ایک معیار تھا مگر افسوس کہ پرچہ نور افشاں ۲ر جنوری ۱۸۹۶ء میں پادری ٹھاکر داس نے اس قابل قدر اور بیش قیمت سوال کا ایسا نکما اور بیہودہ جواب دیا ہے جس سے ایک محقق طبع انسان کو ضرور ہنسی آئیگی۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ سوال اور جواب کی کچھ حقیقت محاکمہ کے طور پر ظاہر کر کے اُن لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں جو حقیقی سچائیوں کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔

واضح ہو کہ پادری ٹھاکر داس صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انجیل میں جانی یا مالی ضرر کی حالت میں ترک مقابلہ کے یہ معنی ہیں کہ ظالم سے انتقام حکومت ہی لیوے آپ مقابلہ نہ کریں۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی ظالم کسی جان کو ضرر شدید پہنچا دیوے یا مال کو لے لیوے تو انجیل کا منشاء یہ ہے کہ بتوسط حاکم چارہ جوئی کی جائے۔ اب غور سے سوچنا چاہیئے کہ انجیل متی کی اصل عبارت جس کے یہ معنی کئے گئے ہیں یہ ہے کہ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ اس جگہ غور طلب

یہ امر ہے کہ ترک مقابلہ کے کیا معنی ہیں؟ کیا صرف یہی کہ اگر کوئی ظالم آنکھ پھوڑ دے، یا دانت نکال دے تو بتوسط حکام اس کو سزا دلانی چاہیئے۔ خود بخود اس کی آنکھ نہیں پھوڑنی چاہیئے اور نہ دانت نکالنا چاہیئے۔ اگر یہی معنی ہیں تو توریت پر زیادت کیا ہوگی۔ کیونکہ توریت بھی تو یہی ہدایت دیتی ہے کہ ظالموں کو قاضیوں کی معرفت سزا ملے۔ خروج ۲۱ باب میں خدا موسیٰ کو کہتا ہے کہ تو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت۔ اور توریت بتلا رہی ہے کہ یہ تمام سزائیں قاضیوں کی تجویز کے موافق عمل میں آویں۔ مگر پادری ٹھاکر داس صاحب کہتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم میں توریت پر یہ زیادت ہے کہ ایک مظلوم حکام کی معرفت انتقام لیوے۔ یعنی یہودیوں کو تو اختیار تھا کہ ظالم کو بغیر توسط حکام کے خود سزا دے دیں۔ مگر انجیل نے قاضیوں اور حاکموں کے سوا کسی کو سزا دینے کے لئے مجاز قرار نہیں دیا۔ گویا قاضیوں کے عہدے تجویز کرنے والی انجیل ہی ہے۔ توریت میں اس کا کچھ ذکر نہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسا خیال صریح خلاف واقعہ ہے۔ اور پادری صاحب نے بھی کوئی ایسی آیت توریت کی پیش نہیں کی جس سے یہ سمجھا جائے کہ توریت ہر ایک کو سزا دینے کا اختیار دیتی ہے۔ بلکہ یہ بات تو ہر ایک توریت پڑھنے والے کو معلوم ہے کہ توریت کی تمام سزائیں اور حدود قاضیوں کی معرفت عمل میں آتی تھیں۔ اور جرائم کی پاداش کا توریت میں بھی انتظام تھا کہ قاضیوں کے ذریعہ سے ہر ایک مجرم سزا پاوے۔ اور اگر اس تقریر سے پادری صاحب کا یہ مطلب ہے کہ گو توریت میں قاضیوں کے ذریعہ سے سزائیں تو ہوتی تھیں مگر خود حفاظتی کے لئے جس قدر مقابلہ کی ضرورت تھی یہودی لوگ اس مقابلہ کے لئے مجاز تھے۔ اب انجیل میں کمال یہ ہے کہ عیسائی اس مقابلہ کے لئے مجاز نہیں ہیں بلکہ حکم ہے کہ ظالم کا منشاء پورا ہونے دیں۔ مثلاً اگر کوئی ظالم ایک عیسائی کی آنکھ پھوڑنا چاہے تو عیسائی کو چاہیئے کہ بخوشی اس کو پھوڑنے دے اور پھر کانا یا اندھا ہونے کے بعد عدالت میں جا کر نالش کر دے۔ تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کس قسم کی اخلاقی تعلیم ہے اور ایسے اخلاق سے نفسانی

جذبات پر کس قسم کا اثر پڑے گا۔ بلکہ ایسا انسان نہایت بدبخت انسان ہے کہ اپنی آنکھ ناحق ضائع کرا کر پھر صبر نہ کر سکا اور اپنی قوت انتقام کو حکام کے ذریعہ سے ایسے وقت میں عمل میں لایا جو اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتا تھا۔ ایسے عیسائی سے تو یہودی ہی اچھا رہا جس نے خود حفاظتی کو کام میں لا کر اپنی آنکھ کو بچا لیا۔ شاید پادری ٹھاکر داس صاحب کہیں کہ ترک مقابلہ اس حالت میں ہے جبکہ کوئی شخص تھوڑی تکلیف پہنچانا چاہے۔ لیکن اگر سچ مچ آنکھ پھوڑنے یا دانت نکالنے کا ارادہ کرے تو پھر خود حفاظتی کے لئے مقابلہ کرنا چاہئیے۔ تو یہ خیال پادری صاحب کا انجیل کی تعلیم کے مخالف ہوگا۔ متی باب ۵ آیت ۳۸ میں صریح یہ عبارت ہے کہ "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ ۳۹۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیری داہنی گال پر طمانچہ مارے دوسری بھی اس کی طرف پھیر دے"۔ اور ظاہر ہے کہ اگر کسی کے منہ پر ایک زور آور کے ہاتھ سے ظالمانہ ارادہ سے ایک زور کا طمانچہ لگے تو اس ایک ہی طمانچہ سے دانت بھی نکل سکتے ہیں۔ اور آنکھ بھی پھوٹ سکتی ہے۔ اور یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے تو اس سے ان کا بھی یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ تا دوسری طرف کے بھی دانت نکلیں اور آنکھ بھی پھوٹے اور اندھا ہو جائے نہ صرف کانا رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دشمن ظالم کا پُرزور طمانچہ مادر مہربان کے طمانچہ کی طرح نہیں ہوگا بلکہ وہ تو ایک ہی طمانچہ سے ایک ہی ضرب سے دانت بھی نکال ڈالے گا اور آنکھ بھی۔ پس اس تعلیم سے تو یہی ثابت ہوا کہ اگر سچے عیسائی ہو تو دانت اور آنکھ نکالنے دو اور مقابلہ نہ کرو۔ اور اپنی آنکھ اور دانت کو مت بچاؤ۔ سو اس وقت وہی اعتراض انجیل پر ہوگا جو خیرالدین صاحب نے پیش کیا ہے۔

اور اس آیت کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر کوئی ظالم تمہاری آنکھ نکال دے یا دانت توڑ دے تو یہ کوشش بھی مت کرو کہ اس کی آنکھ بھی پھوڑی جائے یا اس کا دانت بھی نکال دیا جائے۔ یعنی نہ آپ انتقام لو اور نہ حکام کے ذریعہ سے انتقام کی خواہش کرو۔ کیونکہ اگر

انتقام ہی لینا ہے تو پھر ایسی تعلیم کو توریت پر کیا فوقیت ہے۔ آپ سزا دینا یا حکام سے سزا دلوانا ایک ہی بات ہے۔ اور اگر کوئی عیسائی کسی ظالم کو حکام کے ذریعہ سے سزا دلائے، تو اسے یاد رکھنا چاہئیے کہ توریت بھی تو ایسے موقعہ پر یہ اجازت نہیں دیتی کہ ایسے مجرم کی شخص مظلوم آپ ہی آنکھ پھوڑ دے یا دانت نکال دے بلکہ ہدایت کرتی ہے کہ ایسا شخص حکام کے ذریعہ سے چارہ جوئی کرے۔ پس اس صورت میں مسیح کی تعلیم میں کونسی زیادتی ہوئی۔ یہ تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی۔

اس جگہ ہم صفائی بیان کے لئے پادری صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر مثلاً کسی موقعہ پر کوئی ایسا اتفاق ہو جائے کہ کوئی ظالم آپ کی آنکھ پھوڑ دے یا آپ کا ایک دانت نکال دے تو انجیل کی رُد سے آپ ایسے ظالم سے کس طرح پیش آئیں گے۔ اگر کہو کہ اس وقت ہم بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ نہیں کریں گے مگر عدالت کے ذریعہ سے انتقام لیں گے۔ تو یہ کارروائی انجیلی تعلیم کا ہرگز منشا نہیں ہے۔ کیونکہ اگر آنکھ کے بدلے ضرور آنکھ کو پھوڑنا ہے۔ اور کسی قاضی یا حاکم کی طرف رجوع کرنا ہے تو یہ توریت کی تعلیم ہے جو آپ کے یسوع صاحب کے وجود سے بھی پہلے بنی اسرائیل میں رائج تھی اور اب بھی کمزور اور ضعیف لوگ کب شریروں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ بھی تو فوجداری اور مالی مقدمات میں عدالتوں کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ مگر متی کے پانچ باب میں جس طرز بیان کو آپ کے یسوع صاحب نے اختیار کیا ہے یعنی توریت کے احکام پیش کر کے جا بجا کہا ہے کہ اگلوں سے یہ کہا گیا ہے مگر میں تمہیں یہ کہتا ہوں اس طرز سے صاف طور پر اُن کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ توریت کی تعلیم سے کچھ علاوہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اگر مقام متنازعہ فیہ میں توریت سے زیادہ کوئی بات نہیں بلکہ جیسا کہ ایک یہودی کسی ظالم کے ہاتھ سے ظلم اُٹھا کر عدالت سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے یہی انجیل کی بھی تعلیم ہے تو پھر مسیح کا یہ دعویٰ کہ پہلی کتاب میں تو یہ کہا گیا ہے مگر میں یہ کہتا ہوں محض لغو ٹھہرتا ہے سوال تو یہ ہے کہ مسیح نے جو توریت کی تعلیم آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت

بیان کرکے پھر اپنی ایک نئی تعلیم بتلائی جو اس سے بہتر ہے وہ کیا ہے۔ اب جبکہ نئی تعلیم کوئی بھی ثابت نہ ہو سکی۔ تو یہ کہنا پڑے گا کہ مسیح نے صرف دھوکہ دیا ہے اور پادری ٹھاکرداس صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے یسوع صاحب کا ظالم کے مقابلہ سے اپنے چیلوں کو منع کرنا صرف چھوٹی چھوٹی باتوں تک محدود ہے اور کہتے ہیں کہ ترک مقابلہ سے یہ مطلب ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں جیسے کہ مثلاً گال پر طمانچہ کھانا بدلہ لینے کا محل نہیں ہے بلکہ ایسی حالتوں میں برداشت کرنا فرض ہے۔ مگر وہ اپنے اس بیان سے ثابت کرتے ہیں کہ انجیل کی منشا سے وہ کیسے ناواقف ہیں۔ اے صاحب آپ نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ ظالم کا مونہہ پر طمانچہ مارنا چھوٹی چھوٹی باتوں میں داخل ہے۔ شاید اب تک آپ نے کسی زبردست کا طمانچہ نہیں کھایا افسوس کہ موسیٰ کا طمانچہ بھی آپ کو یاد نہ رہا کہ اس کا کیا نتیجہ تھا۔ اگر اس جگہ طمانچہ سے صرف ایک پیار اور محبت کا طمانچہ ہے جس میں آنکھ یا دانت کے نکلنے کا خطرہ نہیں تو آپ کے یسوع صاحب ایک نادان اور ژولیدہ زبان ٹھیریں گے جن کا کلام غیر منتظم اور پریشان ہے کہ تعلیمی مقابلہ دکھلانے کے وقت آنکھ اور دانت کے مقابل پر گال کے طمانچہ کا ذکر کرتے ہیں جو محض ایک بے تعلق امر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر گال کے طمانچہ میں آنکھ اور دانت کا ذکر کچھ بھی ملحوظ نہیں تو یہ عبارت سخت بے جوڑ اور منقطع ہوگی۔ اور سابق اور لاحق کا کچھ بھی باہم ربط نہ ہوگا۔ اگر یسوع صاحب کا وہی منشا تھا جو پادری صاحب نے سمجھا ہے تو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ تم سُن چکے ہو کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ آنکھ اور دانت کے عوض تو تم ظالم کا مقابلہ کرو لیکن اگر کوئی ہلکا سا طمانچہ مارے جس سے نہ آنکھ پھوٹے اور نہ دانت نکلے تو اس کی برداشت کرلو۔ مگر آپ کے یسوع صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو آنکھ اور دانت کا ذکر کرکے پھر اپنی تعلیم کی فوقیت دکھلانے کے لئے ایسے عضو کا ذکر کیا جس پر ایک زور کا طمانچہ لگنے سے آنکھ اور دانت دونوں نکل سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک نبی کا کلام بے ربط اور دیوانوں کی طرح نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ جانتے ہیں کہ یسوع صاحب کا مدعا تو یہی تھا۔

کہ موسیٰ کی کتاب میں آنکھ نکالنے کی سزا آنکھ لکھی ہے مگر میری تعلیم اخلاقی صورت میں اس سے بڑھ کر ہے۔ پس اگر یسوع صاحب کے قول کے اس جگہ وہ معنی کئے جاویں جن سے موسیٰ اور یسوع کی تعلیم ایک ہی بن جائے تو پھر اُن کا وہ اصل مقصد جو اخلاقی تعلیم کا زیادہ نمونہ دکھلانا ہے بالکل فوت ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی توریت میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ تم ہلکے ہلکے طمانچے کھا کر ان کے عوض بھی طمانچے مارا کرو اور ذرہ ذرہ سی باتوں میں مقدمے بناؤ۔ بلکہ توریت میں صرف ایسی باتوں کو قانون قصاص میں داخل کیا ہے جن کو ایک متوسط العقل آدمی مواخذہ کے لائق سمجھتا ہے جیسے آنکھ پھوڑنا، دانت نکالنا، جان سے مارنا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اگر ایسے ایسے شدید حملوں کو نہ روکا جائے تو بنی آدم کی زندگی ایک دن بھی ممکن نہیں۔ یہ نہیں کہ اگر کوئی ذرہ جسم پر انگلی بھی لگا دے تو اس پر بھی مقابلہ کے طور پر انگلی لگا دینی چاہیئے۔ یہ تو وحشیانہ حرکات ہیں اور نبیوں کی تعلیمیں ایسی رذیلانہ مقابلہ کی ہرگز رغبت نہیں دیتیں کہ جس میں اخلاقی حالت کا بالکل ستیاناس ہو جائے اور انسان ان نادان بچوں کی طرح بن جائے جو ذرہ ذرہ سی بات میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔

پھر پادری ٹھاکر داس صاحب نے جب دیکھا کہ انجیل کی یکطرفہ تعلیم پر درحقیقت عقل اور قانون قدرت کا سخت اعتراض ہے تو ناچار ایک غرق ہونے والے کی طرح قرآن شریف کو ہاتھ مارا ہے تا کوئی سہارا ملے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن جیسی کتاب میں بھی اس کے یعنی اس انجیل کے حکم کی تعریف کی گئی ہے ٭ اور پھر ایک آیت کا غلط ترجمہ پیش کرتے ہیں کہ اگر بدلہ دو تو اس قدر بدلہ دو جس قدر تمہیں تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے اور اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ انجیلی تعلیم کے موافق ہے۔ مگر یہ کچھ

٭ حاشیہ۔ یہ کلمہ کہ قرآن جیسی کتاب میں بھی، ایک تحقیر کا کلمہ ہے کہ جو خدائے تعالےٰ کی بزرگ اور مقدس کتاب کی نسبت پادری صاحب نے استعمال کیا ہے۔ ہمیں بڑا تعجب ہے کہ یہ مردہ پرست قوم اللہ جلّ شانہ کے پاک کلام سے اس قدر کیوں بغض رکھتی ہے۔ منہ

تو اُن کی غلطی اور کچھ شرارت بھی ہے۔ غلطی اس وجہ سے کہ یہ لوگ علم عربیت سے محض ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔ اس لئے ان کو کچھ بھی استعداد نہیں کہ قرآن کے الفاظ سے اس کے صحیح معنی سمجھ سکیں ✣ اور شرارت یہ کہ آیت صریح بتلا رہی ہے کہ اس میں انجیل کی طرح صرف ایک ہی پہلو درگذر اور عفو پر زور نہیں دیا گیا بلکہ انتقام کو تو حکم کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور عفو کی جگہ صبر کا لفظ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے جو سزا دینے میں جلدی نہیں چاہیئے اور عفو کرنے کے لئے کوئی حکم نہیں دیا۔ مگر پھر بھی پادری ٹھاکر داس صاحب نے دانستہ اپنی آنکھ کو بند کر کے خواہ نخواہ قرآن شریف کی کامل تعلیم کو انجیل کی ناقص اور نکمی تعلیم کے ساتھ مشابہت دینا چاہا ہے

ناظرین یاد رکھیں کہ قرآن شریف کی آیت جس کا غلط ترجمہ ٹھاکر داس صاحب نے پیش کیا ہے، یہ ہے۔ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۔ یعنی اگر تم ایذا کے بدلے ایذا دو تو اسی قدر دو جس قدر تم کو ایذا دیا گیا اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنا ان کے لئے بہتر ہے جو سزا دینے میں دلیر ہیں اور اندازہ اور حد سے گذر جاتے ہیں اور بدر فتار ہیں یعنی محل اور موقعہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ الصابرین میں جو صبر کا لفظ ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ بے تحقیق اور بے محل سزا دینا۔ اسی وجہ سے آیت میں

✣ نوٹ۔ یہ بے علمی کی شامت ہے کہ ۱۰ جنوری ۱۸۹۶ء پرچہ نور افشاں میں کسی نادان عیسائی نے اپنے یسوع کو مصداق قول الفقر فخری کا ٹھیرایا۔ سو انہیں یاد رہے کہ فقر قابل تحسین وہ ہے جس میں صاحب فقر کی سخاوت اور ایثار کا ثبوت ملے یعنی اس کو دنیا دی جائے مگر وہ دنیا کے مال کو دنیا کے محتاجوں کو دے دے جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ لکھوکھا روپیہ پایا اور محتاجوں کو دے دیا۔ ایک مرتبہ ایک کافر کو دونٹوں اور بکریوں کا پہاڑ بھرا ہوا بخش دیا۔ آپ کے یسوع کا کسی محتاج کو ایک روٹی دینا بھی ثابت نہیں۔ سو یسوع نے دنیا کو نہیں چھوڑا بلکہ دُنیا نے یسوع کو چھوڑا۔ ان کو کب مال ملا جس کو لے کر انہوں نے محتاجوں کو دے دیا۔ وہ خود تو بار بار روتے ہیں کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ ایسے فقر کے رنگ میں تو دُنیا میں ہزارہا لنگوٹی پوش موجود ہیں جن کو داؤد نبی نے مورد غضب الٰہی قرار دیا ہے۔ اور ایسے فقر کے لئے یہ حدیث ہے۔ الفقر سواد الوجہ فی الدارین۔ منہ ✣

خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا لھو خیر لکم بلکہ فرمایا لھو خیر للصابرین تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس جگہ لفظ صبر کے وہ معنی نہیں ہیں جو پہلے لفظ میں ہیں۔ اور اگر وہی معنی ہوتے، تو بجائے لصبر کے للصابرین رکھنا بے معنی اور بلاغت کے برخلاف ہوتا۔ لغت عرب میں جیسا کہ صبر روکنے کو کہتے ہیں۔ ایسا ہی بیجا دلیری اور بدرفتاری، بے تحقیق کسی کام کرنے کو کہتے ہیں اب ناظرین سوچ لیں کہ اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہر ایک مومن پر یہ بات فرض کی گئی ہے کہ وہ اسی قدر انتقام لے جس قدر اس کو دُکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ صبر کرے یعنی سزا دینے میں جلدی نہ کرے تو ان لوگوں کے لئے صبر بہتر ہے جن کی عادت چالاکی اور بدرفتاری اور بداستعمالی ہے یعنی جو لوگ اپنے محل پر سزا نہیں دیتے بلکہ ایسے لوگوں سے بھی انتقام لیتے ہیں کہ اگر اُن سے احسان کیا جائے تو وہ اصلاح پذیر ہو جائیں یا سزا دینے میں ایسی جلدی کرتے ہیں کہ بغیر اس کے جو پوری تحقیق اور تفتیش کریں ایک بیگناہ کو بلا میں گرفتار کر دیتے ہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ صبر کریں یعنی سزا دینے کی طرف جلدی نہ دوڑیں۔ اوّل خوب تحقیق اور تفتیش کریں۔ اور خوب سوچ لیں کہ سزا دینے کا محل اور موقعہ بھی ہے یا نہیں۔ پھر اگر موقعہ ہو تو دیں ورنہ رُک جائیں۔ اور یہ مضمون صرف اسی آیت میں نہیں بیان کیا گیا بلکہ قرآن شریف کی اور کئی آیتوں میں بھی بیان ہے۔ چنانچہ ایک جگہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفیٰ و اصلح فاجرہٗ علی اللہ یعنی بدی کی سزا اسی قدر بدی ہے لیکن جو شخص عفو کرے اور ایسی عفو ہو کہ اس سے کوئی اصلاح مقصود ہو تو وہ خدا سے اپنا اجر پائے گا یعنی بے محل اور بے موقعہ عفو نہ ہو جس سے کوئی بدنتیجہ نکلے اور کوئی فساد پیدا ہو بلکہ ایسے موقعہ پہ عفو ہو جس سے کسی صلاحیت کی امید ہو اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بنی آدم کی طبیعتیں یکساں واقعہ نہیں ہوئیں اور گناہ کرنے والوں کی عادتیں اور استعدادیں ایک طور کی نہیں ہوا کرتیں بلکہ بعض تو سزا کے لائق ہوتے ہیں اور بغیر سزا کے ان کی اصلاح ممکن نہیں اور بعض عفو اور درگذر سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور سزا دینے سے چڑ کر اور بھی بدی پہ

مستحکم ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ تعلیم وقت اور موقعہ بینی کی قرآن شریف میں جا بجا پائی جاتی ہے اگر ہم تفصیل سے لکھیں تو ایک بڑا رسالہ بن جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ توریت میں آیا ہے کہ "خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع کیا اور فاران* کے پہاڑ سے ان پر چمکا" اسی طرح حقیقی چمک ہر ایک تعلیم کی اسلام سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی کلام کا کامل معانقہ قرآن نے ہی کرایا ہے۔ توریت نے سزاؤں پر زور دیا تھا اور چونکہ انجیل ایسے وقت میں نازل ہوئی جبکہ یہود میں انتقام کشی کی عادتیں اور کینہ اور بغض حد سے بڑھ گیا تھا اس لئے انجیل میں عفو اور درگذر کی تعلیم ہوئی۔ مگر یہ تعلیم نفس الامر میں عمدہ نہ تھی بلکہ نظام الٰہی کی دشمن تھی۔ لہٰذا حقیقی تعلیم کا تلاش کرنے والا انجیل کی تعلیم پر بہت ہی شک کرے گا اور ممکن ہے کہ ایسے معلّم کو ایک نادان اور سادہ لوح قرار دے۔ چنانچہ یورپ کے محققوں نے ایسا ہی کہا۔ مگر یاد رہے کہ اگرچہ انجیل کی تعلیم بالکل نکمی اور سراسر ہیچ ہے لیکن حضرت مسیح اس وجہ سے معذور ہیں کہ انجیل کی تعلیم ایک قانون دائمی اور مستمر کی طرح نہیں تھی بلکہ اس محدود ایکٹ کی طرح تھی جو مختص المقام اور مختص الزمان اور مختص القوم ہوتا ہے۔ یورپ کے وہ روشن دماغ محقق جنہوں نے یسوع کو نہایت درجہ کا نادان اور سادہ لوح اور علم و حکمت سے بے بہرہ قرار دیا ہے۔ اگر وہ اس عذر پر اطلاع پاتے تو یقین تھا کہ وہ اپنی تحریروں میں کچھ نرمی کرتے۔ لیکن مخلوق پرست لوگوں نے اور بھی اہل تحقیق کو بیزار کیا۔ عزیزو یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ اس زمانہ کے محقق اور آزاد طبیعت ایک مُردہ خوار کو ایسا بُرا اور قابل لعن طعن اور حقیر نہیں سمجھتے جیسا کہ ایک مُردہ پرست مشرک کو۔

---

* فاران عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں دو بھاگنے والے اور مصدر اس کا فرار ہے۔ چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور ان کی والدہ مطہرہ صدیقہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا سارہ کی بدخوئی اور ظلم کے ہاتھ سے تنگ آکر الہام الٰہی سے مکہ معظمہ کی زمین میں بھاگ آئے اس لئے اس زمین کا نام فاران ہوا یعنی دو بھاگنے والے۔ منہ

غرض انجیل کی ناقص اور نکمی اور بیہودہ تعلیم اگرچہ اہل تحقیق کے نزدیک نہایت ہی بدنُما اور قابلِ نفرت ہے۔ لیکن چونکہ اُس وقت کے یہود بھی ایک گری ہوئی حالت میں تھے اور خدائیتعالےٰ جانتا تھا کہ اس تعلیم کو جلد تر نیست و نابود کیا جائے گا۔ لہٰذا ایک مختصر زمانہ کے لئے جو چھ سو برس سے زیادہ نہ تھا یہ تعلیم یہودیوں کو دی گئی۔ مگر چونکہ فی الواقع حق اور حکمت پر مبنی نہیں تھی اس لئے خدائیتعالےٰ کی کامل کتاب نے جلد نزول فرما کر دنیا کو اس بیہودہ تعلیم سے نجات بخشی۔ یہ بات بدیہی اور صاف ہے کہ انسان اس دُنیا میں بہت سے قویٰ لے کر آیا ہے اور تمام حیوانات کے متفرق قویٰ کا مجموعہ انسان میں پایا جاتا ہے اس لئے وہ دوسروں کا سردار بنایا گیا۔ پس انسان کی تکمیل کے لئے وہی تعلیم حقیقی تعلیم ہے جو اس کی تمام قوتوں کی تربیت کرے نہ کہ اور تمام شاخوں کو کاٹ کر صرف ایک ہی شاخ پر زور ڈال دے۔ تعلیم سے مطلب تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام قوتوں کو حدِ اعتدال پر چلا کر حقیقی طور پر انسان بن جائے اور اس کی تمام قوتیں خدائےتعالیٰ کے آستانہ پر کامل عبودیت کے ساتھ سر رکھ دیں اور اپنے محل اور موقعہ پر چلیں۔ اور ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ انسان میں کوئی قوت بُری نہیں۔ صرف اُن کی بد استعمالی بُری ہے۔ مثلاً حسد کی قوت کو بہت ہی بُرا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک حاسد دوسرے کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اور وہ نعمت اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حسد کا اصل مفہوم بُرا نہیں۔ کیونکہ اصل مفہوم اس قوت کا جو بد استعمالی سے بُری شکل پیدا کر لیتا ہے صرف اس قدر ہے کہ سب سے بڑھ کر آگے قدم رکھے اور اچھی باتوں میں سب سے سبقت لے جائے اور پیش قدمی کا ایسا جوش ہو جو کسی کو اپنے برابر دیکھ نہ سکے۔ پس چونکہ حاسد میں سبقت کرنے کا مادہ جوش مارتا ہے لہٰذا ایک شخص کو ایک نعمت میں دیکھ کر یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت میرے لئے ہو اور اس سے دُور ہو جائے تا اس طرح پر اس کو سبقت حاصل ہو۔ سو یہ اس پاک قوت کی بد استعمالی ہے۔ ورنہ مجرد سبقت کا جوش اپنے اندر بُرا نہیں ہے۔ خدائیتعالیٰ فرماتا ہے کہ فاستبقوا الخیرات

یعنی خیر اور بھلائی کی ہر ایک قسم میں سبقت کرو اور زور مار کر سب سے آگے چلو۔ سو جو شخص نیک وسائل سے خیر میں سبقت کرنا چاہتا ہے وہ درحقیقت حسد کے مفہوم کو پاک صورت میں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی طرح تمام اخلاق رذیلہ اخلاق فاضلہ کی مسخ شدہ صورتیں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان میں تمام نیک قوتیں پیدا کیں۔ پھر بد استعمالی سے وہ بدنما ہو گئیں۔ اسی طرح انتقام کی قوت بھی درحقیقت بُری نہیں ہے۔ فقط اس کی بد استعمالی بُری ہے۔ اور انجیل نے جو انتقامی قوت کو بُرا قرار دیا اگر وہ عذر ہمیں یاد نہ ہوتا جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں تو ہم ایسی تعلیم کو شیطانی تعلیم قرار دیتے۔ مگر اب کیونکر قرار دیں کیونکہ خود حضرت مسیح اپنی تعلیم کے نکمی اور ناقص ہونے کا اقرار کر کے اپنے حواریوں کو کہتے ہیں کہ

"بہت سی باتیں ہیں کہ ابھی تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ تمام باتیں تمہیں سمجھا دے گا"

یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ میری تعلیم نکمی اور ناقص ہے اور آنے والا نبی کامل تعلیم لائے گا۔ عیسائیوں کا یہ عذر بالکل جاہلانہ عذر ہے کہ یہ پیشگوئی اُس روز پوری ہوئی جب حواریوں نے طرح طرح کی زبانیں بولی تھیں۔ کیونکہ طرح طرح کی زبانیں بولنا کوئی نئی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ وہ زبانیں تو عیسائیوں نے محفوظ بھی نہیں رکھیں بولنے کے ساتھ ہی معدوم ہو گئیں۔ ہاں اگر عیسائیوں کے ہاتھ میں کوئی ایسی نئی تعلیم ہے جو حضرت مسیح کے اقوال میں نہیں پائی جاتی تو اسے پیش کرنا چاہیئے تا دیکھا جائے کہ وہ اس عفو اور درگذر کی تعلیم کو کیونکر بدلاتی ہے۔

اگر عیسائیوں میں انصاف ہوتا تو حضرت مسیح کا اپنی تعلیم کو ناقص قرار دینا اور ایک آنے والے نبی کی امید دلانا ہمارے مولیٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شناخت کے لئے بڑا قرینہ تھا خصوصاً اس حالت میں کہ خود انجیل کی ناقص تعلیم ایک کامل کتاب کو چاہتی تھی۔ پھر ایک یہ بھی بڑا قرینہ تھا کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ تم میں ان باتوں کی برداشت نہیں۔ اس میں حضرت مسیح اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تمہاری استعدادیں اور تمہاری

فطرتیں اس تعلیم کے مخالف پڑی ہیں۔ پھر جبکہ فطرت میں تبدیلی ممکن نہیں اور نہ حضرت مسیح کے وقت میں وہ فطرتیں مبدّل ہو سکیں تو پھر کسی دوسرے وقت میں ان کی تبدیلی کیونکر ممکن ہے۔ پس یہ صاف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ تعلیم تمہیں نہیں دی جائے گی بلکہ تمہاری ذریّت اس تعلیم کا زمانہ پائے گی اور ان کو وہ استعدادیں دی جائیں گی جو تمہیں نہیں دی گئیں۔ یہ تو ہم نے پادری ٹھاکر داس صاحب کی نسبت وہ باتیں لکھی ہیں جن کا انصاف کی رُو سے لکھنا مناسب تھا لیکن خیرالدین صاحب کی یہ غلطی ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ یسُوع انجیلی تعلیم کا پابند تھا۔ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ اگر یسُوع اس کی تعلیم کا پابند ہوتا تو فقیہوں فریسیوں کو بدزبانی سے پیش نہ آتا۔ یسُوع کے ہاتھ میں صرف زبان تھی سو خوب چلائی۔ کسی کو حرامکار کسی کو سانپ کا بچہ، کسی کو سست اعتقاد قرار دیا۔ اگر کچھ اختیار ہوتا تو خدا جانے کیا کرتا۔ ہم اس کے حلم اور عفو کے بغیر امتحان کے کیونکر قائل ہو جائیں اور کیوں یہ بات سچ نہیں کہ "ستر بی بی از بیچادری" کہاں یسُوع کو یہ موقعہ ملا کہ وہ یہود کے سزا دینے پر قادر ہوتا اور پھر درگذر کرتا۔ ہاں یہ اخلاق فاضلہ ہمارے سیّد و مولیٰ افضل الانبیاء خیرالاصفیاء محمد مصطفےٰ خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں کہ آپ نے جب مکّہ والوں پر فتح پائی جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا تھا اور صدہا ناحق کے خون کئے تھے، اور یقین رکھتے تھے کہ اپنی خونریزیوں کے عوض میں ٹکڑے ٹکڑے کئے جاویں گے اُن سب کو بخش دیا اور کہا کہ جاؤ میں نے سب کو آزاد کر دیا۔ عیسائیوں کی اگر نیک قسمت ہے تو اب بھی اس آفتاب صداقت کو شناخت کریں اور مُردہ پرستی سے باز آئیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

غلام احمد قادیانی

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(۱۴۷)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

یہ وہ رسالہ ہے جس کا نام نصرۃ الحق کا فیصلہ ہے

پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادری صاحبوں کیلئے ایک احسن طریق فیصلہ

عیسائی صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو لوگ تثلیث کا عقیدہ اور یسوع کا کفارہ نہیں مانتے وہ ہمیشہ کے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور وہ اعتقاد جو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے مسلمانوں کو سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ بجز توحید کے نجات نہیں یہی توحید ہے جس کی رو سے تمام دنیا سے مواخذہ ہوگا خواہ قرآن ان کو نہ پہنچا ہو کیونکہ یہ انسان کے دل میں فطرتی نقش ہے کہ اس کا خالق اور مالک اکیلا خدا ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اس توحید میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو زبردستی منوانی پڑے۔ کیونکہ انسانی دل کی بناوٹ کے ساتھ ہی اس کے نقوش انسان کے دل میں منقش کئے جاتے ہیں۔

مگر جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے غیر محدود خدا کو تین اقنوم میں یا چار اقنوم میں محدود کرنا اور پھر ہر ایک اقنوم کو کامل بھی سمجھنا اور ترکیب کا محتاج بھی اور پھر خدا پر یہ روا رکھنا کہ وہ ابتدا میں کلمہ تھا۔ پھر وہی کلمہ جو خدا تھا مریم کے پیٹ میں پڑا اور اس کے خون سے مجسم ہوا اور معمولی راہ سے پیدا ہوا اور سارے دُکھ خسرہ چیچک دانتوں کی تکلیف جو انسان کو ہوتی ہیں، سب اُٹھائے آخر کو جوان ہو کر پکڑا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ نہایت گندہ شرک ہے جس میں انسان کو خدا ٹھہرایا گیا ہے۔ خدا اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کے پیٹ

میں پڑے اور مجسم ہو اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو۔ انسانی فطرت اس کو قبول نہیں کر سکتی کہ خدا پر ایسے دُکھ کی مار اور یہ مصیبتیں پڑیں اور وہ جو تمام عظمتوں کا مالک اور تمام عزتوں کا سرچشمہ ہے اپنے لئے یہ تمام ذلتیں روا رکھے۔ عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا کی اس رُسوائی کا یہ پہلا ہی موقعہ ہے اور اس سے پہلے اس قسم کی ذلتیں خدا نے کبھی نہیں اُٹھائیں کبھی یہ امر وقوع میں نہیں آیا کہ خدا بھی انسان کی طرح کسی عورت کے رحم میں نطفہ میں مخلوط ہو کر قرار پکڑ گیا ہو۔ جیسے کہ لوگوں نے خدا کا نام سُنا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ بھی انسان کی طرح کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جن کا عیسائیوں کو خود اقرار ہے اور اس بات کا بھی اقرار ہے کہ گو پہلے یہ تین اقنوم تین جسم علیحدہ علیحدہ نہیں رکھتے تھے مگر اب اس خاص زمانہ سے جس کو اب ۱۸۹۶ برس جاتا ہے تینوں اقنوم کے لئے تین علیحدہ علیحدہ جسم مقرر ہو گئے۔ باپ کی وہ شکل ہے جو آدم کی کیونکہ اس نے آدم کو اپنی شکل پر بنایا دیکھو توریت پیدائش باب ۱ آیت ۲۷۔ اور بیٹا یسوع کی شکل پر مجسّم ہوا۔ دیکھو یوحنا باب ۱ آیت ۱۔ اور رُوح القدس کبوتر کی شکل پر متشکّل ہوا۔ دیکھو متی باب ۳ آیت ۱۶۔ اب جس نے عیسائیوں کے ان تینوں مجسّم خداؤں کا درشن کرنا ہو اور ان کی جسمانی تثلیث کا نقشہ دیکھنا منظور ہو تو کچھ ضرور نہیں کہ اُن کی طرف التجا لے جائیے۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے کتاب ست بچن میں سکھ صاحبوں کے مخفی چولہ کی تمام گرد کے چیلوں کو زیارت کرا دی ہے۔ اسی طرح ہم یسُوع کے شاگردوں کو ابھی ان کے تین مجسّم خداؤں کے درشن کرا دیتے ہیں اور اُن کے سہ گوشہ تثلیثی خدا کو دکھا دیتے ہیں۔ چاہیئے کہ اس کے آگے جھکیں اور سیس نواویں اور وہ یہ ہے جس کو ہم نے عیسائیوں کی شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے۔

عیسائیوں کا مثلث خدا اور اس کے تین ممبران کمیٹی
جو اقنوم کہلاتے ہیں

یہ تینوں مجسّم خدا عیسائیوں کے زعم میں ہمیشہ کے لئے علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں اور پھر بھی

یہ تینوں مل کر ایک خدا ہے۔ لیکن اگر کوئی بتلا سکتا ہے تو ہمیں بتلاوے کہ باوجود اس دائمی تجسم اور تغیر کے یہ تینوں ایک کیونکر ہیں۔ بھلا ہمیں کوئی ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین اور پادری ٹھاکر داس کو باوجود ان کے علیحدہ علیحدہ جسم کے ایک کر کے تو دکھلادے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر تینوں کو کوٹ کر بھی بعض کا گوشت بعض کے ساتھ ملا دیا جائے

پھر بھی جن کو خدا نے تین بنایا تھا ہرگز ایک نہیں ہو سکیں گے۔ پھر جبکہ اس فانی جسم کے حیوان باوجود امکان تحلیل اور تفرق جسم کے ایک نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسے تین مجسم جن میں بموجب عقیدہ عیسائیاں تحلیل اور تفرق جائز نہیں، کیونکر ایک ہو سکتے ہیں۔

یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ عیسائیوں کے یہ تین خدا بطور تین ممبر کمیٹی کے ہیں۔ اور بزعم ان کے تینوں کی اتفاق رائے سے ہر ایک حکم نافذ ہوتا ہے یا کثرت رائے پر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ گویا خدا کا کارخانہ بھی جمہوری سلطنت ہے۔ اور گویا اُن کے گاڈ صاحب کو بھی شخصی سلطنت کی لیاقت نہیں۔ تمام مدار کونسل پر ہے۔

غرض عیسائیوں کا یہ مرکب خدا ہے جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے۔ پادری صاحبان ایسے خدا والے مذہب پر تو ناز کرتے ہیں۔ لیکن اسلام جیسے مذہب کی جو ایسے خلاف عقل باتوں سے پاک ہے توہین اور تحقیر کر رہے ہیں اور دن رات یہی شغل ہے کہ اپنے دجالی فریبوں سے خدا کے پاک اور صادق نبی کو کاذب ٹھہراویں اور بُری بُری تصویر ذل میں اس نورانی شکل کو دکھلاویں۔ بعض پلید فطرت پادریوں نے اپنی تالیفات میں اس طرح ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر کھینچ کر دکھلائی ہے کہ گویا وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی خونی صورت ہے اور غصہ سے بھرا ہوا کھڑا ہے اور ایک ننگی تلوار ہاتھ میں ہے اور بعض غریب عیسائیوں وغیرہ کو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کو کچھ انصاف اور ایمان میں سے حصہ ہوتا تو اس تصویر سے پہلے موسےٰ کی تصویر کھینچ کر دکھلاتے اور اس طرح کھینچتے کہ گویا ایک نہایت سخت دل اور بیرحم انسان ہاتھ میں تلوار لے کر شیر خوار بچوں کو اُن کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے۔ اور ایسا ہی یشوع بن نون کی تصویر پیش کرتے اور اس تصویر میں یہ دکھلاتے کہ گویا اس نے لاکھوں بے گناہ بچوں کو اُن کی ماؤں کی سمیت ٹکڑے ٹکڑے کر کے میدان میں پھینک دیا ہے۔ اور چونکہ ان کے عقیدہ کے موافق یسوع خدا ہے اور یہ ساری بیرحمی کی کارروائیاں اُسی کے

سے ہوئی ہیں اور وہ مجسّم خدا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ سب سے پہلے اس کی تصویر کھینچ کر اس کے ہاتھ میں کم سے کم تین تلواریں دی جاتیں پہلی وہ تلوار جو اُس نے موسیٰ کو دی اور بے گناہ شیرخوار بچوں کو قتل کروایا۔ دوسری وہ تلوار جو یشوع بن نون کو دی۔ تیسری وہ تلوار جو داؤد کو دی۔ افسوس! کہ اس حق پوش قوم نے بڑے بڑے ظلموں پر کمر باندھ رکھی ہے۔

اگر تلوار کے ذریعہ سے خدا کا عذاب نازل ہونا خدا کی صفات کے مخالف ہے تو کیوں نہ یہ اعتراض اوّل موسیٰ سے ہی شروع کیا جائے جس نے قوموں کو قتل کر کے خون کی نہریں بہا دیں اور کسی کی توبہ کو بھی قبول نہ کیا۔ قرآنی جنگوں نے تو توبہ کا دروازہ بھی کھُلا رکھا۔ جو عین قانون قدرت اور خدا کے رحم کے موافق ہے کیونکہ اب بھی جب خدا تعالےٰ طاعون اور ہیضہ وغیرہ سے اپنا عذاب دنیا پر نازل کرتا ہے تو ساتھ ہی طبیبوں کو ایسی ایسی بوٹیاں اور تدبیروں کا بھی علم دے دیتا ہے جس سے اس آتش وبا کا انسداد ہو سکے۔ سو یہ موسیٰ کے طریق جنگ پر اعتراض ہے کہ اس میں قانون قدرت کے موافق کوئی طریق بچاؤ قائم نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض بعض جگہ قائم بھی کیا گیا ہے مگر کلّی طور پر نہیں۔ الغرض جبکہ یہ سنت اللہ تلوار سے ظالم منکروں کو ہلاک کرنا قدیم سے چلی آتی ہے تو قرآن شریف پر کیوں خصوصیت کے ساتھ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کیا موسیٰ کے زمانہ میں خدا کوئی اَور تھا اور اسلام میں کوئی اور ہو گیا۔ یا خدا کو اس وقت لڑائیاں پیاری لگتی تھیں اور اب بُری دکھائی دیتی ہیں۔

اور یہ بھی فرق یاد رہے کہ اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اُٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اوّل آپ تلوار اُٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اوّل آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کافر بادشاہ کے تحت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اُٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ کرو۔ قرآن کے

رو سے یہ بدمعاشوں کا طریق ہے نہ نیکوں کا۔ لیکن توریت نے یہ فرق کسی جگہ کھول کر بیان نہیں فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اپنی جلالی اور جمالی احکام میں اس خط مستقیم عدل اور انصاف اور رحم اور احسان پر چلتا ہے جس کی نظیر دُنیا میں کسی کتاب میں موجود نہیں۔ مگر اندھے دشمن پھر بھی اعتراض کرتے ہیں کیونکہ ان کی فطرت روشنی سے عداوت اور ظلمت سے محبت رکھتی ہے۔

اب اس اشتہار کی تحریر سے یہ غرض ہے کہ ہم نے بڑے لمبے تجربہ سے آزمالیا ہے کہ یہ لوگ بار بار ملزم اور لاجواب ہو کر پھر بھی نیش زنی سے باز نہیں آتے اور اس شخص کو تمام عیبوں سے مبرا سمجھتے ہیں جس نے خود اقرار کیا کہ "میں نیک نہیں" اور جس نے شراب خواری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگا دے اپنی تمام اُمت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حرام نہیں۔ سو ایسے شخص کو تو انہوں نے خدا بنالیا۔ مگر خدا کے مقدس نبیوں کو جن کی زندگی محض خدا کے لئے تھی اور جو تقویٰ کے باریک راہوں کو سکھا گئے بُرا کہنا اور گالیاں دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ اب تک یہ لوگ باز نہیں آتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجو میں نہایت ناپاک اور رنجدہ ٹھیکٹر نکالتے ہیں اور نہایت بُری تصویروں میں اس پاک وجود کو دکھلاتے ہیں۔

اب ایسے کذابوں سے زبانی مباحثات سے کیونکر فیصلہ ہو۔ ہم جھوٹے کو دندان شکن جواب سے ملزم تو کر سکتے ہیں مگر اس کا منہ کیونکر بند کریں۔ اس کی پلید زبان پر کونسی تھیلی چڑھا دیں؟ اس کے گالیاں دینے والے منہ پر کونسا قفل لگا دیں؟ کیا کریں؟ کیا کوئی اس سے بیخبر ہے کہ نالائق عماد الدین نے اس پاک ذات نبی کی نسبت کیا کیا گندے الفاظ استعمال کئے جس سے تمام مسلمانوں کے کلیجے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ نورافشاں

پرچہ لودیانہ میں کیسے کیسے بہتان وار محض افترا کی بنیاد پر توہین اسلام کے کلمات لکھے جاتے ہیں۔ ریواڑی والے پادری نے کس قدر مسلمانوں کا دل جلایا اور ہمارے سید و مولیٰ کو ڈاکو اور رہزن قرار دیا۔ غرض کہاں تک لکھیں۔ ان ظالم پادریوں نے لاکھوں گالیاں ہمارے نبی کریم کو دے کر ہمارے دلوں کو زخمی کر دیا۔

لیکن ہم ظالم ہوں گے اگر ساتھ ہی یہ بھی گواہی نہ دیں کہ ان کارروائیوں میں گورنمنٹ پر کوئی الزام نہیں۔ بلاشبہ گورنمنٹ ہر ایک قوم کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ مذہبی مناظرات کی آزادی جیسا کہ پادریوں کو حاصل ہے ویسا ہی ہمیں بھی ہے۔ اگر ہم گورنمنٹ کے انصاف پر یقین نہ رکھتے تو ممکن نہ تھا کہ ان اپنی شکایتوں کا اظہار بھی کر سکتے۔ لیکن ہم گورنمنٹ کو یہ تکلیف دینا ہی نہیں چاہتے کہ وہ مذہبی مباحثات کی آزادی کو بالکل بند کر دے۔ ہاں ہمارا مدعا یہ ہے کہ ان شرائط کی پابندی سے کسی قدر اس آزادی کو محدود کر دیا جائے جس کی نسبت ہم ایک علیحدہ اشتہار شائع کر چکے ہیں لیکن گورنمنٹ اپنی مہمات ملکیہ میں مصروف ہے۔ اس کو اس فیصلہ کے لئے تو فرصت نہیں کہ توحید اور تین مجسم خداؤں کے عقیدہ کے بارہ میں کچھ اپنی رائے لکھے اور وہ کارروائی کرے جیسا کہ تیسری صدی کے بعد کانسٹنٹائن فرسٹ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اڑھائی سو بشپ کو جمع کر کے اپنے اجلاس میں موحد عیسائیوں اور تین اقنوم کے قائل عیسائیوں کا باہم مباحثہ کرایا تھا اور آخرکار فرقہ موحدین کو ڈگری دی تھی اور خود اُن کا مذہب بھی قبول کر لیا تھا۔ ایسا ہی یہ گورنمنٹ عالیہ بھی کرے * لیکن یہ گورنمنٹ ایسے تنازعات

* **حاشیہ**۔ عیسائیوں میں تثلیث کا مسئلہ تیسری صدی کے بعد ایجاد ہوا ہے جیسا کہ ڈریپر بھی اپنی کتاب میں بڑے بڑے علماء کے حوالہ سے لکھتا ہے جو اس مسئلہ کا بشپ اتھاناسی اس انگزنڈرائن تھا جو صدی سوم کے بعد ہوا ہے جب اس نے یہ مسئلہ شائع کرنا چاہا تو اسی وقت بشپ ایری اس اس کا منکر کھڑا ہو گیا اور یہاں تک اس مباحثہ میں عوام اور خواص کا مجمع ہوا کہ روم کے بادشاہ تک خبر پہنچی

میں پڑنا نہیں چاہتی۔ پس یہ روز افزوں جھگڑے کیونکر فیصلہ پاویں مباحثات کے نیک نتیجہ سے تو نومیدی ہو چکی۔ بلکہ جیسے جیسے مباحثات بڑھتے جاتے ہیں ویسے ہی کینے بھی ساتھ ساتھ ترقی پکڑتے جاتے ہیں۔ سو اس نومیدی کے وقت میں میرے نزدیک ایک نہایت سہل و آسان طریق فیصلہ ہے اگر پادری صاحبان قبول کریں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس بحث کا جو حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے خدا تعالیٰ سے فیصلہ کرایا جائے۔

اوّل مجھے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایسا خدائی فیصلہ کرانے کے لئے سب سے زیادہ مجھے جوش ہے اور میری دلی مراد ہے کہ اس طریق سے یہ روز کا جھگڑا انفصال پا جائے۔ اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو مَیں اپنی کُل املاک منقولہ و غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کی قیمت سے کم نہیں ہوں گی عیسائیوں کو دے دوں گا اور بطور پیشگی تین ہزار روپیہ تک ان کے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔ اس قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے کافی سزا ہوگی۔ علاوہ اس کے یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ مَیں اپنے دستخطی اشتہار سے شائع کر دوں گا کہ عیسائی فتحیاب ہوئے اور مَیں مغلوب ہوا۔ اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس اشتہار میں کوئی

بقیہ حاشیہ: گئی۔ اتفاقاً اس کو مباحثات سے دلچسپی تھی۔ اس نے چاہا کہ اس اختلاف کو اپنے حضور میں ہی فریقین کے علماء سے رفع کرا دے۔ چنانچہ اس کے اجلاس میں بڑی سرگرمی سے یہ مباحثات ہوئے اور نہایت لطف کے ساتھ کونسل کی کرسیاں بچھیں اور مناظرہ کرنے والے دو سو پچاس نامی پادری تھے۔ آخر موحدین کا فرقہ جو یسوع کو محض انسان اور رسول جانتا تھا غالب آیا۔ اسی دن بادشاہ نے یونی ٹیرین کا مذہب اختیار کیا اور چھ بادشاہ اس کے بعد موحد رہے۔ چنانچہ جس قیصر کو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا جس کا ذکر صحیح بخاری میں پہلے صفحہ میں ہی موجود ہے وہ بھی موحد ہی تھا اس نے قرآن کے اس مضمون پر اطلاع پا کر کہ مسیح صرف انسان ہے تصدیق کی جیسا کہ نجاشی نے بھی جو عیسائی بادشاہ تھا قسم کھا کر کہا کہ یسوع کا رتبہ اس سے ذرہ زیادہ نہیں جو قرآن نے اس کی نسبت لکھا ہے مگر نجاشی اس کے بعد کھلا کھلا مسلمان ہو گیا۔ منہ

بھی است ہو نہ ہوگی نعفانہ معنا۔

اول آبانی فیصلہ کے لئے طریق یہ ہوگا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب جو پادری صاحبان مندرجہ ذیل میں سے منتخب کئے جائیں ✻ میدان مقابلہ کے لئے جو تراضی فریقین سے مقرر کیا جائے طیار ہوں۔ پھر بعد اس کے ہم دونوں معہ اپنی اپنی جماعتوں کے میدان مقررہ میں حاضر ہو جائیں اور خدائیتعالیٰ سے دُعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدائیتعالیٰ کی نظر میں کاذب اور مورد غضب ہے خدائیتعالےٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے جو اپنی غیرت کی رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذب قوموں پر کیا کرتا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرعون پر کیا۔ نمرود پر کیا اور نوح کی قوم پر کیا اور یہود پر کیا۔ حضرات پادری صاحبان یہ بات یاد رکھیں کہ اس باہمی دُعا میں کسی خاص فریق پر نہ لعنت ہے نہ بددُعا ہے۔ بلکہ اس جھوٹے کو سزا دلانے کی غرض سے ہے جو اپنے جھوٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک جہان کے زندہ ہونے کے لئے ایک کا مرنا بہتر ہے۔ پادری صاحبان خوب جانتے ہیں کہ جھوٹوں پر یسوع نے بھی بددعائیں کی ہیں۔ چنانچہ یسوع متی باب ۲۳ میں یہود کے علماء کو مخاطب کر کے کہتا ہے " اے سانپو اور سانپ کے بچو تم جہنم کے عذاب سے کیونکر بھاگو گے۔ ۳۶ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا یعنی عذاب۔ اور باب ۲۳ آیت ۱۳ میں یسوع بار بار جھوٹوں مکاروں کی تباہی چاہتا ہے اور ویل کا لفظ استعمال کرتا ہے جو ہمیشہ بددُعا کے لئے آتا ہے غرض ایسا جھوٹا جو جھوٹ کو کسی طرح چھوڑنا نہ چاہے اس کا وجود تمام فتنوں سے زیادہ فتنہ ہے اور فتنہ کو ہر یک طرح سے فرو کرنا راستبازوں کا فرض ہے۔ پس جس حالت میں عیسائی

✻ نوٹ۔ ان صاحبوں میں سے کوئی منتخب ہونا چاہیئے۔ اوّل ڈاکٹر مارٹین کلارک۔ دوسرے پادری عماد الدین۔ پھر پادری ٹھاکر داس یا حسام الدین بمبئی یا صفدر علی بھنڈارہ یا طامس ہاول یا فتح مسیح بشرط منظوری دیگراں۔

نہایت غلو سے کہتے ہیں کہ دینِ اسلام انسان کا افترا ہے اور اہل اسلام دلی یقین رکھتے ہیں کہ عیسائی درحقیقت انسان پرست ہیں تو کیا لازم نہیں ہے کہ جس طرح ہو سکے یہ بات فیصلہ پا جائے۔

ہم نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی بُت پرستی اور رام پرستی سے کم نہیں اور مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ مگر کیا کبھی آپ لوگوں نے توجہ کی۔ یوں تو آپ لوگ تمام دُنیا کے مذہبوں پر حملہ کر رہے ہیں مگر کبھی اپنے اس مثلث خدا کی نسبت بھی کبھی غور کی۔ کبھی یہ خیال آیا کہ وہ جو تمام عظمتوں کا مالک ہے اس پر انسان کی طرح کیونکر دُکھ کی مار پڑ گئی۔ کبھی یہ بھی سوچا کہ خالق نے اپنی ہی مخلوق سے کیونکر مار کھا لی۔ کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ بندے ناچیز اپنے خدا کو کوڑے ماریں، اس کے مُنہ پر تھوکیں اس کو پکڑیں اس کو سُولی دیں اور وہ مقابلہ سے عاجز رہ جائے بلکہ خدا کہلا کر پھر اس پر موت بھی آ جائے کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ تین مجسم خدا ہوں۔ ایک وہ مجسم جس کی شکل پر آدم ہوا۔ دوسرا یسوع تیسرا کبوتر* اور تینوں میں سے ایک بچہ والا اور دو لاولد۔ کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ خدا شیطان کے پیچھے پیچھے چلے اور شیطان اس سے سجدہ چاہے اور اس کو دُنیا کی طمع دے۔ کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ وہ شخص جس کی ہڈیوں میں خدا گھسا ہوا تھا ساری رات رو رو کر دُعا کرتا رہا اور پھر بھی استجابتِ دُعا سے محروم اور بے نصیب ہی رہا۔ کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ خدائی کے ثبوت کے لئے یہود کی کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ یہود اس عقیدہ پر ہزار لعنت بھیجتے ہیں اور سخت انکاری ہیں۔ اور کوئی ان میں ایسا فرقہ نہیں جو تثلیث کا قائل ہو۔ اگر یہود کو موسیٰ سے آخری نبیوں تک یہی تعلیم دی جاتی تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ لاکھوں آدمی جو بہت سے فرقوں میں منقسم تھے اس تعلیم کو سب کے سب بھول

---

* نوٹ۔ عیسائی صاحبان کبوتروں کو شوق سے کھاتے ہیں حالانکہ کبوتر ان کا دیوتا ہے۔ اُن سے ہندو اچھے رہے کہ اپنے دیوتا بیل کو نہیں کھاتے۔ منہ

جاتے۔ کیا یہ بات سوچنے کے لائق نہیں کہ عیسائیوں میں قدیم سے ایک فرقہ موحد بھی ہے جو قرآن شریف کے وقت میں بھی موجود تھا اور وہ فرقہ بڑے زور سے اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ تثلیث کا گندہ مسئلہ صرف تیسری صدی کے بعد نکلا ہے اور اب بھی اس فرقہ کے لاکھوں انسان یورپ اور امریکہ میں موجود ہیں اور ہزارہا کتابیں ان کی شائع ہو رہی ہیں پس جبکہ اس قدر ملزم ہو کر پھر بھی پادری صاحبان اپنی بدزبانیوں سے باز نہیں آتے تو کیا اس وقت خدا کے فیصلہ کی حاجت نہیں؟ ضرور حاجت ہے تا جو جھوٹا ہے ہلاک ہو جائے۔ جو گروہ جھوٹا ہوگا اب بلاشبہ بھاگ جائے گا اور جھوٹے بہانوں سے کام لے گا

سو اے پادری صاحبان دیکھو کہ میں اس کام کے لئے کھڑا ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ خدا کے حکم سے اور خدا کے فیصلہ سے سچے اور جھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے تو آؤ تا ہم ایک میدان میں دُعاؤں کے ساتھ جنگ کریں تا جھوٹے کی پردہ دری ہو۔ یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور بیشک وہ قادر موجود ہے اور وہ ہمیشہ صادقوں کی حمایت کرتا ہے سو ہم دونوں میں سے جو صادق ہوگا خدا ضرور اس کی حمایت کرے گا۔ یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص خدا کی نظر میں ذلیل ہے وہ اس جنگ کے بعد ذلت دیکھے گا اور جو اُس کی نظر میں عزیز ہے وہ عزت پائے گا۔

آتھم کے مقدمہ میں دیکھ چکے ہو کہ باوجود اُس کے بہت سے منصوبوں کے پھر آخر حق ظاہر ہو گیا۔ کیا تمہارے دل قبول نہیں کر گئے کہ آتھم کا قسم سے انکار کرنا اور حملوں کا ثبوت دینے سے انکار کرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ اُس نے ضرور الہامی شرط کے موافق حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ باوجود اس کے کہ ملامتی اشتہاروں کی بھلتی ہی اُس کو مار پڑی مگر وہ اس الزام سے اپنے تئیں بری نہ کر سکا جو اُس کے اقرار خوف اور بے ثبوت ہونے عذر حملوں سے اس پر وارد ہو چکا تھا یہانتک کہ اُس موت نے اس کو آپکڑا جس سے وہ ڈرتا رہا اور ضرور تھا کہ وہ انکار کے بعد جلد مرتا کیونکہ خدا تعالےٰ نے

کی پاک پیشگوئیوں کی رُو سے یہی سزا اُس کے لئے ٹھہر چکی تھی سو اس خدا سے خوف کرو جس نے آتھم کو بڑی سرگردانیوں کے گرداب میں ڈال کر آخر اپنے وعید کے موافق ہلاک کر دیا۔ خدا کی کھلی کھلی پیشگوئیوں سے منہ پھیرنا بدطینتوں کا کام ہے نہ نیک لوگوں کا۔ اور جھوٹ کے مُردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا یہ کتّوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا۔ میاں حسام الدین عیسائی لکھتے ہیں کہ آتھم چار دن تک بیہوش رہا مگر وہ اس کا بھتر نہیں بیان کر سکے کہ کیوں چار دن تک بیہوش رہا سو جاننا چاہیئے کہ یہ چار دن کی سخت جاں کندن کے اُن چار افتراؤں کی اسی دُنیا میں اُس کو سزا دی گئی تھی جس نے بہر خوانی کے اقدام کا افتراء کیا۔ سانپ چھوڑنے کا افتراء کیا۔ لودیانہ اور فیروزپور کے حملہ کا افتراء کیا۔ اور عیسائیوں کے خوش کرنے کے لئے اصل وجہ خوف کو چھپایا۔ سو عیسائیوں کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی شرم کی جگہ نہیں کہ آتھم اُن کے مذہب کے جھوٹا ہونے پر گواہی دے گیا اب اگر آتھم کی گواہی پر اعتبار نہیں تو اس نئے طریق سے دوبارہ حجت اللہ کو پُورا کر لینا چاہیئے اور اس نئے طریق میں کوئی شرط بھی نہیں ۔ سیدھی بات ہے کہ اگر باہم دُعا کرنے کے بعد جس کے ساتھ فریقین کی طرف سے آمین بھی ہوگی میرے مقابل کا شخص ایک سال تک خدا تعالےٰ کے فوق العادت عذاب سے بچ گیا تو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں تاوان مذکورہ بالا ادا کروں گا۔

اور میں حضرات پادری صاحبوں کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اس طرح کا طریق دُعا اُن کے مذہب اور اعتقاد سے ہرگز منافی نہیں ۔ اور حضرت یسوع صاحب نے باب ۲۳ آیت ۱۳ متی میں خود اس طریق کو استعمال کیا ہے اور ویل کے لفظ سے فقیہوں اور فریسیوں پر بددعا کی ہے۔ اب اگر عیسائی صاحبان کوئی اور لفظ استعمال کرنے سے تامّل کریں تو ویل کے لفظ کو ہی استعمال کرنا تو خود ان پر واجب ہے کیونکہ ان کے مُرشد اور ہادی نے بھی یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ وَیل کے معنی سختی اور لعنت اور ہلاکت کے ہیں۔ سو ہم دونوں اس طرح پر دُعا کریں گے کہ اے خدائے قادر اس وقت ہم بالمقابل دو فریق کھڑے ہیں۔ ایک فریق

یسوع ابن مریم کو خدا کہتا اور نبی اسلام کو سچا نبی نہیں جانتا اور دوسرا فریق عیسٰی ابن مریم کو رسول مانتا اور محض بندہ اس کو یقین رکھتا اور پیغمبر اسلام کو درحقیقت سچا اور یہود اور نصاریٰ میں فیصلہ کرنے والا جانتا ہے سو ان دونوں فریق میں سے جو فریق تیری نظر میں جھوٹا ہے اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر اور اس پر اپنا وبال نازل کر۔ اور چاہیئے کہ ایک فریق جب دعا کرے تو دوسرا آمین کہے اور جب وہ فریق دعا کرے تو یہ فریق آمین کہے۔

اور میری دلی مراد ہے کہ اس مقابلہ کے لئے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو منتخب کیا جائے کیونکہ وہ موٹا اور جوان عمر اور اوّل درجہ کا تندرست اور پھر ڈاکٹر ہے۔ اپنی عمر درازی کا تمام بندوبست کرلے گا یقیناً ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب ضرور ہماری اس درخواست کو قبول کرلیں گے۔ کیونکہ انہیں یسوع ابن مریم کے خدا بنانے کا بہت شوق ہے اور سخت نامردی ہوگی کہ اب وہ اس وقت بھاگ جائیں اور اگر وہ بھاگ جائیں تو پادری عماد الدین صاحب اس مقابلہ کے لائق ہیں جنہوں نے ابن مریم کو خدا بنانے کے لئے ہر ایک انسانی چالاکی کو استعمال کیا اور آفتاب پر تھوکا ہے اور اگر وہ بھی اس خوف سے بھاگ گئے کہ خدا کا وبال ضرور انہیں کھا جائے گا۔ تو حسام الدین یا صفدر علی یا ٹھاکرداس یا طامس ہاول اور بالآخر فتح مسیح اس میدان میں آوے یا کوئی اور پادری صاحب نکلیں اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد دو ماہ تک کوئی بھی نہ نکلا اور صرف شیطانی عذر بہانہ سے کام لیا تو پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادریوں کے جھوٹے ہونے پر مُہر لگ جائے گی۔ اور پھر خدا اپنے طور سے جھوٹ کی بیخ کنی کرے گا۔ یاد رکھو کہ ضرور کرے گا کیونکہ وقت آگیا۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

میرزا غلام احمد از قادیان — ۱۴؍ستمبر ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۴ صفحہ پر ہے)

(۱۴۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم (رسالہ دعوت قوم) نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

(مندرجہ انجام آتھم صفحہ ۴۵ تا ۷۲)

اشتہار مُباہلہ

بغرض دعوت ان مسلمان مولویوں کے جو اس عاجز کو کافر اور کذّاب اور مفتری اور دجّال اور جہنمی قرار دیتے ہیں

رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے

چونکہ علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے زیادہ گذر گیا ہے اور نہ فقط علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغوا سے ہزارہا ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں اگرچہ اس تمام فتنہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر مسلمانوں میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوےٰ کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر تحقیق اور تنقیح کے اس پر ایمان لے آئے۔ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادتمند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افترا ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ گویا ہمیں معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے یا ہم خود دعوےٰ نبوت کرتے

ہیں یا نعوذ باللہ حضرت سیدالمرسلین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے یا ملائک سے انکاری یا حشر و نشر وغیرہ اصول عقائد اسلام سے منکر ہیں یا صوم و صلوٰۃ وغیرہ ارکان اسلام کو نظر استخفاف سے دیکھتے یا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ گواہ ہے کہ ہم ان سب باتوں کے قائل ہیں اور ان عقائد اور ان اعمال کے منکروں کو ملعون اور خسر الدنیا والآخرہ یقین رکھتے ہیں۔

اگر ہمیں ہمارے دعویٰ کے موافق قبول کرنے کے لئے یہی مابہ النزاع ہے تو ہم بلند آواز سے بار بار سُناتے ہیں کہ ہمارے یہی عقائد ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے جس کے لئے یہ اشتہار مباہلہ لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف فرما کر اس صدی چہار دہم کا مجدد قرار دیا ہے اور ہریک مجدد کا بلحاظ حالت موجودہ زمانہ کے ایک خاص کام ہوتا ہے جس کے لئے وہ مامور کیا جاتا ہے۔ سو اس سُنّت اللہ کے موافق یہ عاجز صلیبی شوکت کے توڑنے کے لئے مامور ہے یعنی خدا تعالےٰ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر کیا گیا ہے کہ جو کچھ عیسائی پادریوں نے کفارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دُنیا میں پھیلایا ہے اور خدائے واحد لاشریک کی کسر شان کی ہے۔ یہ تمام فتنہ سچے دلائل اور روشن براہین اور پاک نشانوں کے ذریعہ سے فرو کیا جائے۔ اس بات کی کس کو خبر نہیں کہ دُنیا میں اس زمانہ میں ایک ہی فتنہ ہے جو کمال کو پہنچ گیا ہے اور الٰہی تعلیم کا سخت مخالف ہے یعنی کفارہ اور تثلیث کی تعلیم جس کو صلیبی فتنہ کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے کیونکہ کفارہ اور تثلیث کے تمام اغراض صلیب کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموّج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے اور اس نے ابتداء سے اپنے نبی مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خبر دی تھی کہ جس شخص کی ہمّت اور دُعا اور قوت بیان

اور تاثیر کلام اور انفاس کا فرکش سے یہ فتنہ فرو ہوگا اسی کا نام اُس وقت عیسٰی اور مسیح موعود ہوگا۔

اگرچہ وہ پیشگوئیاں بہت سے نازک اور لطیف استعارات سے بھری پڑی ہیں مگر اُن میں جو نہایت واضح اور کھُلا کھُلا اور موٹا نشان مسیح موعود کے بارے میں لکھا گیا ہے وہ کسر صلیب ہے یعنی صلیب کو توڑنا۔ یہ لفظ ہر یک عقلمند کے لئے بڑی غور کے لایق ہے اور یہ صاف بتلا رہا ہے کہ وہ مسیح موعود عیسائیت کے موجزن فتنہ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا نہ کسی اَور زمانہ میں۔ کیونکہ صلیب پر سارا مدار نجات کا رکھنا کسی اور دجال کا کام نہیں ہے۔ یہی گروہ ہے جو صلیبی کفارہ پر زور دے رہا ہے اور اس کو فروغ دینے کے لئے ہر ایک دجل کو کام میں لا رہا ہے۔

دجال بہت گذرے ہیں اور شاید آگے بھی ہوں مگر وہ دجال اکبر جن کا دجل خدا کے نزدیک ایسا مکروہ ہے کہ قریب ہے جو اُس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ یہی گروہ مشتِ خاک کو خدا بنانے والا ہے۔ خدا نے یہودیوں اور مشرکوں اور دوسری قوموں کے طرح طرح کے دجل قرآن شریف میں بیان فرمائے مگر یہ عظمت کسی کے دجل کو نہیں دی کہ اس دجل سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ پس جس گروہ کو خدا نے اپنے پاک کلام میں دجال اکبر ٹھہرایا ہے ہمیں نہیں چاہیئے کہ اس کے سوا کسی اور کا نام دجال اکبر رکھیں۔ نہایت ظلم ہوگا کہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور دجال اکبر تلاش کیا جائے۔

یہ بات کسی پہلو سے درست نہیں ٹھہر سکتی کہ حال کے پادریوں کے سوا کوئی اَور بھی دجال ہے جو اُن سے بڑا ہے کیونکہ جبکہ خدا نے اپنی پاک کلام میں سب سے بڑا یہی دجال بیان فرمایا ہے تو نہایت بے ایمانی ہوگی کہ خدا کی کلام کی مخالفت کر کے کسی اَور کو بڑا دجال ٹھہرایا جائے۔ اگر کسی ایسے دجال کا کسی وقت وجود ہو سکتا تو خدا تعالےٰ جس کا علم ماضی اور حال اور مستقبل پر محیط ہے اسی کا نام دجال اکبر رکھتا نہ ان کا نام۔ پھر یہ

نشان دجّال اکبر کا جو حدیث بخاری کے صریح اس اشارہ سے نکلتا ہے کہ یکسرُ الصَّلیب صاف بتلا رہا ہے کہ اس دجّال اکبر کی شان میں سے یہ ہوگا کہ وہ مسیح کو خدا ٹھہرائے گا اور مدار نجات صلیب پر رکھے گا۔

یہ بات عارفوں کے لئے نہایت خوشی کا موجب ہے کہ اس جگہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا تظاہر ہو گیا ہے جس سے تمام حقیقت اس متنازعہ فیہ مسئلہ کی کھل گئی کیونکہ قرآن نے تو اپنے صریح لفظوں میں دجّال اکبر پادریوں کو ٹھہرایا اور اُن کے دجل کو ایسا عظیم الشان دجل قرار دیا کہ قریب ہے جو اس سے زمین و آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور حدیث نے مسیح موعود کی حقیقی علامت یہ بتلائی کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہوگا اور وہ دجّال اکبر کو قتل کرے گا۔ ہمارے نادان مولوی نہیں سوچتے کہ جبکہ مسیح موعود کا خاص کام کسر صلیب اور قتل دجّال اکبر ہے اور قرآن نے خبر دی ہے کہ وہ بڑا دجل اور بڑا فتنہ جس سے قریب ہے کہ نظام اس عالم کا درہم برہم ہو جائے اور خاتمہ اس دنیا کا ہو جائے وہ پادریوں کا فتنہ ہے تو اس سے صاف طور پر کھل گیا کہ پادریوں کے سوا اور کوئی دجّال اکبر نہیں ہے۔ اور جو شخص اب اس فتنہ کے ظہور کے بعد اَور کی انتظار کرے وہ قرآن کا مکذّب ہے۔

اور نیز جبکہ لُغت کی رُو سے بھی دجّال ایک گروہ کا نام ہے جو اپنے دجل سے زمین کو پلید کرتا ہے اور حدیث کی رو سے نشان دجّال اکبر کا حمایت صلیب ٹھہرا تو باوجود اس کھلی کھلی تحقیق کے وہ شخص نہایت درجہ کور باطن ہے کہ جو اب بھی حال کے پادریوں کو دجّال اکبر نہیں سمجھتا۔ ایک اَور بات ہے جس سے ہمارے نادان مولوی اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اس بات کے خود قائل ہیں کہ دجّال معہود کا بجز حرمین کے تمام زمین پر تسلّط ہو جائے گا۔ سو اگر دجّال سے مراد کوئی اور رکھا جائے تو یہ حدیث قرآن کی صریح پیشگوئی سے مخالف ہو جائیگی کیونکہ قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا

ہے کہ قیامت تک زمین پر غلبہ اور تسلط دو قوموں میں سے ایک قوم کا ہوتا رہے گا۔ یا اہل اسلام کا یا نصاریٰ کا۔ پس قرآن کے رُو سے ایسے دجّال کو جو اپنی خدائی کا دعویٰ لے کر آئے گا زمین پر قدم رکھنے کی جگہ نہیں اور قرآن اس کو وجود کو روکتا ہے۔ ہاں استعارہ کے طور پر نصاریٰ کا دعویٰ خدائی ثابت ہے کیونکہ چاہتے ہیں کہ کلوں کے زور سے تمام زمین و آسمان کو اپنے قابو میں کر لیں یہانتک کہ مینہ برسانے کی قدرت بھی حاصل ہو جائے۔ پس اس طرح پر وہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

غرض یہ وہ امور ہیں جن کو حال کے مولوی نہیں سمجھتے اور اہل اسلام میں انہوں نے بڑا بھاری فتنہ اور تفرقہ ڈال رکھا ہے اور نہایت بیہودہ اور رکیک تاویلات سے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے مونہہ پھیر رہے ہیں۔ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اہل حدیث ہیں مگر اب تو انہوں نے قرآن کو بھی چھوڑا اور حدیث کو بھی۔ سو جبکہ مَیں نے دیکھا کہ قرآن شریف اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُن کے دلوں میں عظمت نہیں اور جلیل الشان اکابر آئمہ کی شہادت بھی جیسا کہ امام بخاری اور ابن حزم اور امام مالک کی شہادت جو حضرت عیسٰی کے فوت ہو جانے کی نسبت بار بار لکھی گئی ہے ان کے نزدیک کچھ چیز نہیں ہے۔ مجھ کو اس پہلو سے بکلی نومیدی ہوئی کہ وہ منقولی بحث و مباحثہ کے ذریعہ سے ہدایت پاسکیں٭ پس خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ مَیں دوسرا پہلو اختیار کروں جو اصل بنیاد میرے دعوے کی ہے یعنی اپنے سچے ملہم ہونے کا ثبوت کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر وہ لوگ مجھے خدائے تعالےٰ کی طرف سے سچا ملہم سمجھتے اور میرے الہامات کو میرا ہی افترا یا شیطانی وساوس خیال نکرتے تو اس قدر سبّ اور شتم اور

٭حاشیہ۔ منقولی بحث مباحثہ کی کتابیں جو میری طرف سے چھپی ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے جو درحقیقت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور دوبارہ آنا ان کا بطور بروز مراد ہے نہ بطور حقیقت۔ وہ یہ ہیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ اتمام الحجہ۔ تحفہ بغداد۔ حمامۃ البشریٰ۔ نور الحق دو حصہ۔ کرامات الصادقین۔ سر الخلافہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔

ہنسی اور ٹھٹھا اور تکفیر اور بدتہذیب کے ساتھ پیش نہ آتے بلکہ اپنے بہت سے ظنون فاسدہ کا حُسن ظن کے غلبہ سے آپ فیصلہ کر لیتے کیونکہ کسی کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کے یقین کے بعد وہ مشکلات ہرگز پیش نہیں آتیں کہ جو اس حالت میں پیش آتی ہیں کہ انسان کے دل پر اس کے کاذب ہونے کا خیال غالب ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری سچائی کے سمجھنے کے لئے بہت سے قرائن واضح ان کو عطا کئے تھے۔ میرا دعویٰ صدی کے سر پر تھا۔ میرے دعویٰ کے وقت میں خسوف کسوف ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ میرے دعویٰ الہام پر پورے بیس برس گذر گئے اور مفتری کو اس قدر مہلت نہیں دی جاتی۔ میری پیشگوئی کے مطابق خدا نے آتھم کو کچھ مہلت بھی دی اور پھر مار بھی دیا۔ مجھ کو خدا نے بہت سے معارف اور حقائق بخشے اور اس قدر میری کلام کو معرفت کے پاک اسرار سے بھر دیا کہ جب تک انسان خدائیتعالیٰ کی طرف سے پورا تائید یافتہ نہ ہو اس کو یہ نعمت نہیں دی جاتی لیکن مخالف مولویوں نے ان باتوں میں سے کسی بات پر غور نہیں کی۔

سو اب چونکہ تکذیب اور تکفیر ان کی انتہا تک پہنچ گئی اس لئے وقت آ گیا کہ خدائے قادر اور علیم اور خبیر کے ہاتھ سے جھوٹے اور سچے میں فرق کیا جائے۔ ہمارے مخالف مولوی اس بات کو جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایسے شخص سے کس قدر بیزاری ظاہر کی ہے جو خدائیتعالیٰ پر افترا باندھے یہانتک کہ اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ اگر بعض قول میرے پر افترا کرتا تو مَیں فی الفور پکڑ لیتا اور رگ جان کاٹ دیتا۔ غرض خدا تعالےٰ پر افترا کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں الہام مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے حالانکہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ایک ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کی سزا میں صرف جہنم کی ہی وعید نہیں بلکہ قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری اسی دُنیا میں دست بدست سزا پا لیتا ہے اور خدائے قادر و غیور کبھی اس کو امن میں نہیں چھوڑتا اور اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے۔ اگر ان مولویوں کا دل تقویٰ کے رنگ

سے کچھ بھی رنگین ہوتا اور خدا تعالیٰ کی عادتوں اور سُنّتوں سے ایک ذرہ بھی واقف ہوتے تو اُن کو معلوم ہوتا کہ ایک مفتری کا اس قدر دراز عرصہ تک افترا میں مشغول رہنا بلکہ روز بروز اس میں ترقی کرنا اور خدا تعالیٰ کا اس کے افترا پر اس کو نہ پکڑنا بلکہ لوگوں میں اس کو عزّت دینا دلوں میں اس کی قبولیت ڈالنا اور اس کی زبان کو چشمہ حقائق و معارف بنانا یہ ایک ایسا امر ہے کہ جب سے خدا تعالیٰ نے دُنیا کی بنیاد ڈالی ہے اس کی نظیر ہرگز نہیں پائی جاتی۔ افسوس کہ کیوں یہ منافق مولوی خدا تعالیٰ کے احکام اور مواعید کو عزّت کی نظر سے نہیں دیکھتے کیا اُن کے پاس حدیث یا قرآن شریف سے کوئی نظیر موجود ہے کہ ایک ایسے خبیث طبع مفتری کو خدا تعالیٰ نہ پکڑے جو اس پر افترا پر افترا باندھے اور جھُوٹے الہام بنا کر اپنے تئیں خدا کا نہایت ہی پیارا ظاہر کرے اور محض اپنے دل سے شیطانی باتیں تراش کر اس کو عمدًا خدا کی وحی قرار دیوے اور کہے کہ خدا کا حکم ہے کہ لوگ میری پیروی کریں اور کہے کہ خدا مجھے اپنے الہام میں فرماتا ہے کہ تو اس زمانہ میں تمام مومنوں کا سردار ہے حالانکہ اس کو کبھی الہام نہ ہوا ہو۔ اور نہ کبھی خدا نے اس کو مومنوں کا سردار ٹھہرایا ہو اور کہے کہ مجھے خدا مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ تو ہی مسیح موعود ہے جس کو میں کسر صلیب کے لئے بھیجتا ہوں حالانکہ خدا نے کوئی ایسا حکم اس کو نہیں دیا اور نہ اس کا نام عیسیٰ رکھا۔ اور کہے کہ خدا تعالیٰ مجھے مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ مجھ سے تو ایسا ہے جیسا کہ میری توحید۔ تیرا مقام قرب مجھ سے وہ ہے جس سے لوگ بے خبر ہیں۔ حالانکہ خدا اس کو مفتری جانتا ہے۔ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور مردودوں اور مخذولوں کے ساتھ اس کا حصہ قرار دیتا ہے۔ پھر کیا یہی خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ایسے کذّاب اور بیباک مفتری کو جلد نہ پکڑے یہانتک کہ اس افترا پر بیس برس سے زیادہ عرصہ گذر جائے۔

کون اس کو قبول کر سکتا ہے کہ وہ پاک ذات جس کے غضب کی آگ وہ صاعقہ ہے کہ ہمیشہ جھُوٹے ملہموں کو بہت جلد کھاتی رہی ہے اس لمبے عرصہ تک اس جھُوٹے

کو چھوڑ دے جس کی نظیر دُنیا کے صفحہ میں مل ہی نہیں سکتی۔ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا یعنی اس سے زیادہ تر ظالم اَور کون ہے جو خدا تعالےٰ پر جھوٹ باندھے۔ بیشک مُفتری خدا تعالےٰ کی لعنت کے نیچے ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ پر افتراء کرنے والا جلد مارا جاتا ہے۔

سو ایک تقویٰ شعار آدمی کے لئے یہ کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا بلکہ میرے ظاہر اور میرے باطن اور میرے جسم اور میری روح پر وہ احسان کئے جن کو مَیں شمار نہیں کر سکتا۔ مَیں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب مَیں بُوڑھا ہو گیا۔ اور ابتداء دعویٰ پر بیس برس سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا بہت سے میرے دوست اور عزیز جو مجھ سے چھوٹے تھے فوت ہو گئے اور مجھے اس نے عمر دراز بخشی اور ہر یک مشکل میں میرا متکفّل اور متولّی رہا۔ پس کیا ان لوگوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ پر افتراء باندھتے ہیں۔ اب بھی اگر مولوی صاحبان مجھے مفتری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر ایک اَور فیصلہ ہے۔ اور وہ یہ کہ مَیں اُن الہامات کو ہاتھ میں لے کر جن کو مَیں شائع کر چکا ہوں مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں۔ اس طرح پر کہ مَیں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر بیان کروں کہ مَیں درحقیقت اس کے شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور درحقیقت اس نے مجھے چہاردہم صدی کے سر پر بھیجا ہے کہ تا مَیں اس فتنہ کو فرو کروں کہ جو اسلام کے مخالف سب سے زیادہ فتنہ ہے اور اسی نے میرا نام عیسٰی رکھا ہے اور کسر صلیب کے لئے مجھے مامور کیا ہے لیکن نہ کسی جسمانی حربہ سے بلکہ آسمانی حربہ سے۔ اور یہ سب اس کا کلام ہے۔ اور وہ خاص الہامات اس کے جو اس وقت مَیں مخالف مولویوں کو سُناؤں گا اُن میں سے بطور نمونہ چند الہامات اس جگہ لکھتا ہوں۔ ان میں سے بعض الہامات بیس برس کے عرصہ سے ہیں جو مختلف ترتیبوں اور کمی بیشی کے ساتھ بار بار القاء ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

یَا عِیْسٰی الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃٍ لَا

اے وہ عیسٰی جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تو میری جناب میں وہ مرتبہ رکھتا ہے جس

یَعْلَمُھَا الْخَلْقُ ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ

کا لوگوں کو علم نہیں ۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ ۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ

سو وقت آ گیا کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جائے اور مدد دیا جائے ۔ وہ خدا جس نے اپنے رسول

رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۔ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ

کو ہدایت اور دین حق کیساتھ بھیجا تا اس دین کو سب دینوں پر غالب کرے ۔ خدا کی پیشگوئیوں کو کوئی

اللّٰہِ ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

بدل نہیں سکتا ۔ کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں ۔ وہ رحمٰن ہے جس نے قرآن سکھلایا

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاءُ ھُمْ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ ۔ اِنَّا

تاکہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تاکہ مجرموں کی راہ کھل جائے ۔ ہم تیرے

کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ ۔ قُلْ عِنْدِیْ شَھَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ فَھَلْ اَنْتُمْ

لئے ٹھٹھا کرنے والوں کے لئے کافی ہیں ۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاتے

مُؤْمِنُوْنَ ۔ قُلْ عِنْدِیْ شَھَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اِنَّ

ہو ۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم قبول کرتے ہو میرے

مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ

ساتھ میرا خدا ہے وہ عنقریب مجھے کامیابی کی راہ دکھائیگا ۔ ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو تا

اللّٰہُ ۔ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیَاطِیْنُ ۔ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ

خدا بھی تم سے محبت کرے ۔ کیا میں بتلاؤں کہ کن پر شیطان اترا کرتے ہیں ۔ ہر ایک جھوٹے مفتری پر اترتے ہیں

اَثِیْم۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ
ارادہ کرتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو کامل کریگا

لَوْکَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ
اگرچہ کافر کراہت ہی کریں۔ عنقریب ہم ان کے دلوں پر رُعب ڈال دیں گے۔ جب خدا کی مدد اور فتح

وَالْفَتْحُ وَانْتَھٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ۔ اِنِّیْ مَعَکَ
آئے گی اور زمانہ کا امر ہماری طرف رجوع کرے گا۔ کہا جائیگا کہ کیا یہ سچ نہ تھا میں تیرے ساتھ

کُنْ مَعِیْ اَیْنَمَا کُنْتَ کُنْ مَعَ اللّٰہِ حَیْثُمَا کُنْتَ۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ
ہوں۔ میرے ساتھ ہو جہاں تو ہووے خدا کے ساتھ ہو جہاں تو ہووے۔ تم بہتر اُمت ہو جو لوگوں کے نفع

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ اِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا یَرْفَعُ اللّٰہُ ذِکْرَکَ۔ وَیُتِمُّ
کے لئے نکالے گئے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے خدا تیرے ذکر کو بلند کریگا اور دُنیا اور

نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ یَا اَحْمَدُ یَتِمُّ اِسْمُکَ وَ
آخرت میں اپنی نعمت تیرے پر پوری کرے گا اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس

لَا یَتِمُّ اِسْمِیْ۔ اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ۔ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً
کے جو میرا نام پورا ہو۔ مَیں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں مَیں نے اپنی محبت کو تجھ پر

مِّنِّیْ۔ شَانُکَ عَجِیْبٌ۔ وَاَجْرُکَ قَرِیْبٌ۔ اَلْاَرْضُ وَالسَّمَآءُ
ڈال دیا۔ تیری شان عجیب ہے۔ تیرا اجر قریب ہے زمین و آسمان تیرے

مَعَکَ کَمَا ھُوَ مَعِیْ*۔ اَنْتَ وَجِیْہٌ فِیْ حَضْرَتِیْ۔ اِخْتَرْتُکَ
ساتھ ہے جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ تو میری جناب میں وجیہ ہے۔ مَیں نے تجھے

لِنَفْسِیْ۔ اَنْتَ وَجِیْہٌ فِی الدُّنْیَا وَحَضْرَتِیْ۔ سُبْحَانَ
اپنے لئے چُن لیا تو دنیا اور میری جناب میں وجیہ ہے پاک ہے

* حاشیہ۔ ھُوَ کا ضمیر واحد باعتبار واحد فی الذہن یعنی مخلوق ہے اور ایسا محاورہ قرآن شریف میں بہت ہے۔
(انجام آتھم صفحہ ۵۲ حاشیہ)

اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ - زَادَ مَجْدُکَ - ینقطِع اٰبَاءُکَ وَیُبْدَءُ

وہ خدا جو بہت برکتوں والا اور بہت بلند ہے۔ تیری بزرگی کو اس نے زیادہ کیا۔ اب سے تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائیگا

مِنْکَ - نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ وَ اُحْیِیْتَ بِالصِّدْقِ - اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ

اور خدا تجھ سے شروع کریگا۔ تو رُعب کیساتھ مدد دیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا۔ اے صدیق

نُصِرْتَ - وَقَالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ - اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَ

تو مدد دیا گیا۔ اور مخالف کہیں گے کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔ خدا نے تجھے ہم پر اختیار کر لیا۔

لَوْ کُنَّا کَارِھِیْنَ - رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ - لَا تَثْرِیْبَ

اگرچہ ہم کراہت کرتے تھے۔ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے۔ آج تم پر اے رجوع

عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ ھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ -

کرنے والو کچھ سرزنش نہیں۔ خدا تمہیں بخش دے گا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَتْرُکَکَ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ - وَاللّٰہُ

اور خدا ایسا نہیں کہ تجھے یونہی چھوڑ دے جب تک پاک اور پلید میں فرق کرکے نہ دکھلائے۔ اور خدا

غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ - اِذَا جَآءَ

اپنے امر پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے جب خدا کی

نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ

مدد اور فتح آئی اور اس کا کلمہ پورا ہوا کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس میں تم

بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ - اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ - سَوَّیْتُہٗ

جلدی کرتے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں تو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ میں نے

وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ - یُقِیْمُ الشَّرِیْعَۃَ وَیُحْیِ الدِّیْنَ

اس کو برابر کیا اور اپنی رُوح اس میں پھونکی شریعت کو قائم کریگا اور دین کو زندہ کرے گا

وَلَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ - سُبْحٰنَ الَّذِیْ

اور اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تب بھی اسے پا لیتا۔ پاک ہے وہ جس نے

اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا۔ خلق اٰدم فاکرمہٗ جری اللّٰہ فی حُلَلِ الانبیاء

اپنے بندہ کو رات میں سیر کرایا۔ آدم کو پیدا کیا اور اس کو عزت دی۔ خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلوں میں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ رَدَّ عَلَیۡھِمۡ رَجُلٌ

وہ لوگ جو کافر ہو گئے اور خدا کی راہ سے روکنے لگے ایک فارسی الاصل آدمی نے ان کے

مِنۡ فَارِسَ۔ شکر اللّٰہ سعیہ کتاب الولی ذوالفقار علیؑ

خیالات کو رد کیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکر گزار ہے۔ اس ولی کی کتاب ایسی ہے جیسے علی کی

یکادُ زیتہٗ یضیٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ۔ خُذُوا التَّوۡحِیۡدَ

ذوالفقار۔ اس کا تیل یونہی چمکنے کو ہے اگرچہ آگ چھو بھی نہ جائے۔ توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو

التَّوۡحِیۡدَ یَا اَبۡنَاءَ الفَارِسِ ۔ اِنَّا اَنۡزَلۡنَاہُ قَرِیۡبًا مِّنَ الۡقَادِیَانِ

اے فارس کے بیٹو ہم نے اس کو قادیان کے قریب اُتارا ہے

وَ بِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَ بِالۡحَقِّ نَزَلَ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا۔ اَمۡ

اور حق کے ساتھ اُتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اترا ہے اور جو خدا نے ٹھہرا رکھا تھا وہ ہونا ہی تھا۔

یَقُوۡلُوۡنَ نَحۡنُ جَمِیۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ۔ سَیُھۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَ یُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ۔

کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت انتقام لینے والی ہیں۔ سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ دکھلائیں گے۔

یَا عَبۡدِیۡ لَا تَخَفۡ اِنِّیۡ اَسۡمَعُ وَ اَرٰی۔ اَلَمۡ تَرَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ

اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو کم

نَنۡقُصُھَا مِنۡ اَطۡرَافِھَا۔ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔

کرتے چلے آتے ہیں اس کی طرفوں سے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلۡدِ اٰدَمَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ

محمد پر اور اس کے آل پر درود بھیج وہ بنی آدم کا سردار اور خاتم الانبیاء ہے۔

اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۔ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ

تو صراط مستقیم پر ہے پس جو کچھ حکم ہوتا ہے کھول کر بیان کر اور جاہلوں سے

الجاهلین۔ وقالوا لولا نُزّل علی رجلٍ من قریتین عظیم
کنارہ کر۔ اور کہتے ہیں کہ دو شہروں میں سے ایک بڑے آدمی کو خدا نے کیوں مامور

وقالوا انّی لک ھذا ان ھذا لمکرٌ مکرتموہُ فی المدینۃ
نہ کیا۔ اور کہتے ہیں کہ تجھے کہاں یہ رتبہ یہ تو مکر ہے کہ مل جل کر بنایا گیا ہے۔

وَاَعانہٗ علیہ قومٌ اٰخرون۔ ینظرون الیک وھم لایبصرون
اور کئی لوگوں نے اس مکر میں اس شخص کی مدد کی ہے۔ تجھے دیکھتے ہیں اور تو انہیں نظر نہیں آتا

اِعلموا انّ اللّٰہ یحیِ الارضَ بعدَ موتھا۔ وَمن کانَ للّٰہ کانَ اللّٰہُ
اے لوگو جان لو کہ زمین مرگئی تھی اور خدا پھر اسے نئے سرے زندہ کر رہا ہے۔ اور جو خدا کا ہو خدا اس کا

لَہٗ۔ اِنّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا والّذین ھُم محسنُون۔
ہوجاتا ہے۔ خدا اُن کے ساتھ ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکوکار ہیں۔

قالوا اِنْ ھذا الّا اختلاق۔ قُل اِن افتریتہ فعلیّ اجرامُ
کہتے ہیں کہ یہ تمام افترا ہے کہہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو یہ سخت گناہ میری گردن پر

شدید۔ اِنّکَ الیومَ لدینا مکینٌ امین۔ وَاِنّ علیکَ
ہے۔ آج تو ہمارے نزدیک بارتبہ اور امین ہے اور تیرے پر دین

رحمتی فِی الدّنیا والدّین۔ وَاِنّکَ من المنصُورین۔
اور دنیا میں میری رحمت ہے اور تو مدد دیا گیا ہے

یَحْمدکَ اللّٰہُ مِن عرشہٖ۔ یَحْمدُکَ اللّٰہُ وَ یمشی
خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا

اِلیکَ۔ اَلَا اِنّ نصراللّٰہ قریب۔ کِمثلکَ دُرٌّ لایُضاعُ
آتا ہے۔ خبردار خدا کی مدد قریب ہے تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا

بُشریٰ لکَ یا احمدی۔ اَنتَ مُرادی وَمعی۔ اِنّیْ
جاتا۔ تجھے خوشخبری ہو اے میرے احمد۔ تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ میں تیرا

نَاصِرُکَ ۔ اِنِّیْ حَافِظُکَ ۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۔ اَکَانَ
مددگار ہوں۔ میں تیرا حافظ ہوں میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا کیا لوگوں

لِلنَّاسِ عَجَبًا ۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ عَجِیْبٌ ۔ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَاءُ مِنْ
کو تعجب ہوا۔ کہہ وہ خدا عجیب ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں

عِبَادِہٖ ۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ۔ وَتِلْکَ
سے چن لیتا ہے وہ اپنے کاموں میں پوچھا نہیں جاتا اور دوسرے پوچھے جاتے ہیں اور یہ

الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ۔ وَقَالُوْا اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۔
دن ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ضرور افترا ہے۔

اِذَا نَصَرَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنَ جَعَلَ لَہُ الْحَاسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۔ قُلِ
خدا جب مومن کو مدد دیتا ہے تو زمین پر اس کے کئی حاسد بنا دیتا ہے۔ کہہ خدا

اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ ۔ لَا تُحَاطُ اَسْرَارُ
ہے جس نے یہ الہام کیا۔ پھر ان کو چھوڑ دے تا اپنی کج فکریوں میں بازی کریں۔ اولیاء کے اسرار پر کوئی

الْاَوْلِیَاءِ ۔ تَلَطَّفْ بِالنَّاسِ وَتَرَحَّمْ عَلَیْھِمْ ۔ اَنْتَ فِیْھِمْ
احاطہ نہیں کر سکتا۔ لوگوں سے لطف کے ساتھ پیش آ اور ان پر رحم کر تو ان میں بمنزلہ

بِمَنْزِلَۃِ مُوْسٰی ۔ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ ۔ وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ
موسیٰ کے ہے اور ان کی باتوں پر صبر کر اور منعم مکذبوں کی سزا مجھ پر

اُولِی النَّعْمَۃِ ۔ اَنْتَ مِنْ مَّائِنَا وَھُمْ مِنْ فَشَلٍ ٭ وَاِذَا
چھوڑ دے۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے اور وہ لوگ فشل سے اور جب

٭ یہ جو فرمایا کہ تو ہمارے پانی میں سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔ اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی استقامت کا پانی تقویٰ کا پانی وفا کا پانی صدق کا پانی حُبّ اللہ کا پانی ہے جو خدا سے ملتا ہے۔ اور فشل بزدلی کو کہتے ہیں جو شیطان سے آتی ہے اور ہر ایک بے ایمانی اور بدکاری کی جڑ بزدلی اور نامردی ہے جب قوت استقامت باقی نہیں رہتی تو انسان گناہ کی طرف جھک جاتا ہے غرض فشل شیطان کی طرف سے ہے۔

قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوا كَمَا اٰمَنَ النَّاس قَالُوا اَنُؤمِنُ كَمَا اٰمَنَ

ان کو کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ اچھے آدمی ایمان لائے تو جواب میں کہتے ہیں کہ کیا اس طرح ایمان

السُّفَهَاءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ۔

لائیں جیسا کہ سفیہ اور بیوقوف ایمان لائے خوب یاد رکھو کہ درحقیقت بیوقوف اور سفیہ یہی لوگ ہیں۔ مگر انہیں معلوم نہیں کہ ہم کیسی غلطی پر ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ قِيلَ

ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔ کہا گیا

اِرْجِعُوا اِلَى اللّٰهِ فَلَا تَرْجِعُونَ۔ وَقِيلَ اسْتَحْوِذُوا فَلَا

کہ تم رجوع کرو سو تم نے رجوع نہ کیا۔ اور کہا گیا کہ تم اپنے وساوس پر غالب آ

تَسْتَحْوِذُونَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَكَ الْمَسِيحَ ابْنَ

جاؤ سو تم غالب نہ آئے۔ سب تعریف خدا کو ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔

مَرْيَمَ۔ اَلْفِتْنَةُ هٰهُنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ۔ تَبَّتْ

اس جگہ فتنہ ہے سو اولوالعزم لوگوں کی طرح صبر کر۔ ابی لہب

بقیہ حاشیہ۔ اور عقائد صالحہ اور اعمال طیبہ کا پانی خدا تعالیٰ کی طرف سے جب بچہ پیٹ میں پڑتا ہے تو اس وقت اگر بچہ سعید ہے اور نیک ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے اور اگر بچہ شقی ہے اور بد ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر شیطان کا سایہ ہوتا ہے اور شیطان اس میں شراکت رکھتا ہے اور بطور استعارہ وہ شیطان کی ذریّت کہلاتی ہے اور جو خدا کے ہیں وہ خدا کے کہلاتے ہیں جن کو پہلی کتابوں میں بطور استعارہ ابناء اللہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ آدم اور یعقوب وغیرہ بہت سے نبیوں پر استعمال ہوا ہے اور انجیل میں مسیح ابن مریم پر بھی استعمال پایا ہے اور کسی کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں۔ صرف بلحاظ مذکورہ بالا استعمال پاتا رہا ہے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم کی نسبت احادیث سے جو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے مَس سے وہ اور اس کی ماں پاک ہے تو یہ لفظ اسی اظہار

یَدَا اِبِی لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ مَا کَانَ لَهٗ اَنْ یَدخُلَ فِیْهَا اِلَّا خَائِفًا۔

کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہیئے تھا کہ وہ اس فتنہ میں دخل دیتا یعنی اس کا بانی ہوتا

وَمَا اَصَابَكَ فَمِنَ اللّٰہِ ۔ اَلَا اِنَّهَا فِتْنَةٌ مِّنَ اللّٰہِ لِیُحِبَّ حُبًّا

مگر ڈرتے ہوئے اور تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی مگر اسی قدر جو خدا نے مقرر کی۔ خدا کی طرف سے ہے تا وہ تجھے بہت ہی پیار

جَمًّا۔ حُبًّا مِّنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْاَکْرَمِ۔ عَطَاءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ

کرے۔ یہ خدا کا پیار کرتا ہے جو غالب اور بزرگ ہے اور یہ پیار وہ عطا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی

وقت الابتلاء و وقت الاصطفاء۔ ولا یرد وقتُ العذاب

ابتلاء کا وقت ہے اور اصطفاء کا وقت ہے اور عذاب کا وقت مجرموں کے

عَنِ الْقَومِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ

سر پر سے کبھی نہیں ٹل سکتا۔ اور اسے اس مامور کی جماعت سست مت ہو جانا اور غم میں نہ پڑ جانا

الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا

اور بالآخر غلبہ تمہیں کو ہے اگر تم ایمان پر ثابت رہو گے یہ ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم چاہو اور وہ

بقیہ حاشیہ۔ کی غرض سے ہے کہ عیسٰی بن مریم کی ناجائز پیدائش نہیں جیسا کہ یہودیوں کا خیال ہے تا نطفہ پر شیطان کا سایہ مانا جائے بلکہ بلاشبہ برخلاف زعم یہودیوں کے وہ حلال زادہ تھا اور مریم بدکار عورت نہیں تھی۔ اس مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ شیطان کا سایہ جس کو مس اور اشتراک بھی کہتے ہیں جس کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ذریت شیطان ہے یا بائبل کے محاورہ کے رو سے نحاش کا بچہ ہے یعنی سانپ کا جو شیطان ہے صرف اس صورت میں کسی نطفہ پر پڑتا ہے جبکہ نطفہ ڈالنے والا یا وہ جس کے رحم میں نطفہ ٹھہرا نہایت بری حالت میں ہوں اور گناہ اور سخت دلی کی تاریکی اُن پر ایسی محیط ہو کہ کوئی گوشہ خالی نہ ہو اور فطرتی نور بالکل محجوب ہو اور ایسی صورت میں بچے نہایت خبیث پیدا ہوتے ہیں کیونکہ شیطان کے سایہ کے نیچے ان کا خاکہ بنتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کے بچے چور ڈاکو ہی نکلتے ہیں۔ اور راستبازوں کے راستباز۔ فتامل۔ منہ ٭

وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰه
در اصل تمہارے لئے اچھی نہ ہو اور ایک چیز سے نفرت کرو اور وہ در اصل تمہارے لئے اچھی ہو اور خدا

يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ
جانتا ہے اور تم نہیں جانتے میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا سو میں نے چاہا کہ شناخت

اُعْرَفَ ۔ اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا
کیا جاؤں ۔ زمین و آسمان بندھے ہوئے تھے ۔ سو ہم نے دونوں کو کھول دیا۔

وَاِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۔ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ ۔ قُلْ
اور تجھے انہوں نے ایک ہنسی کی جگہ بنا رکھا ہے۔ کیا یہی ہے جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا۔ کہہ

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
میں ایک آدمی ہوں تم جیسا۔ مجھے خدا سے الہام ہوتا ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔

وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ ۔ وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ
اور تمام بھلائی قرآن میں ہے ۔ اور میں اس سے پہلے ایک مدت سے تم میں ہی

قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا افْتِرَاءٌ ۔ قُلْ
رہتا تھا کیا تمہیں میرے حالات معلوم نہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ باتیں افتراء ہیں کہہ

اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۔ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ
حقیقی ہدایت جس میں غلطی نہ ہو خدا کی ہدایت ہے اور خبردار رہو کہ خدا کا گروہ ہی آخر کار

الْغَالِبُوْنَ ۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا
غالب ہوتا ہے ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے تا تیرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ
ہو جائیں۔ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے

فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۔ وَاللّٰهُ مُوْهِنُ
سو خدا نے ان کے الزاموں سے اس کو بری کیا اور وہ خدا کے نزدیک وجیہ ہے اور خدا کا فروں

كيد الكاذبين ۔ ولنجعله اٰيةً للناس ورحمةً منّا وكان

کے مکر کو سُست کر دے گا۔ اور ہم اس کو لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور رحمت کا نمونہ ہوگا اور

امرًا مقضيًّا ۔ قول الحق الذى فيه تمترون ۔ يا احمدُ

یہی مقدر تھا۔ یہ وہ سچا قول ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اے احمد

فاضت الرحمة على شفتيك ۔ انّا اعطيناك الكوثر فصلّ

رحمت تیرے لبوں پر جاری ہو رہی ہے۔ ہم نے تجھے بہت سے حقائق اور معارف اور برکات بخشے ہیں

لربّك وانحر ۔ انّ شانئك هو الابتر* ياتى قمر الانبياء

اور ذریت نیک عطا کی ہے سو خدا کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ تیرا بدگو بے خبر ہے یعنی خدا اسے بے نشان کر دیگا اور وہ نامراد رہیگا۔

وامرك يتاتّى ۔ يوم يجئُ الحق ويكشفُ الصدق ويخسرُ

نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائیگا۔ اس دن حق آئیگا اور سچ کھولا جائے گا اور جو خسران میں ہیں ان کا

الخاسرون ۔ اقم الصلٰوة لذكرى ۔ انتَ معى وانا معكَ

خسران ظاہر ہو جائیگا۔ میری یاد میں نماز کو قائم کر۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں

سرّكَ سرّى ۔ وضعنا عنكَ وزرك الذى انقضَ ظهرك

تیرا بھید میرا بھید ہے۔ ہم نے تیرا وہ بوجھ اتار دیا جس نے تیری کمر توڑ دی۔

ورفعنا لكَ ذكرك ۔ يخوّفونك من دونه ۔ ائمّة الكفر۔

اور تیرے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔ تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں

لا تخف انّكَ انتَ الاعلىٰ ۔ غرست لك بيدى رحمتى

مت ڈر غلبہ تجھی کو ہے۔ میں نے اپنی رحمت اور قدرت کے درخت تیرے لئے

* حاشیہ یہ الہام کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر اس وقت اس عاجز پر خدا تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ جب ایک شخص نومسلم سعد اللہ نام نے ایک نظم گالیوں سے بھری ہوئی اس عاجز کی طرف بھیجی تھی اور اس میں اس عاجز کی نسبت اس ہندوزادہ نے وہ الفاظ استعمال کئے تھے

وقدرتی ۔ لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً
اپنے ہاتھ سے لگائے۔ خدا ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ کافروں کا مومنوں پر کچھ الزام ہو۔
ینصرک اللہ فی مواطن ۔ کتب اللہ لاغلبنّ انا و رسلی۔
خدا تجھے کئی میدانوں میں فتح دے گا ۔ خدا کا یہ قدیم نوشتہ ہے کہ میں اور میرے رسول غالب
لا مبدّل لکلماتہ ۔ اللہ الذی جعلک المسیح ابن
رہینگے۔ اس کے کلموں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ وہ خدا جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا
مریم ۔ قل ھٰذا فضل ربّی و انّی اُجرّد نفسی من ضروب
کہہ یہ خدا کا فضل ہے اور میں تو کسی خطاب کو نہیں
الخطاب ۔ یا عیسٰی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و
چاہتا ۔ اے عیسٰی میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور
جاعل الذین اتّبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامۃ۔
تیرے تابعداروں کو تیرے مخالفوں پر قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔

بقیہ حاشیہ ۔ کہ جب تک ایک شخص درحقیقت شقی خبیث طینت فاسد القلب ہو ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ایسے لفظوں اور ایسی گالیوں میں جو دجّال کذّاب شیطان کافر اکفر مکار کے نام سے ہیں اور دوسرے مولوی بھی اس کے ساتھ شریک ہیں بلکہ باطل پرست بطالوی جو محمد حسین کہلاتا ہے شریک غالب اور اعلے الاعداء ہے ۔ لیکن اس ہندو زادہ کی خباثت فطرتی اس لئے سب سے بڑھ کر ہے کہ باوجود محض جاہل ہونے کے یہ شعر بھی اردو میں کہتا ہے اور شعروں میں گالیاں نکالتا ہے۔ اور نہایت بدگوئی سے افترا بھی کرتا ہے اور بہتان کے طور پر ایسی دشنام دہی کرتا ہے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب کے شاعر بے ایمان گالیاں نکالا کرتے تھے۔ سو یہ الہام اس کے اشتہار اور رسالہ کے پڑھنے کے وقت ہوا کہ انّ شانئک ھو الابتر۔ سو اگر اس ہندو زادہ بدفطرت کی نسبت ایسا وقوع میں نہ آیا اور وہ نامراد اور ذلیل اور رسوا نہ مرا تو سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں۔ منہ۔

نظر اللہ الیک معطراً۔ و قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا

خدا نے تیرے پر خوشبودار نظر کی۔ اور لوگوں نے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو ایسے مفسد کو

قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ و قالوا کتاب ممتلیٔ من الکفر

اپنا خلیفہ بنائیگا۔ خدا نے کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تمہیں معلوم نہیں۔ اور لوگوں نے کہا کہ یہ کتاب کفر اور کذب سے

والکذب۔ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و

بھری ہوئی ہے۔ ان کو کہدے کہ آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں اور عزیزوں سمیت ایک جگہ

نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ

اکٹھے ہوں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت

علی الکاذبین۔ سلام علی ابراھیم صافیناہ و نجیناہ

بھیجیں۔ ابراہیم یعنی اس عاجز پر سلام۔ ہم نے اس سے دلی دوستی کی اور غم سے

من الغم۔ تفردنا بذالک۔ یا داؤد عامل بالناس رفقاً و احسانا

نجات دی۔ یہ ہمارا ہی کام تھا جو ہم نے کیا۔ اے داؤد لوگوں سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاملہ کر

تموت و انا راضٍ منک واللہ یعصمک من الناس۔ کذبوا بآیاتی و

تو اس حالت میں مریگا کہ میں تجھ سے راضی ہونگا۔ اور خدا تجھ کو لوگوں کے شر سے بچائیگا۔ انہوں نے میرے نشانوں کی

کانوا بھا یستھزءون۔ فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک۔* امرٌ

تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا۔ سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کریگا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائیگا

*حاشیہ:۔ شیخ محمد حسین بطالوی کا یہ اعتراض ہے کہ الہام کا یہ فقرہ کہ یردھا الیک خلاف محاورہ ہے کیونکہ ردّ کا لفظ اس صورت میں آتا ہے کہ ایک چیز اپنے پاس ہو پھر چلی جائے اور پھر واپس آوے لیکن افسوس کہ اس کو بباعث کمی واقفیت علم زبان کے معلوم نہیں کہ یہ لفظ ادنیٰ تعلق کے ساتھ بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ اس کی کلام عرب میں ہزاروں مثالیں ہیں جن کے لکھنے کا اس مقام میں موقعہ نہیں۔ چونکہ اس جگہ قرابت قریبہ تھی اور نزدیک کے رشتہ کے تعلقات

مِّنْ لَّدُنَّا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ ۔ زَوَّجْنَاکَھَا ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ

یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں ۔ بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا ۔ تیرے رب کی طرف

فَلَاتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۔ لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ۔ اِنَّ

سے سچ ہے پس تو شک کرنے والا مت ہو ۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے تیرا رب جس

رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۔ اِنَّا رَآدُّوْھَا اِلَیْکَ ۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ

بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے کوئی نہیں جو اس کو روک سکے ہم اس کو واپس لانیوالے ہیں جس

غَیْرَ الْاَرْضِ ۔ اِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ اِنَّمَا

دن زمین دوسری زمین بنائی جائیگی ۔ جب صور میں پھونکا گیا تو کوئی رشتہ ان میں باقی نہیں رہے گا ۔ خدا ان کو

یُؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۔ یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَآءِ

ایک مقررہ وقت تک مہلت دے رہا ہے جو نزدیک وقت ہے ۔ نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا

وَ اَمْرُکَ یَتَاَتّٰی ۔ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ۔ تَوَجَّھْتُ لِفَصْلِ

کام حاصل ہو جائیگا یہ سخت دن ہے آج میں فیصلہ کرنے

الْخِطَابِ ۔ اِنَّا رَآدُّوْھَا اِلَیْکَ ۔ اِنِ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْھَا ۔

کے لئے متوجہ ہوا ۔ ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے ۔ اگر تیری طرف پناہ ڈھونڈے تو پناہ دیدے

وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی ۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ

اور مت خوف کر ہم اس کی پہلی خصلت پھر اس میں ڈال دیں گے ۔ ہم نے تجھ کو کھلی کھلی

بقیہ حاشیہ ۔ نے اپنے پاس کے حکم میں اس کو کیا ہوا تھا ۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسا لفظ استعمال کیا جو ان چیزوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے جو اپنے پاس سے چلی جائیں اور پھر واپس آویں ۔ ہاں اس جگہ یہ نہایت لطیف اشارہ تھا کہ خدا نے یردھا کا لفظ استعمال کیا تا معلوم ہو کہ اول اس کا اپنے پاس سے بے تعلق لوگوں میں چلے جانا ضروری ہے ۔ پھر واپس آنا تقدیر میں ہے ۔ فقط ۔ منہ ۔

فتحًا مُبِينًا۔ یا نُوح اسر رُؤیاك۔ وقالُوا متیٰ هٰذَا

فتح دی اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔ اور کہا لوگوں نے کہ یہ وعدہ کب

الُوعدُ۔ قُل اِنَّ وعد اللّٰہ حق۔ انتَ مِعیُ وَاَنَا معک۔

ہوگا کہہ خدا کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔ تُو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں

وَلَا یَعلمُون الّا المسترشدُون۔ لَا تَیئَس مِن رَّوْح

اور اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں۔ خدا کے فضل سے نومید

اللّٰہ۔ اُنظر الیٰ یُوسُفَ واقبالہٖ۔ اطّلع اللّٰہ علیٰ همّہٖ

مت ہو۔ یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو خدا اس کے ہم اور غم پر

وغمّہٖ۔ ولن تجد لسنّت اللّٰہ

مطلع ہوا۔ اس لئے اس نے عذاب میں تاخیر کی۔ یہ خدا کی سنت ہے اور تو خدا کی سنت

تَبدِیلاً۔ وَلَا تعجبُوا ولا تحزَنُوا وانتُم

میں تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور تم ہی

الاَعلَون ان کُنتُم مؤمِنِینَ۔ وبعزّتی وجَلالی

غالب ہو اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہے۔ اور مجھے میری عزت اور جلال

انّك انتَ الاعلٰی۔ ونمزّق الاعداء کلّ ممزّق۔ و

کی قسم ہے کہ غلبہ تجھی کو ہے۔ اور ہم دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور

مَکر اولئك هو یَبُور۔ انا نکشفُ السّرّ عن ساقہٖ

ان کا مکر ہلاک ہو جائے گا۔ اور ہم حقیقت کو اس کی پنڈلی سے کھول

یَومئذٍ یفرحُ المومنُون۔ ثُلّةٌ مِنَ الاوّلین وثُلّةٌ

دینگے۔ اس دن مومن خوش ہوں گے اور (ایک) گروہ پہلوں میں سے اور ایک

مِنَ الاٰخرین۔ وهٰذا تذکرةٌ فمَن شاء اتّخذ الیٰ ربّہٖ

پچھلوں میں سے اور یہ تذکرہ ہے جو چاہے خدا کی راہ کو اختیار کرے

سبیلاً۔ انّ النصارٰی حوّلوا الامر۔ سنردّھا علی
نصاریٰ نے حقیقت کو بدلا دیا ہے سو ہم ذلّت اور شکست کو نصاریٰ

النصارٰی۔ لینبذنّ فی الحطمۃ۔ انا نبشّرک بغلامٍ
پر دالیں پھینک دیں گے۔ اور آتھم نابود کرنے والی آگ میں ڈال دیا جاویگا۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری

حلیم۔ مظہر الحقّ والعلاء کانّ اللہ نزل من
دیتے ہیں۔ جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے

السّماء۔ اسمہٗ عمانوایل۔ یُولَدُ
اُترا نام اس کا عمانوایل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "خدا ہمارے ساتھ ہے۔" تجھے لڑکا

لکَ الولدُ۔ ویُدنی منکَ الفضلُ۔ انّ نوری قریبٌ۔
دیا جائے گا۔ اور خدا کا فضل تجھ سے نزدیک ہوگا میرا نور قریب ہے۔

قُل اعوذ بربّ الفلق۔ من شرّ ما خلق۔ عِجْلٌ
کہہ میں شر مخلوقات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں یہ ایک بچھڑا

جسدٌ لہٗ خوارٌ۔ فلہٗ نصبٌ وعذابٌ۔
گوسالہ ہے اور بیہودہ گو یعنی لیکھرام پشاوری سو اس کو دُکھ کی مار اور عذاب ہوگا یعنی اسکا دنیا میں

(فارسی و اردو الہام)

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا اور تیری برکتیں پھیلاؤں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے

زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

آمین

یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں۔ اور ان کے سوا اور بھی بہت سے الہامات ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ کافی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پہ ایمان لاؤ۔ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ اور نیز ان تمام الہامات میں اس عاجز کی اس قدر تعریف اور توصیف ہے کہ اگر یہ تعریفیں درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ تمام تکبر اور نخوت اور شیخی سے الگ ہو کر ایسے شخص کی فرمانبرداری کا جُوا اپنی گردن پر لے لے جس کی دشمنی میں خدا کی لعنت اور محبت میں خدا کی محبت ہے۔ لیکن اگر وہ تعریفیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں اور یہ تمام کلمات جو الہام کے دعوے پر پیش کئے گئے ہیں خدائے قادر و قدوس کا الہام نہیں ہے بلکہ ایک دجّال کذّاب نے چالاکی کی راہ سے ان کو آپ بنا لیا ہے اور بندگان خدا کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے الہام ہیں تو درحقیقت وہ جو نہایت بے باکی سے خدا تعالیٰ پر جھوٹھ باندھتا ہے خدا تعالیٰ کی گرجنے والی صاعقہ کے نیچے کھڑا ہے اور اس کے مشتعل غضب کا نشانہ ہے اور کوئی اس کو اس قہار اور غیور کے ہاتھ سے چھوڑا نہیں سکتا۔

کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ ایسا کذّاب اور دجّال اور مفتری جو برابر بیس برس کے عرصہ سے خدا تعالیٰ پر جھوٹھ باندھ رہا ہے اب تک کسی ذلّت کی مار سے ہلاک نہ ہوا۔ اور کیا یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ جس سلسلہ کا تمام مدار ایک مفتری کے افترا پر تھا وہ اتنی مدت تک کسی طرح چل نہیں سکتا تھا* توریت اور قرآن شریف دونوں گواہی

* نوٹ۔ اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ دنیا میں صدہا جھوٹے مذہب ہیں جو ہزاروں برسوں

دے رہے ہیں کہ خدا پر افترا کرنے والا جلد تباہ ہو جاتا ہے۔ کوئی نام لینے والا اس کا باقی نہیں رہتا اور انجیل میں بھی لکھا ہے کہ اگر یہ انسان کا کاروبار ہے تو جلد باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر خدا کا ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم مقابلہ کر کے مجرم ٹھہرو۔ اللہ جلّ شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ان یک کاذبًا فعلیہ کذبہ و ان یک صادقًا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب۔ یعنی اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا۔ اور اگر یہ سچا ہے تو تم اس کی ان بعض پیشگوئیوں سے بچ نہیں سکتے جو تمہاری نسبت وہ وعدہ کرے۔ خدا ایسے شخص کو فتح اور کامیابی کی راہ نہیں دکھلاتا جو فضول گو اور کذّاب ہو۔

اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینوں! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئہ قلیلہ ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کریگا۔ وہ راضی نہیں ہوگا۔ جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہونچا دے اور وہ اس کی آبپاشی

بقیہ نوٹ ۔ سے چلے آتے ہیں حالانکہ ابتدار ان کی کسی کی افترا سے ہی ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ افترا سے مراد ہمارے کلام میں وہ افترا ہے کہ کوئی شخص عمدًا اپنی طرف سے بعض کلمات تراش کر یا ایک کتاب بنا کر پھر یہ دعوٰی کرے کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس نے مجھے الہام کیا ہے اور ان باتوں کے بارے میں میرے پر اس کی وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ سو ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں کہ ایسا افترا کبھی کسی زمانہ میں چل نہیں سکا۔ اور خدا کی پاک کتاب صاف گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والے جلد ہلاک کئے گئے ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ توریت بھی یہی گواہی دیتی ہے۔ اور انجیل بھی اور فرقان مجید بھی۔ ہاں جس قدر دنیا میں جھوٹے مذہب نظر آتے ہیں جیسے ہندوؤں اور

کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔

اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں تا جو راستی کا دشمن ہے وہ تباہ ہو جائے اور جو اندھیرے کو پسند کرتا ہے وہ عذاب کے اندھیرے میں پڑے۔ پہلے میں نے کبھی ایسے مباہلہ کی نیت نہیں کی اور نہ چاہا کہ کسی پر بددعا کروں۔ عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا۔ آخر اس کے نہایت اصرار سے مباہلہ ہوا مگر میں نے اس کے حق میں کوئی بددعا نہیں کی۔ لیکن اب میں بہت ستایا گیا اور دُکھ دیا گیا۔ مجھے کافر ٹھہرایا گیا۔ مجھے دجّال کہا گیا۔ میرا نام شیطان رکھا گیا۔ مجھے کذّاب اور مفتری سمجھا گیا۔ میں ان کے اشتہاروں میں لعنت کے ساتھ یاد کیا گیا۔ میں ان کی مجلسوں میں نفرین کے ساتھ پکارا گیا۔ میری تکفیر پر آپ لوگوں نے ایسی کمر باندھی کہ گویا آپ کو کچھ بھی شک میرے کفر میں نہیں۔ ہر یک نے مجھے گالی دینا اجر عظیم کا موجب سمجھا اور میرے پر لعنت بھیجنا اسلام

بقیہ نوٹ۔ پارسیوں کا مذہب ان کی نسبت یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ کسی جھوٹے پیغمبر کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ بلکہ اصل حقیقت ان میں یہ ہے کہ خود لوگ غلطیوں میں پڑتے پڑتے ایسے عقائد کے پابند ہو گئے ہیں۔ دنیا میں تم کوئی ایسی کتاب دکھا نہیں سکتے جس میں صاف اور بے تناقض لفظوں میں کھلا کھلا یہ دعویٰ ہو کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ حالانکہ اصل میں وہ خدا کی کتاب نہ ہو بلکہ کسی مفتری کا افترا ہو اور ایک قوم اس کو عزت کے ساتھ مانتی چلی آئی ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ خدا کی کتاب کے الٹے معنی کئے گئے ہوں۔ جس حالت میں انسانی گورنمنٹ ایسے شخص کو نہایت غیرتمندی کے ساتھ پکڑتی ہے کہ جو جھوٹے طور پر ملازم سرکاری ہونے کا دعویٰ کرے تو خدا جو اپنے جلال اور ملکوت کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ کیوں جھوٹے مدعی کو نہ پکڑے۔ منہ

کا طریق قرار دیا۔ پر ان سب تلخیوں اور دکھوں کے وقت خدا میرے ساتھ تھا۔ ہاں وہی تھا جو ہر ایک وقت مجھ کو تسلی اور اطمینان دیتا رہا۔ کیا ایک کیڑا ایک جہان کے مقابل کھڑا ہو سکتا ہے کیا ایک ذرہ تمام دنیا کا مقابلہ کرے گا۔ کیا ایک دروغگو کی ناپاک روح یہ استقامت رکھتی ہے۔ کیا ایک ناچیز مفتری کو یہ طاقتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

سو یقیناً سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہے ہو۔ کیا تم خوشبو اور بدبو میں فرق نہیں کر سکتے۔ کیا تم سچائی کی شوکت کو نہیں دیکھتے۔ بہتر تھا کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے روتے اور ایک ترساں اور ہراساں دل کے ساتھ اس سے میری نسبت ہدایت طلب کرتے اور پھر یقین کی پیروی کرتے نہ شک اور وہم کی۔

سو اب اٹھو اور مباہلہ کے لئے طیار ہو جاؤ۔ تم سن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔ اول نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہامات الٰہیہ پر سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا اور خدا کی کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔ اب میرے بنار دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔ سو میں اس ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کر سکتا کہ اب اس دوسری بنار کی تصفیہ کے لئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔

اور یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور دعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افترا ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گذرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آجائے تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں کیونکہ میں نہیں

چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اے خدائے علیم وخبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں اور تیرے منہ کی باتیں ہیں تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر ایک شخص جو مباہلہ کے لئے حاضر ہو جناب الٰہی میں یہ دعا کرے کہ اے خدائے علیم وخبیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر اور بیدین ہے اور اس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افترا ہے تو اس امت مرحومہ پر یہ احسان کر کہ اس مفتری کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے تا لوگ اس کے فتنہ سے امن میں آجائیں اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ تمام الہام تیرے ہی مُنہ کی پاک باتیں ہیں تو ہم پر جو اس کو کافر اور کذاب سمجھتے ہیں دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔

اور جب یہ دُعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ اور یاد رہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کذاب اور مفتری تو جانتا ہے مگر کافر کہنے سے پرہیز رکھتا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ اپنے دعائے مباہلہ میں صرف کذاب اور مفتری کا لفظ استعمال کرے جس پر اس کو یقین دلایا ہے۔

اور اس مباہلہ کے بعد اگر مَیں ایک سال کے اندر مر گیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جان بری کے آثار نہ پائے جائیں تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے اور مَیں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا۔ اور مَیں ابھی لکھ دیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہیئے اور پھر اس کے بعد میں دجال یا ملعون یا شیطان کہنے سے ناراض نہیں اور اس لائق ہوں گا کہ ہمیشہ کے لئے لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں اور اپنے مولیٰ کے فیصلہ کو فیصلہ ناطق سمجھوں گا اور میری پیروی کرنے والا یا مجھے اچھا اور صادق سمجھنے والا خدا کے قہر کے نیچے ہوگا۔ پس اس صورت میں میرا انجام نہایت ہی بد ہوگا جیسا کہ بد ذات کاذبوں کا انجام ہوتا ہے۔

لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفات بدنی سے بچا لیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے اور ہر یک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا اور میری بددُعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہو گئی تو دنیا پر حق ظاہر ہو جائیگا اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اُٹھ جائے گا۔ مَیں دوبارہ کہتا ہوں کہ مَیں نے پہلے اس سے کبھی کلمہ گو کے حق میں بددُعا نہیں کی اور صبر کرتا رہا۔ مگر اس روز خدا سے فیصلہ چاہونگا اور اس کی عصمت اور عزت کا دامن پکڑوں گا کہ تا ہم میں سے فریق ظالم اور دروغگو کو تباہ کر کے اس دین متین کو شریروں کے فتنہ سے بچا دے۔

مَیں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو مَیں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ اور اگر مَیں مر گیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دُنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا۔

میرے مباہلہ میں یہ شرط ہے کہ اشخاص مندرجہ ذیل میں سے کم سے کم دس[۱] آدمی

حاضر ہوں اس سے کم نہ ہوں اور جس قدر زیادہ ہوں میری خوشی اور مراد ہے کیونکہ بہتوں پر عذاب الٰہی کا محیط ہو جانا ایک ایسا کھلا کھلا نشان ہے جو کسی پر مشتبہ نہیں رہ سکتا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہونچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو کہ آمین۔

مجھے افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا کہ آجتک ان ظالم مولویوں نے اس صاف اور سیدھے فیصلہ کی طرف رُخ ہی نہیں کیا۔ تا اگر میں ان کے خیال میں کاذب تھا تو احکم الحاکمین کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچ جاتا۔ ہاں بعض ان کے اپنی بدگوہری کی وجہ سے گورنمنٹ انگریزی میں جھوٹی شکایتیں میری نسبت لکھتے رہے اور اپنی عداوت باطنی کو چھپا کر مخبروں کے لباس میں نیش زنی کرتے رہے اور کر رہے ہیں جیسا کہ شیخ بٹالوی علیہ ما یستحقہ اگر ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی جناب سے رد شدہ نہ ہوتے تو مجھے دُکھ دینے کے لئے مخلوق کی طرف التجا نہ لے جاتے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ کوئی بات زمین پر نہیں ہو سکتی جب تک کہ آسمان پر نہ ہو جائے۔ اور گورنمنٹ انگریزی میں یہ کوشش کرنا کہ گویا میں مخفی طور پر گورنمنٹ کا بدخواہ ہوں۔ یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے۔ یہ گورنمنٹ خدا کی گنہگار ہوگی اگر میرے جیسے خیر خواہ اور سچے وفادار کو بدخواہ اور باغی تصور کرے۔ میں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیر خواہی میں ابتداء سے آجتک وہ کام لیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی۔ اور میں نے ہزارہا روپیہ کے صرف سے کتابیں تالیف کر کے ان میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی چاہیئے اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بدذاتی ہے۔ اور میں نے ایسی کتابوں کو نہ صرف برٹش انڈیا میں پھیلایا ہے بلکہ عرب اور شام اور مصر اور روم اور افغانستان اور دیگر اسلامی بلاد میں محض للّٰہی نیت سے شائع کیا ہے

نہ اس خیال سے کہ یہ گورنمنٹ میری تعظیم کرے یا مجھے انعام دے۔ کیونکہ یہ میرا مذہب اور میرا عقیدہ ہے جس کا شائع کرنا میرے پر حق واجب تھا۔

تعجب ہے کہ یہ گورنمنٹ میری کتابوں کو کیوں نہیں دیکھتی اور کیوں ایسی ظالمانہ تحریروں سے ایسے مفسدوں کو منع نہیں کرتی۔ ان ظالم مولویوں کو مَیں کس سے مثال دوں یہ ان یہودیوں سے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ناحق دُکھ دینا شروع کیا۔ اور جب کچھ پیش نہ گئی تو گورنمنٹ روم میں مخبری کی کہ یہ شخص باغی ہے۔ سو مَیں بار بار اس گورنمنٹ عادلہ کو یاد دلاتا ہوں کہ میری مثال مسیح کی مثال ہے۔ مَیں اس دُنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں۔ مَیں کسی **خُونی مسیح** کے آنے کا قائل نہیں اور نہ **خُونی مہدی** کا منتظر۔ صلحکاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے۔ اور میں ان تمام باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں۔ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ بیدار طبعی سے میری حالت کو جانچے اور گورنمنٹ روم کی شتاب کاری سے عبرت پکڑے اور خودغرض مولویوں یا دوسرے لوگوں کی باتوں کو سند نہ سمجھ لیوے کہ میرے اندر کھوٹ نہیں اور میرے لبوں پر نفاق نہیں۔

اب میں پھر اپنے کلام کو اصل مقصد کی طرف رجوع دے کر ان مولوی صاحبوں کا نام ذیل میں درج کرتا ہوں جن کو مَیں نے مباہلہ کے لئے بلایا ہے۔ اور مَیں پھر ان سب کو اللہ جل شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کے لئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مباہلہ میں آویں۔ اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر اور تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار

کرتے ہیں مگر مفتری اور کذاب اور دجّال نام رکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفّر یا مکذب ہیں اور درحقیقت ہریک شخص جو باخدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہت رکھتا ہے وہ مکذّبین میں داخل ہے کیونکہ اگر مکذب نہ ہوتا تو ایسے شخص کے ظہور کے وقت جس کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ اس کی مدد کرو اور اس کو میرا سلام پہنچاؤ اور اس کے مخلصین میں داخل ہو جاؤ تو ضرور اس کی جماعت میں داخل ہو جاتا۔ اور صاف باطن فقرا کے لئے یہ موقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اور ہریک کدورت سے الگ ہو کر اور کمال تضرع اور ابتہال سے اس پاک جناب میں توجہ کر کے اس راز سربستہ کا اس کے کشف اور الہام سے انکشاف چاہیں اور جب خدا کے فضل سے انہیں معلوم کرایا جائے تو پھر جیسا کہ ان کی اتقا کی شان کے لائق ہے محبت اور اخلاص اور کامل رجوع سے ثواب آخرت حاصل کریں اور سچائی کی گواہی کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ مولویان خشک بہت سے حجابوں میں ہیں کیونکہ ان کے اندر کوئی سماوی روشنی نہیں۔ لیکن جو لوگ حضرت احدیت سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس سے انانیت کی تاریکیوں سے الگ ہو گئے ہیں وہ خدا کے فضل سے قریب ہیں اگرچہ بہت تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں مگر یہ امت مرحومہ اُن سے خالی نہیں۔

وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں

مولوی نذیر حسین دہلوی | شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ | مولوی عبد الحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری | مولوی رشید احمد گنگوہی | مولوی عبد الحق دہلوی مؤلف تفسیر حقانی | مولوی عبد العزیز لدھیانوی | مولوی محمد لدھیانوی | مولوی

محمد حسن رئیس لودھیانہ — سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ — مولوی احمد اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ امرتسری — مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری — مولوی عبد الجبار غزنوی

مولوی عبد الواحد غزنوی — مولوی عبد الحق غزنوی — محمد علی بھوپڑی واعظ — مولوی

غلام دستگیر قصور ضلع لاہور — مولوی عبد اللہ ٹونکی — مولوی اصغر علی لاہور — حافظ

عبد المنان وزیر آباد — مولوی محمد بشیر بھوپالی — شیخ حسین عرب یمانی — مولوی

محمد ابراہیم آرہ — مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ — مولوی احتشام الدین مراد آباد

مولوی محمد اسحق اجراوری — مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنو فرنگی محل — مولوی محمد فاروق

کانپور — مولوی عبد الوہاب کانپور — مولوی سعید الدین کانپور رامپوری — مولوی حافظ

محمد رمضان پشوری — مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ — مولوی محمد رحیم اللہ مدرس مدرسہ

اکبر آباد — مولوی ابو الانوار نواب محمد رستم علیخاں چشتی — مولوی ابو المؤید امروہی مالک

رسالہ مظہر الاسلام اجمیر — مولوی محمد حسین کوئلہ والا دہلی — مولوی احمد حسن صاحب

شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ — مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھہ ضلع سہارنپور

مولوی احمد علی صاحب سہارنپور — مولوی عبد العزیز دینانگر ضلع گورداسپور — قاضی

عبد الاحد خانپور ضلع راولپنڈی — مولوی احمد رامپور ضلع سہارنپور محلہ محل — مولوی محمد شفیع

رامپور ضلع سہارنپور | مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور | مولوی

عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور | مولوی محمد ابراہیم صاحب ویلوری

حال مقیم بنگلور | مولوی عبدالقادر صاحب بیارم پیٹی ساکن پیارم پیت علاقہ بنگلور | مولوی

محمد عباس صاحب ساکن دانمبادی علاقہ بنگلور | مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ | مولوی

امیر علی شاہ صاحب اجمیر | مولوی احمد حسن صاحب کنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد | مولوی

محمد عمر صاحب دہلی فراش خانہ | مولوی سبحان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور | مولوی حفیظ الدین

صاحب دوجانہ ضلع رہتک | مولوی فضل کریم صاحب نیازی غازی پور زمینا | مولوی حاجی عابد حسین صاحب

دیوبند

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں

غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی | میاں اللہ بخش صاحب سجادہ نشین

سلیمان صاحب تونسوی سنگھڑی | سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحب مہارا نوالہ

میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور | التفات احمد شاہ صاحب سجادہ نشین ردولے

مستان شاہ صاحب کابلی | محمد قاسم صاحب سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش حیدر آباد دکن

محمد حسین صاحب گدی نشین شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی | گدی نشین اوچہ شاہ جلال الدین صاحب بخاری

ظہور الحسین صاحب گدی نشین بٹالہ ضلع گورداسپور | صادق علی شاہ صاحب گدی نشین رتر چھتر

ضلع گورداسپور | سید صوفی خانصاحب مرادآبادی صابری چشتی | مہر شاہ صاحب سجادہ

نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی | مولوی قاضی سلطان محمود صاحب آہی اعوان والہ پنجاب | حیدر شاہ

صاحب جلال پور کنکیانوالہ | توکل شاہ صاحب انبالہ | مولوی عبداللہ صاحب تلونڈی والہ

محمد امین صاحب چکوتری علاقہ گجرات پنجاب | مولوی عبدالغنی صاحب جانشین قاضی اسمٰعیل

صاحب مرحوم بنگلور | مولوی ولی النبی شاہ صاحب نقشبندی رامپور دارالریاست

حاجی وارث علی شاہ صاحب مقام دیوا ضلع لکھنو | میر امداد علی شاہ صاحب سجادہ نشین

شاہ ابوالعلا نقشبند | سید حسین شاہ صاحب مودودی دہلی | عبداللطیف شاہ صاحب

خلف حاجی نجم الدین شاہ صاحب چشتی جودھپور | قطب علی شاہ صاحب دیوگڈھ علاقہ

اودے پور میواڑ | میرزا بادل شاہ صاحب بدایونی | مولوی عبدالوہاب صاحب

جانشین عبدالرزاق صاحب لکھنو فرنگی محل | علی حسین صاحب کچھوچھا ضلع فقیر آباد

شیخ غلام محی الدین صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور | حافظ صابر علی صاحب رامپور ضلع

سہارنپور | امیر حسین صاحب خلف پیر عبداللہ صاحب دہلی | منور شاہ صاحب فاضل پور

ضلع گوڑگانوہ قریب دہلی | محمد معصوم شاہ صاحب نبیرہ شاہ ابوسعید صاحب رامپور

دارالریاست	بدرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ	شاہ اشرف شاہ
صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ	مظہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا	
ضلع پٹنہ	لطافت حسین شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا	نثار علی شاہ صاحب
الور دارالریاست	وزیرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین مخدوم صاحب الور	
مولوی سلام الدین شاہ صاحب مہم ضلع رہتک	غلام حسین خاں شاہ صاحب	
ٹھانوی ضلع حصار	سید اصغر علی شاہ صاحب نیازی اکبرآباد	واجد علی شا
صاحب فیروزآباد ضلع اکبرآباد	سید احمد شاہ صاحب ہردوئی ضلع لکھنو	
مقصود علی شاہ صاحب شاہجہان پور	مولوی نظام الدین چشتی صابری جھجر	
مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڈھ ضلع خاص	محمود شاہ صاحب سجادہ نشین بہار ضلع خاص	

ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پیکٹ کر کے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہونچا ہو تو وہ اطلاع دیں تاکہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے۔

راقم میرزا غلام احمد از قادیان

یہ اشتہار دعوت قوم کے نام سے انجام آتھم کے صفحہ ۵۴ تا ۷۲ پر درج ہے

(۱۴۹)

سچائی کے طالبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری

جلسہ اعظم مذاہب٭ جو لاہور ٹون ہال میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سُنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نُور اس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف کے داغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے

حاشیہ ٭ سوامی شوگن چندر صاحب نے اپنے اشتہار میں مسلمانوں اور عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبوں کو قسم دی تھی کہ ان کے نامی علماء اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ضرور بیان فرماویں۔ سو ہم سوامی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم اس بزرگ قسم کی عزت کے لئے آپ کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے طیار ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ ہمارا مضمون آپ کے جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ اسلام وہ مذہب ہے جو خدا کا نام درمیان آنے سے سچے مسلمان کو کامل اطاعت کی ہدایت فرماتا ہے۔ لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ آپ کے بھائی آریوں اور پادری صاحبوں کو اپنے پرمیشر یا یسوع کی عزت کا کس قدر پاس ہے اور وہ ایسے عظیم الشان قدوس کے نام پر حاضر ہونے کے لئے مستعد ہیں یا نہیں۔ منہ

اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے **الہام** سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے ، جو **سب پر غالب آئے گا** اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سُنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہونگی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور کیونکہ خدا تعالیٰ نے **ارادہ فرمایا ہے** کہ اُس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ مَیں نے **عالم کشف** میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھُونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ **اللّٰہ اکبر۔ خربت خیبر۔** اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے اور وہ نورانی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں۔ جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھُل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا **ان اللّٰہ معک ان اللّٰہ یقوم اینما قمت** یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کر کے ان معارف کے سُننے کے لئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں

کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۲؍ دسمبر ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۵۰)

قابل توجہ ناظرین

اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اُسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل پر کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اُس **عیسیٰ علیہ السلام** کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے اور آنے والے نبی **حضرت محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے اور آنحضرتؐ کے بارے میں پیشگوئی کی تھی بلکہ ایک شخص **یسوع** نام کو مانتے ہیں جس کا **قرآن** میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو بٹمار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذب تھا اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے حق میں صاف فرما دیا ہے کہ اگر کوئی انسان ہو کر خدائی کا کرے تو ہم اس کو

جہنم میں ڈالیں گے*۔ اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسوع کے ذکر کرنے کے وقت اُس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی اگر نابینا نہ ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ اور اگر نیک اور ایماندار ہوتا تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات اس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام و نشان نہیں

* ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذالک نجزیہ جھنم کذالک نجزی الظالمین۔

(یہ اعلان آریہ دھرم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان طبع اوّل کے ٹائٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے)

---

(۱۵۱)

مولوی غلام دستگیر صاحب کے اشتہار کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کل ۲۴؍ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک قطعہ اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب میرے پاس پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف مباہلہ کے لئے مجھے بُلاتے ہیں اور ۲۵ شعبان ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر کرتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ اُسی وقت مولوی صاحب پر کوئی عذاب نازل ہو۔ اگر بعد میں ایک سال کے اندر نازل ہوا تو پھر وہ منظور نہیں۔ مگر مَیں ناظرین کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ مولوی صاحب کی سراسر زبردستی ہے۔ تمام احادیث صحیحہ

سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انتہائی میعاد اثر مباہلہ کی ایک برس رکھا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے وحی پا کر اپنے مباہلہ کا اثر بہت جلد مباھلین پر وارد ہونے والا بیان فرمایا ہے۔ سو اس سے برس کی میعاد منسوخ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حدیث میں جو ایک برس کی قید ہے اس سے بھی یہ مراد نہیں ہے کہ برس کا پورا گذر جانا ضروری ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ برس کے اندر عذاب نازل ہو۔ گو دو منٹ کے بعد نازل ہو جائے۔ سو مَیں بھی اس بات پر ضد نہیں کرتا کہ ضرور برس پورا ہو جائے۔ شاید خدا تعالےٰ بہت جلد اس تکفیر اور تکذیب کی پاداشن میں آسمانی عذاب نازل کرے۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ برس کے کس حصہ میں یہ عذاب نازل ہوگا۔ آیا ابتدا میں یا درمیان میں یا اخیر میں۔ اور مَیں مامور ہوں کہ مباہلہ کے لئے برس کی میعاد پیش کروں۔ اور مولوی صاحب موصوف اور ہریک شخص خوب جانتا ہے کہ برس کی میعاد مسنون ہے۔ کیونکہ لما حال الحول کا وہ لفظ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلا ہے۔ اگر مباہلہ کے لئے فوراً عذاب نازل ہونا شرط ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حَوْل کا لفظ مونہہ سے نہ نکالتے کیونکہ اس صورت میں کلام میں تناقض پیدا ہو جاتا ہے۔

ہاں یہ بات صحیح اور درست ہے کہ اگر مولوی غلام دستگیر صاحب مباہلہ میں کاذب اور کافر اور مفتری پر بمقابلہ مومن اور راستباز کے فوری عذاب نازل ہونا ضروری سمجھتے ہیں تو بہت خوب ہے۔ وہ اپنا فوری عذاب ہم پر نازل کر کے دکھلا دیں۔ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "مَیں تو نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں" ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوّت کے مدّعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوّت محمّدیہ اور باتباعِ

آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر یہ الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ اور اگر قرآنی الہامات سے کوئی کافر ہو جاتا ہے تو پہلے یہ فتویٰ کفر سید عبد القادر رضی اللہ عنہ پر لگانا چاہیئے کہ انہوں نے بھی قرآنی الہامات کا دعویٰ کیا ہے۔

غرض جبکہ نبوّت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجدّدیت کا دعویٰ ہے۔ اور مولوی غلام دستگیر صاحب مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھیراتے ہیں اور اپنے تئیں مومن قرار دیتے ہیں جو قرآن شریف کے بیان کے موافق ولی اللہ ہوتا ہے اور شیخ محمد حسین بطالوی کے فتویٰ میں ان تمام علماء نے مجھے اکفر قرار دیا ہے۔ یعنی یہ شخص کُفر میں یہود اور نصاریٰ سے بڑھ کر ہے۔ پھر جس حالت میں نجران کے نصاریٰ کو فوری عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا تو مولوی صاحب جو عالم اسلام ہو کر بزعم خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گدّی پر بیٹھے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ایسے شخص کے لئے جو اُن کی نظر میں اکفر ہے نجران کے نصاریٰ سے بھی جلد تر عذاب نازل ہونے کا وعدہ کریں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مُباہلہ میں فریقین کی ہر یک فریق مقابل کے عذاب کے لئے درخواست ہوتی ہے۔ کیونکہ مُباہلہ دوسرے لفظوں میں ملاعنہ ہے۔ یعنی کاذب کے لئے خواہ فریقین میں سے کوئی کاذب ہو عذاب کی درخواست۔ پس یہ مولوی صاحب موصوف کی کس قدر زبردستی ہے کہ اپنے عذاب کے اثر کی تو کوئی میعاد نہیں ٹھیراتے اور مجھ سے فوری عذاب مانگتے ہیں۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کے الہام کے موافق ایک سال کا وعدہ کرتا ہوں۔ اگر مولوی صاحب کے نزدیک یہ وعدہ خلاف سنت ہے تو کوئی ایسی صحیح حدیث پیش کریں جس سے سمجھا جائے کہ فوری عذاب مُباہلہ کے لئے شرط ضروری ہے یعنی یہ کہ فوراً کاذب یا مکذب کے صدق کا اثر فریق ثانی پر ظاہر ہو۔ حضرت مولوی غلام دستگیر

صاحب کو کافر بنانے کا بہت ہی شوق ہے۔ لہذا ہم ان کو خوشخبری دیتے ہیں کہ اب عبد الحق غزنوی کے مُباہلہ کے بعد آٹھ ہزار تک ہماری جماعت پہنچ گئی ہے۔ گویا امت محمدیہ میں سے آٹھ ہزار آدمی کافر ہو کر اس دین سے خارج ہو گیا۔ یقین ہے کہ آیندہ سال تک اٹھاراں ہزار تک عدد پہنچ جاوے گا۔

بالآخر یاد رہے کہ مولوی صاحب موصوف نے اوّل ایک سال کا وعدہ اپنے خطوط میں قبول کر لیا تھا۔ مگر یہ شرط کی تھی کہ تمام جہان کے مسلمان جو آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتے مرجائیں۔ اب اس اشتہار میں مولوی صاحب نے تمام جہان کی جان بخشی کی اور بجائے اس کے اپنے نفس کے لئے فوری عذاب کو پیش کر دیا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک ضرورت کے وقت کذب کا استعمال بھی جائز ہے۔ بھلا ہم حضرت موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ کب اور کس وقت میرے دوست مولوی حکیم فضل دین صاحب آپ سے ڈر کر قادیان میں بھاگ آئے تھے۔ کیا آپ نے حکیم صاحب موصوف کو خود نہیں لکھا تھا کہ "میں تم سے خطاب نہیں کرنا چاہتا۔ براہ راست خود خط لکھوں گا" خیر ہمیں اس کذب پر کچھ افسوس بھی نہیں۔ جب آپ نے ہمیں اکفر بنایا۔ بے دین بنایا۔ دجّال بنایا۔ تکفیر کے لئے حرمین تک وہ تکلیف اُٹھائی کہ بیچارے شیخ بطالوی کو بھی نہ سوجھی تو یہ کذب تو ایک ادنیٰ بات ہے۔ جزاک اللہ!!!

الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶ کے ۲ صفحہ پر ہے)

(۱۵۲)

اتمامِ حُجّت علی العلماء[ل]

ماسوا اس کے مَیں دوبارہ حق کے طالبوں کے لئے عام اعلان دیتا ہوں کہ اگر وہ اب بھی نہیں سمجھے تو نئے سرے اپنی تسلی کر لیں اور یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ سے چھ طور کے نشان میرے ساتھ ہیں۔

اوّل۔ اگر کوئی مولوی عربی کی بلاغت فصاحت میں میری کتاب کا مقابلہ کرنا چاہے گا تو وہ ذلیل ہوگا۔ مَیں ہر ایک متکبر کو اختیار دیتا ہوں کہ اسی عربی مکتوب کے مقابل پر طبع آزمائی کرے۔ اگر وہ اس عربی کے مکتوب کے مقابل پر کوئی رسالہ بالالتزام مقدار نظم و نثر بنا سکے اور ایک مادری زبان والا جو عربی ہو قسم کھا کر اس کی تصدیق کر سکے تو مَیں کاذب ہوں۔

دوم۔ اور اگر یہ نشان منظور نہ ہو تو میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جاوے۔ اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں ان کی تفسیر مَیں بھی عربی میں لکھوں اور میرا مخالف بھی لکھے۔ پھر اگر مَیں حقائق معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی مَیں جھوٹا ہوں۔

سوم۔ اور اگر یہ نشان بھی منظور نہ ہو تو ایک سال تک کوئی مولوی نامی مخالفوں میں سے میرے پاس رہے۔ اگر اس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر نہ ہو تو پھر بھی مَیں جھوٹا ہوں گا۔

چہارم۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو ایک تجویز یہ ہے کہ بعض نامی مخالف اشتہار

[ل] یہ سُرخی مرتب کی طرف سے ہے (المرتب)

دے دیں کہ اس تاریخ کے بعد ایک سال تک اگر کوئی نشان ظاہر ہو تو ہم توبہ کریں گے اور مصدق ہو جائیں گے۔ پس اس اشتہار کے بعد اگر ایک سال تک مجھ سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو خواہ پیشگوئی ہو یا اور تو مَیں اقرار کروں گا کہ مَیں جھوٹا ہوں۔

پنجم ۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے نامی مخالف مجھ سے مُباہلہ کرلیں۔ پس اگر مُباہلہ کے بعد میری بد دُعا کے اثر سے ایک بھی خالی رہا، تو مَیں اقرار کروں گا کہ مَیں جھوٹا ہوں۔

یہ طریق فیصلہ ہیں جو مَیں نے پیش کئے ہیں۔ اور مَیں ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اب سچے دل سے ان طریقوں میں سے کسی طریق کو قبول کریں۔ یعنی یا تو میعاد دو ماہ میں جو مارچ ۱۸۹۷ء کی دس۱۰ تاریخ تک مقرر کرتا ہوں۔ اس عربی رسالہ کا ایسا ہی فصیح بلیغ جواب چھاپ کر شائع کریں یا بالمقابل ایک جگہ بیٹھ کر زبان عربی میں میرے مقابل میں سات آیت قرآنی کی تفسیر لکھیں اور یا ایک سال تک میرے پاس نشان دیکھنے کے لئے رہیں اور یا اشتہار شائع کرکے اپنے ہی گھر میں میرے نشان کی ایک برس تک انتظار کریں اور یا مُباہلہ کرلیں۔

ششم ۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی نہ کریں تو مجھ سے اور میری جماعت سے سات سال تک اس طور سے صلح کرلیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بد زبانی سے مُونہہ بند رکھیں اور ہر ایک کو محبت اور اخلاق سے ملیں اور قہرِ الٰہی سے ڈر کر ملاقاتوں میں مسلمانوں کی عادت کے طور پر پیش آویں۔ ہر ایک قسم کی شرارت اور خباثت کو چھوڑ دیں۔ پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں۔ اور جیسا کہ مسیحؑ کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مر جانا ضروری ہے، یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے۔ یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ

سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے اور دُنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے تو مَیں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں اپنے تئیں کاذب خیال کر لوں گا۔ اور خدا جانتا ہے کہ مَیں ہر گز کاذب نہیں۔ یہ سات برس کچھ زیادہ سال نہیں ہیں اور اس قدر انقلاب اس تھوڑی مدت میں ہو جانا انسان کے اختیار میں ہرگز نہیں۔ پس جبکہ مَیں سچے دل سے اور خدا تعالےٰ کی قسم کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہوں۔ اور تم سب کو اللہ کے نام پر صلح کی طرف بُلاتا ہوں تو اب تم خدا سے ڈرو۔ اگر مَیں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہوں تو مَیں تباہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ خدا کے مامور کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔

یہ یاد رہے کہ معمولی بحثیں آپ لوگوں سے بہت ہو چکی ہیں۔ اور عیسٰی علیہ السّلام کی وفات قرآن اور حدیث سے بپایہ ثبوت پہنچ گئی۔ اس طرف سے کتابیں تالیف ہو کر لاکھوں انسانوں میں پھیل گئیں۔ طرف ثانی نے بھی ہر یک تلبیس اور تزویر سے کام لیا۔ پاک کتابوں کے نیک روحوں پر بڑے بڑے اثر پڑے اور ہزارہا سعید لوگ اس جماعت میں داخل ہو گئے اور تقریری اور تحریری بحثوں کے نتیجے اچھی طرح کھُل گئے۔ اب پھر اُسی بحث کو چھیڑنا، یا فیصلہ شدہ باتوں سے انکار کرنا محض شرارت اور بے ایمانی ہے کتابیں موجود ہیں۔ ہاں عین مُباہلہ کے وقت پھر ایک گھنٹہ تک تبلیغ کر سکتا ہوں۔ پس فیصلہ کی یہی راہیں ہیں جو مَیں نے پیش کی ہیں۔ اب اس کے بعد جو شخص طے شُدہ بحثوں کی ناحق درخواست کرے گا مَیں سمجھوں گا کہ اس کو حق کی طلب نہیں بلکہ سچائی کو ٹالنا چاہتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اصل مسنون طریق مُباہلہ میں یہی ہے کہ جو لوگ ایسے مدعی کے ساتھ مُباہلہ کریں جو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ رکھتا ہو اور اس کو کاذب یا کافر ٹھیراویں وہ ایک جماعت مُباہلین کی ہو۔ صرف ایک یا دو آدمی نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت

کریمہ فقل تعالوا میں تعالوا کے لفظ کو بصیغہ جمع بیان فرمایا ہے۔ سو اُس نے اس جمع کے صیغہ سے اپنے نبی کے مقابل پر ایک جماعت مکذبین کو مُباہلہ کے لئے بُلایا ہے نہ شخص واحد کو۔ بلکہ من حاجّك کے لفظ سے جھگڑنے والے کو ایک شخص واحد قرار دے کر پھر مطالبہ جماعت کا کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی جھگڑنے سے باز نہ آوے اور دلائل پیش کردہ سے تسلّی نہ پکڑے تو اُس کو کہہ دو کہ ایک جماعت بن کر مُباھلہ کے لئے آویں۔ سو اسی بنا پر ہم نے جماعت کی قید لگا دی ہے جس میں یہ صریح فائدہ ہے کہ جو امر خارق عادت بطور عذاب مکذّبین پر نازل ہو وہ مشتبہ نہیں رہے گا مگر صرف ایک شخص میں مشتبہ رہنے کا احتمال ہے۔

اس جگہ اس بات کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ تمام مخالفین کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر اس کتاب کی اشاعت کے بعد کوئی مخالف مباہلہ کے لئے طیار ہو جائے اور اس کے اشتہارات بھی چھپ جاویں تو ہر ایک مُباہلہ کے خواہشمند پر واجب ہوگا کہ اسی کے ساتھ شامل ہو کر مُباہلہ کر لے۔ اور اگر کوئی ایسا نہ کرے اور پھر کسی دوسرے وقت میں مُباہلہ کی درخواست بھیجے تو ایسی درخواست منظور نہیں کی جاوے گی اور ایسا شخص کسی طور سے قابل التفات نہیں سمجھا جاوے گا۔ چاہیئے کہ ہر ایک شخص ہمارے اِس اشتہار کو یاد رکھے اور اس کے موافق کاربند ہو۔

(یہ اشتہار ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۰ سے ۳۶ تک متن میں ہے)

(۱۵۲)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی

الاشتہار مُستیقناً بوحی اللّٰہ القہّار

دوستو اِک نظر خُدا کیلئے
سیّد الخلق مُصطفےٰ کیلئے

مَیں ہردم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے اور اس سے بڑھ کر اَور کونسا دردکا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ایک مُشتِ خاک کو ربّ العالمین سمجھا گیا ہے مَیں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے۔ اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اُس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو مریم اور اُس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کردوں۔ سو اب اُس نے چاہا ہے کہ ان دونو کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھادے۔ سو اب دونو مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔

کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائینگے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد رُوحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اُتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں مگر مسیح ایک اور بھی ہے جو اس وقت بول رہا ہے۔ خدا کی غیرت دکھلا رہی ہے کہ اُس کا کوئی ثانی نہیں۔ مگر انسان کا ثانی موجود ہے۔ اس نے مجھے بھیجا تا میں اندھوں کو آنکھیں دوں جو نہ چند سال سے بلکہ انیس سو برس سے برابر اندھے چلے آتے ہیں۔ دُنیا میں ایک رسُول آیا تا کہ اُن بہروں کو کان بخشے کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صدہا سال سے بہرے ہیں۔ کون اندھا ہے اور کون بہرا۔ وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا اور نہ اس رسول کو جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسُول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قائم کیا اور پھر با اخلاق انسان سے باخدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا۔ وہی رسُولؐ ہاں وہی آفتاب صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مُردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اُٹھے اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا۔ نہ یسُوع کی طرح صرف لاف و گزاف۔ جس نے مکّہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی

کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دُنیا کا حقیقی نور وہی تھا جس نے دُنیا کو تاریکی میں پا کر فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا۔ اس کی پہلی دنیا کیا تھی۔ اور پھر اس کے آنے کے بعد کیا ہوئی۔ یہ ایک سوال نہیں ہے جس کے جواب میں کچھ وقت ہو۔ اگر ہم بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کریں تو ہمارا کانشنس ضرور اس بات کے منوانے کے لئے ہمارا دامن پکڑے گا کہ اس جناب عالی سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک مُلک کے لوگ بھول گئے تھے اور اُس سچے معبود کی عظمت اوتاروں اور پتھروں اور ستاروں اور درختوں اور حیوانوں اور فانی انسانوں کو دی گئی تھی اور ذلیل مخلوق کو اس ذوالجلال و قدوس کی جگہ پر بٹھایا تھا۔ اور یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے جن میں سے ایک یسُوع بھی تھا تو پھر اس رسُول کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے پہاڑ پر کیا تھا۔ وہ کیا دعویٰ تھا۔ وہ یہی تھا کہ آپ نے فرمایا کہ خدا نے دُنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پا کر اس تاریکی کو مٹانے کے لئے مجھے بھیجا ہے یہ صرف دعویٰ نہ تھا بلکہ اس رسُول مقبول نے اس دعویٰ کو پُورا کر کے دکھلا دیا۔ اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے اُن کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اسے سب لوگو اُٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دُنیا میں کوئی نظیر نہیں۔ یسُوع نے زبان سے تو بہت کچھ کہا مگر عملی طور پر کسی خرابی کے زہریلے درخت کو دُنیا سے نہیں کاٹا۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ اس نے کم عقل عورتوں اور بچوں کی طرح خودکشی کی تو اس سے اور بھی زیادہ اس کی حالت پر افسوس آئے گا کہ اگر ہمدردی کی اس کو کچھ سُوجھی بھی تو احمقانہ راہ سوجھی۔ اندھے مخلوق پرستوں نے اُس بزرگ رسُولؐ

کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے اپنی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسول شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات کو لکھ رکھو کہ اب کے بعد مُردہ پرستی روز بروز کم ہوگی یہانتک کہ نابود ہو جائیگی کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا۔ کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو رد کردے گا۔ کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دیں گے۔ اے سُننے والو سُنو اور اے سوچنے والو سوچو اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا نور ہے چمکے گا۔ یہ سخت ظلم کیا گیا ہے جو ابنِ مریم کو خدا بنایا گیا۔ وہ صرف ایک انسان ہے اور موسوی شریعت کے خادموں میں سے ایک نبی۔ تم نے اُس کو نہیں دیکھا مگر میں نے بارہا اس کو دیکھا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی اس کو نہیں جانتا مگر میں جانتا ہوں۔ وہ ایک سعادتمند انسان ہے جو موسیٰ کی عظمت کا قائل اور ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی بزرگیوں پر بدل و جان ایمان لایا ہے اور ہماری طرح اس راہ میں فدا ہے اگر وہ اس وقت دُنیا میں آتا اور دیکھتا کہ مجھے خدا بنایا گیا اور میرا کفّارہ گھڑا گیا تو وہ اپنی ناچیز ہستی اور اس بے جا تعریف کو خیال میں لا کر مارے شرم کے مَرنے کو قبول کرتا اور خدا سے اپنی مغفرت چاہتا۔ پھر بتلاؤ اُس کی خدائی پر کونسی دلیل تمہارے پاس ہے کیا یہی کی باتوں یا حواریوں کی باتوں سے اُس کی خدائی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ اُس کی یا اُس کے دوستوں کی باتوں سے خدائی کا دعویٰ پایا جاتا ہے تو یہ نرا دعویٰ ہوگا جو بغیر ثبوت ایک کوڑی کی قیمت نہیں رکھتا۔ حالانکہ انجیل کی رُو سے یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ انجیل یہ کہیں بیان نہیں کرتی کہ مریمؑ کے صاحبزادہ نے کبھی مردِ میدان بن کر خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ بلکہ جب یہودیوں نے ایک دفعہ اُسے ڈانٹا تو یسوع نے اپنی خدائی سے انکار کیا اور کہا کہ میں کوئی کلمہ ایسا مُنہ پر نہیں لایا جو تمہارے بزرگوں کے کلمات سے بڑھ کر ہو۔ پھر اگر یہ خیال ہو کہ پہلی کتابوں کی پیشگوئیوں میں اس کی خدائی

لکھی ہوئی ہے تو اس خیال سے زیادہ کوئی خیال بیہودہ نہیں ہوگا۔کیونکہ اگر پہلی کتابوں کی پیشگوئیوں یا اُن کی تعلیم کی رُو سے یہ فیصلہ ہو جاتا کہ مریم کا بیٹا خدا ہے تو یہود اب تک کیونکر منکر رہ سکتے تھے۔ کوئی عقل قبول نہیں کر سکتی کہ یہودیوں کی کتابوں میں ایک خدا کے پیدا ہونے کی پیشگوئیاں موجود تو ہوں اور اس خدا کے ماننے کے لئے پیغمبروں کی کھلی کھلی وصیتیں کتابوں میں لکھی گئی ہوں اور کئی ہزار برس سے تثلیث کی تعلیم اُن میں مسلسل چلی آتی ہو۔ پھر وہ ایسے خدا اور ایسی تعلیم سے انکار کر کے اس ایمان کو ضائع کریں جو اُن کو متواتر سکھلایا گیا تھا۔ نہیں بلکہ یہ عیسائیوں کی شرارت اور حماقت ہے جو ایسا سمجھتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ وہ تمام پیشگوئیاں جن کے غلط معنے کر کے یسُوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔ پیغمبروں کی تعلیم سے اب تک یہودیوں کے ذہن میں محفوظ ہیں جو مسیح سے پہلے اپنے وقتوں میں پُوری بھی ہو چکیں۔ اگر یہودیوں کو کسی خدا کا وعدہ دیا گیا تھا تو یہ تو ممکن تھا کہ وہ یسُوع کو نہ مانتے مگر ایسا کب ہو سکتا تھا کہ سب سے تمام فرقے یہودیوں کے ایسی بزرگ پیشگوئی سے مُنکر ہو جاتے اور کبھی آگے یا پیچھے کوئی فرقہ اُن میں ایسے خدا کا منتظر نہ پایا جاتا۔

یہ بات نہایت صفائی سے فیصلہ کرتی ہے کہ اُن نالائق عیسائیوں نے ناحق بیوجہ ایک انسان کے بچہ کو خدا بنا دیا ہے۔ اسی وجہ سے پہلی ہی صدی سے آجتک اُن میں ایک فرقہ موحد بھی چلا آتا ہے جو یسُوع کو صرف انسان سمجھتا ہے۔ پس جبکہ گھر میں ہی اس عقیدہ پر اتفاق نہیں تو پھر اس نااتفاقی کے ساتھ جب یہودیوں کی سخت مخالفت کو بھی دیکھا جائے جو اس عقیدہ میں عیسائیوں کے ساتھ رکھتے ہیں تو اس کامل ثبوت سے عیسائی اس چور کی طرح پکڑے جاتے ہیں جو عین نقب زنی کے وقت گرفتار کیا جائے۔ اگر کسی مجسم خدا کے آنے کے بارے میں یہودیوں کی کتابوں میں کوئی ایک پیشگوئی بھی ٹوٹی پھوٹی ہوتی تو یہودی گو کیسا ہی تعصب کرتے تو زیادہ سے زیادہ تعصب

اُن کا یہی ہوتا کہ اس خدا کے ظہور کو کسی آیندہ زمانہ پر ڈال دیتے نہ یہ کہ ایسے عقیدہ پر ہزاروں لعنتیں بھیجتے۔ توریت کی تعلیم سے یہودیوں کو کہاں اور کدھر گریز تھی۔ یہودی تو توریت کے موافق خدا کو پیدائش اور موت سے پاک سمجھتے ہیں لیکن افسوس کہ مُردہ کو خدا ٹھیرانے سے عیسائیوں کا کانشنس مَرگیا۔ اُن کے پاس اس مُردہ کے خدا بنانے کے بارے میں کوئی بھی دلیل نہیں۔ بعض عیسائی انصاف پر آکر اس بات کو قبول کر لیتے ہیں کہ بیشک پہلی کتابوں کی پیشگوئیاں یسوع کی خدائی پر دلیل نہیں ہو سکتیں اور بیشک ان کو دلیل سمجھنا ایمان اور دیانت سے لڑائی ہے۔ لیکن یسوع کے معجزات اس کی خدائی پر بیشک ایک دلیل ہے۔ مگر اُن کو سمجھنا چاہیئے کہ اوّل تو یسُوع معجزات سے انکار کرتا ہے[1] پس جبکہ بعض جگہ کچھ اقرار اور بعض جگہ صریح انکار ہے تو اس متناقض امر سے ایک محقق کی نظر میں یہی ثابت ہوگا کہ شاید یسُوع نے بعض اوقات فریب کے طور پر نادانوں کو بازیگروں کی طرح کوئی کھیل دکھلایا ہو۔ اور پھر جب داناؤں نے اس سے معجزہ مانگا تو کانوں پر ہاتھ رکھ لیا کہ میں معجزہ نہیں دکھلاؤں گا۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی کیمیا گر اور جن دکھلانے والے اور غیب سے روپیہ منگانے والے ایسے ہی ہتھکنڈے کرتے پھرتے ہیں۔ اور یسُوع کی طرح بے وقوفوں اور احمقوں کو سب کچھ دکھلا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی کسی دانا کے پنجہ میں پھنس جائیں تو فی الفور سمجھ جاتے ہیں کہ اب شاید فریب ظاہر ہوکر چند سال کے لئے جیل خانہ میں جائیں گے اس وقت صاف منکر ہو جاتے ہیں کہ نہیں کیمیا معلوم ہے اور نہ ہمارے جن تابع ہیں اور نہ ہمیں کوئی دست غیب یاد ہے۔ افسوس

[1] یسوع نے تمام عمر میں معجزہ کے بارے میں صرف یہ دعوی کیا تھا کہ میں ہیکل کو مسمار کرکے تین دن میں بنا سکتا ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اوباشانہ دعوی ہے۔ بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ یہودی اپنے مقدس مکان کو جس پر لکھوکھا روپیہ خرچ ہو چکا تھا اس کے ہاتھ سے مسمار کرا دیتے۔ پھر اگر وہ اپنی قدیم عادت کے موافق بھاگ جاتا تو کس کو پکڑتے۔ منہ •

صد افسوس کہ یسوعؑ کی تمام زندگی انہیں باتوں میں گذری۔ جو کبھی کراماتی بنے اور کبھی آزمانے والوں کی زیرکی دیکھ کر کرامات سے منکر ہوئے۔ خدا بن کر یہ بزدلی یہ دورنگی اور یہ مکر و فریب، یہ کیسا خدا تھا۔

علاوہ اس کے اگر معجزہ کے ساتھ کوئی شخص خدا بن سکتا ہے تو موسیٰؑ کے معجزات میں یسوعؑ سے صدہا مرتبہ زیادہ شوکت و عظمت پائی جاتی ہے۔ اور یسوعؑ خود مانتا ہے کہ جھوٹے نبی اقتداری معجزات دکھلائیں گے۔ اگر اقتداری معجزات دکھلانے والا جھوٹا اور بدمعاش ہوتا ہے تو یسوعؑ کے حق میں کیا کہیں اور کیا لکھیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یسوعؑ بچارہ پر خدائی کی تہمت ہے۔ عیسائیوں کی مشرکانہ تعلیم کا تمام مدار اُس شریر انسان کی باتوں پر ہے جس کا نام پولس تھا۔ اس کے عیسائی ہونے کا یہ سبب تھا کہ یہ شخص سردار کاہن کی لڑکی پر عاشق ہوگیا تھا مگر سردار کاہن نے اس کو لڑکی نہ دی۔ تب اس نے عہد کیا کہ میں یہودیوں کو بہت خراب کروں گا اور وہیں اُس نے ایک جھوٹا خواب بنایا کہ گویا اس کو یسوعؑ نظر آگیا اور اس طرح عیسائیوں میں اپنی جمعداری قائم کرلی۔

بہرحال خوب سوچو اور سمجھو کہ سچے مذہب کا خدا ایسا مطابق عقل اور نور فطرت چاہیئے کہ جس کا وجود اُن لوگوں پر بھی حجت ہوسکے جو عقل تو رکھتے ہیں مگر ان کو کتاب نہیں ملی۔ غرض وہ خدا ایسا چاہیئے جس میں کسی زبردستی اور بناوٹ کی بو نہ پائی جائے سو یاد رہے کہ یہ کمال اس خدا میں ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے اور دنیا کے تمام مذہب والوں نے یا تو اصل خدا کو بالکل چھوڑ دیا ہے جیسا کہ عیسائی اور یا ناواجب صفات اور اخلاق ذمیمہ اس کی طرف منسوب کر دیئے ہیں جیسا کہ یہودی اور یا واجب صفات سے اس کو علیحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین اور آریہ۔ مگر اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت سے نظر آرہا ہے۔ اسلام نے

کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نور قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے۔ اور دوسری علامت سچے مذہب کی یہ ہے کہ مُردہ مذہب نہ ہو بلکہ جن برکتوں اور عظمتوں کی ابتدا میں اس میں تخم ریزی کی گئی تھی، وہ تمام برکتیں اور عظمتیں نوع انسان کی بھلائی کے لئے اس میں اخیرِ دُنیا تک موجود رہیں تا موجودہ نشان گذشتہ نشانوں کے لئے مصدق ہو کر اس سچائی کے نُور کو قصہ کے رنگ میں نہ ہونے دیں۔ سو مَیں ایک مدّت دراز سے لکھ رہا ہوں کہ جس نبوت کا ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا تھا اور جو دلائل آسمانی نشانوں کے آنجناب نے پیش کئے تھے وہ اب تک موجود ہیں اور پیروی کرنے والوں کو ملتے ہیں تا وہ معرفت کے مقام تک پہنچ جائیں۔ اور زندہ خدا کو براہ راست دیکھ لیں۔ مگر جن نشانوں کو یسُوع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ان کا دُنیا میں نام و نشان نہیں۔ صرف قصے ہیں۔ لہٰذا یہ مُردہ پرستی کا مذہب اپنے مُردہ معبود کی طرح مُردہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک سچائی کا بیان صرف قصوں تک کفایت نہیں کر سکتا۔ کونسی قوم دُنیا میں ہے جن کے پاس کراماتوں اور معجزوں کے قصے نہیں۔ پس یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ وہ صرف قصوں کی ناقص اور ناتمام تسلی کو پیش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ڈھونڈنے والوں کو زندہ نشانوں سے اطمینان بخشتا ہے اور اس شخص کو جو حق کا طالب ہو اُس کو چاہیئے کہ صرف بیہودہ مُردہ پرستی پر کفایت نہ کرے۔ بلکہ نہایت ضروری ہے کہ محض ذلیل قصوں پر سرنگوں نہ ہو۔ ہم دُنیا کے بازار میں اچھی چیزوں کے خریدنے کے لئے آئے ہیں۔ ہمیں نہیں چاہیئے کہ کوئی مغشوش چیز خرید کر نقد ایمان ضائع کریں۔ زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلا واسطہ مُلہَم کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلا واسطہ مُلہَموں کو دیکھ سکیں۔ سو میں تمام دُنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا

خدا ہے۔ وہ مُردے ہیں نہ خدا جن سے اب کوئی ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ اس کے نشان نہیں دیکھ سکتا۔ سو جس کا خدا مُردہ ہے۔ وہ اُس کو ہر میدان میں شرمندہ کرتا ہے۔ اور ہر میدان میں اُسے ذلیل کرتا ہے اور کہیں اس کی مدد نہیں کر سکتا ہے۔ اس اشتہار کے دینے سے اصل غرض یہی ہے کہ جس مذہب میں سچائی ہے وہ کبھی اپنا رنگ نہیں بدل سکتی۔ جیسے اوّل ہے ویسے ہی آخر ہے۔ سچّا مذہب کبھی خشک قصہ نہیں بن سکتا سو اسلام سچّا ہے۔ مَیں ہر ایک کو کیا عیسائی کیا آریہ اور کیا یہودی اور کیا برہمو اِس سچّائی کے دکھلانے کے لئے بلاتا ہوں۔ کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مُردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا زندہ خدا ہے۔ وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دُنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مُردہ خدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس باہم امتحان کے لئے چالیس دن کافی ہیں۔

افسوس کہ اکثر عیسائی شکم پرست ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی فیصلہ ہو ورنہ چالیس دن کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ آتھم کی طرح اس میں تو کوئی شرط نہیں۔ اگر مَیں جھوٹا نکلوں تو ہر ایک سزا کا مستوجب ہوں۔ لیکن دُعا کے ذریعہ سے مقابلہ ہوگا جس کا سچّا خدا ہے بلاشبہ وہ سچّا رہے گا۔ اس باہمی مقابلہ میں بیشک خدا مجھے غالب کرے گا۔ اور اگر مَیں مغلوب ہوا تو عیسائیوں کے لئے فتح ہوگی جس میں میرا کوئی جواب نہیں۔ اور جو تاوان مقرر ہو اور میری مقدرت کے اندر ہو دوں گا۔ لیکن اگر مَیں غالب ہوا تو عیسائی مقابل کو مُردہ خدا سے دست بردار ہونا ہوگا اور بلا توقف مسلمان ہونا پڑے گا اور پہلے ایک اشتہار انہیں شرائط کے ساتھ بہ ثبت شہادت دہ کس معزز آدمیوں کے دینا ہوگا۔ اس سے روز کا جھگڑا طے ہو جائے گا۔ اور اگر اب

عیسائیوں نے مُنہ پھیرا تو اس کا یہی سبب ہوگا کہ ان کو مُردہ خدا کی مدد پر بھروسہ نہیں۔ افسوس کہ عیسائی بار بار آتھم کا ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ آتھم الہام کی میعاد میں قبر میں جا پہنچا اور وہ مُردہ خدا اُس کو بچا نہ سکا کیونکہ مُردہ مُردہ کو مدد نہیں دے سکتا۔ جو معقول شرط چاہیں مجھ سے کرلیں۔ مَیں میدان میں کھڑا ہوں۔ اور صاف صاف کہتا ہوں کہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک مُردہ ہے جس کو امتحان کرنا ہو میرے مقابلہ میں آوے۔

لعنتی ہے وہ دل جو بغیر مقابلہ کے انکار کرے اور پلید ہے وہ طبیعت جو بغیر آزمائش کے منکر رہے۔ اے حق کے طالبو۔ مُردہ پرستی کے مذہب کو جلد چھوڑو کہ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک مُردہ ہے۔ کیا اس مُردہ میں طاقت ہے کہ میرے مقابلہ میں اپنے کسی پرستار کو طاقت بخشے نہیں ہرگز نہیں تمام مُردے خدا میرے پیروں کے نیچے ہیں یعنی قبروں میں اور زندہ خدا میرے سر پر ہے۔ کوئی ہے۔ پھر مَیں کہتا ہوں کہ کوئی ہے کہ اس آزمائش میں میرے مقابل پر آوے مُردہ پرست کبھی نہیں آئیں گے۔ مُردار کھائیں گے مگر سچائی کا پھل کبھی نہیں کھائیں گے۔ دیکھو زندہ مذہب میں یہ طاقت ہے کہ اس کے پابند آسمانی رُوح اپنے اندر رکھتے ہیں۔

مُردوں کو جانے دو زندوں کے ساتھ ہو جاؤ

والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۱۴؍ جنوری ۱۸۹۷ء

رسائل اربعہ | انجام آتھم[1]، خدا کا فیصلہ[2]، دعوت قوم[3] مکتوب عربی بنام علماء مع ترجمہ فارسی چھپ کر تیار ہے۔ جو صاحب چاہیں قیمت روانہ کر کے یا بذریعہ ویلیو پی ایبل منگا سکتے ہیں۔ قیمت عہ ہے۔ واقعی یہ رسائل خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور شعائر اللہ ہیں اور درحقیقت ایک ربانی فیصلہ ہے۔ دیکھو اور ضرور دیکھو۔ ۱۲

(دوسرا اشتہار ایک ہزار روپیہ کے انعام کیساتھ)

میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یسوع کی پیشگوئیوں کی نسبت میری پیشگوئیاں اور میرے نشان زیادہ ثابت ہیں۔ اگر کوئی پادری میری پیشگوئیوں اور میرے نشانوں کی نسبت یسوع کی پیشگوئیاں اور نشان ثبوت کے رُو سے قوی تر دکھلا سکے تو مَیں اُس کو ایک ہزار روپیہ نقد دُوں گا +

(مرزا غلام احمد)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ۸ صفحوں پر ہے اور رسالہ انجام آتھم کے تتمہ میں شامل ہے)

---

(۱۵۴)

اتمامِ[1] حُجت

بالآخر مَیں پھر ہر یک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور

---

[1] یہ سُرخی مرتب نے قائم کی ہے (المرتب)

اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے تمام غیر مذہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں۔ میں ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ

قرآن شریف

اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رُو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ[1] کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے[1]۔ اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دُنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے اُن کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے

---

[1] جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس زمانہ میں اسلام میں کوئی اہل کرامت موجود نہیں وہ اندھا اور دل سیاہ ہے۔ اسلام وہ مذہب ہے کہ کسی زمانہ میں اہل کرامت سے خالی نہیں رہا۔ اور اب تو اتمام حجت کے لئے کرامات کی نہایت ضرورت ہے اور وہ صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے حسب المراد پیدا ہو گئی ہے کوئی شخص نہیں کہ کرامت نمائی میں اسلام کے مقابل پر ٹھیر سکے۔ منہ

ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانو! تمہیں مُردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟ اور مُردار کھانے میں کیا لذت؟!!! آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسیٰؑ کا طُور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چُپ ہو گیا آج وہ "ایک مسلمان" کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا ایک مُردہ کفن میں لپیٹا ہوا۔ پھر کیا ہے؟ کیا ایک مُشت خاک۔ کیا یہ مُردہ خدا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرا آؤ! ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ۔ اور اس سڑے گلے مُردہ کا میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

دیکھو میں تمہیں کہتا ہوں کہ چالیس دن نہیں گذریں گے کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کرے گا۔ ناپاک ہیں وہ دل جو سچے ارادہ سے نہیں آزماتے اور پھر انکار کرتے ہیں۔ اور پلید ہیں وہ طبیعتیں جو شرارت کی طرف جاتی ہیں نہ طلب حق کی طرف۔

او میرے مخالف مولویو! اگر تم میں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو۔ اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔ میں اتمام حجت کر چکا۔ اب جب تک تم اِس حجت کو نہ توڑ لو۔ تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔ خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی نہیں جو سچا دل لے کر میرے پاس آوے

کیا ایک بھی نہیں

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

والسلام علےٰ من اتبع الھدےٰ۔ ۲۲ر جنوری ۱۸۹۷ء

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶۱ تا ۶۳)

---

(۱۵۵)

ہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار

مَیں اس وقت ایک مستحکم وعدہ کے ساتھ یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب عیسائیوں میں سے یسُوع کے نشانوں کو جو اُس کی خدائی کی دلیل سمجھے جاتے ہیں میرے نشانوں اور فوق العادۃ خوارق سے قوتِ ثبوت اور کثرتِ تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں تو مَیں ان کو ایک[1] ہزار روپیہ بطور انعام دُوں گا۔ مَیں سچ سچ اور حلفاً کہتا ہوں کہ اس میں تخلف نہیں ہوگا۔ مَیں ایسے ثالث کے پاس یہ روپیہ جمع کرا سکتا ہوں جس پر فریقین کو اطمینان ہو۔ اس فیصلہ کیلئے غیر مذہب والے منصف ٹھیرائے جائیں گے۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔

الراقم عیسائی صاحبوں کا ولی خیر خواہ میرزا غلام احمد قادیانی

(تعداد اشاعت ۵۰۰۰) (مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا) (۲۸ر جنوری ۱۸۹۷ء)

(یہ اشتہار ۱۸ × ۲۲/۸ کے نصف صفحہ پر ہے)

---

[1] نوٹ۔ اگر درخواست کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو یہ روپیہ آپس میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ منہ

(۱۵۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار واجب الاظہار

دریں وقت دو قطعہ خط* از طرف بعض شیعہ صاحبان بمارسیدہ - و در آنہا ظاہر ساختہ اند کہ یکے از بزرگان شاں الموسوم بحاجی شیخ محمد رضا طہرانی نجفی دریں روزہا وارد لاہور است۔ و آرزوئے بحث و مُناظرہ بایں جانب می دارد۔ اما ہیچ معلوم نشد کہ آں بزرگ را کدام مانع پیش آمد کہ بلا واسطہ بماخط وکتابت نتوانست کرد وحجاب وساطت را از میان نبرداشت خیر اگر ایں کار را اونکرد ما مے کنیم و مناسب می دانیم کہ ہرچہ از خدا تعالےٰ بمارسیدہ است بطور تبلیغ بدیشاں رسانیم۔ بعد ازاں اگر اوشاں را حجابے وشکے باقی ماند اختیار مے دارند کہ بصدق دل دریںجا بیایند وہمچو طالبان حق وساوس خود را دُور کنانند**

---

* درنامہ مرسلہ ایں لفظ طنزاً واستکباراً نیز یافتیم کہ ایں چنیں مردم کہ از معقول بے بہرہ اند قابل مخاطبت شیخ الاسلام نیستند ودر مخاطبت بشاں کسر شان حضرت شیخ است۔ مگر الحمد للہ کہ معقول پسندی شیخ صاحب ودریں خط معلوم شد۔ شیخے کہ خسوف وکسوف قمر وشمس را در ساعت واحد جمع می کند و بہ معقولات قرآنی ہم نظیرے ندارد یعنی بریں آیت لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر خدا نکند کہ اورا از معقولات حظے وقسمتے باشد- منہ ٭

** یاد ماند کہ ما بر منکران اتمام حجت کردیم و بعد ازاں ہیچ حاجت مناظرہ نماندہ- ہاں ہر طالب حق را اختیار است شیخ باشد یا شاب کہ نزد ما از صدق دل بیایند وشکوک خود رفع کنانند- ما ازیںجا کہ مرجع ہزارہا طالبان حق است نتوانیم حرکت کرد- ہر کہ طلبے دارد بیایند بفضلہ تعالیٰ تسلّی ہا یابد- منہ ٭

پس واضح باد کہ چنانکہ از اشارات ربّانی قرآن شریف و منطوق صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کہ کتب مسلمہ و مقبولہ اہل اسلام ہستند معلوم و مفہوم می گردد حقیقت امر ایں است کہ در قضا و قدر خدا وند حکیم و علیم کہ اظہار آں در پیرایہ پیشگوئی ها شدہ چنیں رفتہ بود کہ در وقتے کہ بر روئے زمین عیسائیت و عیسٰی پرستی غلبہ کند و صلیب را آں عزتے و شانے پیدا گردد کہ آنچہ از خدائے غفور و رحیم باید جست از صلیب بجویند و بخواہند کہ توحید از روئے زمین معدوم گردد و حملہ ہائے سخت بر مسلمانان کنند۔ در آں زمان خدائے قادر شخصے را برائے شکستن شوکت صلیب و اعانت قوم اسلام خواہد فرستاد۔ و او ہمچو مسیح ابن مریم مصدق کتاب قوم خود و مؤید شان خواہد شد۔ و قوم ہمچو یہود مکفر و مکذّب او خواہند گردید۔ پس بوجہ مناسبت قصہ تکفیر او بقصہ تکفیر مسیح نام او عیسٰیؑ خواہد بود و نام آنانکہ او را کافر خواہند گفت یہود خواہد بود۔ و ایں ہر دو نام بطور مجاز و استعارہ بودند نہ بوجہ حقیقت۔ و بنیاد غلطی از ہمیں جا افتاد کہ اگرچہ نام یہود بطور استعارہ دانستند اما نام عیسٰے بطور حقیقت خیال کردند۔ الغرض دریں ہنگام کہ فتنہ واعظان اناجیل محرفہ تا بحدے رسید کہ مردم سادہ لوح و شکم پرست فوج در فوج مرتد شدند و بدان گونہ بر اسلام حملہ ہا کردند کہ قریب بود کہ آفتے عظیم بر دین متین فرود آید و بدین آفت آفتے دیگر ایں منضم شد کہ در قوم تقوٰی و طہارت کم گردید و در اسلام فرقہ ہائے باطلہ با کمال غلو پدید آمدند و حقیقت شناسان کم شدند

پس برائے استیصال ایں ہر دو فتنہ بر صدی چہار دہم مرا فرستادند۔ و از لحاظ اصلاح فتنہ ہائے اندرونی نام من مہدی موعود نہادند و از لحاظ اصلاح فتنہ ہائے بیرونی و تکفیر قوم یہود سیرت بنام عیسٰی بن مریم مرا موسوم کردند۔ و بشارت دادند کہ این کسر صلیب بر دست تو خواہد بود و ہمچنیں فتح و غلبہ بر فرقہ ہائے باطلہ اندرونی اسلام کہ مخالف مذہب حق اہل سنت اند بنام من نوشتند۔

و مرا خدائے کہ با من است با نشانہائی غیب فرستادہ است و انوار و برکات عطا نمودہ و نورے کہ جمیع آئمۂ اہل بیت را دادہ بودند و گم شدہ بود ہماں نور بوجہ اکمل و اتم در من ظہور نمودہ است و مرا از الہامات متواترہ و وحیات متکاثرہ یقین بخشیدہ اند کہ من ہماں مسیح موعود مہدی معہود و امام آخر زماں ہستم کہ ذکر او در احادیث نبویہ و آثار سلف صالح آمدہ است و ایں دعوئے مسیحیت و مہدویت امرے نیست کہ بے دلیل باشد و نہ ترہات باطلہ کہ اصلے و حقیقتے ندارند بلکہ بر صدق دعوی خود ہماں قسم دلائل می داریم کہ برائے مرسلین و مبعوثین عادت الٰہی باظہار آن رفتہ۔ اکنوں اگر منکرے بزعم خود ایں دعوی را خلاف قال اللہ و قال الرسول می انگارد و گمان می کند کہ خود عیسیٰ بن مریم از آسمان نازل خواہد شد او از علم قرآن و حدیث بے بہرہ[+] است۔ واگر از اصرار خود باز نماند پس ایں بار ثبوت بر گردن او ست کہ از قرآن شریف و احادیث نبویہ حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کند۔ لیکن ہر عاقلے میداند کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام را ثابت کردن امریست محال و خیالیست باطل۔ چرا کہ قرآن شریف بکمال وضاحت ایں فیصلہ کردہ است کہ عیسیٰ وفات یافت۔ و موحدے را کہ عظمت کلام رب جلیل در دل خود می دارد ایں آیت کافی است کہ اللہ جلشانہ می فرماید فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ اکنوں اے شنوندۂ ایں آیت بغور بنگر آیا می توانی کہ بجز وفات معنی دیگر ازیں آیت برآری۔ ہرگز ممکن نیست۔ بلکہ ہر منصفے و محققے کہ بریں آیت کریمہ غور خواہد کرد و در منطوق و مفہوم آن تاملے خواہد نمود او ازینجا بداہت

[+] یاد باید داشت کہ مذہب اکابر و ائمہ ایں امت ہمیں است کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات یافتہ است چنانچہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک رضی اللہ عنہ بداں جلالت شان قائل وفات عیسیٰ علیہ السلام ہستند و نہ ایں ہردو بلکہ امام بخاری و دیگر اکثر اکابر سوئے عقیدہ وفات رفتہ اند۔ منہ

(الحجب ق ۱)

نظر وفات عیسیٰ علیہ السلام خواہد فہمید و بقطع و یقین بر موت شاں ایمان خواہد آورد و بعد زیں بصیرت انکار موت را نہ صرف ضلالت بلکہ الحاد و زندقہ خواہد شمرد۔ ہاں ممکن است کہ کسے را بوجہ نادانی خود در معنی لفظ توفّی تردّدے پیدا شود۔ لیکن چوں سوئے حدیث و آثار صحابہ رجوع خواہد کرد آں ہمہ تردّد کالعدم خواہد شد۔ چرا کہ او آنجا در تفسیر ایں آیت بجز اماتت یعنی میرانیدن معنی دیگر نخواہد یافت۔ آیا نمی بینی کہ در صحیح بخاری از عبداللہ بن عباس است متوفیک ممیتك یعنی معنی متوفیک ایں است کہ من ترا میرانندہ ام۔ و ما ہرچند سیر کتب حدیث کردیم و تمام آثار و اقوال صحابہ را دیدیم و خواندیم و شنیدیم اما ہیچ جا نیافتیم کہ در شرح ایں آیت بجز معنے اماتت چیزے دیگر در حدیثے یا اثرے یا قولے آمدہ باشد۔ و ما بدعویٰ میگوئیم کہ ہرچہ از صحابہ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم در معنی توفّی در آیت موصوفہ ثابت شدہ است آں ہمیں معنی میرانیدن است نہ غیر آں۔ نتواں گفت کہ میرانیدن مسلّم است۔ لیکن آں موت ہنوز واقع نشدہ۔ بلکہ آئندہ واقع خواہد شد۔ زیرانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام در آیہ فلمّا توفیتنی میفرماید کہ فتنہ ضلالت نصاریٰ بعد از موت من بوقوع آمدہ است نہ قبل از موت من۔ پس اگر فرض کنیم کہ وعدہ موت ہنوز بظہور نیامدہ است و حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا ایں وقت نمردہ است۔ پس بر ما واجب مے شود کہ ایں ہم قبول کنیم کہ نصاریٰ ہم تا ہنوز بر صراط مستقیم ہستند و گمراہ نشدہ اند۔ زیرانکہ در آیت موصوفہ گمراہی عیسائیاں را بموت مسیح وابستہ کردہ اند۔ پس تا وقتیکہ عیسیٰ نمردہ باشد عیسائیاں را چگونہ گمراہ تواں گفت عجیب است از عقل علماء قوم ما کہ بسوئے ایں آیت توجہ نمی کنند و نصوص صریحہ را مے گذارند و اوہام را مذہب خود می گیرند۔

غرض مُردن عیسیٰ علیہ السلام از نصوص قرآنیہ و حدیثیہ ثابت است و ہیچ کس را مجال انکار نیست بجز آں صورت کہ از قرآن و حدیث رو بگرداند یا معنی آیت بطور تفسیر

بالرائے کنند۔ و ہرچند درباره لفظ توفّی اتفاق اہل لغت برہمیں قاعدہ مستمرہ است کہ چوں در عبارتے فاعل ایں لفظ خدا باشد و مفعول بہ انسانے از انسان ہا در آں صورت معنی توفّی در میرانیدن محصور خواہد بود و بجز میرانیدن و قبض روح معنی دیگر در آنجا ہرگز نخواہد بود۔ لیکن ما در اینجا ضرورتے و حاجتے نمی داریم کہ سوئے کتب لغت عرب رجوع کنیم۔ مارا دریں مقام حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و قول ابن عباسؓ کہ آں ہردو در صحیح بخاری موجود اند کافی است و ما خوب می دانیم کہ ہر کہ از گفتہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعراض کند او منافقے باشد نہ مومنے۔ پس چونکہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لفظ توفیتنی را کہ در آیت موصوفہ است بر خود اطلاق کردہ معنی وفات را تصریح کردہ است۔ و ابن عباس بصراحت معنی آں میرانیدن نمودہ و شارح عینی سلسلہ قول ابن عباسؓ را باہتمام و کمال بیان فرمودہ۔ پس ما را بعد زیں وضاحت ہا حاجت ثبوتے دیگر نیست گو ثبوت ہائے دیگر ہم داریم۔ لغت عرب با ماست۔ عقل انسانی با ماست۔ اقرار دیگر قوم ہا با ماست۔ اقرار اکثر ائمہ اسلام با ماست و تا ہنوز قبر عیسٰی علیہ السلام در بلاد شام موجود است

؎ آں کس کہ بقرآں و خبر زو نرہی * ایں است جوابش کہ جوابش ندہی

امّا آنچہ حضرت شیخ نجفی می گویند کہ ما قبول کردیم کہ عیسٰی بمُرد لیکن ممکن است کہ خدا دیگر بار او را زندہ کردہ در دنیا بیارد۔ ایں قول ایشاں تا آں وقت قابل التفات نیست کہ ایشاں از قرآن شریف یا حدیث صحیح ثابت کنند کہ فلاں قبر در آخر زمان خواہد بشگافت و از آں عیسٰی بیرون خواہد آمد۔ زیرا آنکہ مجرد خیال کسے کہ با خود ثبوتے ندارد لائق قبول نخواہد شُد۔ بلکہ از طرف خود ہمچو خیالات تراشیدن و سند از قرآن و حدیث نیاوردن از طریق دیانت داری و پرہیزگاری بسیار بعید است۔ اگر ہمیں مذہب پسند خاطر است۔ پس سند باید آورد و حدیثے پیش باید کرد کہ از آں معلوم شود کہ از فلاں گورے مسیح بیرون خواہد آمد و البتہ بعد ثابت شدن چنیں حدیثے سخت بے ایمانی خواہد بود کہ کسے آں حدیث را قبول نکند۔ مگر

ایں بدقسمتی مخالفان ماست کہ بتائیدایں یاوہ گوئی ما یک حدیثے یا آیتے در دست شاں نیست۔ نہ شہادت قرآن برحیات مسیح توانند آورد۔ و نہ از حدیثے ثابت توانند کرد کہ فلاں قبر شگافتہ خواہد شد و ازاں عیسٰی بیروں خواہد آمد۔ و اعتقاد حیات مسیح و صعود او بجسم عنصری چیزیست کہ ثبوت آں از قرآن و حدیث امرے محال است۔ آرے در بعض احادیث لفظ نزول موجود است۔ لیکن ایں نادانان نمی دانند کہ اگر از لفظ عیسٰی ہماں عیسٰی مراد بودے کہ پیغمبر بنی اسرائیل بود پس بجائے لفظ نزول لفظ رجوع می بایست نہ لفظ نزول زیرانکہ ہر کہ واپس می آید اورا نازل نمی گویند بلکہ راجع می گویند۔ عجب قومی است کہ از جوشش تعصب محاورات لغت عرب راہم فراموش کردہ اند۔

اکنوں حاصل کلام ایں است کہ بر سرکار شیخ نجفی لازم است کہ ازیں دو طریق مذکورہ بالا طریقے را اختیار کنند تا روئے راستی بہ بینند و بر خود خیط عشوا را روا ندارند۔ یعنی یا صعود عیسٰی بجسم عنصری از قرآن و حدیث ثابت کنند یا بر گورے انگشت نہند کہ ازیں گور عیسٰی بیروں خواہد آمد۔

واما آنچہ بیان فرمودہ اند کہ خسوف کسوف در رمضان در ساعت واحد خواہد بود وہماں نشان مہدی موعود است نہ اینکہ دریں روزہا بوقوع آمدہ است۔ ایں تقریریست عجیب بہتر بودے کہ ایں را در عجائب خانہ فرستادندے تا ذریعہ خندیدن غمگیناں شدے و دریں ہمیں قدر عجیب نیست کہ ہیچ حدیثے و اثرے صحیح ہمراہ ندارد بلکہ عجب دیگر ایں

نوٹ۔ حضرت شیخ الاسلام در خط خود وعدہ می فرماید کہ در چہل دقیقہ نشانے توانم نمود۔ بسیار خوب است۔ یکے از اخبار غیب بذریعہ اشتہارے شائع فرمایند بجائے چہل دقیقہ مہلت چہل ساعت اوشاں را می دہیم۔ پس اگر در چہل روز نشانے از ما ظاہر نشد و از ایشاں در چہل ساعت ظاہر شد یا فرض کنید کہ از ایشاں نیز در چہل روز ظاہر شد بر بزرگی اوشاں ایمان خواہیم آورد و ترک دعوئی خود خواہیم کرد۔ و اگر نشانے از ما دریں مدت بظہور آمد و از ایشاں چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب شاں خواہد بود۔ منہ

است کہ دعویٰ ہیئت دانی و ایں قدر خامی و نادانی۔ و دوستاں مارا ملزم کردہ اند وگفتہ اند کہ شمارا در علم ہیئت دخلے نیست۔ پس ایں بیان شاں کہ در یک ساعت خسوف کسوف جمع خواہند شد بریں امر شاہد ناطق است کہ در حقیقت اوشاں را علاوہ کمالات شیخ الاسلام بودن در فن ہیئت نیز دستگاہے عظیم است۔ ای بندۂ خدا رحمک اللہ ایں ہیئت جدید از کجا آوردی کہ نہ سقراط ازاں خبرے داشت و نہ فیثاغورث بچہ بچہ می داند کہ ایام کسوف آفتاب بست و ہفتم و بست و ہشتم و بست و نہم از ماہ قمری می باشد۔ و ایام خسوف قمر سیزدہم و چہاردہم و پانزدہم در قانون قدرت مقرر است پس از روئے ہیئت اجتماع شاں در ساعت واحد چگونہ ممکن است۔ غرض ایں قاعدہ ہیئت شما آں امرے عجیب است کہ نہ صرف مارا بلکہ ہیچ ہیئت دانے را برو اطلاعے نیست۔ خوب است دعویٰ علم ہیئت کردن باز برخلاف آں گفتن۔ زہے علم و زہے ہیئت۔

باید دانست کہ ایں حدیث دار قطنی است و دراں ایں خرافات مندرج نیست کہ بیان کردہ اند۔ بلکہ ہمیں قدر است کہ ماہتاب در اوّل شب از شب ہائے مقررہ خود منخسف خواہد شد و آفتاب در روز میانہ از روز ہائے کسوف خود منکسف خواہد گردید۔ و دراں دو شرط لازم خواہد بود۔ اوّل اینکہ ہر دو خسوف کسوف در ماہ رمضان خواہد بود۔ دوم اینکہ ایں ہر دو بر صدق مدعی مہدویت نشان خواہند بود یعنی در آں وقت ایں ہر دو نشان بظہور خواہند آمد کہ تکذیب مہدی خواہد شد۔ و ایں ہیئت کذائی کہ خسوف کسوف در رمضان جمع شود و یک مدعی مہدویت نیز در آں وقت موجود باشد ایں اتفاق پیش از من کسے را میسّر نشدہ از آدم تا وقت من مضمون حدیث ہمیں قدر است۔ بحمد اللہ کہ مصداق آں ہستم و بریں چیزے افزودن خیانت[*] و دجل است۔

[*] حاشیہ۔ یکے از خیانت ہائے صاحب راقم ایں است کہ ذکر آتھم عیسائی خلاف واقعہ می کند

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

(یکم فروری ۱۸۹۷ء)

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۴ کے چار صفحوں پر ہے)

بقیہ حاشیہ۔ اگر روایتے غلط رسیدہ بود کار مومنان نیست کہ ہر خرافات بے اصل را متمسک بہا گردانند تاوقتیکہ تحقیق نکنند۔ غرض ما در آں نامۂ پُر گزاف خلاف واقعہ آتھم عیسائی را بافسوس خواندیم۔ واضح باد کہ درباره آتھم مذکور حقیقت امر ایں است کہ ما درباره موت او از الہام خدائے عزوجل پیشگوئی کرده بودیم کہ اگر او بر شوخیٔ بے باکی خود ثابت بماند و رجوع بحق نکرد در پانزده۱۵ ماه خواہد مرد۔ پس آتھم مذکور در ہماں جلسہ الفاظ رجوع بر زبان راند۔ وچوں اورا گفتہ شد کہ تو حضرت سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم را در کتاب خود دجّال نام نہادی ایں سزائے آں بدکرداریٔ تست۔ او ہراساں و ترساں ہر دو دست خود بر گوشش نہاد۔ و بسیار از بسیار عجز و نیاز ظاہر کرد و رنگ او زرد شد و خوفے بر دل او مستولی گشت۔ و ہماں وقت علامات رجوع او از بے باکی خود بر چہره او ہویدا و آشکار گشت۔ چنانکہ قریب بہ ہفتاد کس از مردم معزز مسلماناں و نصاریٰ ایں حالت اورا بچشم خود مشاہده کردند و گفتگوئی عجز و نیاز او را شنیدند۔ بعد ازاں تا انجام پیشگوئی چیزے از گستاخی ہائے سابقہ بر زبان نراند و ہیچ کس ثابت نتواند کرده کہ در میعاد پیشگوئی ہیچ کلمہ تحقیر بر زبان او جاری شده باشد۔ بلکہ او اقرار خوف خود بارہا کرد و ترساں و لرزاں میعاد را گذرانید۔ ہمیں رجوع او از بے باکی بود کہ در موت او تاخیر انداخت٭۔ باز چوں پس از گذاشتن میعاد با شیاطین خود آمیخت و دید کہ ایام گذشتند حالت خود را تغیر داد۔ پس بعد از تغیر حسب الہام ما خدا اورا بگرفت و ذائقہ موت رہادیہ او را چشانید۔ و پیشگوئی خود را باکمل وجوه باتمام رسانید و روئے پادریاں و ہم سخناں ایشاں از مولویاں سیاه کرد۔ و عجیب تر اینکہ ایں پیشگوئی در کتاب من یعنی در براہین احمدیہ دوازده سال قبل از واقعہ آتھم در سلسلہ الہامات الٰہیہ مندرج شده است۔ پس ایں کاریست کہ از طاقت انسان برتر است و از واقعات حقہ۔ و اخفائے حق کار مومنان نیست۔ منہ

٭ حاشیہ در حاشیہ۔ و ما بعد از گذشتن میعاد پیشگوئی اورا برائے قسم خوردن مجبور کردیم کہ اگر رجوع الی الحق نہ کرده است قسم بخورد و چار ہزار روپیہ انعام بگیرد۔ لیکن او باوجود سخت اصرار ما قسم نخورد و بر ہیچ حالت بمرد۔ حالانکہ جواز قسم بلکہ وجوب آں عند الضرورت از انجیل بروثابت کرده بودیم۔ منہ

(۱۵۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جماعت مخلصین کی اطلاع کے لئے

چونکہ ہماری اس جماعت کے مشورہ اور صلاح سے جو قادیان میں ان دنوں میں آئی یہ ایک امر ضروری معلوم ہوا ہے کہ مہمانوں کے لئے ایک اور مکان بنایا جائے اور ایک کنواں بھی مہمان خانہ کے پاس طیار کیا جائے اور نیز انہیں کی صوابدید سے اس کام کے انجام دینے کے لئے چندہ کا فراہم کرنا قرین مصلحت قرار پایا ہے۔ لہذا اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ تمام وہ احباب جن کو یہ اشتہار پہنچ جائے بدل وجان اس کام میں شریک ہوں۔

میں اس سے بیخبر نہیں کہ ہمیشہ ہمارے دوست اُن اعانتوں میں مشغول ہیں

بقیہ حاشیہ۔ نوٹ۔ در اشتہار شیخ الاسلام صاحب در سطر ششم سخت انکار از صدق الہام ہائے این راقم کردہ است وگفتہ است کہ ہیچ الہامے راست ثابت نشدہ۔ پس ما دہان دروغگویان را نتوانیم بست۔ ہاں طریق فیصلہ این است کہ اگر بمقابلہ پیشگوئی ہائے ما در ظہور حقانیت وکثرت تعداد پیشگوئی ہائے احدے از ائمہ مذہب خود را اقوی واکثر ثابت توانند کرد ما بر دست شان توبہ خواہیم نمود ورنہ سزائے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ زما بلکہ از خدائے آسمان ہا و زمین ہا بر دروغگویان است۔ منہ

نوٹ۔ شیخ الاسلام صاحب در اشتہار خود سوئے من اشارت کردہ است نویسند کہ ما و شما دست در یکدیگری دادہ از منارہ مسجد شاہی لاہور خود را افرو افگنیم۔ ہرکہ صادق باشد محفوظ خواہد ماند۔ عجیب سوال است کہ در دنیا صرف دو مرتبہ واقعہ شدہ۔ از عیسٰی بن مریم شیخ نجدی این سوال کردہ بود و از من شیخ نجفی زہے مناسبت۔ پس جواب ما ہماں است کہ عیسٰی کہ عیسٰی علیہ السلام شیخ نجدی را دادہ بود۔ انجیل را بہ بینند تسلّی خود فرمایند۔ منہ۔

اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ خدا اُن کے دلوں کو روز بروز زیادہ قوت دے گا اور دن بدن اُن کی ایمانی طاقت کو بڑھائے گا یہانتک کہ وہ اپنی پہلی حالتوں سے بہت آگے نکل جائیں گے۔ ایک عرصہ ہوا کہ مجھے الہام ہوا تھا۔ وسّع مکانک یاتون من کل فج عمیق۔ یعنی اپنے مکان کو وسیع کر کہ لوگ دُور دُور کی زمین سے تیرے پاس آئیں گے سو پشاور سے مدراس تک تو مَیں نے اس پیشگوئی کو پُوری ہوتے دیکھ لیا۔ مگر اس کے بعد دوبارہ پھر یہی الہام ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ پیشگوئی پھر زیادہ قوت اور کثرت کے ساتھ پُوری ہوگی۔ واللّٰہ یفعل مایشاء ولا مانع لما اراد۔

اور لازم ہے کہ ہر ایک صاحب اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے اس چندہ میں شریک ہوں اور ان کی نگاہ میں کسی رقم کا کم اور حقیر ہونا ان کو ثواب سے نہ روکے کہ خدا تعالےٰ کی دلوں اور حالتوں پر نظر ہے نہ محض چندہ کی کثرت اور قلت پر۔ اور چونکہ عمارت شروع ہونے کو ہے اور ہماری تجربہ کار جماعت نے کل اسٹیمیٹ اس کا دو ہزار روپیہ قرار دیا ہے۔ لہذا جہاں تک ممکن ہو یہ چندہ جلد آنا چاہیئے اور آخر پر یہ سب رقوم چھاپ کر شایع کر دی جائیں گی۔ بجز ایسے کسی صاحب کے جو اخفا چاہتے ہوں اور اب تک رقوم چندہ جو ہمیں وصول ہوئی ہیں بہ تفصیل ذیل ہیں۔

نام	تعداد رقم
(۱) منشی عبدالرحمٰن صاحب اہلمد محکمہ جرنیلی ریاست کپورتھلہ	للعہ ر
(۲) مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی	للعہ ر
(۳) عرب حاجی مہدی صاحب بغدادی نزیل مدراس	صہ ر
(۴) سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس	صہ ر
(۵) ابراہیم سلیمان کمپنی مدراس	سہ ر
(۶) سیٹھ دالجی لالجی صاحب مدراس	صہ ر

(۷) سیٹھ صالح محمد صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس — للعہ ر

(۸) مولوی سلطان محمود صاحب مدراس — عہ ر

(۹) سیٹھ اسحٰق اسمٰعیل صاحب بنگلور — للعہ ر

(۱۰) میرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب صاحب مالیر کوٹلہ — عہ ر

(۱۱) اہلیہ میرزا صاحب موصوف — صہ ر

(۱۲) اہلیہ ملک حکیم فضل دین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور — صہ ر

(۱۳) شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور — عا ر

(۱۴) منشی کرم الٰہی صاحب شملہ — للعا ر

(۱۵) شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد — صہ ر

ایک صاحب کے صہ ر روپیہ وصول ہو چکے ہیں مگر ان کا نام یاد نہیں رہا۔ وہ جب فہرست دیکھ لیں تو اپنے نام سے اطلاع دیں۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی ۱۷ ر فروری ۱۸۹۷ء

(بتقیم منظور محمد در مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان طبع شد)

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{4}$ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۵۸)

ضمیمہ اخبار مخبر دکن مدراس مورخہ ۱۱ ر مارچ ۱۸۹۷ عیسویہ

یسوع مسیح کے نشانوں کا اس راقم کے نشانوں سے مقابلہ اور ایک پادری صاحب کا جواب

کچھ دن ہوئے ہیں کہ اس راقم نے حضرات پادری صاحبوں کو مخاطب کرکے یہ اشتہار[1] شائع کیا تھا کہ اگر حضرات موصوفین یسوع کے نشانوں کو میرے نشانوں سے

---

[1] یہ اشتہار نمبر ۱۵۵ پر درج ہے (المرتب)

قوت ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کرسکیں تو مَیں اُن کو ایک ھزار روپیہ انعام دوں گا۔

اس اشتہار کے جواب میں جو کچھ بعض پادری صاحبوں نے لکھا ہے وہ اخبار عام ۲۳ر فروری ۱۸۹۷ء میں بحوالہ کرسچین ایڈووکیٹ چھپ گیا ہے۔ چنانچہ مجیب صاحب نے اوّل انجیل کی عبارت لکھ کر اس بات پر زور دیا ہے کہ جھُوٹے رسُول اور جھُوٹے مسیح بھی ایسے بڑے نشان دکھلا سکتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کریں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ عبارت انجیل جو صاحب راقم نے پیش کی ہے اُن کے مدّعا کو کچھ فائدہ بخش نہیں بلکہ اس سے وہ خود زیر الزام آتے ہیں کیونکہ جس حالت میں اسی قسم کے نشانوں پر بھروسہ کرکے یسُوع کو خدا بنا دیا گیا ہے تو یہ بڑا ظُلم ہوگا کہ دوسرا شخص ایسے ہی نشان بلکہ بقول یسُوع بڑے بڑے نشان بھی دکھلا کر ایک سچّا ملہم بھی نہ ٹھیر سکے۔ یہ منطق تو ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ یسُوع کی ذات کے لئے وہ نشان ایسے سمجھے جائیں جس سے اس کی الوہیت بپایہ ثبوت پہنچ جائے اور اس کے خدا ہونے میں کچھ بھی کسر نہ رہے۔ پھر جب وہی نشان بلکہ بقول یسُوع اُن سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر کسی دوسرے مدعی الہام سے صادر ہوں تو اس بے چارے کا ملہم ہونا بھی اُن سے ثابت نہ ہوسکے۔ یہ کس قسم کا اصول اور قاعدہ ہے ! کیا کوئی سمجھ سکتا ہے ؟

پھر مسیحیوں کو اس پر بھی اصرار ہے کہ یسوع کے نشان اقتداری نشان ہیں۔ تبھی تو وہ خدا ہے ! بہت خوب ! لیکن ذرا ٹھیر کر سوچو کہ اگر جھوٹے نبی سے نشان ظاہر ہوں تو وہ اقتداری ہی کہلائیں گے نہ اَور کچھ۔ کیونکہ جھوٹا خدا سے دُعا نہیں کرتا اور نہ خدا سے کچھ میل رکھتا ہے۔ سو اگر وہ کوئی نشان دکھلاوے تو اس میں کیا شک ہے کہ اپنے اقتدار سے ہی دکھلائے گا نہ خدا سے۔ پس ایسے اقتداری

نشانوں سے اگر خدائی ثابت ہو سکتی ہے تو ایک کاذب کی خدائی یسوع کی خدائی سے باعتبار ثبوت کے اوّل درجہ پر ہے۔ یسوع کے اقتداری نشانوں میں شُبہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ راستباز تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے نشانوں کے دکھلانے میں خدا سے مدد پائی ہو لیکن کاذب کے اقتداری نشانوں میں اس شُبہ کا ذرہ دخل نہیں کیونکہ وہ راستباز نہیں اور نہ خدا سے کچھ مدد پا سکتا ہے اور نہ خدا اُن سے کچھ جوڑ اور تعلق رکھتا ہے پس اس مسیحی اصول کے موافق اگر کاذب بڑے بڑے نشان دکھلاوے تو نبوت کیا اُس کی تو خدائی بھی نہایت صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ سچّے نشانوں کے امکان صدور کے لئے مسیح کا سرٹیفکیٹ کافی ہے۔ پھر ایک کذّاب کے خدا بن جانے میں کیا مشکلات ہیں۔ مَیں حیران ہوں کہ عیسائی صاحبوں نے ان عبارتوں کو کیوں پیش کر دیا۔ ان کو تو مخفی رکھنا چاہیئے تھا۔ اب تو وہی بات ہوئی کہ تبر خویش بر پائے خویش۔

دوسرا جواب مجیب صاحب نے یہ دیا ہے کہ یسوع مسیح مُردوں کو زندہ کرتا اور جذامیوں وغیرہ کو صاف کرتا تھا۔ لیکن افسوس کہ صاحب راقم نے اس جواب کے وقت میرے اشتہار کے اس فقرہ کو نہیں پڑھا کہ قوت ثبوت میں موازنہ کیا جائے گا۔ افسوس انہوں نے یہ کیسی جلدی کی کہ قصّوں اور کہانیوں کو پیش کر دیا۔ صاحبو! مسیح کا مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ امور یہ سب ایسے قصّے ہیں کہ جن کو خود یورپ کے محقق بنظر استہزاء دیکھتے ہیں۔ ان کا تمام ثبوت رکھنا اگر سادہ لوحی نہ ہو تو اَور کیا ہے۔ اور اگر ثبوت اسی کو کہتے ہیں تو پھر دوسری قوموں کا کیا قصور ہے کہ اُن کے خداؤں کو قبول نہیں کیا جاتا۔ کیا اُن کے دفتروں اور کتابوں میں اس قسم کے قصّے بکثرت بھرے ہوئے نہیں ہیں؟

دنیا میں اکثر یہی فساد بہت پھیل رہا ہے کہ لوگ دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں کرتے۔ کون اس بات کو نہیں جانتا کہ یہودیوں کے لئے یسوع بھیجا گیا تھا وہ سب اس کے معجزات سے صاف منکر ہیں۔ اب تک اُن کی پُرانی کتابوں سے لے کر آخری

تالیفات تک میں یہی واویلا ہے کہ اس سے کوئی بھی معجزہ نہیں ہوا۔ چنانچہ بعض تاریخی کتابیں ان کی میرے پاس بھی موجود ہیں۔ پس کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جس قوم کو مُردے زندہ کرکے دکھلائے گئے اور اُن کے جذامی اچھے کئے گئے اور اُن کے مادرزاد اندھوں کی آنکھیں کھولی گئیں۔ وہ قدیم سے قطعاً ان باتوں سے منکر چلے آویں اور کوئی فرقہ اُن میں سے قائل نہ ہو۔ بھلا اگر اور نہیں تو اتنا تو چاہیئے تھا کہ جن کے باپ دادوں پر یہ احسان ہوا وہی شکر کے طور پہ مانتے چلے آتے۔ سو اب اگر عیسائیوں کی انجیل یہ بیان کرتی ہے کہ مُردے زندہ ہوئے تو اس کے برخلاف یہودیوں کی بہت سی کتابیں بیان کرتی ہیں کہ ایک ہڈی بھی زندہ نہیں ہوئی اور نہ اور کوئی نشان ظاہر ہوا۔ تو اب کون فیصلہ کرے کہ ان دونوں میں سے حق پر کون ہے بلکہ تین دلیل سے بظاہر یہود حق پر معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ عادت اللہ نہیں ہے کہ بار بار قبریں پھٹیں اور مُردے دُنیا میں آویں۔ (۲) دوم یہ کہ یسُوع نے انجیل میں آپ بھی معجزات دکھلانے سے انکار کیا ہے بلکہ غصہ میں آکر معجزات مانگنے والوں کو حرامکار کہہ دیا ہے۔

(۳) تیسرے یہود کی طرف سے یہ حجّت ہے کہ اگر یسُوع میں مُردہ زندہ کرنے کی طاقت ہوتی تو وہ اپنی نبوت کے ثابت کرنے کے لئے ضرور اُس طاقت کو استعمال کرتا۔ لیکن جب اس سے پوچھا گیا تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیاء کا دوبارہ دُنیا میں آنا ضروری ہے۔ اگر تو مسیح موعود ہے تو دکھلا کہ ایلیا کہاں ہے تو اس نے اس وقت تاویل سے کام لیا اور کہا کہ یوحنا بن زکریا کو ایلیا سمجھ لو اور اسی وجہ سے یہود کے علماء اس کو قبول نہ کرسکے۔ پس اگر اس کو زندہ کرنے کی قدرت تھی تو اس پر فرض تھا کہ وہ فی الفور ایلیاء کو دکھلا دیتا اور تاویلوں میں نہ پڑتا۔ غرض ایسے بیہودہ قصّے ثبوت میں داخل نہیں ہیں بلکہ خود ثبوت کے محتاج ہیں۔ پھر کیا مناسب تھا کہ ثبوت

رؤیت کے مقابلہ پر ایسے قصوں کو پیش کیا جاتا۔

اگر کہو کہ قرآن شریف میں عیسٰی علیہ السلام کے معجزات کا ذکر آیا ہے۔ سو واضح رہے کہ قرآن شریف کوئی تاریخی کتاب نہیں اور نہ اُس نے کسی تاریخی کتاب سے ان قصوں کو نقل کیا ہے بلکہ اس کی تمام باتیں اس کی الہامی سچائی کی بنیاد پر مانی جاتی ہیں۔ سو وہ جس الہام کے ذریعہ سے حضرت عیسٰی کے معجزات کا ذکر کرتا ہے اسی الہام کے ذریعہ سے یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عیسٰی صرف انسان تھا۔ خدا نہیں تھا اور آنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا مکذب نہیں تھا۔ پس اگر قرآن کی وحی پر اعتماد اور ایمان ہے تو پھر کوئی جھگڑا نہیں۔ ہم قرآن کی الہامی گواہی سے مانتے ہیں کہ عیسٰی بن مریم ایک صالح آدمی اور پیغمبر تھا۔ اس نے کبھی خدا ہونے کا دعوٰی نہیں کیا اور آنے والے رسُول پر اس کو ایمان تھا اور وہ صاحب معجزات تھا۔ مگر یاد رہے کہ یہ گواہی الہامی ہے نہ تاریخی۔ جو شخص قرآن کے الہام کو نہیں مانتا اس کے نزدیک یہ سب گواہی کالعدم ہے۔ اور جو مانتا ہے وہ قرآن کے سارے بیان کو مانتا ہے۔ اگر ایمان نہیں تو یہ حوالہ بیکار ہے۔ پس جو شخص قرآن کی وحی سے انکار کرتا ہے وہ قرآن کی شہادت سے کچھ نفع نہیں اُٹھا سکتا۔ ہم نے جیسا کہ قرآن کی اس وحی کو قبول کیا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام سے معجزات ظاہر ہوئے ایسا ہی اس وحی کو بھی قبول کیا ہے کہ وہ محض بندے اور خدا کے رسُول اور ہمارے نبیؐ کے مصدق تھے اور قرآن کی شہادت کی قدر و قیمت اس وقت تک ہے کہ جب اس کو خدا کی وحی سمجھی جاوے۔ پس جو شخص اس کو وحی مانتا ہے وہ اس کی ساری باتیں مانتا ہے۔ وحی کے ایک حصہ کو ماننا اور دوسرے کو رد کرنا دیانتداروں کا کام نہیں۔ ہمارا جھگڑا اُس یسُوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعوٰی کرتا ہے نہ اس برگزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن کی وحی نے معہ تمام لوازم کے کیا ہے۔

راقم خاکسار غلام احمد قادیانی ۲۸ فروری ۱۸۹۷ء

(یہ اشتہار ضمیمہ اخبار مخبر دکن مدراس کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۵۹)

خدا کی لعنت اور کسرِ صلیب

چونکہ عیسائیوں کا یہ ایک متفق علیہ عقیدہ ہے کہ یسُوع مصلوب ہو کر تین دن کے لئے لعنتی ہو گیا تھا اور تمام مدار نجات کا ان کے نزدیک اسی لعنت پر ہے تو اس لعنت کے مفہوم کی رو سے ایک ایسا سخت اعتراض وارد ہوتا ہے جس سے تمام عقیدہ تثلیث اور کفارہ اور نیز گناہوں کی معافی کا مسئلہ کالعدم ہو کر اس کا باطل ہونا بدیہی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو اس مذہب کی حمایت منظور ہے تو جلد جواب دے۔ ورنہ دیکھو یہ ساری عمارت گر گئی اور اس کا گرنا ایسا سخت ہوا کہ سب عیسائی عقیدے اس کے نیچے کچلے گئے۔ نہ تثلیث رہی نہ کفارہ نہ گناہوں کی معافی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ کیسا کسرِ صلیب ہوا۔

اب ہم صفائی اعتراض کے لئے پہلے لغت کی رُو سے لعنت کے لفظ کے معنی کرتے ہیں اور پھر اعتراض کو بیان کر دیں گے۔ سو جاننا چاہئیے کہ لسان العرب میں کہ جو لغت کی ایک پُرانی کتاب اسلامی تالیفات میں سے ہے۔ اور ایسا ہی قطر المحیط اور محیط اور اقرب الموارد میں جو دو عیسائیوں کی تالیفات ہیں جو حال میں بمقام بیروت چھپ کر شائع ہوئی ہیں اور ایسا ہی کتب لغت کی تمام کتابوں میں جو دنیا میں پائی جاتی ہیں، لعنت کے معنے یہ لکھے ہیں۔ اللعن الابعاد والطرد من الخیر ومن اللّٰہ ومن الخلق ومن ابعدہ اللّٰہ لم تلحقہ رحمتہ وخلّد فی العذاب واللعین الشیطان والممسوخ وقال الشماخ مقام الذئب کالرجل اللعین* یعنی لعنت کا مفہوم یہ

---

* لعن کا لفظ عربی اور عبرانی میں مشترک ہے۔ منہ

ہے کہ لعنتی اس کو کہتے ہیں جو ہر یک خیر و خوبی اور ہر قسم کی ذاتی صلاحیت اور خدا کی رحمت اور خدا کی معرفت سے کلی بے بہرہ اور بے نصیب ہو جائے اور ہمیشہ کے عذاب میں پڑے یعنی اس کا دل بکلی سیاہ ہو جائے اور بڑی نیکی سے لے کر چھوٹی نیکی تک کوئی خیر کی بات اس کے نفس میں باقی نہ رہے اور شیطان بن جائے اور اس کا اندر مسخ ہو جائے یعنی کتوں اور سوروں اور بندروں کی خاصیت اس کے نفس میں پیدا ہو جائے اور شماخ نے ایک شعر میں لعنتی انسان کا نام بھیڑیا رکھا ہے۔ اس مشابہت سے کہ لعنتی کا باطن مسخ ہو جاتا ہے۔ تم کلامہم۔ ایسا ہی عرف عام میں بھی جب یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص پر خدا کی لعنت ہے تو ہر یک ادنیٰ اعلیٰ یہی سمجھتا ہے کہ وہ شخص خدا کی نظر میں واقعی طور پر پلید باطن اور بے ایمان اور شیطان ہے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے روگردان ہے۔

اب اعتراض یہ ہے کہ جس حالت میں لعنت کی حقیقت یہ ہوئی کہ ملعون ہونے کی حالت میں انسان کے تمام تعلقات خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں اور اس کا نفس پلید اور اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا سے بھی روگردانی اختیار کرتا ہے اور اس میں اور شیطان میں ذرہ فرق نہیں رہتا تو اس وقت ہم حضرات پادری صاحبوں سے بکمال ادب یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ درحقیقت یہ لعنت اپنے تمام لوازم کے ساتھ جیسا کہ ذکر کیا گیا یسوع پر خدا تعالیٰ کی طرف سے پڑ گئی تھی اور وہ خدا کی لعنت اور غضب کے نیچے آکر سیاہ دل اور خدا سے رُوگردان ہو گیا تھا۔ میرے نزدیک تو ایسا شخص خود لعنتی ہے کہ ایسے برگزیدہ کا نام لعنتی رکھتا ہے جو دوسرے لفظوں میں سیاہ دل اور خدا سے برگشتہ اور شیطان سیرت کہنا چاہیئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا پیارا درحقیقت اس لعنت کے نیچے آگیا تھا جو پوری پوری خدا کی دشمنی کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لعنت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ خدا لعنتی انسان کا واقعی طور پر دشمن ہو جائے اور ایسا ہی لعنتی انسان خدا کا دشمن ہو جائے اور اس دشمنی

کی وجہ سے بندروں اور سوروں اور کتوں سے بدتر ہو جائے کیونکہ بندر وغیرہ خدا تعالےٰ کے دشمن نہیں ہیں لیکن لعنتی انسان خدا تعالیٰ کا دشمن ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی لفظ اپنے لوازم سے الگ نہیں ہو سکتا جب ہم ایک کو سیاہ دل اور شیطان یا بندر اور کتا کہیں گے تو تبھی کہیں گے کہ جب شیطان اور بندروں اور کتوں کے صفات اس میں موجود ہو جائیں۔ پس جبکہ تمام دُنیا کے اتفاق سے لعنت کا یہی مفہوم ہے تو یہ دو باتیں ایک وقت میں کب جمع ہو سکتی ہیں کہ ایک شخص بمقتضائے مفہوم لعنت خدا سے برگشتہ بھی ہو اور باخدا بھی، اور خدا کا دشمن بھی ہو اور دوست بھی، اور منکر بھی ہو اور اقراری بھی۔ محبت کا تعلق لعنت کے مفہوم کو منافی ہے۔ جبھی کہ ایک پر لعنت پڑ گئی اسی وقت خدا سے جتنے قرب اور محبت اور رحم کے تعلقات تھے، تمام ٹوٹ گئے اور ایسا شخص شیطان ہو گیا۔ اور سیاہ دل اور خدا کا منکر بن گیا۔ اب اگر خدانخواستہ کچھ دنوں تک یسُوع پر لعنت پڑ گئی تھی تو اس وقت اس کا خدا تعالیٰ سے ابنیّت کا علاقہ اور پیارا بیٹا ہونے کا لقب کیونکر باقی رہ سکتا تھا کیونکہ بیٹا ہونا تو یکطرف خود پیارا ہونا لعنت کے مفہوم کے برخلاف ہے۔ خدا کے کسی پیارے کو ایک دم کے لئے بھی شیطان کہنا کسی شیطان کا کام ہے نہ انسان کا۔ پس مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شریف آدمی ایک سیکنڈ کے لئے بھی یسُوع کے لئے یہ تمام نام جائز رکھے جو لعنت کی حقیقت اور رُوح ہیں۔

پس اگر جائز نہیں تو دیکھو کہ کفارہ کی تمام عمارت گر گئی اور تثلیثی مذہب ہلاک ہو گیا اور صلیب ٹوٹ گیا۔ کیا کوئی دُنیا میں ہے جو اس کا جواب دے؟

راقم غلام احمد قادیانی (۱۲ / مارچ ۱۸۹۷ء)

مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان۔

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۸ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۶۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کرامت گرچہ بے نام ونشان است
بیا بنگر زغلمان محمدؐ

عرصہ دس برس کا ہوا ہے کہ جب میں نے اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں پنڈت لیکھرام کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اشتہار شائع کیا تھا کہ ان کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کے سبب سے اُن کے لئے خدا نے عذاب کا ارادہ فرمایا ہے۔ اور اُن کے عذاب کی تشریح معہ تشریح میعاد کے ان کی مرضی پر موقوف رکھی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے بطیب خاطر مجھے اجازت دے دی کہ وہ پیشگوئی مفصل طور پر شائع کر دی جائے۔ سو آخرکار وہ پیشگوئی اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء میں مفصل طور پر شائع کر دی گئی اور نہ صرف اس میں بلکہ برکات الدعا اور دوسری متفرق کتابوں اور اشتہاروں میں یہ پیشگوئی شائع ہوتی رہی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ عذاب کی موت معمولی تپ وغیرہ سے ظہور میں نہیں آئے گی اور پنڈت مذکور معمولی بیماریوں سے نہیں بلکہ خدا کے قہری نشان میں ماخوذ ہو کر انتقال کرے گا اور اس پیشگوئی کے لئے ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کی میعاد مقرر ہوئی تھی۔ سو آج آریہ صاحبوں کے ایک اشتہار سے یہ خبر ملی ہے جو پنڈت مذکور ۶؍مارچ ۱۸۹۷ء کو دھرم پر بلیدان ہو گیا۔

اگرچہ انسانی ہمدردی کی رُو سے ہمیں افسوس ہے کہ اس کی موت ایک سخت

مصیبت اور آفت اور ناگہانی حادثہ کے طور پر عین جوانی کے عالم میں ہوئی۔ لیکن دوسرے
پہلو کی رُو سے ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جو اُس کے مُونہہ کی باتیں آج پُوری ہوگئیں
ہمیں قسم ہے اس خدا کی جو ہمارے دل کو جانتا ہے کہ اگر وہ یا کوئی اَور کسی خطرہ موت
میں مبتلا ہوتا اور ہماری ہمدردی سے وہ بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے۔ کیونکہ خدا کی باتیں
بجائے خود اپنے لئے ایک وقت رکھتی ہیں۔ مگر انسان کو چاہیئے کہ انسانی اخلاق اور
انسانی ہمدردی سے کسی حالت میں درگذر نہ کرے کہ یہی اعلےٰ درجہ خلق کا ہے۔ مگر نہ
ہم اور نہ کوئی اَور خدا کی قرار دادہ باتوں کو روک سکتا ہے۔ اس وقت مناسب ہے کہ
ہمارے سب مخالف اپنے دلوں کو پاک کرکے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور اشتہار
۲۰ فروری ۱۸۹۳ء جو آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شامل ہے اور اشتہار ٹائٹل پیج
برکات الدُّعا وغیرہ کو دلی توجہ سے پڑھیں اور پاک دل ہوکر سوچیں کہ کیونکر اس موت کا
خدا تعالیٰ نے پہلے نقشہ کھینچ کر دکھا دیا ہے۔ دیکھو دُنیا میں کیسی وبائے طاعون شروع
ہوگئی ہے۔ یہ غفلت اور سخت دلی کی شامت ہے۔ اب ہر یک قوم کو چاہیئے کہ عمل
صالح میں کوشش کریں اور واہیات باتیں چھوڑ دیں۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ چونکہ آتھم کی موت بالکل پیشگوئی کے مطابق ہوئی تھی اور خدا تعالےٰ
کی مقرر کردہ شرط کے لحاظ سے بروئے اشتہارات متواتر الہامات کے موافق وہ فوت ہو
گیا تھا اور اہل نظر کے لئے قابل اطمینان صفائی کے ساتھ وہ پیشگوئی پوری ہوگئی تھی مگر
اب تک بعض نے محض ہٹ دھرمی سے اپنی ضد کو نہیں چھوڑا تھا اور میری عداوت سے
اسلام کی تحقیر کی بھی کچھ پروا نہیں کی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی موٹی
عقلوں کے موافق ان پر اتمام حجت کرے۔ سو یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان
نشان ہے کیونکہ اس نے چاہا کہ اس کے بندہ کی تحقیر کرنے والے متنبہ ہو جائیں اور اپنی
جانوں پر رحم کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اسی حجاب میں گذر جائیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا

تو کب کا نابود کیا جاتا۔ اب تو اس کاروبار کا زمانہ اُس سچے اور برگزیدہ نبی کے زمانہ سے برابر ہو گیا ہے جو تئیس برس اس مسافر خانہ میں رہ کر اور ایک دُنیا کو زندہ کرکے رفیق اعلیٰ کو جا ملا تھا کیونکہ الہامی سلسلہ کو اب پچیسواں سال چڑھا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

راقم خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۹ مارچ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۱۶۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بنگر کہ آن مؤید من بہ شیخ نجف را

چنداں اماں نداد کہ تکمیل چل کند

شیخ نجفی کا خط عربی و اُردو مطبوعہ ۷ مارچ ۱۸۹۷ء مجھ کو ملا جس کا جواب انشاء اللہ بعد میں لکھوں گا۔ اب اس وقت اس آسمانی نشان کو ظاہر کرنا منظور ہے کہ شیخ نجفی نے اپنے خط میں چالیس[1] دقیقہ میں نشان دکھلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ہم نے یکم فروری ۱۸۹۷ء سے چالیس[1] روز میں۔ دیکھو حاشیہ اشتہار یکم فروری ۱۸۹۷ء صفحہ ۳۔ عبارت اشتہار یہ ہے۔

اگر نشانے از ما دریں مدت یعنے چہل روز بظہور آمد و از ایشان یعنے از شیخ نجفی چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب ایشان خواہد شد۔

---

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں بہ نمبر   درج ہے۔ (المرتب)

سو خدا کا احسان ہے کہ یکم فروری ۱۸۹۷ء سے پینتیس دن تک یعنے چالیس دن کے اندر نشان ہلاکت لیکھرام پشاوری وقوع میں آگیا۔ اب خبردار شیخ صاحب نجفی لاہور سے بھاگ نہ جائے۔ اس کو خدا نے کھلے کھلے طور پر رُوسیاہ کیا اور مجھ پر احسان کیا۔ اب ہماری طرف سے نشان تو ہو چکا اور نجفی کا کذب کھل گیا۔ تاہم تنزّل کے طور پر ہم راضی ہیں کہ وہ مسجد شاہی کے منارہ سے اب نیچے گر کے دکھلاوے تاکہ اگر شیخ نجدی منذرین میں داخل ہے تو بارے شیخ نجفی کا قصہ تو تمام ہو۔ اور اگر اب بھی اپنا نشان نہ دکھلایا تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔ ۱۰ مارچ ۱۸۹۷ء

الراقم عدو النجدی والنجفی القادی الی الھادی مرزا غلام احمد عافاہ اللہ وایّد

(در مطبع ضیاء الاسلام قادیان طبع شد)

---

(۱۶۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیّد احمد خان صاحب کے سی ایس آئی

سیّد صاحب اپنے رسالہ الدعاء والاستجابت میں اس بات سے انکاری ہیں کہ دُعاؤں میں جو کچھ مانگا جائے وہ دیا جائے۔ اگر سیّد صاحب کی تحریر کا یہ مطلب ہوتا کہ ہریک دُعا کا قبول ہونا واجب نہیں بلکہ جس دُعا کو خدا تعالےٰ قبول فرمانا اپنے مصالح کی رُو سے پسند فرماتا ہے وہ دُعا قبول ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ تو یہ قول بالکل سچ ہوتا۔ مگر سرے سے قبولیت دُعا سے انکار کرنا تو خلاف تجارب صحیحہ و عقل و نقل ہے۔ ہاں دُعاؤں کی قبولیت کے لئے اس رُوحانی حالت کی ضرورت ہے۔

جس میں انسان نفسانی جذبات اور میل غیر اللہ کا چولہ اُتار کر اور بالکل رُوح ہو کر خدا تعالےٰ سے جا ملتا ہے۔ ایسا شخص مظہر العجائب ہوتا ہے اور اُس کی محبت کی موجیں خدا کی محبت کی موجوں سے یُوں ایک ہو جاتی ہیں جیسا کہ دو شفاف پانی دو متقارب چشموں سے جوش مار کر آپس میں مل کر بہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا آدمی گویا خدا کی شکل دیکھنے کے لئے ایک آئینہ ہوتا ہے اور غیب الغیب خدا کا اس کے عجائب کاموں سے پتہ ملتا ہے۔ اُس کی دعائیں اس کثرت سے منظور ہوتی ہیں کہ گویا دُنیا کو پوشیدہ خدا دکھا دیتا ہے۔ سو سید صاحب کی یہ غلطی ہے کہ دُعا قبول نہیں ہوتی۔ کاش اگر وہ چالیس دن تک بھی میرے پاس رہ جاتے تو۔ نئے اور پاک معلومات پا لیتے۔ مگر اب شاید ہماری اور ان کی عالم آخرت میں ہی ملاقات ہوگی۔ افسوس کہ ایک نظر دیکھنا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ سید صاحب اس اشتہار کو غور سے پڑھیں کہ اب ملاقات کے عوض جو کچھ ہے یہی اشتہار ہے۔

اب اصل مطلب یہ ہے کہ کرامات الصادقین کے ٹائٹل پیج کے اخیر صفحہ پر اور برکات الدعا کے ٹائٹل پیج کے صفحہ اوّل کے سر پر مَیں نے یہ عبارت لکھی ہے کہ نمونہ دُعائے مستجاب اور پھر اس میں پنڈت لیکھرام کی موت کی نسبت ایک پیشگوئی کی ہے اور کرامات الصادقین وغیرہ میں لکھ دیا ہے کہ اس پیشگوئی کا الہام دُعا کے بعد ہوا ہے کیونکہ امر واقعی یہی تھا کہ اس شخص کی نسبت جو توہین رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا دُعا کی گئی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے صریح کشف اور الہام سے فرما دیا تھا کہ چھ برس کے عرصہ تک ایسے طور سے اُس کی زندگی کا خاتمہ کیا جائے گا جیسا کہ وقوع میں آیا۔ اب اس پیشگوئی میں حقیقت کے طالبوں کے لئے دو نئے ثبوت ملتے ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا اپنے کسی بندہ کو ایسے عمیق غیب کی خبر دے سکتا ہے جو دنیا کی تمام نظر میں غیر ممکن ہو۔ دوسرے یہ کہ دُعائیں

قبول ہوتی ہیں۔ اگر آپ آئینہ کمالات[1] کا وہ اشتہار جس کے اُوپر چند شعر ہیں۔ اور کرامات الصادقین کا وہ الہام جو صفحہ آخری ٹائٹل پیج پر ہے اور برکات[2] الدعا کے دو ورق ٹائٹل پیج کے اور نیز حاشیہ[3] آخری صفحہ کا ایک مرتبہ پڑھ جائیں تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ آپ جیسا ایک منصف مزاج فی الفور اپنی پہلی رائے کو چھوڑ کر اس سچائی کو تعظیم کے ساتھ قبول کرلے۔ اگرچہ یہ پیشگوئی بہت ہی صاف ہے مگر مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ دن بدن زیادہ صفائی کے ساتھ لوگوں کو سمجھ آتی جائے گی۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد تاریک دلوں پر بھی اس کی ایک عظیم الشان روشنی پڑے گی۔ اکثر حصہ اس ملک کا ایسے تاریک دلوں کے ساتھ پُر ہے جن کو خبر نہیں کہ خدا بھی ہے اور اس سے ایسے تعلقات بھی ہو جایا کرتے ہیں!! پس جیسے جیسے مچھلی پتھر کو چاٹ کر واپس ہوگی ویسے ویسے اس پیشگوئی پر یقین بڑھتا جائے گا۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔ ابھی وہ بچے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ ایک ہستی قادر مطلق موجود ہے! مگر وہ وقت آتا ہے کہ اُن کی آنکھیں کھلیں گی اور زندہ خدا کو اس کے عجائب کاموں کے ساتھ بجز اسلام کے اَور کسی جگہ نہ پائیں گے۔

آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں۔ ایک پیشگوئی میں نے اشتہار[4] ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں آپ کی نسبت بھی کی تھی کہ آپ کو اپنی عُمر کے ایک حصہ میں ایک سخت غم و ہم پیش آئے گا اور اُس پیشگوئی کے شائع ہونے سے آپ کے بعض احباب ناراض ہوئے تھے اور انہوں نے اخباروں میں ردّ چھپوایا تھا۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ پیشگوئی بھی بڑی ہیبت کے ساتھ پُوری ہوئی اور یکدفعہ ناگہانی طور سے ایک شریر انسان کی

---

[1] یہ اشتہار زیر نمبر ۹۵ درج ہے (المرتب)۔ [2] یہ اشتہار زیر نمبر ۹۸ درج ہے (المرتب)
[3] یہ حاشیہ جلد اول صفحہ ۲۸۶ پر درج ہے (المرتب)۔ [4] دیکھئے اشتہار زیر نمبر ۲۸ (المرتب)

خیانت سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے نقصان کا آپ کو صدمہ پہنچا۔ اس صدمہ کا اندازہ آپ کے دل کو معلوم ہوگا کہ اس قدر مسلمانوں کا مال ضایع گیا۔ میرے ایک دوست میرزا خدا بخش صاحب مسٹر سید محمود صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ "اگر میں اس نقصان کے وقت علیگڈھ میں موجود نہ ہوتا تو میرے والد صاحب ضرور اُس غم سے مرجاتے" یہ بھی میرزا صاحب نے سُنا کہ آپ نے اس غم سے تین دن روٹی نہیں کھائی۔ اور اس قدر قومی مال کے غم سے دل بھر گیا کہ ایک مرتبہ غشی بھی ہوگئی۔ سوائے سید صاحب یہی حادثہ تھا جس کا اس اشتہار میں صریح ذکر ہے۔ چاہو تو قبول کرو! والسلام :-

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی ۱۲ر مارچ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔ (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے) (المرتب)

---

(۱۶۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیکھرام کی موت کے متعلق آریوں کے خیالات

اخبار عام مطبوعہ چہار شنبہ ۱۰ر مارچ ۱۸۹۷ء میں میری نسبت اشارہ کرکے یہ لکھا ہے کہ "ایک عیسائی ڈپٹی صاحب کی نسبت پیشگوئی فوت ہونے کی در عرصہ ایک سال مشتہر کی گئی تھی اور اخباروں میں اس کی چرچا تھی۔ اور خدانخواستہ ان ایام میں اگر ڈپٹی صاحب کے ساتھ ایسا واقعہ ہوجاتا۔ (یعنی قتل کا واقعہ) جس کا خمیازہ لیکھرام صاحب کو بھگتنا پڑا ہے، تب اَور صورت تھی" اب ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب

کی اس تقریر کا کیا مطلب ہے۔ بس یہی مطلب ہے کہ اگر ڈپٹی آتھم صاحب قتل ہو جاتے تو ایڈیٹر صاحب کے خیال میں گورنمنٹ کو پیشگوئی کرنے والے کی نسبت فی الفور توجہ پیدا ہوتی اور وہ تفتیش ہوتی جو اب نہیں ہے۔ غالباً اس تقریر سے ایڈیٹر صاحب کی کوئی نیت نیک ہوگی مگر چونکہ وہ ایک سطحی خیال اور خلاف واقعہ سمجھ کا ایک داغ ساتھ رکھتی ہے اس لئے افسوس کی جگہ ہے۔ ایڈیٹر صاحب کی تقریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لیکن ہم مختصر طور پر یاد دلاتے ہیں کہ وہ پیشگوئی بڑی صفائی سے پوری ہوئی۔ آتھم صاحب میرے ایک پرانے ملاقاتی تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ زبانی اور ایک خاص رُقعہ کے ذریعہ سے بھی الحاح کیا تھا کہ اگر میری نسبت کوئی پیشگوئی ہو۔ اور وہ سچی نکلی تو میں کسی قدر اپنی اصلاح کروں گا۔ سو خدا نے اُن کی نسبت یہ پیشگوئی ظاہر کی کہ وہ پندرہ مہینہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گریں گے مگر اس شرط سے کہ اس عرصہ میں حق کی طرف انہوں نے رجوع نہ کیا ہو۔ پس چونکہ خدا کی پیشگوئی میں ایک شرط تھی۔ اور آتھم صاحب خوفناک ہو کر اس شرط کے پابند ہو گئے تھے پس ضرور تھا کہ وہ اس شرط سے فائدہ اُٹھاتے کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا کی شرط پر کوئی عمل کرکے پھر اس سے نفع نہ اُٹھاوے۔ لہٰذا شرط کی تاثیر سے اُن کی موت میں کسی قدر تاخیر ہو گئی۔ اگر کہو کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ دل میں انہوں نے اسلام کی طرف رجوع کر لیا تھا یا اُن پر اسلامی پیشگوئی کا خوف غالب آگیا تھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب خدا نے مجھے اطلاع دی کہ آتھم نے شرط سے فائدہ اُٹھایا ہے اور اس کی موت میں ہم نے کچھ تاخیر ڈال دی تو میں نے آتھم صاحب کو چار ہزار روپیہ کے انعام پر قسم کھانے کے لئے بُلایا کہ اگر درپردہ وہ اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا یا اسلامی ہیبت ان کے دل پر طاری نہیں ہوئی تو چاہیئے کہ میدان میں آکر قسم کھا دیں یا اگر قسم نہیں تو نالش کرکے اپنے اس خوف کے وجوہ کو جس کا اُن کو اقرار ہے بپایہ اثبات پہنچا دیں۔ مگر انہوں نے نہ قسم

کھائی نہ نالش کی۔ باوجودیکہ اُن کو صاف اقرار تھا کہ مَیں میعاد پیشگوئی کے اندر ڈرتا رہا۔ مگر اسلامی ہیبت سے نہیں بلکہ تعلیم یافتہ سانپ اور حملوں وغیرہ سے اور چونکہ وہ خوف کو چھپا نہ سکے اس لئے یہ بہانے بنائے اور ثبوت کچھ نہ دیا اور اسی وجہ ان کو قسم کی طرف بُلایا گیا تھا تا اگر وہ سچے ہیں تو قسم کھا لیں۔ مگر باوجود چار ہزار روپیہ نقد دینے کے قسم نہ کھائی۔ نہ نالش سے اپنے اُن بہتانوں کو ثابت کیا یہانتک کہ قبر میں داخل ہو گئے۔

میرے الہام میں یہ بھی تھا کہ اگر آتھم سچی گواہی نہیں دے گا اور نہ قسم کھائے گا تب بھی اصرار کے بعد جلد مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آتھم صاحب میرے آخری اشتہار سے سات مہینے کے اندر مر گئے اور عجیب تر یہ کہ اُن کے اس تمام قصہ کے بارہ برس قبل از وقوع براہین احمدیہ کے الہامات میں خبر موجود ہے دیکھو صفحہ ۲۴۱ براہین احمدیہ۔ پھر ایسی صاف اور روشن پیشگوئی کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ پوری نہیں ہوئی کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔ کیا آتھم صاحب کی اس پیشگوئی میں کوئی شرط نہیں تھی؟ اور اگر تھی تو کیا آتھم صاحب نے اپنے اقوال اور افعال سے اس شرط کا پُورا ہونا ثابت نہیں کیا؟ کیا آتھم صاحب میرے اس الزام کو قبر میں ساتھ نہیں لے گئے کہ انہوں نے خوف کا اقرار کر کے پھر یہ ثابت کر کے نہ دکھلایا کہ وہ خوف کسی تعلیم یافتہ سانپ وغیرہ حملوں کی وجہ سے تھا نہ اسلامی پیشگوئی کے رُعب کی وجہ سے۔ وہ ہمیشہ مباحثات کرتے تھے مگر پیشگوئی کے بعد ایسے چُپ ہوئے کہ چُپ ہونے کی حالت میں ہی گذر گئے۔ پس پیشگوئی تین طور سے پُوری ہوئی۔

(۱) اوّل اپنی شرط کی رُو سے کہ شرط پر عمل کرنے سے اس کا فائدہ آتھم کو دیا گیا

(۲) دوم اخفاء شہادت کے بعد جو وعدہ موت تھا اس وعدہ کی رُو سے۔

(۳) براہین احمدیہ کے اس الہام کی رُو سے جو اس واقعہ سے بارہ برس پہلے ہو چکا تھا۔ اب سوچو کہ اس سے بڑھ کر اگر کسی پیشگوئی میں صفائی ہو گی تو اور کیا ہو گی

اگر کوئی سچائی کو چھوڑ کر باتیں بنا دے تو ہم اُس کا مونہہ بند نہیں کر سکتے۔ لیکن آتھم کی نسبت جو الہام کے الفاظ ہیں وہ ایسے صاف ہیں کہ ایک حق کے طالب کو بجز اُن کے ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ اور براہین احمدیہ کا الہام جو آتھم صاحب کی نسبت ہے جو بارہ ۱۲ برس پہلے اس پیشگوئی سے تقریباً تمام اسلامی دُنیا میں شایع ہو چکا ہے اس پر غور کرنے والے تو سجدہ میں گریں گے کہ کیسا عالم الغیب خدا ہے جس نے پہلے سے ان تمام آئندہ واقعات اور جھگڑوں کی خبر دے دی۔ چونکہ اکثر اہل دُنیا کو آجکل اُس برتر ہستی پر ایمان نہیں ہے اس لئے اُن کے خیالات بہ نسبت اس کے کہ نیک ظنی کی طرف جائیں بدظنی کی طرف زیادہ جاتے ہیں۔ یہ بالکل غلطی ہے کہ گورنمنٹ نے لیکھرام کے مقدمہ میں سُستی کی ہے اور آتھم کے مقدمہ میں اگر وہ قتل ہو جاتا تو سُستی نہ کرتی۔ ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کو دونوں آنکھوں کی طرح برابر دیکھے۔ کسی کی رعایت نہ کرے۔ جیسا کہ فی الواقعہ یہ عادل گورنمنٹ ایسا ہی کر رہی ہے۔ لیکن مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی گورنمنٹ خدا سے بھی لڑ سکتی ہے۔ بیشک گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کسی نابکار خونی کو پکڑے۔ اس کو پھانسی دے اور بدتر سے بدتر سزا کے ساتھ اس کو تنبیہہ کرے تا دوسرے عبرت پکڑیں اور مُلک میں امن قائم رہے۔ اگر آتھم قتل ہو جاتا تو بیشک وہ شخص پھانسی ملتا جو آتھم کا قاتل ہوتا۔ اسی طرح جب ثابت ہوگا کہ لیکھرام کا فلاں شخص قاتل ہے اور وہ گرفتار ہوگا تو ایسا ہی وہ بھی پھانسی ملیگا۔ گورنمنٹ کا اس میں کیا قصور ہے اور کونسی سُستی؟ کس قاتل کو آریہ صاحب کس ثبوت کے ساتھ گرفتار کرانا چاہتے ہیں جس کے پکڑنے میں گورنمنٹ متامل ہے۔ لیکن گورنمنٹ خدا کی پیشگوئیوں میں دخل نہیں دے سکتی۔ جس قدر گورنمنٹ اس کی طرف توجہ کرے گی اسی قدر اُن پیشگوئیوں کو آسمانی اور بے لوث اور پاک پائے گی۔ آخر یہ گورنمنٹ اہل کتاب ہے اور اس خدا سے منکر نہیں ہے جو پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور آنے والے

زمانہ کی ایسے طور سے خبر دے سکتا ہے کہ گویا وہ موجود ہے۔ کیا چھ سال کی میعاد بیان کرنا اور عید کے دوسرے دن کا پتہ دینا اور صورت موت بیان کر دینا یہ خدا سے ہونا محال ہے؟ اگر خدا سے محال ہے تو ان قیدوں کے ساتھ انسان کی ایسی پیشگوئی کیونکر ممکن ہے۔ کیا دُور دراز عرصہ سے ایسی صحیح خبریں دینا انسان کا کام ہے؟ اگر ہے تو اس کی دُنیا میں کوئی نظیر پیش کرو۔ گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہیئے کہ اس ملک میں اور اس کے زمانہ بادشاہت میں خدا اپنے بعض بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے کہ جو قصّوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ اس ملک پر رحمت ہے کہ آسمان زمین سے نزدیک ہو گیا ہے ورنہ دوسرے مُلکوں میں اس کی نظیر نہیں۔

یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ مختلف مقامات پنجاب سے کئی خط میرے پاس پہنچے ہیں جن میں بعض آریہ صاحبوں کے جوشوں اور نامناسب منصوبوں کا تذکرہ ہے میرے پاس وہ خط بحفاظت موجود ہیں اور اس جگہ کے بعض آریہ کو مَیں نے وہ خط دکھلا دیئے ہیں۔ چنانچہ ایک خط جو گوجرانوالہ سے ایک معزز اور رئیس کا مجھ کو پہنچا ہے اُس کا مضمون یہ ہے کہ اس جگہ دو دن تک جلسہ ماتم لیکھرام ہوتا رہا اور قاتل کے گرفتار کنندہ کے لئے ہزار روپیہ انعام قرار پایا ہے اور دو سَو اُس کے لئے جو نشاندہی کرے۔ اور خارجاً سُنا گیا ہے کہ ایک خفیہ انجمن آپ کے قتل کے لئے منعقد ہوئی ہے اور اس انجمن کے ممبر قریب قریب شہروں کے لوگ (جیسے لاہور، امرتسر، بٹالہ اور خاص گوجرانوالہ کے) ہیں منتخب ہوئے ہیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ بیس ہزار روپیہ چندہ ہو کر کسی شریر طامع کو اس کام کے لئے مامور کریں تا وہ موقعہ پا کر قتل کر دے۔ چنانچہ دو ہزار روپیہ تک چندہ

یہی خبر اجمالاً پیسہ اخبار میں بھی لکھی ہے منہ

براہین احمدیہ کا وہ الہام یعنی یا عیسٰی انی متوفیک جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنی کھلے یعنی یہ الہام حضرت عیسٰی کو اس وقت بطور تسلّی بھی ہوا تھا جب یہود اُن کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے اور اس جگہ بجائے یہود ہنود کوشش کر رہے ہیں۔ اور الہام کے یہ معنے ہیں کہ مَیں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔ دیکھو اس واقعہ نے عیسٰی کا [illegible] خیال کر دیا ہے منہ

کا بندوبست ہو بھی گیا ہے۔ باقی دوسرے شہروں اور دیہات سے وصول کیا جائے گا۔ پھر بعد اس کے صاحب راقم لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ حافظ حقیقی کی حمایت میں ہیں۔ تاہم رعایت اسباب ضروری ہے اور میرے نزدیک ایسے وقت میں مشہور مسلمانوں سے بھی پرہیز لازم ہے کیونکہ وہ طامع اور بد باطن ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ وہ بظاہر بیعت میں داخل ہو کر آریوں کی طمع دہی سے اس کام کے لئے جرأت کریں۔ پھر صاحب راقم لکھتے ہیں کہ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس مشورہ قتل کے سرگروہ اس شہر کے بعض وکیل اور چند عہدہ دار سرکاری اور بعض آریہ رئیس و سرگردگان لاہور کے ہیں۔ جس قدر مجھے خبر پہنچی ہے۔ میں نے عرض کر دیا۔ واللہ اعلم" اور اسی کا مصدق ایک خط پنڈدادنخاں سے اور کئی اور جگہ سے پہنچے ہیں اور مضمون قریب قریب ہے۔ یہ سب خط محفوظ ہیں۔ اور جس جوش کو بعض آریہ صاحبوں کے اخبار نے ظاہر کیا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ ایسے جوش کے وقت یہ خیالات بعید نہیں ہیں۔ چنانچہ ضمیمہ اخبار پنجاب سماچار لاہور میں میری نسبت یہ چند سطریں لکھی ہیں:-

"ایک حضرت نے شاید اپنی مصنفہ کتاب موعود مسیحی میں یہ پیشگوئی بھی کی کہ پنڈت لیکھرام چھ سال کے عرصہ میں عید کے دن نہایت دردناک حالت میں مرے گا۔ یہ پیشگوئی اب قریب تھی۔ کیونکہ غالباً سنہ ۱۸۹۷ء چھٹا سال تھا اور ۵ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء آخری عید چھٹے سال کی تھی۔ علانیہ بذریعہ تحریر و تقریر کہا کرتے تھے کہ پنڈت کو مار ڈالیں گے اور مزید برآں یہ کہ پنڈت اس عرصہ میں اور فلاں دن میں ایک دردناک حالت میں مرے گا۔ کیا آریہ دھرم کے اس مخالف اور چند ایک کتب کے ایک خاص مصنف کو (یعنے اس عاجز کو) اس سازش سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

اس اخبار والے نے اور ایسا ہی دوسروں نے اس پیشگوئی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ ایک منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے طور پر مشہور کیا گیا۔ جیسا کہ وہ اسی اخبار

کے دوسرے صفحہ میں لکھتا ہے کہ "یہ قتل کئی ایک اشخاص کی مدت کی سوچی اور سمجھی ہوئی اور پختہ سازش کا نتیجہ ہے" ہم اس بات کو خود مانتے اور قبول کرتے ہیں کہ پیشگوئی کی تشریح میں بار بار تفہیم الہٰی سے یہی لکھا گیا تھا کہ وہ ہیبت ناک طور پر ظہور میں آئے گی اور نیز یہ کہ لیکھرام کی موت کسی بیماری سے نہیں ہوگی بلکہ خدا کسی ایسے کو اس پر مسلط کریگا جس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوگا۔ مگر جو پنجاب سماچار دہم مارچ ۱۸۹۷ء میں الہام کے حوالہ سے عید کا دن لکھا ہے یہ اس کی غلطی ہے۔ الہام کی عبارت یہ ہے ستعرف یوم العید والعید اقرب۔ یعنی تو اس نشان کے دن کو جو عید کے مانند ہے پہچان لے گا اور عید اس نشان کے دن سے بہت قریب ہوگی۔ یہ خدا نے خبر دی ہے کہ عید کا دن قتل کے دن کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ عید جمعہ کو ہوئی اور شنبہ کو جو شوال ۱۳۱۴ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ لیکھرام قتل ہو گیا۔ سو اس تمام پیشگوئی کا ماحصل یہ ہے کہ یہ ایک ہیبت ناک واقعہ ہوگا جو چھ سال کے اندر وقوع میں آئیگا اور وہ دن عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا یعنی دوسری شوال کی ہوگی۔ اب سوچو کیا یہ انسان کا کام ہے کہ تاریخ بتلائی گئی دن بتلایا گیا۔ سبب موت بتلایا گیا اور اس حادثہ کا وقوعہ ہیبت ناک طرز سے ظہور میں آنا بتلایا گیا۔ اس کا تمام نقشہ برکات الدعا کے مضمون میں کھینچ کر دکھلایا گیا۔ کیا یہ کسی منصوبہ باز کا کام ہوسکتا ہے کہ چھ برس پہلے ایسے صریح نشانوں کے ساتھ خبر دے اور وہ خبر پوری ہو جائے۔ توریت گواہی دیتی ہے کہ جھوٹے نبی کی پیشگوئی کبھی پوری نہیں ہوسکتی خدا اس کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا ہے تا دُنیا تباہ نہ ہو جیسا کہ لیکھرام نے بھی ایک دُنیوی چالاکی سے انہیں دنوں میں میری نسبت یہ اشتہار دیا تھا کہ تم تین برس کے عرصہ تک مر جاؤ گے۔ پس کیوں وہ کسی قاتل سے سازش نہ کر سکا تا اُس کی بات پوری ہوتی۔

ایک اور بات سوچنے کے لائق ہے کہ یہ بدگمانی کہ اُن کے کسی مُرید نے مار دیا ہوگا یہ شیطانی خیال ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ مریدوں کا مُرشد کے ساتھ ایک نازک

تعلق ہوتا ہے۔ اور اعتقاد کی بنا تقویٰ اور طہارت اور نیکوکاری پر ہوتی ہے۔ لوگ جو کسی کے مُرید ہوتے ہیں وہ اسی نیّت سے مُرید ہوتے ہیں کہ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ شخص باخدا ہے۔ اس کے دل میں کوئی فریب اور فساد کی بات نہیں۔ پس اگر وہ ایک ایسا بدکار اور لعنتی شخص ہے کہ کسی کی موت کی جھوٹی پیشگوئی اپنی طرف سے بناتا ہے اور پھر جب اُس کی میعاد ختم ہونے پر ہوتی ہے تو کسی مُرید کے آگے ہاتھ جوڑتا ہے کہ اب میری عزّت رکھ لے اور اپنے گلے میں رسہ ڈال اور مجھے سچا کر کے دکھلا۔ اب مَیں منصفوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا ایسے پلید لعنتی انسان کا یہ چال چلن دیکھ کر اور یہ شیطانی منصوبہ سُن کر کوئی مُرید اس کا معتقد ہو سکتا ہے۔ کیا وہ مُرشد کو ایک بدکار ملعون اور فاسق فاجر خیال نہیں کرے گا اور کیا وہ اس کو یہ نہیں کہیگا کہ اے بدکار! ہمارے ایمان کو خراب کرنے والے کیا تیری پیشگوئیوں کی اصلیت یہی تھی۔ کیا تیرا یہ منشاء ہے کہ جھوٹ تُو بولے اور رسّہ دوسرے کے گلے میں پڑے اور اس طرح تیری پیشگوئی پُوری ہو۔ جس قدر دُنیا میں نبی اور مُرسل گذرے ہیں یا آگے مامور اور محدّث ہوں کوئی شخص اُن کے مُریدوں میں اس حالت میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہوگا جبکہ اُن کو مکّار اور منصوبہ باز سمجھتا ہو۔ یہ رشتہ پیری مریدی نہایت ہی نازک رشتہ ہے۔ ادنیٰ بدظنّی سے اس میں فرق آجاتا ہے۔ مَیں نے ایک دفعہ اپنے مُریدوں کی جماعت میں دیکھا کہ بعض اُن میں سے صرف اس وجہ سے میری نسبت شُبہ میں پڑ گئے کہ مَیں نے ایک عذر بیماری سے جس کی انہیں اطلاع نہیں تھی نماز کے قعدہ التحیات میں دہنے پیر کو کھڑا نہیں رکھا تھا۔ اتنی بات میں دو آدمی باتیں بنانے لگے اور شبہات میں پڑ گئے کہ یہ خلاف سنّت ہے۔ ایک مرتبہ چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے مَیں نے پکڑی کیونکہ میرے دہنے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی اور کمزور ہے۔ اس پر بعض نے نکتہ چینی کی کہ خلاف سنّت ہے اور ہمیشہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ بعض نو مُرید ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر اپنی نافہمی سے ابتلاء میں پڑ جاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ خانگی امور تک نکتہ چینیاں شروع کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت

موسیٰ کو بھی اسی طرح تکلیف دیتے تھے کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس کے پیرو ہریک انسان کے قول و فعل کو راستبازی اور تقویٰ کے پیمانہ سے ناپتے ہیں اور اگر اس کے مخالف پاتے ہیں تو پھر فی الفور اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔

سو سوچنا چاہئیے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایسے لوگ اس بد معاش شخص کے ساتھ وفا کر سکیں جس کا تمام کاروبار مکروں اور منصوبوں سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں کو ناحق کے خون کرنے کے لئے مامور کرنا چاہتا ہے تا اس کا ناک نہ کٹے اور پیشگوئی پوری ہو۔ کوئی انسان عمداً اپنے ایمان کو برباد کرنا نہیں چاہتا۔ پھر اگر ایسی سازش میں بفرض محال کوئی مرید شریک ہو تو تمام مریدوں میں یہ بات کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہماری جماعت میں بڑے بڑے معزز داخل ہیں۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے اور تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور بڑے بڑے تاجر اور ایک جماعت علماء و فضلاء۔ تو کیا یہ تمام لچوں اور بد معاشوں کا گروہ ہے۔ ہم بآواز بلند کہتے ہیں کہ ہماری جماعت نہایت نیک چلن اور مہذب اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ کہاں ہے کوئی ایسا پلید اور لعنتی ہمارا مرید جس کا یہ دعویٰ ہو کہ ہم نے اس کو لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا تھا۔ ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکر سے اپنے فریب سے اُن کے پُوری ہونے کے لئے کوشش کرے اور کراوے۔

پس افسوس کہ اخبار پنجاب سماچار مطبوعہ ۱۰ / مارچ میں سازش کا الزام جو ہم پر لگایا ہے یہ کس قدر سچائی کا خون ہے۔ میں صاحب اخبار سے پوچھتا ہوں کہ آپ لوگوں میں بھی بڑے بڑے اوتار گذرے ہیں جیسے راجہ رامچندر صاحب اور راجہ کرشن صاحب۔ کیا آپ لوگ اُن کی نسبت یہ گمان کر سکتے ہیں کہ انہوں نے پیشگوئی کر کے پھر اپنی عزت رکھنے کے لئے ایسا حیلہ کیا ہو کہ کسی اپنے چیلہ کی منت خوشامد کی ہو کہ اُس کو اپنی کوشش

سے پُوری کر کے میری عزّت رکھ لے اور پھر اُن کے چیلے اُن کو اچھا آدمی سمجھتے ہوں۔ ہاں یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک بدمعاش ڈاکو کے ساتھ اور چند بدمعاش جمع ہوں اور ایسے کام خُفیہ طور پر کریں۔ لیکن اس میرے مُریدوں کے سلسلہ میں جس کے ساتھ مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی بڑے زور سے ہے یہ حرامزدگی کے کام میلان نہیں کھا سکتے۔ ہر ایک مُرید اس بُلند دعویٰ کو دیکھ کر نہایت اعلیٰ سے اعلیٰ پرہیزگاری کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہے۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ دعویٰ تو یہ ہو کہ مَیں وقت کا عیسیٰ ہوں اور جھُوٹی پیشگوئیوں کو اس طرح پر پُورا کرنا چاہے کہ مُریدوں کے آگے ہاتھ جوڑے کہ مجھ سے قصور ہو گیا میری پردہ پوشی کرو۔ جاؤ آپ مرو اور کسی طرح میری پیشگوئی سچّی کرو۔ کیا ایسا مُردار ایک پاک جماعت کا مالک ہو سکتا ہے۔

کہاں ہے تمہارا پاک کانشنس، اے مہذب آریو!؟ اور کہاں ہے فطرتی زیرکی اے آریہ کے دانشمندو!؟ ہمارا یہ اصول ہے کہ کُل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اُٹھتا کہ تا آگ بُجھانے میں مدد دے تو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مُریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اُس کے چُھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو مَیں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسلام اس قوم کے بدمعاشوں کا ذمہ وار نہیں ہے۔ بعض ایک ایک روپیہ کے لالچ پر بچّوں کا خون کر دیتے ہیں۔ ایسی وارداتیں اکثر نفسانی اغراض سے ہوا کرتی ہیں۔ اور پھر بالخصوص ہماری جماعت جو نیکی اور پرہیزگاری سیکھنے کے لئے میرے پاس جمع ہے۔ وہ اس لئے میرے پاس نہیں آتے کہ ڈاکوؤں کا کام مجھ سے سیکھیں اور اپنے ایمان کو برباد کریں۔ مَیں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہانتک ممکن ہے اُن کے عقاید کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں

سبب نہ کسی اور عدالت ہیں۔ اور بایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔ ہم اس وقت کیونکر اور کن الفاظ سے آریہ صاحبوں کے دلوں کو تسلی دیں کہ بدمعاشی کی چالیں ہمارا طریق نہیں ہیں۔ ایک انسان کی جان جانے سے تو ہم دردمند ہیں اور خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہونے سے ہم خوش بھی ہیں! کیوں خوش ہیں؛ صرف قوموں کی بھلائی کے لئے۔ کاش وہ سوچیں اور سمجھیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی صفائی کے ساتھ کئی برس پہلے خبر دینا یہ انسان کا کام نہیں ہے۔ ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بد زبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ مَیں اس کے لئے دُعا کرتا اور مَیں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو مَیں جانتا ہوں اُس سے کوئی بات انہونی نہیں۔ اور خوشی اس بات کی ہے کہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پُوری ہوئی۔ آتھم کی پیشگوئی پر بھی اُس نے دوبارہ روشنی ڈال دی۔ کاش اب لوگ سوچیں اور سمجھیں۔ اور قوموں کے درمیان سے بغض اور کینے دُور ہو جائیں کیونکہ عداوت اور دشمنی کی زندگی مَرنے کے قریب ہے۔

اور اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دُور نہیں ہو سکتا اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے تو مَیں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے یہ سارا قصہ فیصلہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک عذاب ہو مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بد دُعا سے بچ گیا تو مَیں مجرم

ہوں اور اُس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہیئے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دُنیا کو شبہات سے چھڑا دے تو اس طریق کو اختیار کرے یہ طریق نہایت سادہ اور راستی کا فیصلہ ہے۔ شاید اس طریق سے ہمارے مخالف مولویوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ مَیں نے سچے دل سے یہ لکھا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایسی آزمائش کرنے والا خود قادیان میں آوے۔ اس کا کرایہ میرے ذمّہ ہوگا۔ جانبین کی تحریرات چھپ جائینگی اگر خدا نے اس کو ایسے عذاب سے ہلاک نہ کیا جس میں انسان کے ہاتھوں کی آمیزش نہ ہو تو مَیں کاذب ٹھیروں گا۔ اور تمام دُنیا گواہ رہے کہ اس صورت میں مَیں اسی سزا کے لائق ٹھیروں گا جو مجرم قتل کو دینی چاہیئے۔ مَیں اس جگہ سے دوسرے مقام نہیں جا سکتا، مقابلہ کرنے والے کو آپ آنا چاہیئے۔ مگر مقابلہ کرنے والا ایسا ایک شخص ہو جو دل کا بہت بہادر اور جوان اور مضبوط ہو۔ اب بعد اس کے سخت بے حیائی ہوگی کہ کوئی غائبانہ میرے پر ایسے ناپاک شُبہات کرے۔ مَیں نے طریق فیصلہ آگے رکھ دیا ہے اگر مَیں اس کے بعد رُوگردان ہو جاؤں تو مجھ پر خدا کی لعنت اور اگر کوئی اعتراض کرنے والا بہتانوں سے باز نہ آوے اور اس طریق فیصلہ سے طالب تحقیق نہ ہو تو اُس پر لعنت۔

اے شتاب کار لوگو! جیسا کہ تمہارا گمان ہے مجھے کسی قوم سے عداوت نہیں۔ ہریک نوع انسان سے ہمدردی ہے اور جہانتک میرے بدن میں طاقت ہے اس ہمدردی کے لئے مشغول ہوں۔ اور مَیں جیسا کہ قوموں کا ہمدرد ہوں۔ ایسا ہی گورنمنٹ انگریزی کا شکر گذار اور سچے دل سے اُس کا خیر خواہ ہوں اور مفسدہ پردازیوں سے بدل بیزار ہوں۔

ایک اَور نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پنڈت لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی اس کے وقوع سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ میں اس پیشگوئی کی خبر دی گئی

ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں یہ الہام ہے:

لن ترضی عنك الیهود ولا النصاریٰ۔ وخرقوا له بنین وبنات بغیر علم۔ قل هو الله احد۔ الله الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد۔ ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین۔ الفتنة* ههنا۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ قل رب ادخلنی مدخل صدق۔ ولا تیئس من روح الله الا ان روح الله قریب۔ الا ان نصر الله قریب۔ یاتیك من کل فج عمیق یاتون من کل فج عمیق۔ ینصرك الله من عنده۔ ینصرك رجال نوحی الیهم من السماء۔ لا مُبدّل لکلمات الله۔ انا فتحنا لك فتحاً مبینا۔ یعنی پادری لوگ اور یہودی صفت مسلمان تجھ سے راضی نہیں ہوں گے اور خدا کے بیٹے اور بیٹیاں انہوں نے بنا رکھی ہیں۔ ان کو کہدے کہ خدا وہی ہے جو ایک ہے اور بے نیاز ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا اور نہ وہ کسی کا باپ اور نہ کوئی اس کا ہم کفو۔ اور یہ لوگ مکر کریں گے (یہ آتھم کے ظہور پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے) اور خدا بھی مکر کرے گا کہ ان کو ذرہ مہلت دے گا تا اپنے جھوٹے خیالات

---

* حاشیہ۔ براہین احمدیہ میں تین فتنوں کا ذکر ہے۔ اوّل بڑا فتنہ عیسائی پادریوں کا۔ جنہوں نے مکاری سے تمام جہان میں شور مچا دیا کہ آتھم کی پیشگوئی جھوٹی نکلی اور یہودی صفت مولویوں اور ان کے ہم مشرب مسلمانوں کو ساتھ ملا لیا۔ دیکھو صفحہ ۲۴۱

دوسرا فتنہ جو دوسرے درجہ پر ہے محمد حسین بٹالوی کا فتنہ ہے جس فتنہ کی نسبت براہین کے صفحہ ۵۱۰ میں یہ لکھا ہے۔ واذ یمکر بك الذی کفر اوقد لی یا هامان لعلی اطلع الی اله موسیٰ۔ وانی لاظنه من الکاذبین۔ تبت یدا ابی لهب وتب ما کان له ان یدخل فیها الا خائفا۔ وما اصابك فمن الله۔ الفتنة ههنا۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ الا انها فتنة من الله لیحب حبًّا

سے خوش ہو جائیں۔ اور پھر فرمایا کہ اس وقت پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کی طرف سے ایک فتنہ برپا ہوگا۔ پس تو صبر کر جیسا کہ اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا اور خدا سے اپنے صدق کا ظہور مانگ یعنی دُعا کر کہ پیشگوئی کے چھپانے میں جو جو پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں نے لوگوں کو دھوکے دیئے ہیں وہ دھوکے دُور ہو جائیں۔ اور پھر فرمایا کہ خدا کی رحمت سے نومید نہ ہو۔ کیونکہ خدا کی رحمت اس ابتلاء کے دنوں کے بعد جلد آئے گی۔ خدا کی نصرت ہر یک راہ سے آئے گی۔ لوگ دُور دُور سے تیرے پاس آئیں گے۔ خدا نشان دکھلانے کے لئے اپنے پاس سے تیری مدد کرے گا یعنی بلا واسطہ نشان دکھائے گا۔ اور نیز وہ لوگ بھی مدد کریں گے جن کے دلوں پر ہم خود آسمان سے وحی نازل کریں گے یعنی بعض نشان بالواسطہ بھی ہم ظاہر کریں گے۔ مطلب یہ کہ بعض پیشگوئیاں براہ راست ظہور میں آئیں گی اور بعض کے ظہور کے لئے ایسے نشان

جمّا۔ حبّا من اللّٰہ العزیز الاکرم عطاءً غیر مجذوذ۔ یعنی وہ زمانہ یاد رکھ کہ جب ایک منکر تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے دوست ہامان کو کہیگا کہ فتنہ کی آگ بھڑکا کہ مَیں موسیٰ کے خدا پر اطلاع پانا چاہتا ہوں اور مَیں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہیئے تھا کہ تکفیر اور تکذیب کے امر میں دخل دیتا۔ مگر یہ کہ ڈرتا ہوا ان باتوں کو پوچھ لیتا کہ جو اس کو سمجھ نہیں آتی تھیں اور تجھے جو کچھ پہنچے گا وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اس جگہ ایک فتنہ ہوگا۔ پس تجھے صبر کرنا چاہیئے جیسا کہ اولوالعزم نبی صبر کرتے رہے۔ یاد رکھ کہ وہ فتنہ خدا کی طرف سے ہوگا تا وہ تجھ سے بہت ہی پیار کرے۔ خدا کا پیار جو اللہ عزیز اکرم ہے۔ یہ وہ عطا ہے جو واپس نہیں لی جائے گی۔ اس وقت مجھے یہ سمجھ آیا ہے کہ الہام میں ہامان سے مُراد نذیر حسین محدث دہلوی ہے کیونکہ پہلے سب سے محمد حسین اس کی طرف التجا لے گیا اور یہ کہا اوقد لی یا ھامان۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ تکفیر کی بنیاد ڈال دے تا دوسرے اس کی پیروی کریں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نذیر حسین کی عاقبت تباہ ہے اگر توبہ کرکے نہ مرے۔ اور ممکن ہے کہ ابولہب سے مراد بھی نذیر حسین ہی ہو اور محمد حسین کا انجام اس آیت پر ہو امنت انّہ لا

واسطہ ظہیر جائیں گے جن کے دلوں میں ہم ڈال دیں گے خدا کی باتیں کبھی نہیں ٹلیں گی اور کوئی نہیں جو اُن کو روک سکے۔ ہم پادریوں کے مکر کے بعد ایک کھلی کھلی فتح تجھ کو دینگے۔

ان الہامات میں خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ اوّل پادری لوگ اور یہود صفت مسلمان مکر کے رُو سے ایک پیشگوئی کی حقیقت کو چھپائیں گے۔ تا تیری سچائی چھپی رہے اور ظاہر نہ ہو۔ پھر بعد اس کے یُوں ہوگا کہ ہم ارادہ فرمائیں گے کہ تیری سچائی ظاہر ہو اور تیری پیشگوئیوں کی حقانیت کھُل جائے۔ تب ہم دو قسم کے نشان ظاہر کریں گے۔ ایک وہ جن میں انسانوں کے افعال کا دخل نہیں جیسے مذہبی جلسہ میں پہلے سے ظاہر کیا گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین پر غالب رہے گا اور اس پیشگوئی کے پُورا کرنے میں انسانوں کا ذرہ دخل نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بلکہ مخالفانہ کوششیں ہوئیں اور ہر ایک چاہتا تھا کہ میرا مضمون غالب رہے۔ آخر پیشگوئی کے مضمون کے موافق ہمارا مضمون غالب ہوا۔ اور دوسرے اُن الہامات براہین احمدیہ میں یہ وعدہ تھا کہ ہم وہ نشان ظاہر کریں گے

حاشیہ: الٰہ الّا الذی اٰمنت بہٖ بنو اسرائیل۔ کیونکہ بعض رویا اس عاجز کی اس تاویل کی مؤید ہیں۔ پس خدا کے فضل سے کچھ تعجب نہیں کہ یہ متواتر تائیدوں کو دیکھ کر آخر توبہ کرے اور ہامان ملا جائے۔ تیسرا فتنہ جو تیسرے درجہ پر ہے لیکھرام کی موت کا فتنہ ہے یعنی آریوں کی بدگمانیاں اور ضرر رسانی کے لئے پوشیدہ کوششیں جیسا کہ پیسہ اخبار میں بھی ان کے قتل کے ارادوں کا ذکر ہے اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں اس فتنہ اور اس کے ساتھ کے نشان کی نسبت یہ الہام ہے مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الفتنۃ ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ فلما تجلّٰی ربّہ للجبل جعلہ دکًّا۔ یعنی اس جگہ ایک فتنہ ہوگا۔ پس صبر کر اور جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلّی کریگا تو انہیں پاش پاش کر دے گا۔ یہ براہین احمدیہ کے الہام ہیں۔ مگر اس تحریر کے وقت ابھی ایک الہام ہوا۔ اور وہ یہ ہے "سلامت بر تو اے مرد سلامت" منہ۔

جن میں انسانوں کے افعال کا دخل ہو گا۔ سو اس کے مطابق لیکھرام کی نسبت پیشگوئی ظہور میں آئی۔ کیونکہ یہ نشان بالواسطہ ظاہر ہوا۔ اور کسی نے لیکھرام کو قتل کر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی میں کسی انسان کے دل کو خدا نے اُبھارا تا اس کو قتل کرے اور ہر یک پہلو سے اس کو موقعہ دیا کہ تا وہ اپنا کام انجام تک پہنچا دے۔* پس خدا تعالیٰ نے جو فتح عظیم کے ذکر کرنے سے پہلے پیشگوئی کے ظاہر کرنے کے لئے دو مختلف فقروں کو ذکر فرمایا۔ اوّل یہ کہ ینصرک اللہ من عندہٖ۔ دوم یہ کہ ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء۔ اس تقسیم کی یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پادریوں کو شرمندہ کرنے کے لئے فرمایا کہ اگر تم نے ہمارے ایک نشان کو مخفی کرنا چاہا تو کیا حرج ہے ہم اس کے عوض میں دو نشان ظاہر کریں گے۔ ایک وہ نشان جو بلا واسطہ ہمارے ہاتھ سے ہو گا۔ اور دوسرا وہ نشان جو ایسے لوگوں کے ہاتھ سے ظہور میں آجائے گا جن کے دلوں میں ہم ڈال دیں گے کہ تم ایسا کرو تب فتح عظیم ہو گی۔

اب انصاف سے دیکھو اور ایمان سے نظر کرو کہ یہ دونوں نشان یعنے نشان جلسہ مذاہب اور نشان موت لیکھرام ۱۷ برس بعد شائع ہونے براہین احمدیہ کے ظہور میں آئے ہیں۔ کیا یہ انسان کی طاقت ہو سکتی ہے؟ یہ بھی ظاہر ہے کہ جلسہ مذاہب سے پہلے جو اشتہار الہامی شائع کئے گئے تھے۔ اُن میں صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ مضمون تمام مضامین پر غالب رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دیکھو اخبار سول ملٹری گزٹ۔ اخبار آبزرور۔ مخبر دکن۔ پیسہ اخبار۔ سراج الاخبار

---

* پیسہ اخبار اور سفیر گورنمنٹ میں لکھا ہے کہ لیکھرام کا ایک عورت سے ناجائز تعلق تھا یعنے وہ اس عورت کے کسی وارث کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ کیسی ذلّت کی موت ہے۔ اور اگر اسی کا نام شہادت ہے تو گویا یُوں کہنا چاہیئے کہ وہ کسی عورت کی نگاہ کی چھُری سے شہید ہو چکا تھا۔ آخر وہی چھُری قہر کا صورت پر اس کو لگ گئی۔ اگر قتل کا سبب یہی ہے تو لیکھرام کی پاک زندگی کا خوب ثبوت ہے۔ منہ

مشیر ہند - وزیر ہند سیالکوٹ. صادق الاخبار بہاولپور - پس یہ خدا کا بلا واسطہ فعل تھا۔ کہ ہر یک دل کی خواہش کے مخالف ان سے اقرار کرایا کہ وہی مضمون غالب رہا۔ مگر دوسرے نشان میں قاتل کے دل میں قتل کی خواہش ڈال دی اور اس طرح پر دونوں نشان بلا واسطہ اور بالواسطہ خلق اللہ کو دکھلا کر پادریوں اور اسلامی مولویوں اور ہندوؤں کے مکر کو ایک دم میں پاش پاش کر دیا۔ اور ممکن نہ تھا کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آجاتے جب تک خدا ایسے کھلے کھلے نشان ظاہر نہ کرتا۔

اسی کی طرف وہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۶ میں اشارہ فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنۃ وکان کیدھم عظیما۔ یعنی ممکن نہ تھا کہ نصاریٰ اور مخالف مسلمان اور ہندو اپنے انکاروں سے باز آجاتے جب تک اُن کو کھلا کھلا نشان نہ ملتا اور اُن کا مکر بہت بڑا تھا۔ پھر بعد اس کے اسی صفحہ میں فرمایا کہ اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دُنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ یہ اس بات کی اشارہ ہے کہ پادریوں نے آتھم کی پیشگوئی کو بباعث اپنے اخفاء کے لوگوں پر مشتبہ کر دیا تھا۔ پس اگر لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی جس کی شوخیوں نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ رجوع کرنے والا نہیں ایسی ہی مخفی رہ جاتی تو تمام حق خاک میں مل جاتا۔ اور نادان لوگوں کے خیالات سخت ناپاک ہو جاتے اور جاہل قریب قریب دہریوں کے بن جاتے۔ سو آسمانوں اور زمینوں کے مالک نے چاہا کہ لیکھرام حق کے اظہار کا فدیہ ہو اور سچے دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے بطور بلیدان کے ہو جائے۔ سو وہی ہوا جو خدا نے چاہا۔

ایک انسان کے مارے جانے کی ہمدردی بجائے خود ہے۔ مگر یہ بات بہت دلوں کو تاریکی سے نکالنے والی ہے کہ خدا نے جلسہ مذاہب کے نشان کے بعد یہ ایک عظیم الشان نشان دکھلایا۔ چاہیئے کہ ہر یک رُوح اس ذات کو سجدہ کرے جس

نے ایک بندہ کی جان لے کر ہزاروں مُردوں کو زندہ کرنے کی بنیاد ڈالی۔ اور پھر اسی پیشگوئی کی طرف براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۲ میں یہ الہام اشارہ فرماتا ہے کہ "**بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار۔ ربّ الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔** اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں" پس جس عظیم الشّان نشان کا اس الہام میں وعدہ ہے وہ یہی نشان ہے جس سے مطابق الہام ہذا کے اعلاء کلمہ اسلام ہوا۔ اور صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ میں اسی نشان کا ذکر ہے۔ جس کا پہلا فقرہ یہ ہے کہ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا یعنی ایک جلالی نشان ظاہر کروں گا اور سُرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہو گئے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا۔ وہ خون کپڑوں پر پڑا جو ابتک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا۔ وہی لیکھرام کا خون تھا۔ خدا کے آگے جُھک جاؤ کہ وہ برتر اور بے نیاز ہے!!!

بعض آریہ اخبار والوں نے یہ تعجب کیا کہ لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی ہے اور اس کی مدّت بتائی گئی، دن بتایا گیا۔ موت کا ذریعہ بتایا گیا۔ یہ باتیں کب ہو سکتی ہیں جب تک ایک بھاری سازش اس کی بنیاد نہ ہو۔ چنانچہ پرچہ ضمیمہ سماچار لاہور ۳ مارچ ۱۸۹۷ء اور ضمیمہ انیس ہند میرٹھ ۳ مارچ ۱۸۹۷ء نے اس بارے میں بہت زہر اُگلا ہے۔ ایڈیٹر انیس ہند اپنے پرچہ کے ۱۳ صفحہ میں یہ بھی کہتا ہے کہ "ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کی وفات کی بابت پیشگوئی کی تھی ورنہ ان حضرات کو کیا علم غیب تھا؟"

اب واضح ہو کہ یہ تمام صاحب آپ اس بات کو تنقیح طلب ٹھیراتے ہیں کہ کیا خدا نے اس شخص کو علم غیب دیا تھا؟ اور کیا خدا سے ایسا ہونا ممکن ہے؟ سو اس وقت ہم بطور نمونہ بعض اَور پیشگوئیوں کو درج کرتے ہیں تا ان نظائر کو دیکھ کر آریہ

صاحبوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ **اوّل**۔ احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت کی پیشگوئی جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ تین برس کی میعاد میں فوت ہو جائے گا۔ اور ضرور ہے کہ اپنے مرنے سے پہلے اَور مصیبتیں بھی دیکھے۔ چنانچہ اس نے اس اشتہار کے بعد اپنے پسر کے فوت ہونے کی مصیبت دیکھی اور پھر اس کی ہمشیرہ عزیزہ کی وفات کا ناگہانی واقعہ اس کی نظر کے سامنے وقوع میں آیا اور بعد اس کے وہ تین سال کی میعاد کے اندر خود بمقام ہوشیار پور فوت ہو گیا*۔ اب بتاؤ کہ اس کی موت میں میری طرف سے کس کے ساتھ سازش ہوئی تھی ؟ کیا تپ محرقہ کے ساتھ ؟

دوم۔ دوسری پیشگوئی شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کی مصیبت کے بارے میں تھی جو اس پر ناحق کے خون کا الزام لگایا گیا تھا۔ شیخ مذکور ہوشیار پور میں زندہ موجود ہے۔ اس کو پوچھو کہ کیا اس مقدمہ کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے مَیں نے **اپنے خدا** سے خبر پا کر کوئی اطلاع اس کو دی ہے یا نہیں۔

سوم۔ تیسری پیشگوئی سردار محمد حیات خاں جج کی نسبت اس وقت کی گئی تھی

---

* **حاشیہ**۔ اس پیشگوئی کے دو حصے تھے۔ ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت اور پیشگوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اُٹھانا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیشگوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیشگوئی کے وقت نے اپنا مُنہ دکھلا دیا۔ اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ تب تو اُن کی آنکھیں کھُل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے اُن کے کلیجے کانپ اُٹھے۔ پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔ سو وہ لوگ سخت احمق اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے ۔

جبکہ سردار مذکور ایک ناحق کے الزام میں ماخوذ ہو گیا تھا۔ اب پوچھنا چاہیئے کہ کیا درحقیقت کوئی ایسی پیشگوئی نامبردہ کی مخلصی کے بارے میں پیش از وقت کی گئی تھی یا اب بنائی گئی ہے۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس پیشگوئی کا براہین میں بھی ذکر ہے۔

چہارم۔ چوتھی پیشگوئی سید احمد خان کے سی۔ ایس۔ آئی کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اشتہار یکم فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی کہ اُن کو کوئی سخت صدمہ پہنچنے والا ہے۔ اب سید احمد خان صاحب کو پوچھنا چاہیئے کہ اس پیشگوئی کے بعد آپ کو کوئی ایسا سخت صدمہ پہنچا ہے یا نہیں جو معمولی ہم و غم نہ ہو بلکہ وہ امر ہو جو جان کو زیر و زبر کرنے والا ہو۔

پنجم۔ پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شایع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے ٭

ششم۔ چھٹی پیشگوئی شریف کے بارے میں جو میرا تیسرا لڑکا ہے کی گئی تھی اور رسالہ نور الحق میں پیش از وقت خوب شائع ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس کے موافق لڑکا پیدا ہوا جو اب خدا کے فضل سے چند روز تک دوسرے سال کو ختم کرنے والا ہے۔

٭حاشیہ۔ بعض جاہل محض جہالت سے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ جب پہلے لڑکے کا اشتہار دیا تھا اس وقت لڑکی کیوں پیدا ہوئی۔ مگر وہ خوب جانتے ہیں کہ اس اعتراض میں وہ سراسر خیانت کر رہے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو ہمیں دکھلا دیں کہ پہلے اشتہار میں یہ لکھا تھا کہ پہلے ہی حمل میں بلا واسطہ لڑکا پیدا ہو جائے گا اور اگر پیدا ہونے کے لئے کوئی وقت اشتہار میں بتلایا نہیں گیا تھا تو کیا خدا کو اختیار نہیں تھا کہ جس وقت چاہتا اپنے وعدہ کو پورا کرتا۔ ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو!
منہ

ہفتم۔ ساتویں پیشگوئی اشتہار ۱۸۸۶ء میں دلیپ سنگھ کے بارے میں تھی جو وہ قصد پنجاب سے ناکام رہے گا۔ اور صدہا ہندو اور مسلمانوں کو عام جلسوں میں یہ پیشگوئی سُنا دی گئی تھی۔

ہشتم۔ آٹھویں پیشگوئی جلسہ مذاہب کے نتیجہ میں تھی کہ اس میں میرا مضمون غالب رہے گا۔ اور یہ اشتہارات لاہور اور دوسرے مقامات میں پیش از وقت ہزاروں ہندو و مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ اب سول ملٹری کو پوچھو۔ آبزرور سے سوال کرو۔ اور مشیر ہند اور وزیر ہند اور پیسہ اخبار اور صادق الاخبار اور سراج الاخبار اور مخبر دکن کو ذرہ غور سے پڑھو تا معلوم ہو کہ کس زور سے الہام الٰہی نے اپنی سچائی ظاہر کی۔

نہم۔ نویں پیشگوئی قادیان کے ایک ہندو بشمبر داس نام کے ایک فوجداری مقدمہ کے متعلق تھی۔ یعنی بشمبر داس بقید ایک سال مقید ہو گیا تھا۔ اور اس کے بھائی شرمپت نام نے جو سرگرم آریہ ہے مجھ سے دُعا کی التجا کی تھی اور نیز یہ پوچھا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ مَیں نے دُعا کی اور کشفی نظر سے مَیں نے دیکھا کہ مَیں اس دفتر میں گیا ہوں جہاں اس کی قید کی مسل تھی۔ مَیں نے اس مسل کو کھولا اور برس کا لفظ کاٹ کر اس کی جگہ چھ مہینے لکھ دیا اور پھر مجھے الہام الٰہی سے بتلایا گیا کہ مسل چیف کورٹ سے واپس آئے گی اور برس کی جگہ چھ مہینہ رہ جائے گی لیکن بری نہیں ہوگا۔ چنانچہ مَیں نے یہ تمام کشفی واقعات شرمپت آریہ کو جو اب تک زندہ موجود ہے نہایت صفائی سے بتلا دیئے اور جب مَیں نے بتلایا اور بعینہ وہ باتیں ظہور میں آگئیں تو اُس نے میری طرف لکھا کہ آپ خدا کے نیک بندہ ہو اس لئے اُس نے آپ پر غیب کی باتیں ظاہر کر دیں۔ پھر مَیں نے براہین احمدیہ میں یہ تمام الہام اور کشف شائع کر دیا۔ یہ شخص شرمپت نہایت متعصب آریہ ہے جس کو میرے خیال میں آریہ مذہب کی حمایت میں خدا کی بھی کچھ پروا

نہیں۔ مگر بہرحال خدا نے اس کو میرا گواہ بنا دیا۔ اگر مَیں نے اس قصہ میں ایک ذرہ جھوٹ بولا ہے تو وہ قسم کھا کر ایک اشتہار اس مضمون کا شائع کر دے۔ کہ مَیں پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے۔ اور اگر جھوٹ نہیں تو میرے پر ایک برس تک سخت عذاب نازل ہو۔ پس اگر اس پر وہ **فوق العادت عذاب نازل نہ ہوا کہ خلقت بول اُٹھے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔** تو مجھے جس موت سے چاہو، ہلاک کرو۔ اس میں میری طرف سے یہ شرط ہے کہ انسان کے ذریعہ سے وہ عذاب نہ ہو۔ محض بلا واسطہ آسمانی عذاب ہو۔

یہ تو ممکن ہے کہ یہ شخص قوم کی رعایت سے یُوں ہی انکار کر دے یا بغیر اس قسم پیش کردہ کے اشتہار بھی دے دے۔ کیونکہ مَیں نے اس قوم میں خدا کا خوف نہیں پایا۔ مگر ممکن نہیں کہ وہ قسم کھا دے اگرچہ دوسرے آریہ اس کو ہلاک کر دیں۔ لیکن اگر قسم کھالے تو خدا کی غیرت ایک بھاری نشان دکھائیگی ایسا نشان دکھلائے گی کہ دُنیا میں فیصلہ ہو جائے گا۔ اور زمین آسمانی نُور سے بھر جائے گی۔

میرے اَور بھی بہت نشان ہیں۔ اگر لکھے جائیں تو ایک کتاب بن جائے گی۔ مَیں جانتا ہوں کہ بالفعل اسی قدر کافی ہے۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے چار صفحوں پر ہے) (۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

نوٹ از مرتب ہذا۔ اس اشتہار کے متعلق تین نوٹ بھی ہیں جو اگلے صفحہ ۳۶۴ پر نقل ہوئے ہیں (المرتب)

نوٹ۱۔ پنڈت لیکھرام کا اس طرز سے مارا جانا آریہ صاحبوں کو ایک سبق دیتا ہے اور وہ یہ کہ آئندہ کسی نومسلم کے شدھ کرنے کے لئے کوشش نہ کریں۔ اگر کوئی اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اُس کو ہونے دیں۔ آخر شدھ ہونے والے کو دیکھ لیا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اور دوسرے اس واقعہ سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ آیندہ یہ خواہش نہ کریں کہ کوئی دوسرا لیکھرام یعنی بدزبانیوں میں اُس کا ثانی تلاش کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر فی الواقعہ وہ بات صحیح ہے جو پیسہ اخبار اور سفیر میں لکھی گئی ہے، یعنی یہ کہ اس کے قتل کا سبب صرف بدکاری ہے اور یہ کام کسی غیرتمند لڑکی کے باپ یا خاوند کا ہے جیسا کہ بقول پیسہ اخبار کثرت رائے اسی طرف ہے تو آئیندہ نیک چلن واعظ تلاش کرنا چاہیئے۔

تعجب کی بات ہے کہ جس حالت میں بموجب بیان پیسہ اخبار کے زیادہ مشہور روایت یہی ہے کہ واردات قتل کا موجب کوئی ناجائز تعلق ہے تو کیوں اس طرف تحقیقات کے لئے توجہ نہیں کی جاتی اور کیوں ایسے ہندوؤں کے اظہار نہیں لئے جاتے جن کے مونہہ سے یہ باتیں نکلیں۔ اور کیا بعید ہے کہ وہی بات ہو کہ ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں۔ منہ

نوٹ۲۔ بعض صاحب عیسائیوں میں سے اعتراض کرتے ہیں کہ اگرچہ لیکھرام کی نسبت پیشگوئی پوری ہوگئی مگر ہندوؤں نے اس کو مرنے کے بعد ذلت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ ایسا عذر ایک عیسائی کے مُنہ سے نکلنا نہایت افسوس کی بات ہے۔ بھلا منصف بتلادیں کہ جب ہم نے پیشگوئی کے پُورا ہونے کو اسلام کی سچائی کا ایک معیار ٹھیرایا تھا۔ اور خدا نے لیکھرام کو مار کر مسلمانوں کی ہندوؤں پر ڈگری کر دی تو اس حالت میں نہ صرف لیکھرام بلکہ بحیثیت مذہبی اُس تمام فرقہ کی عزت میں فرق آگیا۔ رہی اُس کی عزت۔ تو اُس کا ڈاکٹر کے ہاتھ سے چیرے جانا کیا یہ عزت کی بات

ہے۔ اور چال چلن کی عزت کا یہ حال ہے کہ پیسہ اخبار ۱۳ر مارچ ۱۸۹۷ء میں لکھا ہے کہ " اس شخص کے مارے جانے کی مشہور روایت یہ ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھتا تھا اور یہی عام طور پر کہا جاتا اور یقین کیا جاتا ہے"۔ فقط۔ پس اس سے زیادہ ذلت کا اور کیا نمونہ ہوگا کہ جان بھی گئی۔ اور اکثر شہر کے لوگ اس کی وجہ بدکاری ٹھیراتے ہیں۔ منہ

نوٹ۳۔ ایک نشان عقلمندوں کے لئے یہ ہے کہ شیخ نجفی نے چالیس دقیقہ میں نشان دکھلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ہم نے یکم فروری ۱۸۹۷ء سے چالیس روز میں دیکھو حاشیہ اشتہار یکم فروری ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ جس کی عبارت یہ ہے۔ اگر نشانے از ما دریں مدت یعنی چہل روز بظہور آمد و از ایشاں یعنی از شیخ نجفی چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب شاں خواہد بود۔ سو یکم فروری ۱۸۹۷ء سے ۳۵ دن تک یعنی چالیس روز کے اندر نشان موت پنڈت لیکھرام وقوع میں آگیا۔ نجفی صاحب یہ تو بتلا دیں کہ یکم فروری ۱۸۹۷ء سے آجتک کتنے دقیقے گذر گئے ہیں۔ افسوس کہ نجفی نے کسی منارہ سے گر کے بھی نہ دکھلایا۔ ؎

گر ہمیں لاف و گزاف و شیخی است ✽ شیخ نجدی بہتر از صد نجفی است

منہ

(۱۶۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی

اس عریضہ میں پہلے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں کون ہوں۔ سو مختصر عرض یہ ہے کہ مَیں اس نواح کے ایک رئیس اور سرکار انگریزی کے سچے خیرخواہ کا بیٹا ہوں جن کا نام میرزا غلام مرتضےٰ تھا جن کا ذکر رئیسانِ پنجاب مسٹر گریفن میں موجود ہے۔ وہ گورنمنٹ کے وفادار خیرخواہ تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑوں سے معہ سواروں کے سرکار انگریزی کو مدد دی اور وہ اس ضلع میں ہر یک موقعہ مدد کے وقت سرکار انگریزی کو کام آتے رہے ہیں اور ہر یک مدد کے کام میں اپنی حیثیت کے موافق اس ضلع میں ان کا قدم سبقت رکھتا تھا۔ اور حکام وقت اُن کو بڑے لطف اور مہربانی کی نظر سے دیکھتے تھے اور گورنر جنرل کے دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی اور ۱۸۵۷ء کی خیرخواہی کے عوض سرکار انگریزی نے ان کو انعام بھی دیا تھا۔ تموّن کے گذر پر جو گورداسپورہ کے قریب واقع ہے۔ جب باغیوں کا عبور ہوا تو اُن مفسدوں کے مقابلہ میں جن لوگوں نے سپاہیانہ بہادری دکھلائی تھی اُن میں سے میرا حقیقی بھائی میرزا غلام قادر مرحوم تھا جس کو اس شجاعت پر خوشنودی مزاج کی حکّام کی طرف سے چٹھیاں ملی تھیں۔ اور مَیں بذاتِ خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیرخواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ مَیں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اُردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز

جہاد درست نہیں بلکہ سچّے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ مَیں نے یہ کتابیں بصرف زرِ کثیر چھاپ کر بلادِ اسلام میں پہنچائی ہیں۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس مُلک پر بھی پڑا ہے۔ اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایسی جماعت طیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچّی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لئے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لئے دلی جان نثار۔

اب اس تمہید کے بعد مَیں اصل مطلب کو لکھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب سے لیکھرام پشاوری جو آریہ صاحبوں کا ایک واعظ تھا۔ لاہور میں کسی کے ہاتھ سے قتل کیا گیا ہے۔ عجیب طرح پر آریوں اور ہندوؤں کا شور و غوغا عام مسلمانوں کی نسبت عموماً اور میری نسبت خصوصاً پھیل رہا ہے۔ اور بغیر کسی ثبوت کے کھلے کھلے طور پر قتل کی تہمتیں میری نسبت لگا رہے ہیں۔ اور اُن کی تیز تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے حملہ کی طیاری کر رہے ہیں جو نہ صرف میرے لئے بلکہ عام مسلمانوں کے لئے اور گورنمنٹ کے انتظام کے لئے خطرناک ہے اور اخبارات اور خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مفسدانہ ارادوں کے بانی مبانی صرف چند آدمی ہیں۔ جو لاہور اور گوجرانوالہ اور امرتسر اور بٹالہ اور چند دوسرے قصبوں کے باشندے ہیں۔ غالباً وہ اپنی تعداد میں پچاس سے زیادہ نہیں ہوں گے اور باقی لوگ درحقیقت انہیں سرغنوں کے افروختہ ہیں اور انہیں کی بھڑکائی ہوئی آگ کے شُعلے ہیں۔ جس وقت مَیں خیال کرتا ہوں کہ ان دنوں میں یہ آریہ صاحبان عام مسلمانوں کو کیا کیا دھمکیاں دے رہے ہیں اور جیسا کہ اخبار رہبر ہند ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں افواہاً بیان کیا گیا ہے۔ پشاور کے سکھوں کی پلٹنوں کو کس طور سے اغوا کرنے کے لئے کوشش کی گئی ہے تو مَیں دیکھتا ہوں کہ اس وقت سرکار انگریزی کا بڑا فرض

ہے کہ قبل اس کے جو اس ارادہ فساد کا کوئی خطرناک اشتعال پیدا ہو اپنی احسن تدبیر سے اس کو روک دے۔ گورنمنٹ کو یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ آریہ صاحبان اس وقت نرمی اور دلجوئی اور حکمت عملی کے نیک سلوک سے امن کے طالب ہو جائیں گے۔ بلکہ اس وقت سیاست مدنی کے قوانین کو پورے طور پر استعمال کرنا عین علاج ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ جبکہ آریہ صاحبوں میں ایک جھوٹے اور ناحق کے الزام پر جو مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے اس قدر جوش پیدا ہو گیا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ واقعی طور پر جیسا کہ دھمکیاں دیتے ہیں کسی نامی مسلمان کو قتل کر دیں گے یا قتل کا اقدام کریں گے تو اس جوش کا کیا حال ہوگا جو مسلمانوں میں ہندوؤں کے مقابل پر پیدا ہو سکتا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اب تک مسلمانوں نے بہت صبر کیا ہے۔ انہوں نے بہت سی گندی گالیاں اس فرقہ کی سُنیں اور اشتہار دیکھے مگر وہ چُپ رہے۔ لیکن آخر وہ بھی انسان ہیں۔ کیا تعجب کہ بہت دُکھائے جانے سے اُن میں بھی اشتعال پیدا ہو! پس کیا حفظ ماتقدم کے طور پر اس کا تدارک ضروری نہیں ہے؟ !!

مَیں اس وقت خاص طور پر ایک اَور بات کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اخبار آفتاب ہند مطبوعہ ۱۸ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۵ پہلے کالم میں ایک صاحب ہندو ایم آر بشیشر داس میری نسبت ایک مضمون لکھتے ہیں جس کا عنوان یہ ہے۔ "مرزا قادیانی خبردار" اور پھر تحریر فرماتے ہیں کہ "مرزا قادیانی بھی امروز فردا کا مہمان ہے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منا سکتی ہے۔ آجکل اہل ہنود کے خیالات مرزا قادیانی کی نسبت بہت بگڑے ہوئے ہیں بلکہ عموماً مسلمانوں کی بابت۔

پس مرزا قادیانی کو خبردار رہنا چاہیئے کہ وہ بھی بکرعید کی قربانی نہ ہو جاوے"۔

اور پھر اخبار رہبر ہند ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں صفحہ ۱۴ پہلے کالم میں لکھا ہے۔ "کہتے ہیں کہ ہندو قادیان والے کو قتل کرائیں گے۔ اور یہ بھی افواہ ہے کہ علیگڈھ والے

بوڑھے کا بھی خاتمہ کیا جائے گا" اور اس بارے میں جس قدر خط مجھ کو پہنچے ہیں۔ اُن کا اس وقت لکھنا ضروری نہیں۔ وہ خط محفوظ ہیں۔

اب گورنمنٹ عالیہ سے جو خاص التماس ہے وہ یہ ہے کہ ایسے ارادے اگرچہ بظاہر ایک شخص کی نسبت ہوں مگر چونکہ وہ ایک مذہبی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے اُن کا شروع ہونا عام طور پر فساد پھیلنے کی ایک بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ قادیان ایک ایسی جگہ ہے جو بجز چند چوکیداروں کے گورنمنٹ کی طرف سے اس میں کوئی تھانہ یا چوکی نہیں۔ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس وقت گورنمنٹ عالیہ سرکاری انتظام کی نیت سے جس قدر مناسب سمجھے چند سپاہی مسلمانوں میں سے قادیان میں اس وقت تک متعین کرے جس وقت تک آریہ صاحبوں کی آنکھیں نیلی پیلی معلوم ہوتی ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جیسے بشیشر داس نے آفتاب ہند میں صاف طور پر میری نسبت لکھدیا ہے کہ آریہ صاحب بجز عید تک اُن کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور نیز رہبر ہند نے بھی لکھا ہے۔ ایسی قطعی اور یقینی خبریں گورنمنٹ کی توجہ کے لایق ہیں۔ کیا گورنمنٹ کا قانون تدابیر امن اس وقت فرض نہیں کرتا کہ ایسے لوگوں کے مچلکے لینے کے لئے توجہ کی جائے جنہوں نے کچھ بھی اس با سیاست عملداری کا لحاظ نہ کرکے سکھوں کے زمانہ کا رنگ دکھا دیا اور بے دھڑک بول اُٹھے کہ فلاں فلاں آدمی کو ہم ضرور قتل کر دینگے کیا ایسی بے باکی کی تحریروں میں گورنمنٹ کی حکومت کی کسر شان نہیں ہے؟

اگر ایسی خبروں کے شایع کرنے والے صرف مسلمان ہوتے تو شاید کوئی خیال کرتا کہ تعصب سے ایسا لکھا ہے مگر اب تو یہ ہندو صاحبوں کا بیان ہے۔ کیا اب تک وقت تک نہیں آیا کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ کیا بشیشر داس سے پوچھا نہ جائے کہ وہ ایسے لوگوں کے نام بیان کرے جو قتل کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور پھر اُن سے بھاری بھاری مچلکے لئے جائیں کیونکہ بشیشر داس بھی ایک ہندو ہے اور اس کا یہ بیان

بہت اعتبار کے لائق ہے۔

اور میں اس وقت ضروری نہیں دیکھتا کہ جو آریوں کو میری نسبت اشتعال پیدا ہوا ہے اس کی وجہ بیان کروں کیونکہ ابھی میں اپنے ایک بڑے اشتہار[1] میں مفصل وجوہ بیان کر چکا ہوں۔ لیکن اس جگہ اس قدر لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ یہ پیشگوئی جس کی میعاد کے اندر اور عین تاریخ مقررہ میں لیکھرام بموت قتل راہی ملک بقا ہوا ہے وہ صرف چھ برس سے نہیں ہے جیسا کہ آریہ صاحبوں کا خیال ہے بلکہ یہ پیشگوئی سترہ برس سے ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عرصہ سترہ برس کا ہوا ہے کہ براہین احمدیہ میں تین پیشگوئیاں تین مختلف فرقوں کی نسبت درج ہوئی تھیں۔ اور تین فتنوں کا ذکر کیا گیا تھا (۱) ایک پادری صاحبوں اور ان کے شور و غوغا کی نسبت جو انہوں نے ڈپٹی آتھم صاحب کی میعاد گذرنے پر کیا۔ (۲) دوسری پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں اور ان کے سرغنہ محمد حسین اور ان کے اتباع مسلمانوں کی نسبت جو انہوں

اطلاع۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں ایک پیشگوئی گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ وما کان اللّٰہ لیعذ بھم و انت فیھم واینما تولّوا فثم وجہ اللّٰہ۔ یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکلیف پہنچائے حالانکہ تو اُن کی عملداری میں رہتا ہو۔ جدھر تیرا مُنہ خدا کا اسی طرف مُنہ ہے چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مجھے اس گورنمنٹ کی پُرامن سلطنت اور ظلّ حمایت میں دل خوش ہے اور اس کے لئے میں دُعا میں مشغول ہوں کیونکہ میں اپنے اس کام کو نہ مکّہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ لہٰذا وہ اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دُعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں زیر نمبر ۱۶۳ درج ہے (المرتب)۔

نے مجھ پر تکفیر کا فتنہ برپا کیا (۳) تیسری پیشگوئی اس چمکدار نشان کی نسبت جو لیکھرام کی موت سے وقوع میں آیا اور اس کے فتنہ کا ذکر۔ یہ تینوں پیشگوئیاں تین فتنوں کے ساتھ سترہ برس پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ پس اب سوچنا چاہیئے کہ کس انسان کو یہ طاقت ہے کہ ان واقعات کی اُس زمانہ میں خبر دے سکتا جبکہ ان واقعات کا نام ونشان نہ تھا۔ مثلاً اسی قتل لیکھرام کی پیشگوئی کو غور سے دیکھنا چاہیئے۔ کیا بجز عالم الغیب خدا کے کسی کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیشگوئی کرے جس کی میعاد چھ سال تک محدود کر دی گئی اور ساتھ اس کے حملہ کے دن کی بھی تعیین کر دی گئی اور وہ تاریخ بھی بتلائی گئی جس تاریخ میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ یعنی دوسری شوال جو ۶ مارچ ۱۸۹۷ء ہوتی ہے اور موت کا دن مقرر کر دیا گیا۔ یعنی یہ کہ اس کی وفات کا دن یکشنبہ رات کا وقت ہوگا۔ اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کا لفظ بھی ہے۔ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے۔ یعنے یہ کہ وہ چھ برس کے اندر فوت ہوگا اور ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے دن میں اور ۶ بجے میں بعد دوپہر کے حملہ ہوگا۔ غرض تینوں صورتوں میں برابر چھ کا تعلق ہے پس کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں کہ وہ سترہ برس پہلے یعنی اُس وقت کہ جبکہ لیکھرام بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہوگا یہ خبر دے دی۔ بلکہ یہ اس خدا کا کام ہے جو زمین وآسمان کو بنانے والا اور عالم الغیب اور تمام مخلوقات پر تصرف کرنے والا

تیرے سبب سے ہیں۔ کیونکہ جدھر تیرا منہ اُدھر خدا کا منہ ہے۔

اب گورنمنٹ شہادت دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانہ میں کیا کیا فتوحات نصیب ہوئیں۔ یہ الہام سترہ برس کا ہے۔ کیا یہ انسان کا فعل ہو سکتا ہے؟

غرض میں گورنمنٹ کے لئے بمنزلہ حرز سلطنت ہوں۔ منہ

ہے۔ خدا نے لیکھرام کا نام اپنے الہام میں گوسالہ سامری رکھا ہے۔ اور اس ایک
لفظ سے ہر یک سمجھ دار کو سمجھا دیا ہے کہ گوسالہ کی حمایت کرنے والے خدا کی نظر میں
کیسے ہیں اور ان کا انجام کیا ہے۔ توریت موجود ہے جس نے دیکھنا ہو دیکھے اور خدائے
ذوالجلال کی اتنی بے ادبی نہ کرے کہ گویا وہ موجود نہیں۔ کیا جو کچھ ظہور میں آیا۔ یہ انسان
کا کام تھا؟ کیا انسان میں یہ طاقت ہے کہ ستّرہ برس پہلے خبر دیدے؟ !!!
یہ٭ اعتراض عبث ہے کہ کیوں ڈپٹی آتھم پیشگوئی کے مطابق اس طریق سے نہ

٭ آتھم کی نسبت جو پیشگوئی تھی۔ اس میں یہ صاف شرط تھی کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کریگا تو پیشگوئی
کے اثر سے رجوع کی حالت میں بچ جائے گا۔ چنانچہ آتھم نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلام کی تکذیب میں ایک
لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالا اور ہیبت زدہ ہو کر ڈرتا رہا جس کا اس کو خود اقرار تھا۔ اور اس کا قسم
نہ کھانا زیادہ صفائی سے اس اقرار کو ثابت کر رہا ہے۔ اس لئے ضرور تھا کہ وہ الہام کی شرط
سے فائدہ اُٹھاتا۔ پھر جب اس نے میعاد کے بعد تکذیب پر مُنہ کھولا اور قسم سے انکار کیا اور حق
کو چھپایا تو خدا نے اس کو اصرار کے وقت پکڑ لیا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ آتھم نے میعاد کے بعد
اسلام کی طرف رجوع کرنے سے انکار کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اِسی انکار کی شامت سے تو اُس کو ہمارے
الہام کے موافق موت آئی۔ اگر یہ انکار میعاد کے اندر کرتا تو میعاد کے اندر ہی اس کو موت آجاتی
میعاد کے اندر تو چُپ رہا اور ہراساں اور لرزاں رہا۔ اسی لئے الہامی شرط کے موافق تاخیر ہوئی۔
اگر کسی کے پاس آتھم کی ایسی تحریر موجود ہے جو پیشگوئی کی میعاد کے اندر لکھی گئی ہو جس میں
اس نے اقرار کیا ہو کہ مَیں عیسائی ہوں اور اسلام کا مکذّب ہوں تو مخالفوں پر لازم ہے کہ
وہ تحریر پیش کریں ورنہ میعاد گذرنے کے بعد جو کچھ اُس نے تحریراً یا تقریراً انکار کیا اسی کا نتیجہ
تو اس کی موت تھی۔ سو اُس نے انکار کے نتیجہ کو پا لیا یعنی جلد مَر گیا۔ پھر اس کے بعد کونسی بحث
باقی رہی۔ غرض آتھم کی موت بالکل پیشگوئی کے موافق ہوئی۔ یہ سب باتیں پیشگوئی میں درج تھیں۔
پس ایسے بدیہی امر کا انکار بجز ایک بیحیا کے اَور کوئی نہیں کر سکتا۔ منہ ۔

مرا جس سے لیکھرام مرا۔ کیونکہ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ آتھم پیشگوئی کے بعد ڈرا۔ لیکن لیکھرام نہیں ڈرا۔ آتھم نے حیا دکھلایا۔ لیکن لیکھرام نے نہیں دکھلایا۔ آتھم پیشگوئی کو سُنتے ہی بیباکی اور شوخی سے باز آگیا۔ لیکن لیکھرام باز نہیں آیا۔ آتھم پیشگوئی کی میعاد میں چُپ ہوگیا اور اُس کا دل خوف سے بھرا رہا۔ لیکن لیکھرام چُپ نہیں ہوا۔ اور نہ اس کا دل خوف سے بھرا۔ اس لئے وہ خدا جو دلوں کو جانچتا اور پوشیدہ خیالات کو دیکھتا ہے۔ وہ اپنی شرط کے موافق آتھم سے نرمی کے ساتھ پیش آیا کیونکہ وہ ڈرنے والے پر قہر کا پتھر نہیں چلاتا اور کانپتے بدن پر آگ نہیں برساتا۔ پس اُس رحیم خدا نے آتھم سے وہ معاملہ کیا جو ایسے ڈرنے والے سے کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن اُس نے لیکھرام کو شوخ اور بدزبان اور حد سے تجاوز کرنے والا پایا۔ اس لئے اس کا قہر بھڑکا۔ اور وہی اُس کی زبان کی چھُری اس کے پیٹ کی آفت ہوگئی۔ پس خدا نے آتھم میں اپنی جمالی صفات کو ظاہر کیا اور لیکھرام میں اپنی جلالی صفات کو۔ کیونکہ وہ دھیمے کے ساتھ دھیما ہو جاتا ہے اور شوخ اور بیباک کو اپنا قہری حملہ دکھاتا ہے۔ کیا دُنیا گواہی دے سکتی ہے کہ آتھم اور لیکھرام کے مزاج ایک ہی تھے۔ اگر کوئی ایسی گواہی دے گا تو سخت ظلم کرے گا۔ آتھم میں شرم اور حیا تھی اور فطرتی طور پر اس کا دل سچائی کے خوف سے متاثر ہو جاتا تھا۔ اس میں ہرگز شوخی نہیں تھی۔ بلکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نیک طبع اور نرمی اور شرم اور حیا اور تہذیب اور راستی کا خوف جلد تر دل میں بٹھانے میں آتھم جیسا ایک بھی شخص عیسائیوں میں ابتک نہیں پایا۔ پس خدا نے جیسا اُس کو پایا ویسا ہی اُس کے ساتھ معاملہ کیا۔ مگر لیکھرام کو آتھم سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ یہ ایک شوخ دل چلا بیباک آدمی تھا جس نے گالیوں کے جوش میں نہ حضرت موسیٰؑ کو چھوڑا۔ اور نہ حضرت عیسیٰؑ کو نہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور یہ سمجھا کہ یہ تمام سلسلہ جھوٹوں اور ناپاکوں کا سلسلہ ہے اور اُن کا تمام زمانہ مکر و فریب کا زمانہ تھا۔

اور صرف وید پرمیشر کی طرف سے ہے اور باقی تمام توریت، انجیل، قرآن انسانوں کے افترا ہیں۔ پس ایسا کب ہو سکتا تھا کہ خدا اپنے نبیوں کی یہ ذلّت دیکھے اور چُپ رہے۔ پس خدا اگرچہ بہت بُردبار ہے مگر آخر اس کی غیرت نے تقاضا کیا۔ کہ تمام نبیوں کی سچائی کے لئے ہندوؤں کو ایک نشان دے۔

مَیں پھر کہتا ہوں کہ خدا نے اپنے الہام میں لیکھرام کا نام گوسالہ سامری رکھا ہے اور اب مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کی حمایت میں اس قدر غلو کیا گیا ہے کہ گویا سامری کے گوسالہ کی طرح اس کی پرستش شروع ہو گئی ہے۔ اس کی حمایت میں نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ جیسا کہ رہبر ہند ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء میں بیان کیا گیا ہے عیسائیوں کو بھی دھمکی دی جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ آریہ صاحبوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ وہ ذرہ نہیں سوچتے کہ لیکھرام کی موت آسمان کے خدا کے حکم سے ہوئی ہے جو سترہ۱۷ برس پہلے نافذ ہو چکا تھا۔ پھر کسی کا اس میں کیا اختیار ہے۔ بیشک ہمیں بھی لیکھرام کی موت کا درد ہے اور زیادہ اس سے کہ وہ اس حالت میں گذر گیا کہ جب سچائی کا سخت دشمن تھا۔ ہماری طرف سے آریہ صاحبوں کو یہی نصیحت ہے کہ اب خدا سے لڑنا مناسب نہیں۔ بلکہ اپنے دلوں کی اصلاح کرنے کا وقت ہے۔ آریہ صاحبان بار بار کہتے ہیں کہ کیا قانون قدرت اس بات کو مانتا ہے کہ ایسے کھلے کھلے نشانوں کے ساتھ کوئی پیشگوئی خدا کی طرف سے ہو۔ مَیں کہتا ہوں کہ وہ اس اعتراض میں معذور ہیں کیونکہ وہ اُس خدا سے بے خبر ہیں جو غیبی خبریں دینے پر قادر ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وید علم غیب سے خالی ہے۔ گویا اُن کا پرمیشر ایک نہایت کمزور پرمیشر ہے جو غیب کی باتیں بتلانے پر قادر نہیں۔ اس لئے وہ ہمارے قادر خدا کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ سو یہ اُن کی غلطی ہے۔ یقیناً یاد رکھیں کہ اس دُنیا کا مالک ایک قادر اور عالم الغیب خدا ہے۔ اور وہ وہی ہے جس نے قرآن بھیج کر گم گشتہ توحید کو پھر دُنیا میں قائم کیا۔ سچا خدا وہی خدا

ہے۔ باقی سب بُت پرستیاں یا انسان پرستیاں ہیں۔

اسلام کے مذہب اور ہندوؤں کے مذہب کا خدا تعالےٰ کی درگاہ میں سترہ برس سے ایک مقدمہ دائر تھا۔ سو آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے اجلاس میں اس اعلیٰ عدالت نے مسلمانوں کے حق میں ایسی ڈگری دی جس کا نہ کوئی اپیل اور نہ مرافعہ۔ اب یہ واقعہ دُنیا کو کبھی نہیں بھُولے گا۔ آریہ صاحبوں کو چاہیئے کہ اب گورنمنٹ کو ناحق تکلیف نہ دیں۔ مقدمہ صفائی سے فیصلہ پا چکا۔ اور مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ ہریک جوش سے اپنے تئیں باز رکھیں۔ اور اخلاقی پیرایہ میں فتح کا شکر ظاہر کریں۔ اور نیز اس وقت سچی اطاعت اور سچّی بُردباری کا نمونہ گورنمنٹ کو دکھلائیں اور کوئی وحشیانہ حرکت اُن سے ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ آسمانی عدالت سے اُن کی فتح ہو چکی ہے اور آریہ صاحبان اُن کے مدیون ٹھہر چکے ہیں۔ اب اپنے مدیونوں سے نرمی کریں۔ لُطف اور محبّت سے پیش آئیں۔ سچّا خُلق ان کو دکھلائیں۔ یقین ہے کہ آریہ صاحبان بھی پرمیشر کے کئے پر راضی ہو کر اپنی آتش افشانی سے باز آجائیں گے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہندو صاحبان فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب کچّا تاگہ ہے۔ اور حقیقت میں یہ قول نہایت سچّا تھا۔ کاش اس پر قائم رہتے۔ پھر جیسے شُدھ کرنے کی آرزو اُن کے دلوں میں پڑی تو ایسے لوگ بھی اُن میں پیدا ہو گئے جن کا نمونہ ایک لیکھرام تھا۔ سو اب ایسے بیہودہ خیال جانے دیں کہ آریہ مت میں داخل ہو کر لوگ شُدھ (پوتر) ہو جاتے ہیں۔ وہ دُنیادار ہیں۔ ان کو کیا معلوم ہے کہ انسان کیونکر اور کس مذہب سے شُدھ ہوتا ہے۔ اگر چاہیں تو قبول کریں کہ شُدھ ہونے کا طریق صرف اسلام ہے جس میں داخل ہو کر انسان قادر خدا کے ساتھ باتیں کرنے لگتا ہے۔ زندہ خدا کا مزہ اسی دن آتا ہے۔ اور اسی دن اس کا پتہ لگتا ہے جب انسان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا قائل ہوتا ہے۔ اس خدا کے سوا باقی سب بیہودہ قصّے ہیں کہ لوگوں کی غلطیوں سے قوموں

میں رواج پا گئے ہیں۔ توریت اور قرآن کا ایک خدا ہے۔ انجیل نے بھی اُسی خدا کی طرف بُلایا ہے۔ مگر افسوس کہ عیسائیوں نے اُس خدا کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک خدا کا ایک پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔ نیک تھا۔ برگزیدہ تھا۔ خدا سے ملا ہوا تھا۔ لیکن خدا نہیں تھا۔ اسلام کا سچا اور قادر خدا ہمیشہ اپنے زندہ نشان دکھلاتا ہے۔ اس خدا کا تابع ہرگز یہ نہیں کہتا کہ میرے خدا کی قدرتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں۔ سو زندہ خدا پر ایمان لاؤ جس کی پُر زور طاقتیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اسی خدا کا دامن پکڑو کہ جو ایسے عجائبات تم میں ظاہر کر رہا ہے ؎

یار غالب شو کہ تا غالب شوی

نکتہ۔ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قولی نشان۔ اور دوسرے فعلی نشان۔ سو خدا نے تین مہینہ کے عرصہ میں یہ دونوں قسم کے نشان لاہور میں ظاہر کئے۔ جلسہ مذاہب میں اس عاجز کے مضمون کی قبولیت اور فوق العادت عظمت ظاہر کر کے قولی نشان دکھلایا۔ اور لیکھرام کو دُنیا سے اُٹھا کر فعلی نشان دکھلایا۔ اگر ہزار برس تک کی کتابیں بھی تلاش کرو تو ایسی پیشگوئی کی نظیر نہیں ملے گی جس کی بنیاد ایسی شائع کردہ تحریروں پر ہو جو ہر ایک قوم کی نظر کے سامنے اور اُن کے قبضہ میں ہوں۔ اور پھر اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ اُسی میعاد میں اُسی دن میں اُسی وقت میں اسی صورت میں پُوری ہو گئی ہو۔ فقط

الملتمس خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۲۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء

مطبع ضیاء الاسلام طبع شد بمقام قادیان بقلم منظور محمد (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۶۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قرآن شریف کی آیت اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ؁
خدا اُن کے ساتھ ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکی کرنا اُن کا اصول ہے

آج مَیں نے ایک مضمون از طرف ایک صاحب گنگا بشن نام پرچہ پنجاب سماچار ۳ اپریل ۱۸۹۷ء میں پڑھا ہے۔ صاحب راقم نے اخبار مذکور میں اپنا پتہ صرف یہ لکھا ہے " ڈریل ماسٹر ریلوے پولیس " یہ پتہ کچھ پورا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اُن کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا جائے۔ مگر وہ جو اپنی اس تحریر مطبوعہ میں ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خط ڈاک میں براہ راست میری طرف روانہ کیا ہے وہ خط مجھ کو نہیں پہنچا شاید کیا سبب ہوا۔ بہرحال اس اخبار کے ذریعہ سے مجھ کو صاحب راقم کے منشاء سے اطلاع مل گئی ہے۔ لہٰذا ذیل میں جواب لکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ یہ جواب ۱۰ اپریل ۱۸۹۷ء کی میعاد کے اندر بلکہ کئی دن پہلے اُن کو مل جائے گا۔

لالہ گنگا بشن صاحب میرے اس اشتہار کے جواب میں جس میں مَیں نے ایسے شخصوں میں سے کسی کو قسم کھانے کے لئے بُلایا تھا جو میری قتل کی سازش پر دلی یقین رکھتا ہو۔ تحریر فرماتے ہیں کہ " مَیں قسم کھانے کو تیار ہوں " مگر اس بارے میں تین[۳] شرطیں ٹھہراتے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ مجھے جو پیشگوئی کرنے والا ہوں پیشگوئی کے پُوری نہ ہونے کی حالت میں پھانسی دی جائے۔ (۲) دوسری یہ کہ اُن کے لئے دس ہزار روپیہ گورنمنٹ میں جمع کرایا جائے یا ایسے بنک میں جس میں اُن کی تسلّی ہو سکے اور اگر وہ بد دُعا سے نہ مریں تو اُن کو وہ روپیہ مل جائے (۳) تیسری یہ کہ جب وہ قادیان میں قسم کھانے

کے لئے آدیں تو اس بات کا ذمہ لیا جائے کہ وہ لیکھرام کی طرح قتل نہ کئے جائیں۔

اما الجواب۔ واضح ہو کہ مجھے تینوں شرطیں اُن کی بسر وچشم منظور ہیں۔ اور اس میں کسی طرح کا عذر نہیں۔ جس عدالت میں چاہیں مَیں صاف صاف اقرار کر دُونگا کہ اگر لالہ گنگا بشن صاحب میری بددُعا سے ایک سال تک بچ گئے تو مجھے منظور ہے کہ مَیں مُجرم کی طرح پھانسی دیا جاؤں۔ اور گورنمنٹ سخت ناانصافی کرے گی اگر اس وقت مجھ کو پھانسی نہ دیوے۔ کیونکہ جبکہ لالہ گنگا بشن صاحب جلسہ عام میں قسم کھا کر کہینگے کہ "مَیں سچے دل سے کہتا ہوں کہ درحقیقت پنڈت لیکھرام کا یہی شخص قاتل ہے۔ اور اگر یہ شخص قاتل نہیں ہے بلکہ دین اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے خدا کی طرف سے یہ نشان ظاہر ہوا تو اے سچ کے حامی خدا ایک سال تک مجھ کو سزائے موت دے" پس اس صورت میں جبکہ وہ سزائے موت سے بچ جائیں گے تو اس میں کیا شک ہے کہ یہی ثابت ہو جائے گا کہ مَیں قاتل تھا یا قتل کے مشورہ میں شریک تھا یا اس پر کسی طرح سے اطلاع رکھتا تھا تو اس وجہ سے قانوناً مجھے پھانسی دینا ناجائز نہ ہوگا۔ گورنمنٹ ہزاروں مقدمات قسم پر فیصلہ کرتی ہے۔ سو یہ گورنمنٹ کے اصول سے بالکل چسپاں بات ہے کہ اس طرح پر مُجرم کو اس کی سزا تک پہنچاوے۔

غرض مَیں طیار ہوں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ گورنمنٹ کی عدالت میں اقرار کر سکتا ہوں کہ جب مَیں آسمانی فیصلہ سے مجرم ٹھیر جاؤں تو مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ خدا نے میری پیشگوئی کو پُوری کر کے دین اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے یہ فیصلہ کیا ہے۔ پس ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ مَیں پھانسی ملوں یا ایک ذرہ بھی کسی تکذیب کرنے والے کو دُوں بلکہ وہ خدا جس کے حکم سے ہریک جنبش و سکون ہے اس وقت کوئی اَور ایسا نشان دکھائے گا جس کے آگے گردنیں جُھک جائیں!!!

ایسا ہی لالہ گنگا بشن صاحب کی دوسری شرط کی نسبت میں اُن کو تسلی دیتا ہوں کہ اُس روز سے کہ وہ کسی مشہور پرچہ کے ذریعہ سے اقرار مذکورہ بالا شائع کریں* میں ایک ماہ تک یا غایت دو ماہ تک دس ہزار روپیہ اُن کے لئے گورنمنٹ میں جمع کرا دونگا یا کسی دوسری ایسی جگہ پر جس پر فریقین مطمئن ہو سکیں اور یہ جو میں نے کہا کہ اس روز سے دو ماہ تک روپیہ جمع کراؤں گا جبکہ وہ اپنا اقرار شائع کریں۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس پرچہ سماچار ۳ ؍اپریل ۱۸۹۷ء میں اس اقرار کو شائع نہیں کیا جس اقرار کو میں قسم کے ساتھ شائع کرانا چاہتا ہوں۔ یعنی یہ اقرار کہ وہ میری نسبت نام لے کر یہ امر شائع کر دیں کہ ” میں یقیناً جانتا ہوں کہ واقعہ قتل پنڈت لیکھرام اس شخص کے حکم یا اس کے مشورہ سے یا اس کے علم سے ہوا ہے اور جیساکہ اس کا دعویٰ ہے خدا کی طرف سے یہ کوئی نشان نہیں بلکہ اسی کی اندرونی اور خفیہ سازش کا نتیجہ ہے اور اگر میں قسم کے دن سے ایک سال تک فوت ہو گیا تو میرا مرنا اس بات پر گواہی ہو گی کہ درحقیقت لیکھرام خدا کے غضب سے اور پیشگوئی کے موافق فوت ہوا ہے اور نیز اس بات پر گواہی ہو گی کہ درحقیقت دین اسلام ہی سچا مذہب ہے اور باقی آریہ مذہب یا ہندو مذہب و عیسائی مذہب وغیرہ مذاہب سب بگڑے ہوئے عقیدے ہیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔“ اس اقرار کے لکھانے سے غرض یہ ہے کہ ہمارے تمام مناظرات سے اصلی مقصود یہی ہے کہ دین اسلام ہی سچا دین ہے اور اسی غرض سے لیکھرام کی نسبت اس کی رضامندی سے یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ لہٰذا اس مقام میں بھی طرف ثانی کا یہ کھلا کھلا اقرار شائع ہونا بہت ضروری ہے۔

اور لالہ گنگا بشن صاحب یاد رکھیں کہ ٹھیک ٹھیک ان الفاظ کے ساتھ کسی مشہور اخبار میں اس اقرار کو شائع کرنا ضروری ہو گا اور نیز یہ کہ قادیان میں آکر قسم

* وہ پرچہ جس میں اقرار حسب نمونہ شائع کریں بذریعہ رجسٹری مجھ کو بھیجنا ہو گا تا میں مطلع ہو جاؤں۔ منہ

بھی انہیں الفاظ کے ساتھ کھانی پڑے گی۔ اور یہ وہم نہ کریں کہ وہ ایسے اقرار سے کسی قانونی پیچ میں آسکتے ہیں۔ کیونکہ مَیں اُن کو اطلاع دیتا ہوں کہ مَیں اُن کے اس الزام کے دفع کے لئے کسی قانونی ذریعہ سے چارہ جوئی پسند نہیں کرتا۔ اور نہ کروں گا۔ مَیں خدا کے فیصلہ میں خلقت کی عام بھلائی دیکھتا ہوں۔ اور جو انہوں نے آخری شرط پیش کی ہے کہ مَیں قادیان میں قتل نہ کیا جاؤں۔ اس کا بفضلہ تعالےٰ مَیں خود ذمہ وار ہوں۔ وہ حسب نمونہ اقرار شائع کرنے کے بعد جب دو ماہ کے عرصہ تک اطلاع پاویں کہ روپیہ جمع ہو گیا ہے تو بلا توقف پورے اطمینان کے ساتھ قسم کھانے کے لئے قادیان میں آجائیں۔ ہمیں ہر ایک قوم سے ہمدردی ہے۔ کسی کی مجال نہیں جو آپ کو آزار پہنچا سکے یہ یاد رہے کہ چونکہ روپیہ جمع کرنا کسی قدر مہلت چاہتا ہے۔ اس لئے مَیں نے زیادہ سے زیادہ دو ماہ کی شرط لگا دی ہے۔ امید کہ آپ اپنی سچی نیک نیتی سے اس مہلت کو غیر موزوں نہیں سمجھیں گے۔

اور بالآخر یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ اس اخبار میں لالہ گنگا بشن نے اپنا پتہ پُورا پُورا نہیں لکھا۔ لیکن دوسری دفعہ کی اشاعت میں جب وہ اقرار اپنا شائع کریں گے اُس میں پُورا پُورا پتہ اپنا لکھنا ضروری ہو گا۔ یعنی یہ کہ اپنا نام اپنے باپ کا نام قومیت سکونت محلہ ضلع اور پیشہ وغیرہ۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمدؐ قادیانی

۵؍اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{4}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۶۶)

لیکھرام کے قتل کے متعلق

۸؍اپریل ۱۸۹۷ء کو ہمارے گھر کی تلاشی ہو کر صفحہ ۵۵۶ و ۵۵۷ براہین احمدیہ کی پیشگوئی پوری ہوئی

ہمیں اس وقت قابل رحم قوم آریہ پر کچھ شکوہ نہیں کہ وہ ایسی ایسی تلاشیوں کے کیوں محرک ہوئے اور کیوں اپنے شریف ہمسایوں کو جو اہل اسلام ہیں، ایسی بے اصل کارروائیوں سے تکلیف دی. کیونکہ درحقیقت لیکھرام کی موت سے ان کو بڑا ہی صدمہ پہنچا ہے. یہ ایسا صدمہ نہیں ہے جو کبھی معزز قوم آریہ اس کو فراموش کر سکے۔ اور درحقیقت یہ بھی سچ ہے کہ اگر اس موت کے ساتھ ایک اسلامی پیشگوئی نہ ہوتی تب تو یہ موت ایک خفیف سی موت سمجھی جاتی اور قاتل کی سراغرسانی کے لئے معمولی قواعد استعمال میں لائے جاتے. مگر اب تو یہ ایک بڑی بھاری مصیبت پیش آئی کہ لیکھرام کی وفات اس پیشگوئی کے موافق ہوئی۔ جس میں یہ شرط جانبین نے قبول کر لی تھی کہ پیشگوئی کے جھوٹی نکلنے کی حالت میں اسلام کی سچائی میں فرق آئے گا۔ اور اگر پیشگوئی واقعی طور پر سچی ثابت ہوئی تو آریہ مذہب کا جھوٹا ہونا مان لیا جائے گا۔ ہمیں آریہ صاحبوں سے بڑی ہمدردی ہے. لیکن اس جگہ تو ہم حیران ہیں کہ اگر ہمدردی کریں تو کیا کریں. یہ خدا کا فعل ہے۔ اس میں نہ ہماری اور نہ آریہ صاحبوں کی کچھ پیش جا سکتی ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ تلاشی کے وقت میں پہلے وہی کاغذات برآمد ہوئے جن میں میری اور لیکھرام کی دستخطی تحریریں تھیں. چنانچہ وہ عہدنامہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمت میں پڑھا گیا. اور مجلس عام میں اس کا ایسا اثر ہوا کہ بعض عہدہ داران پولیس جو صاحب بہادر کے ہمراہ آئے تھے وہ بول اُٹھے کہ جبکہ

اپنے مطالبہ سے لیکھرام نے یہ پیشگوئی حاصل کی تھی اور عہدنامہ لکھا گیا تھا تو پھر پیشگوئی کرنے والے پر شبہ کرنا بے محل ہے۔ خدا کے ہر ایک کام میں ایک حکمت ہوتی ہے۔ اس تلاشی میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ وہ کاغذات حکّام کے سامنے پیش ہو گئے جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ لیکھرام نے خود قادیان میں آکر اور پچیس[۲۵] دن رہ کر پیشگوئی کا مطالبہ کیا۔ اور فریقین کی طرف سے تحریریں لکھی گئیں جن میں پیشگوئی کو فریقین کے مذہب کے صدق اور کذب کا معیار ٹھیرایا گیا اور حکّام پر کھل گیا کہ یہ تحریریں بہت سے بیہودہ خیالات کا فیصلہ کرتی ہیں اور صاف سمجھا دیتی ہیں کہ یہ پیشگوئی اسلام اور آریہ مذہب کی ایک کُشتی تھی اور فریقین نے سچی نیت سے اپنے خدا اور پرمیشر پر توکّل کرکے دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے آسمانی فیصلہ کی درخواست کی تھی اور اس پر راضی ہو گئے تھے۔ اور یہ ایک ایسا امر تھا کہ اگر اسی حیثیت سے چیف کورٹ کی عدالت میں پیش کیا جاتا تو ضرور چیف کورٹ کے ججوں کو اس کے واقعات پر غور کرنے سے گواہی دینی پڑتی کہ خدا نے اس مقدمہ میں اسلام کی آریوں پر ڈگری کی۔

مگر افسوس کہ ہمارے مولوی درپردہ اس سچے اور پاک خدا کے دشمن ہیں جو سچائی کی حمایت کرتا ہے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی اس کھلی کھلی پیشگوئی کی نسبت بھی جو دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے معیار کی طرح ٹھیرائی گئی تھی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح لوگ اس پر اعتقاد نہ لاویں۔ ہم انشاءاللہ عنقریب اس معاہدہ کو جو ہم میں اور لیکھرام میں ہوا تھا۔ سراج منیر کے اخیر میں نقل کر دیں گے۔ اور ہم نہایت ہمدردی سے مسلمانوں کو صلاح دیتے ہیں

نوٹ۔ اس تلاشی سے یہ بھی ایک فائدہ ہوا کہ جو ہمارے مخالف مولویوں کو گمان تھا کہ اُن کے گھر میں عربی لکھنے کے لئے ایک کمیٹی بیٹھی ہوئی ہے اور نیز آلات رصد و نجوم اُن کے گھر میں مخفی رکھے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے غیب کی خبریں دیتے ہیں۔ ان سب بہتانوں کا بے اصل ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ منہ

کہ اگر اسلام کی محبت ہے تو ان مولویوں سے پرہیز کریں۔* آیندہ اگر اور بھی تجربہ کرنا ہے تو اُن کا اختیار ہے۔ یہ مولوی بالکل ان فقیہوں اور فریسیوں کے خمیر سے ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دشمن تھے۔

اب ہم ایک بڑی حکمت اس خانہ تلاشی کی لکھتے ہیں جس کے تصور سے ہمیں اس قدر خوشی ہے کہ ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ جس دن خانہ تلاشی ہونے والی تھی یعنی ۸؍اپریل روز پنجشنبہ۔ اس دن افسران پولیس کے آنے سے چند منٹ پہلے مَیں اپنے رسالہ سراج منیر کی ایک کاپی پڑھ رہا تھا۔ اور اس میں براہین احمدیہ کے حوالہ سے یہ مضمون تھا کہ خدا تعالےٰ نے جو اپنی کلام میں میرا نام عیسٰیؑ رکھا ہے تو ایک وجہ مشابہت وہ ابتلا ہے جو حضرت عیسٰیؑ کو پیش آیا تھا۔ یعنی یہود کی قوم نے اپنی کوششوں سے اور نیز گورنمنٹ رُومیہ کو دھوکہ دینے سے چاہا کہ حضرت عیسٰیؑ کو صلیب دی جائے۔ اس عبارت کے پڑھنے کے وقت مجھے یہ خیال آیا کہ حضرت مسیح کے دشمنوں نے دو پہلو اختیار کئے تھے۔ ایک یہ کہ اپنی طرف سے ایذا رسانی کی کوششیں کیں اور دوسرے یہ کہ گورنمنٹ کے ذریعہ سے بھی تکلیف دی۔ مگر میرے معاملہ میں تو اب تک صرف ایک پہلو ہے۔ یعنی صرف آریوں کی کوششیں اور اخباروں اور خطوط کے ذریعہ سے ان کی بدگوئی۔ اس وقت معاً میرے

---

*مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی تو انہیں مخالفانہ تحریر کے لئے تکلیف اُٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ "یہ پیشگوئی خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے تھی اور فی الواقعہ پوری ہوگئی ہے تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر" پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھ لیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارے میں ہوں گی جلا دیں گے۔ اور اگر وہ اب بھی گریز کریں تو اہل اسلام خود سمجھ لیں کہ ان کی کیا حالت ہے اور انجامکار ان کی نسبت یہ عجیب پیشگوئی ہے۔ منہ

دل نے خواہش کی کہ کیا اچھا ہوتا کہ گورنمنٹ کی دست اندازی کا پہلو بھی اس کے ساتھ شامل ہوجاتا تا وہ پیشگوئی جو لیکھرام کی نسبت اس کی موت سے سترہ برس پہلے لکھی گئی ہے اپنے دونوں پہلوؤں کے ساتھ پوری ہو جاتی۔ سو ابھی مَیں اس سوچ میں تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس مسجد میں ہیں۔ تب مَیں بڑی خوشی سے گیا اور صاحب بہادر نے مجھے کہا کہ "مجھے حکم آگیا ہے کہ قتل کے مقدمہ میں آپ کے گھر کی تلاشی کروں" تلاشی کا نام سُن کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی جیسے اس ملزم کو ہو سکتی ہے جس کو کہا جائے کہ تیرے گھر کی تلاشی نہیں ہوگی۔ تب مَیں نے کہا کہ آپ اطمینان کے ساتھ تلاشی کریں اور مَیں مدد دینے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس کے بعد مَیں ان کو مع دوسرے افسروں کے اپنے مکان میں لے آیا۔ اور اوّل مردانہ مکان میں پھر زنانہ مکان میں۔ تمام بستہ جات وغیرہ انہوں نے دیکھ لئے اور مہمان خانہ و مطبع وغیرہ مکانات سب کے سب دکھلا دیئے گئے۔

غرض صاحب موصوف نے عمدہ طور پر اپنے فرض منصبی کو ادا کیا اور بہت سا حصہ وقت کا خرچ کر کے اور خدا کی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پوری کر کے آخر آٹھ بجے رات کے قریب واپس چلے گئے۔

یہ تو سب کچھ ہوا۔ مگر ہمیں اس بات کی نہایت خوشی ہوئی کہ اس روز براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ اور ۵۵۰ کی پیشگوئی کامل طور پر پوری ہو گئی۔ اور جیسا کہ لکھا تھا چمکدار نشان کے لوازم ظہور میں آ گئے۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۱۱ اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبع ضیاء الاسلام قادیان) (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۶۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لالہ گنگا بشن صاحب کی مرنے کیلئے درخواست

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے اشتہار[1] ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں جس میں آریہ صاحبوں کے خیالات لیکھرام کی موت کی نسبت لکھے گئے تھے۔ دوسرے صفحہ کے دوسرے کالم میں لکھا تھا کہ اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دُور نہیں ہو سکتا اور میری نسبت یقین رکھتا ہے کہ گویا میں سازش قتل میں شریک ہوں تو ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک ہے اور اگر شریک نہیں تو ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل ہو جو ہیبت ناک ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو۔ اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصوّر ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک ایسے عذاب سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں گا اور اس سزا کے لائق جو ایک قاتل کو ہونی چاہیئے۔ اس اشتہار کے بعد ایک صاحب گنگا بشن نام نے اخبار سماچار مطبوعہ ۴ اپریل ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے قسم کھانے کے لئے اپنے تئیں مستعد ظاہر کیا اور صاف طور پر اقرار کر دیا کہ حسب منشاء اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں قسم کھانے کے لئے طیار ہوں بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ میری قسم سے آئندہ کوئی آپ کے سامنے کھڑا نہیں ہوگا۔ یعنی تمام مخالف قومیں لاجواب ہو جائیں گی۔ مگر اپنی طرف سے یہ زائد شرط لگا دی کہ میں اس صورت میں قسم کھاؤں گا کہ دس ہزار روپیہ میرے لئے جمع کر دیا جائے اس تصریح سے کہ اگر میں زندہ رہا تو اس روپیہ کا میں حق دار ہوں گا سو ہم نے اس نئی شرط کو بھی جو

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں زیر نمبر ۱۲۳ درج ہے (المرتب)

ہمارے اشتہار کے منشاء سے زائد تھی۔ اس شرط[لہ] کے ساتھ قبول کیا کہ لالہ گنگا بشن اُس مفصلہ ذیل مضمون کی قسم بذریعہ کسی مشہور اخبار کے شائع کریں اور نیز قادیان میں آکر بالمواجہ بھی میرا نام لے کر یہ قسم کھاویں کہ درحقیقت لیکھرام کے قتل میں اس شخص کی شراکت ہے اور اس کی خفیہ سازش سے اس کی موت ہوئی ہے۔ اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو ایک سال تک مجھ کو وہ موت آوے جس میں انسان کے منصوبہ کا دخل نہ ہو۔ اور ایسا ہی اخبار کے ذریعہ سے اور نیز بالمواجہ بھی یہ اقرار کریں کہ اگر میں ایک سال کے اندر حسب منشاء اس قسم کے مرگیا تو میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگا کہ درحقیقت لیکھرام خدا کے غضب سے اور پیشگوئی کے موافق ہلاک ہوا ہے اور نیز اس بات پر گواہی ہوگی کہ درحقیقت دین اسلام ہی سچا دین ہے اور باقی تمام مذاہب جیسا کہ آریہ مت سناتن دھرم اور عیسائی وغیرہ سب بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔ اس پر لالہ گنگا بشن صاحب ضمیمہ بھارت سدھار ۱۱ر اپریل ۱۸۹۷ء اور ہمدرد ہند لاہور ۱۲ر اپریل ۱۸۹۷ء میں یہ فضول عذر شائع کرتے ہیں کہ یہ شرط اشتہار ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء میں موجود نہیں تھی۔ لہٰذا ہم اُن کو اطلاع دیتے ہیں کہ اوّل تو خود تم نے ہمارے اشتہار ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء کی پابندی اختیار نہیں کی۔ اور اپنی طرف سے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کی شرط زیادہ کر دی۔ جس پر ہمارا حق تھا کہ ہم بھی تمہاری اس قدر ترمیم پر جس قدر چاہتے پہلے اشتہار کی ترمیم کرتے۔ اور یہ ایک سیدھی بات ہے کہ آپ نے ہمارے اشتہار کے منشاء سے آگے قدم رکھ کر ایک نئی شرط اپنے فائدہ کے لئے زیادہ کر دی۔ اس لئے ہمارا بھی حق تھا کہ ہم بھی نئی شرط کے مقابل پر جس قدر چاہیں بڑھا دیں۔

علاوہ اس کے اگر غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے کوئی امر تمہارے مقابل پر ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار کے مخالف پیش نہیں کیا۔ بلکہ وہ باتیں جو مجمل طور پر اشتہار مذکور میں

لہ دیکھئے اشتہار زیر نمبر ۱۶۵ جلد ہذا کے صفحہ ۳۶۷ پر (المرتب)

پائی جاتی تھیں۔ اُن کو کسی قدر تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اقرار جو بذریعہ اشتہار اور نیز بالمواجہ ہم تم سے کرانا چاہتے ہیں۔ یہ کوئی نئی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری یہ تمام کارروائی صرف اس غرض سے ہے کہ تا ہم ثابت کریں کہ دُنیا میں صرف دین اسلام ہی سچا مذہب ہے اور دوسرے تمام مذہب باطل ہیں۔ اور اگر یہ غرض درمیان نہ ہو تو یہ سب جھگڑے ہی عبث ہیں اور ہمارے الہام بھی عبث۔ یہی تو ایک مُدعا ہے یعنی دین اسلام کی سچائی ثابت کرنا۔ جس کے لئے یہ نشان خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے سماچار ۳ر اپریل ۱۸۹۷ء کی تحریر میں اس بات کا تو بھی اقرار کیا جبکہ یہ کہا کہ "میرے مرنے کے بعد دوسرے لوگ آپ کے مقابل پر کھڑے نہیں ہوں گے" کیا اس تحریر کا بجُز اس کے کوئی اور مدعا تھا کہ اس فتح کے بعد دوسرے مذہبوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ سو ہم آپ سے بذریعہ اخبار اور نیز بالمواجہ یہی اقرار چاہتے ہیں اور پنڈت لیکھرام سے بھی پیشگوئی کے مطالبہ پر یہی اقرار لیا گیا تھا کہ یہ پیشگوئی آریہ مذہب اور اسلام میں بطور فیصلہ کرنے والے منصف کے متصور ہوگی۔ وہی عہدنامہ ۸ر اپریل ۱۸۹۷ء کو تلاشی کے وقت صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے حضور میں پڑھا گیا تھا۔ مَیں سوچ میں ہوں کہ اقرار کے بعد یہ بیہودہ انکار آپ نے کیوں کر دیا۔ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ تمام ہماری سرگرمی اس غرض سے نہیں ہے کہ کوئی شخص ہم کو منجموں اور رمالوں کی طرح مان لے یا صرف سچی پیشگوئیوں والا سمجھ لے۔ اس قسم کی لغو تعریفوں سے تو ہم بدل بیزار ہیں۔ بلکہ یہ سب اسلام کی تائید میں خدا تعالیٰ کے الہام ہیں اور اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یہ سب کام وہ قادر مطلق اپنے ہاتھ سے کر رہا ہے جس کا نام اللہ ہے۔ جلّ جلالہٗ۔

اب ہم صاف لفظوں میں لالہ گنگا بشن کو مطلع کرتے ہیں کہ اس قسم کی چالبازی دیانت کے طریق سے بعید ہے۔ ہم نے اُن کے دس ہزار کے مطالبہ پر کسی غیر متعلق امر

بیجا شرط کو زیادہ نہیں کیا بلکہ یہ وہی شرط ہے جو ہماری تمام کارروائی میں ہمیشہ سے ملحوظ اور ہماری زندگی کی علت غائی ہے۔ اگر اسی شرط کو ساقط کیا گیا تو باقی کیا رہا؟ کیا ہم ایک انسان کی جان ناحق ضائع کرنی چاہتے ہیں؟ یا ہم صرف ایک بیہودہ لہو ولعب کے مشتاق ہیں جس کا دین کے لئے کوئی بھی نتیجہ نہ ہو۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس قدر عظیم الشان معرکہ میں جس میں دس ہزار روپیہ نقد پہلے جمع کرا دیا جائے گا کچھ تو ہمارا مقصد اور غرض ہونی چاہیئے۔ پس کیا وہ یہی غرض ہو سکتی ہے کہ ہمیں کوئی جوتشیوں اور رملیوں کی طرح سمجھ لے؟ نہیں بلکہ اس قدر مالی زیر باری اُٹھانے کے لئے محض ہم اس لئے طیار ہو گئے ہیں کہ تا اس سے اسلام کے مقابل پر ہندو مذہب کا فیصلہ ہو جائے۔ سو اگر لالہ گنگا بشن صاحب اس میدان کا بہادر اپنے تئیں سمجھتے ہیں تو اب بیہودہ حیلوں حوالوں سے اپنا قدم باہر نہ کریں۔ وہ اپنے اس اقرار کو یاد کریں جو اپنی قلم سے ۲۷ اپریل کے سماچار میں شائع کر بیٹھے ہیں۔

اُن کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ جس حالت میں اُن کا مقولہ ہے کہ بعض وقت میں خدا کو بھی جواب دے دیتا ہوں تو پھر دس ہزار روپیہ کی طمع پر اُن کو یہ کہنا کیا مشکل ہے کہ اگر مَیں مرگیا تو میرا مرنا اس بات کا قطعی ثبوت ہوگا کہ دُنیا میں صرف دین اسلام ہی سچا ہے اور دوسرے مذہب جو اس کے مخالف ہیں جیسے آریہ مذہب اور سناتن دھرم اور عیسائی مذہب سب باطل ہیں اور نیز کہ اگر مَیں مرگیا تو میرا مرنا اس بات کو ثابت کرے گا کہ لیکھرام کی موت کی پیشگوئی درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ غرض انہی مفید باتوں کے لئے تو ہم دس ہزار روپیہ دیتے ہیں اور یہ رقم کثیر اسی اقرار کی توقیمت ہے ورنہ ہم نے اپنے اشتہار ۵ ارمارچ ۱۸۹۷ء میں ایک حبہ دینے کا بھی کسی کے ساتھ عہد نہیں کیا۔ یہی تو وہ غرض ہے جس کو ہم نے مدّنظر رکھ کر گنگا بشن صاحب کو مُنہ مانگی مراد دی۔

ناظرین ذرہ سوچیں کہ ایسا شخص جو خود کہتا ہے کہ مجھ کو کسی مذہب سے دلی تعلق نہیں یہانتک کہ بعض وقت خدا کو بھی جواب دے دیا کرتا ہوں اس پر ان دو اقرار کرنے سے کونسی مصیبت پڑتی ہے۔ بہرحال یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ جبکہ گنگا بشن صاحب نے اپنی طرف سے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کی شرط بڑھا دی ہے۔ جس کا ہمارے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں نام و نشان نہ تھا تو ہم اس شرط کے عوض میں یہ چاہتے ہیں کہ وہ اخبار کے ذریعہ سے اور نیز جلسہ عام میں قسم کے ساتھ ہمارے اصل مقصد کا تصریح کے ساتھ اقرار کریں۔ اور پھر ہم مکرر لکھ دیتے ہیں کہ جو اقرار وہ اخبار میں بقید اپنی ولدیت و قومیت و سکونت و ضلع و ثبت شہادت گواہان معززین شائع کرینگے اس کا لفظ بلفظ یہ مضمون ہوگا۔

"مَیں فلاں بن فلاں قوم فلاں ساکن قصبہ فلاں ضلع فلاں اللہ جل شانہٗ یا پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت پنڈت لیکھرام کا قاتل ہے اور مَیں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں کہ بالضرور لیکھرام غلام احمد کی سازش اور شراکت سے قتل کیا گیا ہے اور ایسا ہی پورے یقین سے جانتا ہوں کہ یہ پیشگوئی خدا تعالٰے کی طرف سے نہیں تھی بلکہ ایک انسانی منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے بہانہ سے عمل میں آیا۔ اگر میرا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اسے خدائے قادر مطلق اس شخص کا سچ ظاہر کرنے کے لئے اپنا یہ نشان دکھلا کہ ایک سال کے اندر مجھے ایسی موت دے کہ جو انسان کے منصوبہ سے نہ ہو۔ اور اگر مَیں ایک سال کے اندر مر گیا تو تمام دنیا یاد رکھے کہ میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگی کہ واقعی طور پر یہ خدا کا الہام تھا۔ انسانی سازش نہیں تھی اور نیز یہ کہ واقعی طور پر سچا دین صرف اسلام ہے اور دوسرے تمام مذہب جیسے آریہ مذہب اور ساتن دھرم اور عیسائی وغیرہ تمام بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔" غرض اس مضمون کی قسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں چھپوانی ہوگی اور یہی قسم قادیان میں آکر جلسہ عام میں کھانی ہوگی

اب اگر میں اس وعدہ سے پھر جاؤں تو میرے پر خدا کی لعنت ورنہ تمہارے پر۔

آپ کی درخواست کے موافق مجھ پر واجب ہوگا کہ میں دس ہزار روپیہ آپ کے لئے جمع کرا دوں۔ اور میری درخواست کے موافق آپ پر واجب ہوگا کہ آپ بلا کم و بیش اسی قسم کا اقرار مؤکد بقسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں جیسا کہ اخبار عام شائع کرا دیں۔ اور جیسا کہ میں تسلیم کر چکا ہوں آپ کے اس چھپے ہوئے اقرار کے پہنچنے کے بعد دو مہینے تک دس ہزار روپیہ جمع کرا دوں گا۔ اگر نہ کراؤں تب بھی کاذب شمار کیا جاؤں گا اور یہ کہنا کہ "ایک سال کو میں نہیں مانتا بلکہ چاہتا ہوں کہ فوراً زمین میں غرق کیا جاؤں یا یہ کہ مہینہ اور تاریخ اور گھنٹہ موت کا مجھے بتلایا جائے" یہ آپ کے پہلے اقرار کے برخلاف ہے جو سماچار ۳ر اپریل ۱۸۹۷ء میں کر چکے ہو۔ علاوہ اس کے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں۔ اس کے حکم سے زیادہ نہیں کہہ سکتا اور نہ کم۔ ہاں اگر میعاد کے اندر کوئی زیادہ تشریح خدا تعالیٰ کی طرف سے کی گئی تو میں اس کو شائع کر دوں گا۔ مگر کوئی عہد نہیں۔ آپ اگر اپنی پہلی بہادری پر قائم ہیں تو ایک سال کی شرط کو قبول کریں۔ میں یہ اقرار بھی کرتا ہوں کہ صرف اس حالت میں یہ نشان نشان سمجھا جائے گا کہ جب کسی انسانی منصوبہ سے آپ کی موت نہ ہو اور کسی دشمن بد اندیش کے قتل کا شبہ نہ ہو۔

غرض یہ بات میرے اقرار میں داخل ہے کہ اگر آپ کی موت قتل یا زہر خورانی کے ذریعہ سے ہو جائے یا کسی اور ایسے ہی واقعہ سے وقوع میں آئے جس میں کسی دشمن کے منصوبہ کا دخل ثابت ہو تو بیشک میں جھوٹا ٹھیروں گا۔ لیکن اگر آپ ہی اپنے قتل ہونے کا باعث ہو جائیں۔ مثلاً کسی بیگناہ کو قتل کریں اور عدالت اس کے عوض میں آپ کو پھانسی دے دے یا کسی وجہ سے خودکشی کر لیں یا زہر کھا لیں۔ غرض ایسے امور جن میں دشمن کے منصوبہ کا دخل نہ ہو تو ایسی موت بھی نشان میں داخل ہوگی۔ کیونکہ کسی دشمن کے منصوبہ کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہ بات نہایت صفائی سے

ثابت نہ ہو کہ کسی دشمن کے منصوبہ کا آپ کی موت میں دخل نہیں تو نہ صرف یہ کہ آپ کے وارثوں کو دس ہزار روپیہ ملے گا بلکہ شرعاً و قانوناً میں مجرم قتل کا مجرم ٹھہروں گا۔

اور یاد رہے کہ اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں ہمارا یہ قول کہ وہ عذاب کسی انسان کے ہاتھوں اور منصوبہ سے نہ ہو۔ اس سے مراد وہ انسانی منصوبہ ہے جو عداوت اور بدنیتی پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنے جُرم کی سزا میں مثلاً بغاوت میں یا قتل عمد میں عدالت کے ذریعہ سے پھانسی کی سزا پاوے۔ یا مثلاً کسی ایسی اپنی دوا کو غلطی سے اندازہ سے زیادہ کھالے جس میں کوئی حصہ زہر کا ملا ہوا ہو اور اس سے مرجائے تو ایسی تمام صورتیں ہمارے بیان سے مستثنیٰ ہیں اور ایسی حالتوں میں بیشک کہا جائے گا کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ گو ہم بدل چاہتے ہیں کہ ایسی حالتوں سے بھی آپ الگ رہیں۔ اور یاد رہے کہ اگر آئندہ اس مطالبہ کے برخلاف آپ کی طرف سے یا آپ کے کسی اور ہم قوم کی طرف سے کوئی اور تحریر شایع ہوئی تو اس کو فضول سمجھ کر اعراض کیا جائے گا۔ اور اگر ۱۰ مئی ۱۸۹۷ء تک بذریعہ رجسٹری حسب منشا جواب مطبوعہ نہ ملا تو پھر آپ قابل خطاب نہیں ٹھیریں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

المشتھر میرزا غلام احمد۔ قادیانی

۱۲ اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس۔ قادیان)

نوٹ: یہ ضروری ہوگا کہ آپ میعاد کے اخیر دن تک اپنے اس اقرار کے مخالف کوئی تحریر مطبوعہ شایع نہ کریں۔ یعنی بعد اس اقرار کے کہ آپ اپنا مرنا دین اسلام کی سچائی اور دوسرے مذہبوں کے باطل ہونے پر گواہ قرار دیں۔ کوئی ایسا نوشتہ چھپا ہوا شایع نہ کریں جو اس اقرار کے برعکس ہو۔ اور نیز اس بات کا لحاظ ضروری ہوگا کہ

جب آپ قادیان میں آکر حسب ہدایت مذکورہ قسم کھاویں اور حسب مرقومہ بالا اقرار کریں تو یہ قسم اور یہ اقرار تین مرتبہ باآواز بلند جلسہ عام میں کریں اور ہماری طرف سے آمین ہوگی[لہ]۔ اور نیز یہ ضروری ہوگا کہ آپ ہمارے بُلانے کے بعد اسی مقررہ تاریخ اور وقت اور دن پر بلا توقف حاضر ہو جائیں۔ ہاں یہ بھی ضرور ہوگا کہ ہم ایک ہفتہ پہلے بذریعہ ایک رجسٹری شدہ خط کے تاریخ اور وقت اور دن حاضری سے آپ کو اطلاع دیں۔ اور اس جگہ یاد رہے کہ تین اور صاحب گنگا بشن کی طرح قسم کھانے کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا نام حکیم سنت رام ہے جو پنڈ دادنخاں سے اور دوسرے صاحب رنجیت رائے اسسٹنٹ سکرٹری آریہ سماج سری گوبندپورہ ضلع گورداسپور سے اسی مضمون کا خط بھیجتے ہیں اور تیسرے صاحب اپنا نام دولت رام بیان کر کے اخبار سنگھ سبھا پنجاب گزٹ امرتسر ۱۵ اپریل ۱۸۹۷ء میں قسم کھانے کے لئے مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ صاحب بجائے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کے دو ہزار روپیہ پر راضی ہو گئے ہیں۔ سو یہ اُن کی مہربانی اور عنایت ہے۔ لیکن ان تمام صاحبان کو واضح رہے کہ اگرچہ بیشک آپ لوگ بھی معزز اور آریہ قوم کی طرز زندگی کے اعلیٰ نمونہ ہیں لیکن لالہ گنگا بشن صاحب نے سب سے پہلے اس ارادہ کو بذریعہ چند اخبار شایع کیا ہے اس لئے اُن کا حق سب پر مقدم ہے۔ اور جب تک لالہ صاحب موصوف ان تمام شرائط سے جو اس اشتہار میں انہیں کی تحریک سے لکھی گئی ہیں گریز اختیار نہ کریں اور میدان سے بھاگ نہ جائیں تب تک ہم دوسری طرف التفات نہیں کر سکتے اور نہ یہ حق دوسرے کو دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر وہ خود ان شرائط سے پہلو تہی کریں تو پھر اس صورت میں کوئی دوسرا درخواست کر سکتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ اشتہار اپنی تمام شرائط کے ساتھ تجویز ناطق ہے اور کسی صورت میں کمی بیشی ان شرائط کی جائز نہ ہوگی۔ اور

لہ اور وہی روز سال کا پہلا دن بموجب انگریزی مہینوں کے شمار کیا جاویگا۔ منہ

یہ تمام شرائط ہر ایک کے لئے جو میدان میں آوے ایک اٹل قانون کی طرح سمجھی جائینگی منہ

نوٹ: بیعنہ اخبار دہند لاہور ۱۲ اپریل ۱۸۹۷ء میں گنگا بشن صاحب نے ایک اور شرط زیادہ کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مَیں یعنی یہ راقم حسب قرارداد بصورت جھوٹا نکلنے کے پھانسی کی موت سے مارا جائے تو میری لاش ان کو یعنی گنگا بشن کو مل جائے اور پھر وہ اس لاش سے جو چاہیں کریں۔ جلا دیں دریا بُرد کریں۔ یا اور کارروائی کریں۔ سو واضح رہے کہ یہ شرط بھی مجھے منظور ہے اور میرے نزدیک بھی جھوٹے کی لاش ہر ایک ذلّت کے لائق ہے۔ اور یہ شرط درحقیقت نہایت ضروری تھی جو لالہ گنگا بشن صاحب کو عین موقعہ پر یاد آگئی۔ لیکن ہمارا بھی حق ہے کہ یہی شرط بالمقابل اپنے لئے بھی قائم کریں۔ ہم نے مناسب نہیں دیکھا کہ ابتداءً اپنی طرف سے یہ شرط لگا دیں۔ مگر اب چونکہ لالہ گنگا بشن صاحب نے بخوشی خود یہ شرط قایم کر دی۔ اس لئے ہم بھی تہ دل سے شکرگذار ہو کر اور اس شرط کو قبول کر کے اسی قسم کی شرط اپنے لئے قایم کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب گنگا بشن صاحب حسب منشا پیشگوئی مرجائیں تو اُن کی لاش بھی ہمیں مل جائے تا بطور نشان فتح وہ لاش ہمارے قبضہ میں رہے۔ اور ہم اس لاش کو ضائع نہیں کریں گے بلکہ بطور نشان فتح مناسب مصالحوں کے ساتھ محفوظ رکھ کر کسی عام منظر میں یا لاہور کے عجائب گھر میں رکھا دیں گے۔ لیکن چونکہ لاش کے وصول پانے کے لئے ابھی سے کوئی احسن انتظام چاہیئے۔ لہذا اس سے زیادہ کوئی انتظام احسن معلوم نہیں ہوتا کہ پنڈت لیکھرام کی یادگار کے لئے جو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار روپیہ جمع ہوا ہے اس میں سے دس ہزار روپیہ بطور ضمانت لاش ضبط ہو کر سرکاری بنک میں جمع رہے اور کاغذات خزانہ میں یہ لکھوا دیا جائے کہ اگر ایک سال کے اندر گنگا بشن فوت ہو گیا اور اس کی لاش ہمارے حوالہ نہ کی گئی تو بعوض اس کے بطور قیمت لاش یا تاوان عدم حوالگی لاش دس ہزار روپیہ ہمارے حوالہ کر دیا جائیگا

اور ایسے اقرار کی ایک نقل معہ دستخط عہدہ دار افسر خزانہ کے مجھے بھی ملنی چاہئیے۔ تا
ثانی الحال مطالبہ روپیہ میں دقت نہ ہو۔ اور واضح رہے کہ اگر گنگا بشن گریز کر جائے
تو بجائے اس کے جو اور آریہ صاحب مقابلہ پر آدیں۔ ان کو بھی پابندی اس شرط
کی اور ایسا ہی دوسری شرائط کی حسب تصریحات مذکورہ بالا ضروری ہوگی۔ اور اگر ہماری
لاش پر گنگا بشن صاحب قادر نہ ہوسکیں تو وہ دس ہزار روپیہ جو ہماری طرف سے جمع
ہوگا وہ گنگا بشن صاحب کے لئے بطور نشان فتح سمجھا جائے گا۔

اب جانبین کی شرطیں کمال تک پہنچ گئیں۔ آیندہ کسی فریق کو جائز نہ ہوگا۔ جو
ان شرائط سے کم یا زیادہ کرے ورنہ اس کی گریز اور شکست متصور ہوگی۔ اور آیندہ
ایسے شخص سے ہرگز خطاب نہیں کیا جائے گا۔ منہ

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۱۶۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محال است سعدی کہ راہ صفا ٭ تواں یافت جز در پئے مصطفیٰ

سردار راجندر سنگھ صاحب متوجہ ہوکر سنیں

آپ کا رسالہ جس کا نام آپ نے خبط قادیانی کا علاج رکھا ہے۔ میرے پاس
پہنچا۔ اس میں جس قدر آپ نے ہمارے سید و مولیٰ جناب محمد مصطفیٰ و احمد مجتبےٰ
صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور نہایت بے باکی سے بے ادبیاں کیں اور بے محل

تہمتیں لگائیں اس کا ہم کیا جواب دیں اور کیا لکھیں۔ سو ہم اس معاملہ کو اس قادر توانا کے سپرد کرتے ہیں جو اپنے پیاروں کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ ہمارا افسوس اور بھی آپ کی نسبت ہوتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کس ادب اور تہذیب سے ہم نے ست بچن کو تالیف کیا تھا اور کیسے نیک الفاظ سے آپ کے باوا صاحب کو یاد کیا تھا اور اس کا عوض آپ نے یہ دیا۔ اگر آپ کو علم اور انصاف سے کچھ بہرہ ہوتا۔ اور دل میں پرہیزگاری ہوتی تو آپ ان بیہودہ افتراؤں کی پیروی نہ کرتے جن کا ہماری معتبر اور مسلّم اور پاک کتابوں میں کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا۔ خدا کا وہ مقدس پیارا جس نے اس کی عزت اور جلال کے لئے اپنی جان کو ایک کیڑے کی جان کے برابر بھی عزت نہیں دی اور اس کے لئے ہزاروں موتوں کو قبول کیا۔ اس کو آپ نے گندی گالیاں دیں اور اس کی پاک شان میں طرح طرح کی جیسا کیاں اور شوخیاں کیں میرا خیال اب تک نہ تھا کہ سکھ صاحبوں میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ آفتاب آپ کی نظر میں ایک ناچیز خس وخاشاک دکھائی دیا۔ اے غافل وہی ایک نور ہے جس نے دُنیا کو تاریکی میں پایا اور روشن کیا اور مُردہ پایا اور جان بخشی۔ تمام نبوتیں اس سے ثابت ہوئیں اور وہ اپنی ذات میں ثابت ہے۔

بھلا بتاؤ! کہ اس کے سوا آج اس موجودہ دُنیا میں کون ہے جس کا کوئی پیرو دَم مار سکتا ہو کہ میں دُعا اور خدا کی نصرت میں اپنے مخالف پر غالب آسکتا ہوں؟ یوں تو کوچہ کوچہ اور گلی گلی میں مذہب پھیلے ہوئے ہیں اور ہر ایک اپنے نبی یا اوتار کے اعجوبے قصّوں اور کہانیوں کے رنگ میں بیان کر رہا ہے اور پشتوں اور کتابوں کے حوالہ سے ہزاروں خوارق اُن کے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ ان قصّوں کا ثبوت کیا ہے اور کس کو ہم جھوٹا کہیں اور کس کو ہم سچا سمجھیں؟ اور اگر یہ قصّے صحیح تھے تو اب کیوں یہ مصیبت پیش آئی کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں

صرف قصے ہی قصے رہ گئے؟ سچوں کا نور ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ذرہ خود انصاف کرو کہ کیا گذشتہ باتوں کا فیصلہ صرف باتوں سے ہو سکتا ہے؟ کوئی بُرا مانے یا بھلا مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان تمام مذہبوں میں سے سچ پر قائم وہی مذہب ہے جس پر خدا کا ہاتھ ہے اور وہی مقبول دین ہے جس کی قبولیت کے نور ہر ایک زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ سو دیکھو! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ روشن مذہب اسلام ہے جس کے ساتھ خدا کی تائیدیں ہر وقت شامل ہیں۔ کیا ہی بزرگ قدر وہ رسُول ہے جس سے ہم ہمیشہ تازہ بتازہ روشنی پاتے ہیں۔ اور کیا ہی برگزیدہ وہ نبی ہے جس کی محبت سے رُوح القدس ہمارے اندر سکونت کرتی ہے تب ہماری دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور عجائب کام ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ زندہ خدا کا مزہ ہم اسی راہ میں دیکھتے ہیں۔ باقی سب مُردہ پرستیاں ہیں۔

کہاں ہیں مُردہ پرست کیا وہ بول سکتے ہیں؟ کہاں ہیں مخلوق پرست کیا وہ ہمارے آگے ٹھہر سکتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو شرارت سے کہتے تھے۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی نہیں ہوئی اور نہ کوئی نشان ظاہر ہوا؟ دیکھو! میں کہتا ہوں کہ وہ شرمندہ ہوں گے اور عنقریب وہ چھپتے پھرینگے! اور وہ وقت آتا ہے بلکہ آگیا کہ اسلام کی سچائی کا نور منکروں کے مُنہ پر طمانچے مارے گا! اور انہیں نہیں دکھائی دے گا کہ کہاں چھپیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ میں نے دو مرتبہ باوا نانک صاحب کو کشفی حالت میں دیکھا ہے اور ان کو اس بات کا اقراری پایا ہے کہ انہوں نے اُسی نور سے روشنی حاصل کی ہے۔ فضولیاں اور جھوٹ بولنا مُردار خواروں کا کام ہے۔ میں وہی کہتا ہوں کہ جو میں نے دیکھا ہے۔ اسی وجہ سے میں باوا نانک صاحب کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اس چشمہ سے پانی پیتے تھے جس سے ہم پیتے

ہیں۔ اور خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں اس معرفت سے بات کر رہا ہوں کہ جو مجھے عطا کی گئی ہے۔

اب اگر آپ کو اس بات سے انکار ہے کہ باوا صاحب مسلمان تھے اور نیز آپ کو اس بات پر اصرار ہے کہ بقول آپ کے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ بدکار آدمی تھے تو میں آپ پر صرف منقولی استدلال سے اتمام حجت کرنا نہیں چاہتا بلکہ ایک اور طریق سے آپ پر خدا کی حجت پوری کرنا چاہتا ہوں جو آگے چل کر بیان کروں گا اور منقولی استدلال پر اس لئے حصر رکھنا پسند نہیں کرتا کہ بوجہ قلت استعداد یہ راہ آپ کے لئے نہایت مشکل ہے۔ آپ لوگ صرف نادان پادریوں اور ایسا ہی اور بیہودہ اور ناسمجھ آریوں کے اعتراضات سُن کر بوجہ دلی بخل کے اُن کو سچ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور پھر بغیر تحقیق اور تفتیش کے اسلام اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بدزبانی شروع کر دی ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اسی شتاب مکاری نے جو نادانی اور تعصب کے ساتھ ملی ہوئی تھی دُنیا کو تباہی میں ڈال دیا ہے اور جہالت اور مفتریانہ روایات نے آفتاب پر تھوکنے کے لئے ان کو دلیر کر دیا ہے۔ اگر آنکھیں ہوں تو کس قدر ندامت ہو۔ اور اگر بصیرت ہو تو کس قدر اپنی خطا پر روویں۔ اسے غافلو! وہ عزت اور شوکت جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی کیا جھوٹے کو مل سکتی ہے؟ یقیناً سمجھو کہ یہ بات خدا کی خدائی پر داغ لگاتی ہے کہ دُنیا میں جھوٹے نبی کو وہ دائمی عزت اور قبولیت دی جائے جو سچوں کو ملتی ہے کیونکہ اس صورت میں حق مشتبہ ہو جاتا ہے اور امان اُٹھ جاتا ہے۔ کیا کسی نے دیکھا کہ مثلاً ایک جھوٹا تحصیلدار سچے تحصیلدار کے مقابل پر دو چار برس تک مقدمات کرتا رہا۔ اور کسی کو قید اور کسی کو رہائی دیتا رہا اور اعلیٰ افسر اس مکان پر سے گذرتے رہے مگر کسی نے اس کو نہ پکڑا نہ پوچھا۔ بلکہ اس کا حکم ایسا ہی چلتا رہا جیسا کہ سچے کا؟ سو یقیناً سمجھو کہ یہ بات

بالکل غیر ممکن ہے کہ ایک نبی کی اتنی بڑی عزتیں اور شوکتیں دُنیا میں پھیل جائیں کہ کروڑہا مخلوق اُس کی اُمّت ہو جائے۔ بادشاہیاں قائم ہو جائیں اور صدہا برس گذر جائیں اور دراصل وہ نبی جھوٹا ہو۔ جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ایک بھی اس کی نظیر نہیں پاؤ گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ دراصل کوئی نبی سچا ہو اور کتاب سچی ہو۔ پھر مرورِ زمانہ سے اس کتاب کی تعلیم بگڑ جائے اور لوگ غلط فہمی سے اس کے منشاء کے برخلاف عمل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر ایک بگڑا ہوا مذہب جو دُنیا میں پھیل گیا تھا اور جس نے ایک عمر پائی وہ ایک سچی جڑ اپنے اندر مخفی رکھتا ہے گو اس کی تمام صورت بدلائی گئی۔ اسی لئے اسلام کسی عمر پانے والے اور جڑ پکڑنے والے مذہب کے پیشوا کو بدی سے یاد نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ غیر ممکن ہے کہ جو لوگ خدا کے حکم سے آتے اور اس کی کتاب لاتے ہیں اُن کے پہلو بہ پہلو عزت اور جلال میں وہ لوگ بھی ہوں جو ناپاک طبع اور خدا پر افتراء کرنے والے ہیں۔ نہ انسانی گورنمنٹ کی غیرت اس بات کو قبول کر سکتی ہے اور نہ خدا کی غیرت کہ جو لوگ جھوٹے طور پر اپنے تئیں عہدہ دار اور سرکاری ملازم ظاہر کرتے ہیں اُن کو ایسی ہی عزت دی جائے جیسا کہ سچے کو اور اُن کو اپنے مفتریانہ کاموں میں ایسا ہی چھوڑا جائے جیسا کہ سچوں کو اپنی جائز حکومتوں میں۔

اور وہ طریق جس کے رُو سے اس وقت آپ پر خدا کی حجت پوری کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ باوا نانک صاحب مسلمان نہیں تھے اور مَیں کہتا ہوں کہ درحقیقت وہ مسلمان[1] تھے۔ اور جیسا کہ بالا کی جنم ساکھی میں لکھا ہے درحقیقت

---

[1] باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا آپ کی ایک جنم ساکھی سے بھی پایا جاتا ہے جس نے صاف لفظوں میں اس بات کی طرف ایما کی ہے کہ باوا صاحب نے آخری عمر میں حیات خاں نامی ایک مسلمان کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ منہ

چولا جو اَب ڈیرہ نانک میں موجود ہے یہ باوا نانک صاحب کا چولا تھا جو اُن کے مذہب کو ظاہر کرتا ہے اور چولا کی عزت جو اَب کی جاتی ہے۔ درحقیقت یہ پُرانی عزت ہے جو باوا صاحب سے ہی شروع ہوئی۔"

(۲) دوسرے آپ کا دعویٰ ہے کہ نعوذ باللہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بدکار اور فاسق تھے اور باوا نانک صاحب آنجناب سے بیزار تھے اور آنحضرتؐ کو بُرا کہا کرتے تھے۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ بلکہ یہ باتیں اس وقت گرنتھوں میں ملائی گئی ہیں۔ جبکہ سکھ مذہب میں بہت سا تعصب داخل ہو گیا تھا۔ ورنہ باوا صاحب درحقیقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں فدا تھے۔ اب فیصلہ اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ آپ اگر اپنے اس عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں تو ایک مجلس عام میں اس مضمون کی قسم کھاویں کہ درحقیقت باوا نانک دین اسلام سے بیزار تھے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کو بُرا سمجھتے تھے اور نیز درحقیقت پیغمبر اسلام نعوذ باللہ فاسق اور بدکار تھے اور نہ خدا کے سچے نبی نہیں تھے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں خلاف واقعہ ہیں تو اے قادر کرتار مجھے ایک سال تک اس گستاخی کی سخت سزا دے۔ اور ہم آپ کی اس قسم پر پانسو؎ روپیہ ایک جگہ پر جہاں آپ کی اطمینان ہو جمع کرا دیتے ہیں۔ پس اگر آپ درحقیقت سچے ہوں گے تو سال کے عرصہ تک آپ کے ایک بال کا نقصان بھی نہیں ہو گا بلکہ مفت پانسو روپیہ آپ کو ملیگا اور ہماری ذلت اور روسیاہی ہو گی۔ اور اگر آپ پر کوئی عذاب نازل ہو گیا تو تمام سکھ صاحبان درست ہو جائیں گے۔

مَیں جانتا ہوں کہ سکھ صاحبوں کو اسلام سے ایک مناسبت ہے جو ہندوؤں کو نہیں۔ اور وہ جلد آسمانی نشانوں کو سمجھ لیں گے۔ آپ لوگ ہندوؤں کی طرح بزدل نہیں بلکہ ایک بہادر قوم ہیں۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ

آپ اس طریق فیصلہ کو ضرور قبول کرلیں گے۔ اوّل ایک اخبار میں حسب بیان مذکورہ بالا چھپوانا ہوگا کہ میں ایسی قسم کھانے کے لئے تیار ہوں اور پھر ہماری چھپی ہوئی تحریر پہنچنے کے بعد قادیان میں آکر جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھانی ہوگی۔

اب اس میں آپ زیادہ پیچ نہ ڈالیں۔ اس بات کو منظور کرلیں۔ ہمارے دل گالیاں سُنتے سُنتے زخمی ہوگئے ہیں۔ اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہمیں روسیاہی اور ذلت پیش آئے گی اور لعنت کی موت سے ہم مریں گے۔ اور اگر ہم سچے ہیں تو خدا ہمارا انصاف کرے گا۔ میں آپ کو اُس پرمیشر کی قسم دیتا ہوں جس کی جناب میں آپ باوا نانک صاحب کو واصل سمجھتے ہیں۔ اور باوا صاحب کی عزت کا آپ کی خدمت میں واسطہ ڈالتا ہوں کہ آپ ضرور اس طریق امتحان کو قبول کرلیں۔ اور اگر اب بھی آپ میدان میں نہ آئیں اور حسب تصریح بالا قسم نہ کھائیں اور کمینہ بہانے پیش کریں تو تمام دُنیا گواہ رہے کہ ان چند سطور کے ساتھ آپ کے رسالہ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا۔

اور نا واقف لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں بار بار موت یا عذاب کی پیشگوئیاں کی جاتی ہیں۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا کے پاک بندوں کو بُرا کہنے والے کس بشارت

٭ یہ ضروری ہوگا کہ جس اخبار میں آپ یہ اقرار شائع کریں ایک پرچہ اس اخبار کا بذریعہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم ذمہ وار ہوں گے کہ تین ہفتہ تک روز وصول اخبار سے آپ کے لئے پانسوؔ روپیہ جمع کرادیں بشرطیکہ آپ بلا کم و بیشی حسب ہدایت ہمارے اشتہار کے اقرارات مطلوبہ کو اپنی طرف سے شائع کردیں۔ منہ ٭

نوٹ۔ ہم آپ سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کسی انسان کے ہاتھ سے آپ کو تکلیف پہنچے تو وہ ہماری بددعا کا اثر ہرگز نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ہم صرف اس صورت میں صادق ٹھیریں گے کہ جب بغیر انسانی ہاتھوں کے محض خدا کی تقدیر سے آپ کسی لاعلاج بیماری اور آفت اور مصیبت میں ایک سال تک مبتلا ہو جائیں جس کا خاتمہ موت پر ہو اور اگر ایسا نہ ہوا تو بہر حالت ہم جھوٹے ٹھیریں گے اور آپ پانسوؔ روپیہ پانے کے مستحق ٹھیر جائیں گے۔ منہ ٭

کی پیشگوئی کے مستحق ہیں؟

نبیوں کے وقت میں بھی یہی ہوا۔ اور مسیح موعودؑ کے لئے بھی یہی لکھا ہے کہ "اُس کے دم سے کافر مریں گے" یعنی اس کی دُعا سے اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ سو اگر عذاب کی پیشگوئیاں بدنامی ہیں تو یہ بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصّہ میں آگئی ہے۔

درکوئے نیکنامی ما را گذر ندادند ✦ گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۱۸؍اپریل ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۱۶۹)

لالہ گنگا بشن[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

لالہ گنگا بشن صاحب کا اشتہار جس کا عنوان یہ ہے "مرزا غلام احمد صاحب کی پھانسی کی خواہش" آج بذریعہ رجسٹری مجھ کو پہنچا۔ تاریخ کوئی نہیں۔ وہ اپنے اشتہار کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ "مَیں اپنی لاش دینی نہیں چاہتا" اور پھر صفحہ ۴ میں لکھا ہے کہ

---

[1] اصل اشتہار پر کوئی عنوان نہیں تھا۔ مضمون کے لحاظ سے یہ عنوان حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کا تجویز کردہ ہے۔ (المرتب)

"میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا تو میرے والدین کا کوئی حق نہ ہوگا کہ میری لاش لیں۔ ہاں اگر لیں تو مرزا غلام احمد صاحب کو دس ہزار روپیہ دیں۔" اور ساتھ ہی اس بات کا عذر لکھا ہے کہ میں دس ہزار روپیہ جمع نہیں کرا سکتا۔ اور میں آریہ سماج کا ممبر نہیں۔ پھر وہ کیونکر میری امداد کریں گے۔"

افسوس کہ گنگا بشن نے اس اشتہار کے لکھنے میں ناحق وقت ضائع کیا۔ حالانکہ ہم اپنے اشتہار[1] ۱۶ اپریل ۱۸۹۷ء میں لکھ چکے تھے کہ اس اشتہار کے بعد کوئی جواب نہیں سنا جائے گا۔ یہ بات نہایت صاف تھی کہ جس حالت میں گنگا بشن نے ہماری لاش مانگی تھی تو ہمارا بھی حق تھا کہ ہم بھی اُس کی لاش مانگیں اور دس ہزار روپیہ سے ہماری کچھ غرض نہیں تھی۔ وہ تو صرف اس لئے جمع کرانا قرین مصلحت تھا کہ اگر لاش دستیاب نہ ہو تو بجائے لاش وہی روپیہ ہمیں مل جائے۔ اور یہ عذر فضول ہے کہ "میں آریہ سماج کا ممبر نہیں تا وہ اس قدر میرے لئے ہمدردی کر سکیں کہ دس ہزار روپیہ جمع کرا دیں" ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص جو آریہ سماج کے دعویٰ کی تائید میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے کیا اُن کی نظر میں وہ قابل قدر نہیں؟ بیشک ایسا شخص جو آریہ مذہب کی عزت کے لئے جانفشانی تک طیار ہے نہ صرف آریہ سماج کا ممبر بلکہ اُن کے مقدس لوگوں میں سے شمار ہونا چاہئے۔ ایسے جان نثار کی ہمدردی کے دس ہزار روپیہ کیا حقیقت ہے ناظرین کو معلوم ہے کہ بعض آریہ پرچوں میں لالہ گنگا بشن صاحب کو اس لاف زنی کے وقت آریہ بہادر کا خطاب بھی مل چکا ہے۔ تو اب آریہ صاحبان کیونکر منظور کریں گے کہ اُس بہادر پر شکست کا کلنک لگے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ہم شرائط کو بدلنا نہیں چاہتے۔ یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ آئے دن شرطیں بدلی جائیں۔ اور یاد رہے کہ گنگا بشن صاحب کو دس ہزار روپیہ جمع کرانا

[1] یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۵۹۹ پر زیر نمبر ۱۶۷ درج ہے (مرتب)

کچھ بھی مشکل نہیں۔ کیونکہ اگر آریہ صاحبوں کی بھی درحقیقت یہی رائے ہے کہ لیکھرام کا قاتل درحقیقت یہی راقم ہے اور وہ یقین دل سے جانتے ہیں کہ الہام اور مکالمہ الٰہی سب جھوٹی باتیں ہیں۔ بلکہ اس راقم کی سازش سے وقوعہ قتل ظہور میں آیا ہے تو وہ بشوق دل لالہ گنگا بشن کو مدد دیں گے اور دس ہزار کیا وہ پچاس ہزار تک جمع کرا سکتے ہیں۔ اور وہ یہ بھی انتظام کر سکتے ہیں کہ جو دس ہزار روپیہ مجھ سے لیا جائے گا وہ آریہ سماج کے نیک کاموں میں خرچ ہوگا۔ تو اب آریہ صاحبوں کا اس بات میں کیا حرج ہے کہ بطور ضمانت لاش دس ہزار روپیہ جمع کرا دیں۔ بلکہ یہ تو ایک مُفت کی تجارت ہے جس میں کسی قسم کا دھڑکا نہیں۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ گورنمنٹ کو معلوم رہے گا کہ آریہ قوم کی رضامندی سے یہ معاملہ وقوع میں آیا ہے۔ اور نیز اس اعلیٰ نشان سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے۔

اور اگر یہ حالت ہے کہ آریہ قوم کے معزز لالہ گنگا بشن کو اس رائے میں کہ یہ عاجز لیکھرام کا قاتل ہے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے اُس کی ہمدردی نہیں کر سکتے اور جانتے ہیں کہ یہ شخص جھُوٹا ہے آخر اس پر خدا کا عذاب آئے گا۔ ہم دس ہزار روپیہ کیوں ضائع کریں تو ایسے جھُوٹے کو اپنے مقابلہ پر بُلانا جس کی قوم ہی اس کو بدچلن اور دروغگو خیال کرے، ایک نااہل کو عزت دینا ہے۔

غرض اگر آریہ صاحبوں کے معزز لوگوں کی میری نسبت یہ رائے نہیں ہے کہ مَیں لیکھرام کا قاتل ہوں تو اس کے بعد مجھے اس جھگڑے میں پڑنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر شریف اور معزز آریہ مجھ کو اس جُرم سے بَری سمجھتے ہیں اور ایسی تہمت لگانے والے کو جھُوٹا اور کاذب خیال کرتے ہیں تو پھر مجھے کونسی ضرورت ہے کہ ایسے شخص کے مقابلہ کا فکر کروں جس کو پہلے سے اس کی قوم ہی جھُوٹا تسلیم کر چکی ہے۔ مَیں نے لالہ گنگا بشن کو دس ہزار روپیہ دینا اس خیال سے منظور کیا تھا کہ معزز آریہ اندرونی طور پر اس کے ساتھ ہونگے

اور وہ بطور وکیل ہوگا۔

غرض اب شرائط ہرگز کم و بیش نہیں کی جائیں گی۔ لالہ گنگا بشن یاد رکھیں کہ ہمارے اشتہار میں دس ہزار روپیہ کی کوئی شرط نہیں تھی۔ ہم نے اُن کی بات کو صرف اسی لحاظ سے مان لیا تھا کہ ان کے لئے یہ روپیہ ہماری پھانسی کی جگہ فتح کا نشان ہو۔ سو اگر وہ آریہ قوم کے نزدیک جو اصل مدعی اور لیکھرام کے وارث اور اُس کے لئے غیرت رکھتے ہیں اپنی رائے میں سچے ہیں تو اُن سے لے کر دس ہزار روپیہ جمع کرا دیں یا اُسی غیبی امداد والے شخص سے لے لیں جس نے ہماری امداد کا وعدہ فرمایا ہے یعنی جس کا ذکر انہوں نے صفحہ سات اشتہار میں کیا ہے۔ اگر منظور نہیں تو آیندہ اُن کو ہرگز جواب نہیں دیا جائے گا۔ اور ان کے مقابل پر یہ ہمارا آخری اشتہار ہے*۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ؛

المشتھر میرزا غلام احمد قادیانی

۲۷ر اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

* نوٹ۔ اگر لالہ گنگا بشن حسب منشاء ہمارے اشتہار ۱۲ر اپریل ۱۸۹۷ء کے دس ہزار روپیہ ہمارے لئے ایسی جگہ جمع کرا دیں جس کے وصول ہونے میں کچھ وقت نہ ہو تو اس صورت میں یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ بذریعہ اپنے اشتہار کے مجھے اطلاع نہ دیں بلکہ بذریعہ ایک معتبر اخبار کے جیسا کہ اخبار عام یا پیسہ اخبار مطلع کریں اور تمام شرائط منظور شدہ فریقین اس میں درج کرا دیں ورنہ آئندہ ہم سے کچھ خط و کتابت نہ کریں۔ منہ

(۱۴۰)

محمد حسین گنگا بش — بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی — گنگا بش محمد حسین

اشتہار واجب الاظہار

شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعت السنہ کا ایک اشتہار جس پر تاریخ کوئی نہیں۔ اور جس کا یہ عنوان ہے (الہامی قاتل مرزا غلام احمد الخ) میری نظر سے گذرا۔ شیخ صاحب کا یہ اشتہار بھی ان بیجا نیش زنیوں اور مفتریانہ حملوں سے بھرا ہوا ہے کہ جو ہمیشہ وہ اپنی سرشت اور خاصیت کی وجہ سے کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت اُن ناپاک اتہامات کا جواب دینا ضروری نہیں۔ ہم اُن کے دشمن اسلام رسالہ کے نکلنے کے منتظر ہیں۔ تب انشاء اللہ کما حقہ ان شیطانی وساوس کو دُور کیا جائیگا بالفعل جس مطلب کے لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ صاحب مقدم الذکر اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھرام والی پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی۔ اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لئے طیار ہوں مگر ایک برس کی میعاد سے ڈرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس قدر مدت میں مرجائیں یا کوئی اور عذاب نازل ہو جائے۔ لیکن میں مکرر اُن کو سمجھاتا ہوں کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ اپنی ذکر کردہ میعاد کی بنیاد الہام ٹھیراتا ہے ضد کرنا حماقت ہے۔ صاحب الہام کے لئے الہام کی پیروی ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ چند ہفتہ میں اُن پر عذاب نازل کرے مگر ہماری طرف سے ایک برس کی ہی میعاد ہوگی اب

اس سے اُن کا مُنہ پھیرنا اپنے دروغگو ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

اے شیخ بٹالوی صاحب۔ آپ تسلّی رکھیں کہ اگر آپ اپنی قسم میں سچے ہوں گے تو کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر قسم میں کوئی چھپی ہوئی بے ایمانی ہوگی تو خدا تعالےٰ آپ کو ضرور سزا دے گا[1]۔ تا دوسرے مولوی عبرت پکڑیں۔ مگر یہ شرط ضروری ہوگی کہ قسم کھانے سے پہلے آپ جلسۂ قسم میں چُپ بیٹھ کر برابر دو گھنٹے تک میری وہ وجوہات سُنیں جو میں اپنے الہام اور پیشگوئی کے صحت وقوع کے بارے میں بیان کرونگا اور آپ کو اختیار نہیں ہوگا کہ کچھ چون وچرا کریں بلکہ میّت کی طرح عالم خاموشی میں وہ کرسُنتے رہیں گے اور پھر اُٹھ کر اسی عبارت کے ساتھ جو آپ اشتہار میں لکھ چکے ہیں تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور ہم آمین کہیں گے۔ صرف اس قدر عبارت میں تبدیلی ہوگی کہ بجائے فوراً کے ایک برس کا نام لیں گے۔ اور اگر اب آپ نے پہلوتہی کی اور بیہودہ شرائط اور پیچ در پیچ حیلہ حوالے کی باتوں کو شروع کر دیا جیسا کہ آپ کی عادت ہے تو سب پر کھل جائے گا کہ آپ کی نیّت صحیح نہیں ہے اور آپ اپنی پہلی شامت اعمال کی محافظت میں لگے ہوئے ہیں۔

غرض یہ ہمارا آخری اشتہار ہے۔ اگر آپ اپنی مُلّانہ حیلہ بازیوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور نہ پھر ہم آپ کو مخاطب

---

[1] اے شیخ صاحب!! یہ سزا اور عذاب جو قسم کے بعد ایک برس تک آپ پر وارد ہوگا اس میں معجزانہ شرط ہم نے رکھ دی ہے کہ وہ ایسا عذاب ہو کہ آپ نے اپنی پہلی زندگی میں اس کا مزہ نہ چکھا ہو۔ خواہ زمین سے ہو خواہ آسمان سے اور خواہ آپ کی مالی حالت پر وارد ہو اور خواہ عزت پر اور خواہ جان پر۔ اور خواہ اس عرصہ میں ہمارے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی اور عظیم الشان اور فوق العادت نشان ظاہر ہو جائے جس سے ہزارہا لوگ آپ پر لعنت بھیجیں اور آپ کے مُنہ پر تھوکیں کہ اس نے شرارت اور خباثت سے صادق کا مقابلہ کیا۔ مگر ہر ایک عذاب فوق العادت ہونا ضروری ہوگا۔ منہ۔ یکم مئی ۱۸۹۷ء

کریں گے۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ آپ بھی گنگا بشن کی طرح روپیہ کے لالچ میں پڑ گئے۔ غالباً آپ پہلے ایسے نہیں ہوں گے۔ نہ معلوم کیا کیا حاجتیں پیش آئیں۔

اس جگہ یہ لکھنا بھی اپنے احباب کے لئے وصایا ضروریہ میں سے ہے کہ ہم نے نہ محمد حسین کے لئے اور نہ گنگا بشن کے لئے کوئی ایسی شرط لگائی جو ہماری گریز اور بدنیتی پر محمول ہو سکے۔ ہم خوب جانتے ہیں اور یقین کامل سے جانتے ہیں کہ ان تمام مخالفوں کو خدا تعالیٰ ایک دن ذلیل کرے گا۔ اگرچہ خدا تعالیٰ محمد حسین اور گنگا بشن کو چند ہفتہ تک جزائے بیباکی دے سکتا ہے۔ لیکن ایک سال کی شرط بوجہ رعایت سُنّت اور الہامات متواترہ کے ہے۔ اور محمد حسین کے لئے جو یہ شرط ٹھیرائی گئی کہ قسم کھانے سے پہلے دو گھنٹے تک ہمارے الہام اور پیشگوئی لیکھرام والی کے متعلق دلائل سُنے یہ گریز نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر مسنون ہے کہ تا خدا تعالیٰ کی حجت بالمواجہ پوری ہو جائے ممکن ہے کہ بباعث اس زنگ کے جو اس کے دل پر ہے کوئی امر اُس پر مشتبہ ہو۔ پس بالمواجہ بیان کرنے سے یہ تمام دلائل اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور اس طرح پر خدا تعالیٰ کا الزام اس پر پُورا ہو جائے گا۔

بیشک خدا تعالیٰ مفسدوں کو ہلاک کرتا ہے۔ لیکن جب تک کوئی مفسد صریح جھوٹ بول کر اس کے قانون کے نیچے نہ آوے یا صریح طور پر کسی ظلم کا ارتکاب نہ کرے تب تک خدا تعالیٰ اس دُنیا میں اس کو نہیں پکڑتا اور اس کا حساب عالم آخرت کے سپرد ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے محمد حسین کے بارے میں دو گھنٹے تبلیغ کی شرط لگائی گئی۔ اور ایک سال کی میعاد مقرر کی گئی اور گنگا بشن کے معاملہ میں جو ہم نے لاش لینے کی شرط لگائی۔ یہ اس کی شرط کے بعد لگائی گئی یعنی جبکہ اس نے ہماری لاش لینے کے لئے شرط پیش کی۔ پس ہمیں انصافاً حق تھا کہ اس کی اس درجہ کی سخت گیری اور توہین کے ساتھ ہم بھی لاش کی شرط لگاتے۔ اگر فرض کر لیں کہ اس نے صرف ٹھٹھا کیا لیکن

توہین تو کی۔ اس لئے خدا نے اس کی واقعی توہین کا ارادہ کیا۔ یہ اس کی سزا تھی جس کی ابتدا اسی نے کی۔

یہ بھی خوب یاد رہے کہ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ لاش لینے کی شرط گنگا بشن نے خود کی تھی۔ اور ایسا کلمہ مُنہ پر لانا نہ میری توہین بلکہ دینِ اسلام کی توہین تھی۔ اور اس کی سزا یہی تھی کہ فتحیابی کی حالت میں اس کی لاش ہمیں ملے تا وہ کلمہ جو شوخی سے وہ ہمارے لئے مُنہ پر لایا وہ واقعی طور پر اُس پر واقع ہو۔ اس میں ہماری کیا زیادتی تھی اور کونسی ہم نے گریز کی۔ کیا ہم نے ابتداءً یہ شرط ٹھیرائی تھی۔ جس کا دل پاک ہو اور کسی نجاست سے آلودہ نہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا کی یہ عادت ہے کہ توہین کرنے والے کی توہین اسی پر ڈال دیتا ہے۔

دیکھو جب محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت یہ کہنا شروع کیا کہ یہ جاہل ہے عربی کا ایک صیغہ نہیں جانتا تو خدا تعالیٰ نے کیسی اُن کی جہالت ثابت کی۔ ہزاروں روپیہ کے انعام کی عربی کتابیں شائع کی گئیں۔ وہ بول نہ سکا گویا زندہ ہی مر گیا۔ ایسا ہی جب گنگا بشن نے لاش مانگی اور لکھا کہ میں جو کام چاہوں گا اس لاش سے کروں گا خدا کو یہ پسند نہ آیا اس لئے میں نے نہ اپنے نفس سے بلکہ الٰہی جوش سے اُس کی لاش کو مانگا۔ اس بات کو یاد رکھو کہ اگر وہ میدان میں آیا تو یہ سب کام اُس کی لاش سے ہوں گے جو میری لاش کی نسبت اس نے بیان کئے تھے۔ یہی تو وہ بات ہے کہ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ط پس ان لوگوں کی حالت پر افسوس ہے کہ جو خدا کے کاروبار پر اعتراض کرتے ہیں اور اُن کے دل جلد سیاہ ہونے کو طیار ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ پیشگوئی کا اثر پڑنے کے لئے کسی قدر قوم کا دخل ضروری ہے۔ پس اگر آریہ قوم گنگا بشن کو ایسا ہی ذلیل جانتی ہے کہ باوجودیکہ وہ اُن کے لئے

جان دینے کو طیار ہے۔ مگر وہ قوم اس کو اس قدر عزت بھی نہیں دے سکتی کہ دس ہزار روپیہ اس کے لئے جمع کرا دیں تو کیا ایسا ذلیل مقابلہ کے لائق ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر آریہ قوم درحقیقت گنگا بشن کو اپنی قسم میں سچا سمجھتی ہے تو اس رقم کا جمع کرانا ان کے لئے کیا مشکل ہے لیکن اگر جھوٹا سمجھتی ہے۔ تو پھر ایسے جھوٹے کو مقابلہ کی عزت دینا مصلحت سے بعید ہے اور نیز گورنمنٹ بھی ہمارے

نوٹ۔ اے آریہ صاحبان آپ لوگ متوجہ ہو کر سنیں کہ گنگا بشن بہت عزت دینے کے لائق ہے اس نے آپ کے لئے اپنی نوکری کو جس پر تمام ذریعہ معاش کا تھا ہاتھ سے دیا۔ اس نے آپ کے لئے فقر و فاقہ کو منظور کیا۔ اس نے آپ کے لئے اس بات کی بھی پروا نہ رکھی کہ علانیہ ایک شخص کو قاتل لیکھرام ٹھہرا کر قانونی مواخذہ کے نیچے آجائیگا۔ پھر سب سے زیادہ بات یہ ہے کہ اس نے آریہ مت کو عزت دینے کے لئے بالارادہ اپنی جان قربان کرنا پسند کیا اور پھر یہ کہ اپنی لاش کی ذلت کو بھی منظور کیا۔ کیا ابھی آپ لوگوں کا دل اس کے لئے نرم نہیں ہوا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ دس ہزار روپیہ اس کے سر پر سے قربان کردیں۔ آپ انصافاً کہیں کہ یہ خوبیاں اور جانفشانیاں اور آریہ دھرم کے لئے یہ قدم صدق جو گنگا بشن نے دکھلایا لیکھرام میں کہاں تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اندھی دنیا مُردہ کا قدر کرتی ہے زندہ کا کوئی قدر نہیں کرتا۔ آپ لوگوں کو مناسب ہے کہ بلا توقف دس ہزار روپیہ گنگا بشن کی لاش کی ضمانت کے لئے جمع کرا دیں اور باضابطہ سرکاری سند ہم کو دلادیں۔ گنگا بشن نے آپ لوگوں کے لئے تمام کاروبار اپنے برباد کر دیئے۔ اب صرف ایک جان باقی ہے وہ بھی آریہ دھرم پر قربان کرنے کے لئے ہتھیلی پر رکھے کھڑا ہے۔ اگر ایسے مہاتما کا قدر نہ کرو تو پھر آپ لوگوں میں مردم شناسی کا مادہ ہی نہیں۔ اور نیز اب اگر آپ نے اس قوم کے بہادر کی مدد نہ کی اور اس کا ساتھ نہ دیا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ لوگوں کے دلوں میں کامل یقین کے ساتھ [1] … لیکھرام صرف
پیشگوئی کے اثر سے خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچا ہے [2] … کی مدد دینے
سے روکتا ہے ورنہ کچھ سمجھ میں نہیں [3] … مذہب کے
لئے اپنی معاش کو بھی تباہ [4]

[1] و [2] و [3] و [4] اس اشتہار کا حاشیہ پھٹا ہوا ہے اس لئے بعض جگہ سے پڑھا نہیں گیا جس کی وجہ سے بیچ میں جہاں سے نہیں پڑھا گیا جگہ چھوڑ دی ہے۔
(المرتب)

کاموں کو دیکھتی ہے کہ کیا ہم ادنے ادنے آدمی کے مقابل پر سبک مزاجی کے طور پر لڑنے کو طیار ہو جاتے ہیں یا ایسے شخصوں کے ساتھ جو اُن کا مقابلہ قوم کے مقابلہ کے حکم میں ہوتا ہے اور ابتدا انہیں سے ہوتی ہے۔

اور پھر یہ بھی بات ہے کہ آریہ صاحبوں کو دس ہزار روپیہ جمع کرانے میں کچھ دقّت بھی نہیں۔ ہم تو صرف فتح کے نشان کے لئے گنگا بشن کی لاش کے خواستگار ہیں۔ اور دس ہزار روپیہ تو صرف اس صورت میں تاوان کی طرح لیا جائے گا کہ جب لاش دینے سے انکار کریں۔ کیا خوب ہو کہ آریہ لوگ اس اپنے وفادار جان نثار گنگا بشن کو اس ناچیز امداد سے محروم نہ رکھیں۔ کیا جان دینے سے کوئی اور نشان آریہ ہونے کا ہوگا۔ روز کے جھگڑوں کے طے ہونے کے لئے یہ نہایت عمدہ تقریب پیدا ہوئی ہے۔ اگر آریہ صاحبوں نے اس موقعہ کو ہاتھ سے دیا تو پھر آیندہ اُن کو حق نہیں ہوگا کہ اخباروں میں میری نسبت شایع کریں کہ یہی شخص لیکھرام کا قاتل ہے۔

اور لالہ گنگا بشن یاد رکھیں کہ اب بغیر اس طریق کے اُن کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ ان کے لئے دس ہزار روپیہ ایک ادنے ہندو جمع کرا سکتا ہے۔ اور قوم اگر چاہے تو دس لاکھ جمع کرا سکتی ہے۔ یہ فیصلہ ناطق ہے۔ آریہ صاحبان صرف مُنہ سے مجھے لیکھرام کا قاتل نہ بتا دیں۔ اگر میں قاتل ہوں تو وہ عالم الغیب جس سے ان کو بھی انکار نہیں۔ اس کا فیصلہ دیکھ لیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

یکم مئی ۱۸۹۷ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ایک صفحہ کلاں پر ہے)

(۱۷۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اشتہار
قطعی فیصلہ کیلئے

یہ خدا کی قدرت ہے کہ جس قدر مخالف مولویوں نے چاہا کہ ہماری جماعت کو کم کریں وہ اور بھی زیادہ ہوئی اور جس قدر لوگوں کو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہا وہ اور بھی داخل ہوئے یہانتک کہ ہزارہا تک نوبت پہنچ گئی۔ اب ہر روز سرگرمی سے یہ کارروائی ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ اچھے پودوں کو اُس طرف سے اُکھاڑتا اور ہمارے باغ میں لگاتا جاتا ہے۔ کیا منقول کی رو سے اور کیا معقول کی رُو سے اور کیا آسمانی شہادتوں کی رُو سے دن بدن خدا تعالیٰ ہماری تائید میں ہے۔ اب بھی اگر مخالف مولوی یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر۔ اور خدا ہمارے ساتھ ہے اور ان لوگوں پر لعنت اور غضب الٰہی ہے تو باوجود اس کے کہ ہماری حجت ان پر پُوری ہو چکی ہے پھر دوبارہ ہم ان کو حق اور باطل پرکھنے کیلئے موقع دیتے ہیں۔ اگر وہ فی الواقع اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہیں اور ہمیں باطل پر۔ اور چاہتے ہیں کہ حق کھل جائے اور باطل معدوم ہو جائے تو اس طریق کو اختیار کر لیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر۔ اور میں اپنی جگہ پر خدا تعالیٰ کی جناب میں دُعا کریں۔ اُن کی طرف سے یہ دُعا ہو کہ یا الٰہی اگر یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تیرے نزدیک جھوٹا اور کاذب اور مفتری ہے اور ہم اپنی رائے میں سچے اور حق پر اور تیرے مقبول بندے ہیں تو ایک سال تک کوئی فوق العادت

امرِ غیب بطور نشان ہم پر ظاہر فرما اور ایک سال کے اندر ہی اُس کو پُورا کر دے۔ اور میں اس کے مقابل پر یہ دُعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر تُو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور درحقیقت مسیح موعود ہوں تو ایک اَور نشان پیشگوئی کے ذریعہ سے میرے لئے ظاہر فرما اور اس کو ایک سال کے اندر پُورا کر۔ پھر اگر ایک سال کے اندر اُن کی تائید میں کوئی نشان ظاہر ہوا۔ اور میری تائید میں کچھ ظاہر نہ ہوا تو میں جھُوٹا ٹھیروں گا۔ اور اگر میری تائید میں کچھ ظاہر ہوا مگر اس کے مقابل پر اُن کی تائید میں بھی ویسا ہی کوئی نشان ظاہر ہو گیا تب بھی میں جھُوٹا ٹھیروں گا۔ لیکن اگر میری تائید میں ایک سال کے عرصہ تک کھُلا کھُلا نشان ظاہر ہو گیا اور اُن کی تائید میں نہ ہوا تو اس صورت میں میں سچّا ٹھیروں گا اور شرط یہ ہوگی کہ اگر تصریحات متذکرہ بالا کی رُو سے فریق مخالف سچّا نکلا تو میں اُن کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور جہاں تک ممکن ہو گا میں اپنی وہ کتابیں جلا دُوں گا جن میں ایسے دعویٰ یا الہامات ہیں۔ کیونکہ اگر خدا نے مجھے جھُوٹا کیا تو پھر میں ایسی کتابوں کو پاک اور مقدس خیال نہیں کر سکتا۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اپنے موجودہ اعتقاد کے برخلاف یقینی طور پر سمجھ لوں گا کہ محمد حسین بٹالوی اور عبد الجبار غزنوی اور عبد الحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور محمد حسین کا پیارا دوست محمد بخش جعفر زٹلی اور دوسرا پیارا دوست محمد علی بوپڑی یہ سب اولیاء اللہ اور عباد اللہ الصّلحین ہیں۔ اور جس قدر ان لوگوں نے مجھے گالیاں دیں اور لعنتیں بھیجیں۔ یہ سب ایسے کام تھے کہ جن سے خدا تعالیٰ ان پر بہت راضی ہوا۔ اور قرب اور اصطفا اور اجتبا کے مراتب تک اُن کو پہنچا دیا۔

میں اللہ جلّشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اگر خدا کی مرضی مجھے عزت دینے کی نہیں تو میرے پر لعنت ہے اگر میں اُس کے برخلاف کروں۔ لیکن اگر تصریحات بالا کی رُو سے خدا نے مجھے سچّا کر دیا تو چاہیئے کہ محمد حسین

بٹالوی اور عبد الحق غزنوی اور عبد الجبار غزنوی اور رشید احمد گنگوہی میرے ہاتھ پر توبہ کریں اور میرے دعویٰ کی تصدیق کر کے میری جماعت میں داخل ہوں تا یہ تفرقہ دُور ہو جائے۔ اندرُونی تفرقہ نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ خدا کا سیدھا سادھا فیصلہ ہوگا جس میں کسی فریق کی چوں چرا پیش نہیں جائے گی۔

اس اشتہار کے مخاطب محمد حسین بٹالوی، عبد الجبار غزنوی، عبد الحق غزنوی، رشید احمد گنگوہی ہیں۔ یہ چاروں اپنے تئیں مومن ظاہر کرتے ہیں۔ اور مومن خدا کے نزدیک ولی ہوتا ہے اور بہر حال کافر اور دجّال کی نسبت مومن کی دُعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا کے نیک بندے قبولیت دُعا سے شناخت کئے جاتے ہیں اور ان دُعاؤں کے لئے ضروری نہیں کہ بالمواجہ کی جائیں بلکہ چاہیئے کہ فریق مخالف مجھے خاص اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دے کر پھر اپنے گھروں میں دُعائیں کرنی شروع کر دیں اور ابتدار سال* کا اشتہار کی تاریخ اشاعت سے سمجھا جائے گا۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ چاروں مولوی مقابلہ کریں بلکہ جو شخص اُن میں سے ڈر کر بھاگ جائے اس نالائق کو جانے دو۔ وہ اس بات پر مُہر لگا گیا کہ وہ جھُوٹا ہے اور گریز کی لعنت اس کے سر پر ہے۔

اور یہ ضروری ہوگا کہ جو امر غیب ان چاروں میں سے کسی پر ظاہر ہو اس کو بذریعہ اشتہارات مطبوعہ لوگوں پر ظاہر کر دے اور ان میں سے ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھیج دے۔ اور جو امر مجھ پر ظاہر ہو جو پہلے ظاہر نہیں کیا گیا، مجھ پر بھی لازم ہوگا کہ بذریعہ اشتہار اس کو شائع کروں اور ایک ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری چاروں صاحبوں کی خدمت میں یا جس قدر اُن میں سے مقابلہ پر آویں بھیج دوں۔ اس طریق سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے۔ ہم دونوں فریقوں میں سے جو ملعون ہے

* ایک سال انگریزی مہینوں کے حساب سے سمجھا جائیگا۔ منہ

اس کا ملعون ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور جو مقہور ہے اس کا مقرون ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر امرت سر اور لاہور کے رئیس اس فیصلہ کے لئے مولویان مذکورین کو مستعد کریں تو اُن کی ہمدردی اسلامی قابل شکر گذاری ہوگی۔ اور بالخصوص انجمن اسلامیہ کے سکرٹری خان بہادر برکت علی خان صاحب اور انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری منشی شمس الدین صاحب اور انجمن نعمانیہ کے سکرٹری منشی تاج الدین صاحب کی خدمت میں للہ التماس ہے کہ ضرور اس طرف توجہ فرماویں۔ ہزاروں مسلمان کافر بنائے گئے اور سخت تفرقہ پڑ گیا ہے۔ آپ صاحبوں کے اصول کچھ ہی ہوں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن آپ صاحبوں کی بڑی مہربانی ہوگی جو آپ مدد دیویں۔

وَالسَّلَام

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۹؍ مئی ۱۸۹۷ء عیسوی

ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۷۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حُسین کامی سفیر سُلطان رُوم

پرچہ اخبار ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے سفیر مذکور العنوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے اور اس خط کے عنوان

میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے۔ اور پھر متاسف اور مکدر اور ملول خاطر واپس آئے۔ اور پھر بھی ایڈیٹر لکھتا ہے کہ یہ سُنا گیا تھا کہ سفیر صاحب کو اس لئے قادیان بُلایا تھا کہ اُن کے ہاتھ پر توبہ کریں کیونکہ وہ نائب حضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ان افتراؤں کا بجز اس کے کیا جواب دیں۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ مجھے دُنیادار وں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بیزاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔ مجھے نہ کچھ سُلطان روم کی طرف حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دُنیا کی بادشاہت اس قدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیسا کہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا۔ پھر جب کہ ہمارے بادشاہ کے آگے سُلطان رُوم ہیچ ہے تو اس کا سفیر کیا چیز!

میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے۔ جس کے زیر سایہ اُن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آجکل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بُھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔ یہی باتیں ہیں کہ سفیر مذکور کے ساتھ خلوت میں کی گئی تھیں جو سفیر کو بُری معلوم ہوئیں۔ سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی اور اگرچہ مجھ کو اس کی اوّل ملاقات میں ہی دُنیا پرستی کی بدبو آئی تھی اور منافقانہ طریق دکھائی دیا تھا مگر حُسنِ اخلاق نے مجھے بوجہ مہمان ہونے کے اس کی اجازت دینے کے لئے مجبور کیا۔ نامبردہ نے خلوت کی ملاقات میں سُلطان رُوم کے لئے ایک خاص دُعا

کرنے کے لئے درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضا و قدر
سے آنے والا ہے اس سے وہ اطلاع پاوے مَیں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سُلطان
کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور مَیں کشفی طریق سے اُس کے ارکان کی حالت
اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں
تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بُری معلوم ہوئیں۔ مَیں نے کئی اشارات سے اس
بات پر بھی زور دیا کہ رُومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا
سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور رُوم کی حالت موجودہ
بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر مَیں اُس کے دل کی طرف خیال کر رہا
تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی بُرا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ
سلطنت رُوم کے اچھے دن نہیں ہیں۔ اور پھر اُس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور
دلیل ہے کہ زوال کی علامات موجود ہیں۔ ماسوا اُس کے میرے دعویٰ مسیح موعود اور
مہدی معہود کے بارے میں بھی کئی باتیں درمیان آئیں۔ مَیں نے اُس کو بار بار سمجھایا
کہ مَیں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی خونی مسیح اور خونی مہدی کا انتظار کرنا جیسا
کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بیہودہ قصّے ہیں۔ اس کے ساتھ مَیں نے یہ بھی
اس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا
وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح
اس کو لگتی تھیں اور مَیں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ
فرمایا تھا وہی کہا تھا۔ اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور
جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے مَیں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی
اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکرگذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر
امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن

حاصل ہو سکے۔ کیا میں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سُن کر اُس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے اور کیا سُلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ اُن کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سُلطان رُوم سے کیا فائدہ۔

ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سُنا اور حیرت سے میرا مُنہ دیکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔ میرا نام نمرود اور شدّاد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ سخت گوئی اُس کی جائے افسوس نہیں کیونکہ انسان نابینائی کی حالت میں سُورج کو بھی تاریک خیال کر سکتا ہے۔ اُس کے لئے بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا۔ میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اُس کی سخت بدقسمتی ہے۔ اور مجھے کچھ ضرورت نہ تھا کہ میں اُس کی یاوہ گوئی کا ذکر کرتا مگر اُس نے بپاداش نیکی ہر ایک شخص کے پاس بدی کرنا شروع کیا اور بٹالہ اور امرت سر اور لاہور میں بہت سے آدمیوں کے پاس وہ دل آزار باتیں میری نسبت اور میری جماعت کی نسبت کہیں کہ ایک شریف آدمی باوجود اختلاف رائے کے کبھی زبان پر نہیں لا سکتا۔ افسوس کہ میں نے بہت شوق اور آرزو کے بعد گورنمنٹ روم کا نمونہ دیکھا تو یہ دیکھا۔ اور میں مکرر ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مجھے اس سفیر کی ملاقات کا ایک ذرہ شوق نہ تھا۔ بلکہ جب میں نے سُنا کہ لاہور کی میری جماعت اس سے ملی ہے تو میں نے بہت افسوس کیا اور اُن کی طرف ملامت کا خط لکھا کہ یہ کارروائی میرے منشاء کے خلاف کی گئی۔ پھر آخر سفیر نے لاہور سے ایک انکساری خط میری طرف لکھا کہ میں ملنا چاہتا ہوں سو اُس کے الحاح پر میں نے اس کو قادیان آنے کی اجازت دی۔ لیکن اللہ جلّ شانہٗ جانتا ہے

جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔

اب میں سفیر مذکور کا انکساری خط جو میری طرف پہنچا تھا اور پھر اس کا دوسرا خط جو ناظم الہند میں چھپا ہے ذیل میں لکھتا ہوں۔ ناظرین خود پڑھ لیں اور نتیجہ نکال لیں اور ہماری جماعت کو چاہیئے کہ آئندہ ایسے اشخاص کے ملنے سے دستکش رہیں۔ آسمانی سلسلہ سے دنیا پیار نہیں کر سکتی۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

نقل اس خط کی جو سفیر نے لاہور سے ہماری ملاقات کی درخواست کے لئے بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب مستطاب معلی القاب قدوۃ المحققین قطب العارفین حضرت پیر دستگیر میرزا غلام احمد صاحب دام کراماتہٗ۔ چوں اوصاف جمیلہ و اخلاق حمیدہ آں ذات ملکوتی صفات در شہر لاہور بسمع ممنونیت و از مریدان سعادت انتسابان تعادید و تصانیف عالیہ آں خجستہ مقام بدست احترام و ممنونیت رسید۔ لہٰذا سودائے زیارت دیدار ساطع الانوار سویدائے دل تنا و دیدا لبریز اشتیاق کردہ است۔ انشاء اللہ تعالیٰ از لاہور بطریق امرت سر بہ خاکپائے روحانیت احتوی سامی خواہم رسید و دریں خصوص تلغرافت بر حضور سراسر نور مقدس خواہم کشید۔ فقط

حسین کامی سفیر سلطان المعظم (مہر)

نقل اس خط کی جو سفیر کی طرف سے ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔

بحضور سید السادات العظام و فخر النجبار الکرام٭ مولنا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم ادام اللہ فیوضہ وظل عاطفتہ۔ سیدی و مولائی؟ التفات نامہ ذات سامی شما

٭ غور کرنے کے لائق ہے کہ یہ القاب کس مذہب کے شخص کے لئے لکھا ہے۔ منہ

بدست تبجیل و احترام ما رسید الحق ممنونیت غیر مترقبہ عظمی بخشید۔ فدایت شوم کہ استفسار احوال غرائب اشتمال کادیان وکادیانی (قادیان و قادیانی) را فرمودہ بودید۔ اکنوں مایجمال تمکین ذیلاً بخدمت والانہمت وعالی بیان و افادہ می کنم کہ ایں شخص عجیب وغریب از صراط المستقیم اسلام برگشتہ قدم بر دائرہ علیہم والضالین گذاشتہ وتردید محبت حضرت خاتم النبیین را در پیش گرفتہ وبزعم باطل خویش باب رسالت را مفتوح دانستہ است شائستہ ہزاراں خندہ است کہ فرق در بین نبوت و رسالت پنداشتہ است ومعاذاللہ تعالیٰ می گوید کہ خداوند عالم رسول صلعم را گاہے در فرقان حمید و قرآن مجید بعنوان خاتم المرسلین معنن نکردہ است فقط بخطاب خاتم النبیین اکتفا فرمودہ است۔ القصہ اینکہ اول خود را ولی ملہم می گفت بعدہ مسیح موعود گشتہ۔ آہستہ آہستہ بقول مجرد خود معود بر رتبہ عالیہ مہدویت کردہ استعیذ باللہ تعالیٰ خود را از خود رائی بیپائی معلائے رسالت رسانده است۔ بنا علیٰ ہذا ظن غالب ما ایران است کہ ترقی بنجمیں قدم بر سریر شریر شداد و نمرود نہادہ کلاہ الوہیت بر سر سرکش خود کہ کان خیالات فاسدہ ومعدن مالیخولیا و ہذیانات باطل است میگذارد وعجب حست کہ شاعر معجز بیان در حق ایں ضعیف الاعتقاد را لبنیان چندیاں سال قبل ازیں گویا بطور پیشگوئی تدوین ایں شعر در دیوان اشعار آبدار خود کردہ است۔ سال اول مطرب آمد سال دوئم خواجہ شد ٭ بخت گر یاری کند امسال سید می شود۔

خلاصہ ازیں سخنہا درگذرید و او را برشیشلفش پسرید و مارا از پریشان نویسی معاف دارید عزیز اسلام مارا بجناب شریعتمدار مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب وجناب داروغہ عبدالغفور خاں صاحب برسانید و ساشمشر پائی خود را گرفتہ بصوب ما روانہ کنید تا کہ از دار الخلافہ سلامبول کفش مسجدے مطابق آں بطلبم و در ہر خصوص بر ذات عالی شما تقدیم مراسم احترامکاری کردہ مسارعت بر استبشار طبع عالی می نمایم والسلام۔ مرقومہ عبیداہ اسلام قادیان ۲۰ مئی ۱۸۹۰ء

(یہ اشتہار ۲۰/۸ کے صفحہ پر ہے) الراقم حسین کامی

(۱۷۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلسہ شکریہ

جشن جوبلی شصت سالہ حضرت قیصرہ ہند دام ظلہا

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ

خدا کی نعمت کا لوگوں کے پاس شکرگذاری کے ساتھ ذکر کر

ہم نے بار بار اپنی کتابوں میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ وجود حضرت قیصرہ ہند دام ظلہا ہمارے لئے ایک خدا کی نعمت ہے۔ ہم اس محسن گورنمنٹ کے سایہ کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنی رائے کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور خدا نے ہماری جان اور مال اور آبرو کے لئے اس گورنمنٹ کو محافظ بنا دیا ہے۔ پس ان تمام وجوہ سے ہم پر واجب ہے کہ ہم سچے دل سے نہ نفاق سے اس گورنمنٹ کے شکرگذار ہوں اور جناب قیصرہ ہند دام ظلہا کی عمر و اقبال و دولت اور اس خاندان کے دوام اور بقا کے لئے تہ دل سے دُعا کریں۔ سو خدا تعالیٰ نے اس شکر اور ان دُعاؤں کے لئے جشن جوبلی کا ہمیں ایک موقعہ دیا ہے۔ اور یہ دن حقیقت میں ایک عظیم الشان خوشی کا موجب ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام ظلہا کے شصت سالہ زمانہ تخت نشینی کو امن اور عافیت اور ترقی اقبال کے ساتھ پورا کیا۔ اور اس زمانہ میں بے شمار فوائد اپنے بندوں کو پہنچائے۔ سو میری رائے ہے کہ اس خوشی کے اظہار اور شکر اور دُعا کے لئے میری جماعت کے دوست اور احباب جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں مقیم

ہیں، انیس[19] جون ۱۸۹۷ء کو بمقام قادیان جمع ہوں۔ اور جیسا کہ اس بارے میں ہدایات ازجانب وائس پریذیڈنٹ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند بتاریخ یکم جون ۱۸۹۷ء شائع ہوئی ہیں اُن کے مطابق ۲۰ر اور ۲۱ر جون ۱۸۹۷ء کو اظہار شکر اور دُعا اور خوشی کی جائے۔ چونکہ ہماری جماعت کی طرف سے اظہار خوشی اور شکر اور دُعا کے لئے یہ ایک عام جلسہ ہے جس کی مدد مصارف میں ہر ایک کو شریک ہونا واجب ہے لہٰذا تاکید کے طور پر یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ جس جس صاحب کو یہ اشتہار پہنچے وہ اپنی طاقت اور مقدرت کے موافق اس جلسہ کے مصارف کے لئے بلاتوقف چندہ روانہ کریں۔ ہر ایک شخص اپنی حیثیت کے موافق اس ہدایت پر کاربند ہو۔ اس جلسہ کے لئے جس قدر صاحب چندہ دینے میں شریک ہوں گے اور ۲۰ر جون ۱۸۹۷ء سے پہلے قادیان میں آ کر تمام جماعت کے ساتھ جلسۂ شکریہ کے مراسم ادا کریں گے ان تمام صاحبوں کے نام تفصیل رقم چندہ اور نیز باظہار اس تمام سرگرمی اور مستعدی کے جو اُن سے ظاہر ہوئی لکھ کر بذریعہ طبع شائع کئے جائیں گے اور ایک کاپی اُن کی جنرل کمیٹی کو بھی بھیجی جائے گی تا جیسا کہ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند کی طرف سے وعدہ ہے ان کے نام قومی تاریخ میں یادگار کے واسطے درج ہوں۔

اگر کسی کے دل میں یہ وسوسہ گذرے کہ یہ تمام امور دُنیاداری اور خوشامد میں داخل ہیں اور الٰہی سلسلہ سے مناسبت نہیں رکھتے تو اس کو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ ہم اس شکرگذاری کے جلسہ میں سرکار انگریزی سے کسی جاگیر کی درخواست نہیں کرتے اور نہ کوئی لقب چاہتے ہیں اور نہ کسی انعام کے خواستگار ہیں اور نہ یہ خیال ہے کہ وہ ہمیں اچھا کہیں۔ بلکہ یہ جلسہ محض اس بار سے سبکدوش ہونے کے لئے ہے جو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے احسانات کا بار ہمارے سر پر ہے۔

خوب یاد رکھو کہ جو شخص انسان کا شکر ادا نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی شکر نہیں

کیا۔ ہمارے کسی کام میں نفاق نہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کی نیکی کو ضائع کرنا بدذاتی ہے۔

بعض نادان مسلمانوں نے ہم پر اعتراض کیا ہے کہ جو ترکی سفیر کے خط کا ردّ بذریعہ اشتہار شایع کیا گیا ہے اس میں سلطان رُوم کی بے ادبی کی گئی ہے اور وہ خلیفۃ المومنین ہے اور نیز اس اشتہار میں مداہنہ کے طور پر انگریزوں کی تعریف کی گئی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ تمام باتیں کوتہ اندیشی اور بخل کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کے مُنہ سے نکل رہی ہیں۔ ہم نے سُلطان کو کچھ بُرا نہیں کہا اور نہ بے ادبی کی۔ بلکہ ہمیں افسوس ہے کہ جس شخص کے ایسے سفیر اور ایسے ارکان ہیں اس کی حالت قابل رحم ہے۔ ہم نے اس سفیر کو بچشم خود دیکھا ہے کہ بجائے نماز تمام روز شطرنج اور ٹھٹھا اور ہنسی میں گذارتا تھا۔ وہ قادیان میں آکر ایک ایسی جماعت کے اندر آگیا تھا جو اس کی بے قیدی کی طرز اور طریق سے بالکل مخالف تھی۔ خدا جانتا ہے کہ ہمارا دل اس بات سے جلتا اور کباب ہوتا ہے اور بے اختیار جوش اُٹھتا ہے کہ ایسے دنوں میں اس سلطنت کے ارکان کو چاہیئے تھا کہ تقویٰ میں ترقی کرتے۔ منہیات سے باز آتے۔ نماز کی پابندی اختیار کرتے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرتے اور بے قیدوں اور بدروشوں کی طرح زندگی بسر نہ کرتے۔ کیونکہ اسلام کی تمام ترقی تقویٰ سے شروع ہوئی ہے اور پھر جب اسلام ترقی کرے گا تقویٰ سے کرے گا۔

انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتّی یغیّروا ما بانفسھم۔ نہ ہی یہ بات کہ سُلطان رُوم خلیفۃ المومنین ہے اس کے ارکان کی نسبت ایسے سُوء ادب کے الفاظ مُنہ پر لانا بیباکی اور گستاخی میں داخل ہے۔ سو یہ سراسر نا سمجھی ہے اور درحقیقت جو شخص مجھے ایک کافر۔ دجّال بے ایمان کاذب خیال کرتا ہے وہ بیشک میری اُس تقریر سے سخت ناراض ہوگا جو مَیں نے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کی ہے۔ لیکن

مَیں پوچھتا ہوں کہ ذرہ اپنے دلوں میں فرض کر لو کہ اگر یہ تقریر اس شخص کی طرف سے ہے جو خدا کی طرف سے تیرہ سو برس کے وعدہ کے موافق مسیح موعودؑ ہو کر آیا ہے اور خدا کا نائب ہے جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے۔ تو کیا سلطان روم کی عظمت کو اُس کے مقابل یاد کرنا اور اس کی عظمت کو بالکل بھلا دینا بے ایمانی ہے یا نہیں۔ جن دلوں پر خدا کی لعنت ہے اُن کا تو کچھ علاج نہیں۔ لیکن عقلمند اور ایماندار جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو خدا آسمانی خلافت دے کر ایک عظیم الشان کام کے لئے بھیجتا ہے رُوم کے ایک ظاہری فرمانروا کو کیا نسبت ہے*؟

یاد رکھو کہ خدا کے فرستادہ کی توہین خدا کی توہین ہے۔ چاہو تو مجھے گالیاں دو۔ تمہارا اختیار ہے۔ کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے سُلطان کا خلیفۃ المومنین ہونا صرف اپنے مُنہ کا دعویٰ ہے لیکن وہ **خلافت** جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ خلیفۃ اللہ السلطان۔
ہاں ہماری خلافت رُوحانی ہے اور آسمانی ہے نہ زمینی۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس شخص کو انسان حقیر اور ذلیل جانتا ہے اس کو ایسے شخص کے مقابل پر بات کرنے سے بے ادب خیال کرتا ہے جس کو وہ عظیم الشان سمجھتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ جب یسوع مسیح نے سردار کاہن کے سامنے ایک بات کہی جو سردار کاہن کو بُری معلوم ہوئی تو ایک سپاہی نے مسیح کے مُنہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ کیا تو سردار کاہن کی

* ابن سیرین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مہدی موعودؑ بعض نبیوں سے بھی افضل ہے۔ پس ایسے لوگوں کی حالت پر سخت افسوس ہے جو ایک بادشاہ کے لئے جو دنیوی زندگی رکھتا ہے مجھ کو جو اپنے مہدی موعودؑ ہونے کا دلائل کے ساتھ ثبوت دیتا ہوں گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سراسر دُنیا کے کیڑے ہو گئے ہیں۔ خدا اور رسول پر ان کا ایمان نہیں رہا۔ منہ

بے ادبی کرتا ہے۔ کیونکہ اس وقت اُن لوگوں کی نظر میں حضرت عیسٰی مسیح ایک حقیر اور ذلیل آدمی تھا جو کاذب اور کافر خیال کیا گیا۔ پس جبکہ سردار کاہن کی دنیوی عزت کے لئے مسیح نے ایک ادنے سپاہی کے ہاتھ سے طمانچہ کھایا تو پھر وہ شخص جو مسیح کے نام پر آیا ہے اگر سُلطان روم کے جاہل حمائتیوں کے مُنہ سے گالیاں سُنے تو کیا بعید ہے۔

رہی یہ بات کہ اشتہار مذکور میں انگریزی سلطنت کی تعریف کی گئی ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ ہرگز منافقانہ تعریف نہیں۔ لعنة الله علی من نافق۔ بلکہ ہم سچے دل سے کہتے ہیں اور صحیح صحیح کہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم نے بہت امن پایا ہے اس لئے اس کا شکر ہم پر واجب ہے۔ اور مجھے ان شریر انسانوں کی حالت پر نہایت تعجب ہے کہ اب تک وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جزاء احسان احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

فقط

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۷ جون ۱۸۹۷ء

مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان دارالامان

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۴ کے ۲ صفحوں پر ہے)

(۱۶۴)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

جلسۂ احباب

بر تقریب جشن جوبلی بغرض دعا و شکر گذاری جناب ملکہ معظّمہ قیصرۂ ہند دام ظلہا

ہم بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ جناب ملکہ معظّمہ قیصرۂ ہند دام ظلہا کے جشن جوبلی کی خوشی اور شکریہ کے ادا کرنے کے لئے میری جماعت کے اکثر احباب دُور دُور کی مسافت قطع کر کے ۱۹ر جون ۱۸۹۷ء کو ہی قادیان میں تشریف لائے۔ اور یہ قریب ۲۲۵ آدمی تھے۔ اور اس جگہ کے ہمارے مرید اور مخلص بھی اُن کے ساتھ شامل ہوئے جن سے ایک گروہ کثیر ہو گیا اور وہ سب ۲۰ر جون ۱۸۹۷ء کو اس مبارک تقریب میں باہم مل کر دُعا اور شکر باریتعالیٰ میں مصروف ہوئے اور جیسا کہ اشتہار وائس پریذیڈنٹ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند جناب خانصاحب محمد حیات خانصاحب سی۔ ایس۔ آئی میں اس بارے میں ہدایتیں تھیں بفضلہ تعالیٰ اسی کے موافق تمام مراسم خوشی عمدہ طور پر ظہور میں آئیں۔ چنانچہ ۲۰ر جون ۱۸۹۷ء کو ہماری طرف سے مبارکباد کی تار برقی بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند بمقام شملہ روانہ کی گئی۔ اور اسی روز سے ۲۲ر جون ۱۸۹۷ء تک غریبوں اور درویشوں کو برابر کھانا دیا گیا مگر ۲۱ر جون ۱۸۹۷ء کو اس خوشی کے اظہار کے لئے ایک بڑی دعوت کا سامان ہوا۔ اور اس قصبہ کے غرباء

اور درویش دعوت کے لئے بُلائے گئے اور جیسا کہ شادیوں کے موقعہ پر کھانے پکائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی بڑے تکلف سے کھانے تیار ہوئے اور تمام حاضرین کو کھلائے گئے۔ اس روز تین سو سے زیادہ آدمی تھے جو دعوت میں شریک ہوئے۔ پھر ۲۲ جون کی رات کو چراغاں ہوئی اور کوچوں اور گلیوں اور مسجدوں اور گھروں میں شام ہوتے ہی نظر گاہ عام پر چراغ روشن کرائے گئے اور غریبوں کو اپنے پاس سے تیل دیا گیا۔ اور علاوہ اس کے اظہار مسرت کے لئے عام دعوت میں لوگوں کو شامل کیا گیا۔

غرض یہ مبارک جلسہ تمام احباب کا جنہوں نے بڑی خوشی سے باہم چندہ کرکے اس کا اہتمام کیا ۲۰ جون ۱۸۹۷ء سے شروع ہوا۔ اور ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کی شام تک بڑی دھوم دھام سے اس کا اہتمام رہا۔ چنانچہ پہلے روز میں تمام جماعت نے جو ہمارے مُریدوں کی جماعت ہے جن کے ذیل میں نام درج ہوں گے بڑے صدق دل سے حضور قیصرہ اور خاندان شاہی اور برٹش گورنمنٹ کے حق میں اقبال اور شمول فضل الٰہی کی دعائیں کیں اور پھر جیسا کہ بیان کیا گیا وقتاً فوقتاً تمام مراسم ادا کئے گئے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت نے جس میں معزز ملازم سرکاری بھی شامل تھے ایسے صدق دل اور محبت اور پوری ارادت اور پورے شوق اور انبساط سے دُعائیں کیں اور شکر گذاری ظاہر کی اور اہتمام غرباء کی دعوت میں چندے دیئے اور ایک رقم کثیر باہمی چندہ سے جمع کرکے بڑی سرگرمی اور مستعدی اور دلی خوشی سے تمام تجاویز جنرل کمیٹی کو انجام تک پہنچایا کہ اس سے بڑھ کر خیال میں نہیں آسکتا۔

اور وہ تقریر جو دُعا اور شکر گذاری جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند میں سُنائی گئی جس پر لوگوں نے بڑی خوشی سے آمین کے نعرے مارے وہ چھ زبانوں میں بیان کی گئی تا ہمارے پنجاب کے ملک میں جس قدر مُسلمان کسی زبان میں دسترس رکھتے ہیں اُن تمام زبانوں سے شکر ادا ہو۔ اُن میں سے ایک اُردو میں تقریر تھی جو شکر اور دُعا پر مشتمل تھی جو عام جلسہ

میں سُنائی گئی اور پھر عربی اور فارسی اور انگریزی اور پنجابی اور پشتو میں تقریریں قلمبند ہو کر پڑھی گئیں۔ اُردو میں اس لئے کہ وہ عدالت کی بولی اور شاہی تجویز کے موافق دفتروں میں رواج یافتہ ہے اور عربی میں اس لئے کہ وہ خدا کی بولی ہے جس سے دنیا کی تمام زبانیں نکلیں اور جو اُم الالسنہ اور دُنیا کی تمام زبانوں کی ماں ہے جس میں خدا کی آخری کتاب قرآن شریف خلقت کی ہدایت کے لئے آیا۔ اور فارسی میں اس لئے کہ وہ گذشتہ اسلامی بادشاہوں کی یادگار ہے جنہوں نے اِس مُلک میں قریباً سات سو برس تک فرمانروائی کی۔ اور انگریزی میں اس لئے کہ وہ ہماری جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند اور اس کے معزز ارکان کی زبان ہے جس کے عدل اور احسان کے ہم شکر گذار ہیں۔ اور پنجابی میں اس لئے کہ وہ ہماری مادری زبان ہے جس میں شُکر کرنا واجب ہے اور پشتو میں اس لئے کہ وہ ہماری زبان اور فارسی زبان میں ایک برزخ اور سرحدی اقبال کا نشان ہے۔

اسی تقریب پر ایک کتاب شکر گذاری جناب قیصرہ ہند کے لئے تالیف کر کے اور چھاپ کر اُس کا نام تحفہ قیصریہ رکھا گیا اور چند جلدیں اس کی نہایت خوبصورت مجلّد کرا کے اُن میں سے ایک حضرت قیصرہ ہند کے حضور میں بھیجنے کے لئے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بھیجی گئی۔ اور ایک کتاب بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند روانہ ہوئی اور ایک بحضور جناب نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب بھیجدی گئی۔ اب وہ دعائیں جو چھ زبانوں میں کی گئیں۔ ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ اور بعد اس کے اُن تمام دوستوں کے نام درج کئے جائیں گے جو تکالیف سفر اُٹھا کر اس جلسہ کے لئے قادیان میں تشریف لائے اور اس سخت گرمی میں اس خوشی کے جوش میں مشقتیں اُٹھائیں یہانتک کہ بباعث ایک گروہ کثیر جمع ہونے کے اس قدر چارپائیاں نہ مل سکیں تو بڑی خوشی سے تین دن تک اکثر احباب زمین پر سوتے رہے۔ جس اخلاص اور محبت اور صدق دل کے ساتھ

میری جماعت کے معزز اصحاب نے اس خوشی کی رسم کو ادا کیا میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں بیان کرسکوں۔

میں پہلے اپنے بیان میں یہ ذکر بھول گیا تھا کہ اس تقریب جلسہ میں ۲۲؍جون ۱۸۹۷ء کو ہماری جماعت کے چار مولوی صاحبان نے اُٹھ کر عام لوگوں کو جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی اطاعت اور سچی وفاداری کی ترغیب دی چنانچہ پہلے اخویم مولوی عبد الکریم صاحب نے اُٹھ کر اس بارے میں بہت تقریر کی۔ پھر اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے تقریر کی اور پھر بعد اُن کے اخویم مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اُٹھے اور انہوں نے پنجابی میں تقریر کر کے عام لوگوں کو اطاعت ملکہ معظّمہ کے لئے بہت ترغیب دی۔ بعد اُن کے مولوی جمال الدین صاحب سید والا ضلع منٹگمری نے اُٹھ کر پنجابی میں تقریر کی۔ مگر انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کو نادان مسلمان اب تک خونریزی کی صورت میں انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت فوت ہوگئے ہیں۔ یعنے ایسے خیال کہ کسی وقت مہدی اور مسیح کے آنے سے مسلمان خونریزیاں کریں گے صحیح نہیں ہے۔ اور عام لوگوں کو نیک بختی اور نیک چلنی کی ترغیب دی گئی۔ اور اس مبارک موقعہ پر ساٹھ ستر آدمیوں نے ہر ایک گناہ اور بدچلنی سے رو رو کر توبہ کی۔ یہانتک کہ اُن کی گریہ وزاری سے مسجد گونج رہی تھی۔

اب ذیل میں وہ دُعائیں چھ[1] زبانوں میں درج کی جاتی ہیں

الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

۲۳؍جون ۱۸۹۷ء

---

[1] اس مجموعہ میں صرف اُردو دُعا ہی (اگلے صفحہ پر) نقل کی گئی ہے۔ اصل رپورٹ میں سب درج ہیں۔ (المرتب)

دُعا اور آمین اُردو زبان میں

اے مخلصان باصدق و صفا و محبان بے ریا جس امر کے لئے آپ سب صاحبان تکلیف فرما ہو کر اس عاجز کے پاس قادیان میں پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے احسانات کو یاد کر کے اُن کی سلطنت دراز شصت سالہ کے پُوری ہونے پر اُس خدائے عزوجل کا شکر کریں جس نے محض لطف و احسان سے ایک لمبے زمانہ تک ایسی ملکہ محسنہ کے زیر سایہ ہمیں ہر ایک طرح کے امن سے رکھا جس سے ہماری جان و مال و آبرو جابروں اور ظالموں کے حملہ سے امن میں رہی۔ اور ہم تمام تر آزادی سے خوشی اور راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ اور نیز اس وقت ہمیں بغرض ادائے فرض شکر گذاری جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے لئے جناب الٰہی میں دُعا کرنی چاہیئے کہ جس طرح ہم نے اُن کی سلطنت میں امن پایا اور اُن کے زیر سایہ رہ کر ہر ایک شریر کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ جناب ممدوحہ کو بھی جزا ئے خیر بخشے اور اُن کو ہر ایک بلا اور صدمہ سے محفوظ رکھے اور اقبال اور کامیابی میں ترقیات عطا فرمائے اور ان سب مُرادوں اور اقبالوں اور خوشیوں کے ساتھ ایسا فضل کرے کہ انسان پرستی سے ان کے دل کو چھوڑا دیوے۔ اے دوستو! کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتے ہو اور کیا تم اس بات کو بعید سمجھتے ہو کہ ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے دین اور دُنیا دونوں پر خدا کا فضل ہو جائے۔ اے عزیزو! اس ذات قادر مطلق کی عظمتوں پر کامل ایمان لاؤ جس نے وسیع آسمانوں کو بنایا اور زمین کو ہمارے سامنے بچھایا اور دو چمکتے ہوئے چراغ ہمارے آگے رکھ دیئے جو آفتاب اور ماہتاب ہے۔ سو سچے دل سے حضرت احدیّت میں اپنی محسنہ ملکہ قیصرہ ہند کے دین اور دُنیا دونوں کے لئے دُعا کرو۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تم سچے دل سے اور رُوح کے جوش کے ساتھ اور پُوری امید کے ساتھ دُعا کرو گے تو خدا تمہاری سُنے گا۔ سو ہم دُعا کرتے ہیں اور تم آمین کہو کہ اے قادر توانا

جس نے اپنی حکمت اور مصلحت سے اس محسنہ ملکہ کے زیرسایہ ایک لمبا حصہ ہماری زندگی کا بسر
کرایا اور اس کے ذریعہ سے ہمیں صدہا آفتوں سے بچایا اس کو بھی آفتوں سے بچا کہ تو ہر چیز پر قادر
ہے۔ اے قادر توانا! جیسا کہ ہم اس کے زیرسایہ رہ کر کئی صدموں سے بچائے گئے اس کو بھی صدمات
سے بچا کہ بجز تیرے بادشاہی اور قدرت اور حکومت تیری ہی ہے۔ اے قادر توانا ہم تیری بے انتہا
قدرت پر نظر کرکے ایک اور دعا کے لئے تیری جناب میں جرأت کرتے ہیں کہ ہماری محسنہ قیصرہ ہند
کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھوڑا کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر اس کا خاتمہ کر۔
اے عجیب قدرتوں والے! اے عمیق تصرفوں والے! ایسا ہی کر۔ یا الٰہی یہ تمام دعائیں قبول
فرما۔ تمام جماعت کہے کہ آمین۔ اے دوستو اے پیارو خدا کی جناب بڑی قدرتوں والی جناب ہے
دعا کے وقت اس سے نومید مت ہو کیونکہ اس ذات میں بے انتہا قدرتیں ہیں اور مخلوق کے ظاہر
اور باطن پر اس کے عجیب تصرف ہیں سو تم نہ منافقوں کی طرح بلکہ سچے دل سے یہ دعائیں
کرو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ بادشاہوں کے دل خدا کے تصرف سے باہر ہیں؟ نہیں بلکہ ہر ایک امر
اس کے ارادہ کے تابع اور اس کے ہاتھ کے نیچے ہے۔ سو تم اپنی محسنہ قیصرہ ہند کے لئے سچے
دل سے دنیا کے آرام بھی چاہو اور عاقبت کے آرام بھی۔ اگر وفادار ہو تو راتوں کو اٹھ کر دعائیں
کرو اور صبح کو اٹھ کر دعائیں کرو۔ اور جو لوگ اس بات کے مخالف ہوں ان کی پروا نہ کرو
چاہئے کہ ہر ایک بات تمہاری صدق اور صفائی سے ہو اور کسی بات میں نفاق کی آمیزش
نہ ہو۔ تقویٰ اور راستبازی اختیار کرو اور بھلائی کرنے والوں سے سچے دل سے بھلائی چاہو
تا تمہیں خدا بدلہ دے کیونکہ انسان کو ہر ایک نیکی کے کام کا نیک بدلہ ملے گا۔ اب زیادہ الفاظ
جمع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہی دعا ہے کہ خدا ہماری یہ دعائیں سُنے۔ والسلام ۔

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔ ۲۵ جون ۱۸۹۷ء

{یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ۳۲ صفحات پر ہے اس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا
مضمون نقل کیا گیا ہے اور حاضرین جلسہ کے نام چھوڑ دیئے ہیں۔ (المرتب)}

(۱۷۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

کیا وہ جو خدا کی طرف سے ہے لوگوں کی بدگوئی اور سخت عداوت سے ضائع ہو سکتا ہے؟

تا دل مرد خدا نامد بدرد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

یہ کچھ قضاء و قدر کی بات ہے کہ بد اندیش لوگوں کو اپنے پوشیدہ کینوں کو ظاہر کرنے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔ چنانچہ آجکل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آگیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے اُلٹے معنے کرکے یہ مشہور کردیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اس کی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں۔ اور اُس کا زوال چاہتے ہیں اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوشامد کرتے ہیں۔ اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں بعض پُر افتراء اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرّف اور مبدّل کرکے لکھی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر بیوقوفوں کے دلوں کو جوش دلانے اور اُبھارنے کے لئے کارروائی کی گئی ہے۔ اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغگوؤں کا منہ تو بند نہیں کرسکتے اور نہ اُن کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کرسکتے ہیں تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالیٰ

کی غیرت کے حوالہ کرکے اُن کے اصل مدعا کو جو دھوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے۔

ہر ایک مسلمان عقلمند بھلامانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے اس بات کو متوجہ ہو کر سُنے کہ ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظل حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سلطان کی شخصی حالت اور اُس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے بلکہ اللہ جل شانہٗ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجود سلطان کے بارے میں اُس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حُسن ظن ہے۔ ہاں ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود اُن کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقّت اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری وہ تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر سرنگوں نہ ہوتے تو سلطان کی حقیقی خیر خواہی اس میں تھی کہ وہ جوہڑوں اور چماروں کی طرح گالیوں پر کمر باندھتے بلکہ چاہیئے تھا کہ آیت ولا تقف مالیس لک بہٖ علم پر عمل کرکے اور نیز آیت ان بعض الظن اثم کو یاد کرکے سلطان کی خیر خواہی اس میں دیکھتے کہ اس کے لئے صدق دل سے دُعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رُومی لوگ تقویٰ اور طہارت اختیار کریں کیونکہ آسمانی قضاو قدر اور عذاب سماوی کے رد کرنے کے لئے تقویٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز قوی تر نہیں۔ مگر سلطان کے نادان

خیرخواہوں نے بجائے اس کے مجھے گالیاں دینی شروع کردیں اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے اور یورپ مقدس اور پاک ہے جس کے عذاب کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کی جاتی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق و فجور اور بُت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دُنیا میں موردِ عذاب کرنا خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں جیسا کہ قوم نوح اور قوم لُوط اور قوم فرعون وغیرہ مُفسد قومیں متواتر بے باکیاں کرکے مستوجب سزا ہو گئی تھیں لیکن خدا تعالیٰ مسلمانوں کی بیباکی کی سزا کو دوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا بلکہ مسلمانوں کو ادنےٰ ادنےٰ قصور کے وقت اسی دُنیا میں تنبیہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے آگے اُن بچوں کی طرح ہیں جن کی والدہ ہر دم جھڑکیاں دے کر اُنہیں ادب سکھاتی ہے اور خدا تعالیٰ اپنی محبت سے چاہتا ہے کہ وہ اس ناپائدار دُنیا سے پاک ہو کر جائیں۔ یہی باتیں تھیں کہ میں نے نیک نیتی سے سفیر رُوم پر ظاہر کی تھیں۔ مگر افسوس کہ بیوقوف مسلمانوں نے اُن باتوں کو اَور طرف کھینچ لیا۔ ان نادانوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک حاذق ڈاکٹر کہ جو تشخیص امراض اور قواعد حفظ ما تقدم کو بخوبی جانتا ہے وہ کسی شخص کی نسبت کمال نیک نیتی سے یہ رائے ظاہر کرے کہ اس کے پیٹ میں ایک قسم کی رسولی نے بڑھنا شروع کر دیا ہے اور اگر ابھی وہ رسولی کاٹی نہ جائے تو ایک عرصہ کے بعد اس شخص کی زندگی اُس کے لئے وبال ہو جائے گی تب اس بیمار کے وارث اس بات کو سُن کر اُس ڈاکٹر پر سخت ناراض ہوں اور اُس ڈاکٹر کے قتل کر دینے کے درپے ہو جائیں مگر رسولی کا کچھ بھی فکر نہ کریں۔ یہانتک کہ وہ رسولی بڑھے اور

پھوٹے اور تمام پیٹ میں پھیل جائے اور اُس بچارے بیمار کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے سو یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اپنی دانست میں سُلطان کے خیر خواہ کہلاتے ہیں۔

پھر یہ بھی سوچو کہ جس حالت میں مَیں وہ شخص ہوں جو اس مسیح موعود ہونے کا دعویٰ رکھتا ہوں جس کی نسبت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ "وہ تمہارا امام اور خلیفہ ہے اور اس پر خدا اور اس کے نبی کا سلام ہے اور اس کا دشمن لعنتی اور اُس کا دوست خدا کا دوست ہے اور وہ تمام دُنیا کے لئے حَکَم ہو کر آئے گا اور اپنے تمام قول اور فعل میں عادل ہوگا" تو کیا یہ تقویٰ کا طریق تھا کہ میرے دعویٰ کو سُن کر اور میرے نشانوں کو دیکھ کر اور میرے ثبوتوں کا مشاہدہ کرکے مجھے یہ صلہ دیتے کہ گندی گالیاں اور ٹھٹھے اور ہنسی سے پیش آتے ؟ کیا نشان ظاہر نہیں ہوئے ؟ کیا آسمانی تائیدیں ظہور میں نہیں آئیں ؟ کیا اُن سب وقتوں اور موسموں کا پتہ نہیں لگ گیا جو احادیث اور آثار میں بیان کی گئی تھیں ؟ تو پھر اس قدر کیوں بیباکی دکھلائی گئی ؟ ہاں اگر میرے دعویٰ میں اب بھی شک تھا یا میرے دلائل اور نشانوں میں کچھ شُبہ تھا تو غربت اور نیک نیتی اور خدا ترسی سے اُس شُبہ کو دُور کرایا ہوتا۔ مگر انہوں نے بجائے تحقیق اور تفتیش کے اس قدر گالیاں اور لعنتیں بھیجیں کہ شیعوں کو بھی پیچھے ڈال دیا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو کچھ مَیں نے رُومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں۔

پھر ماسوا اس کے میرے مخالف اپنے دلوں میں آپ ہی سوچیں کہ اگر مَیں درحقیقت وُہی مسیح موعود ہوں جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے اور جس کو سلام بھیجا ہے اور جس کا نام حَکَم اور عدل اور امام اور خلیفۃ اللہ رکھا ہے تو کیا ایسے شخص پر ایک معمولی بادشاہ کے لئے لعنتیں بھیجنا اُس کو گالیاں

دینا جائز تھا؟ ذرہ اپنے جوش کو تھام کے سوچیں نہ میرے لئے بلکہ اللہ اور رسُول کے لئے کہ کیا ایسے مدعی کے ساتھ ایسا کرنا روا تھا؟ مَیں زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میرا مقدمہ تم سب کے ساتھ آسمان پر ہے۔ اگر مَیں وہی ہوں جس کا وعدہ نبیؐ کے پاک لبوں نے کیا تھا تو تم نے نہ میرا بلکہ خدا کا گناہ کیا ہے۔ اور اگر پہلے سے آثار صحیحہ میں یہ وارد نہ ہوتا کہ اُس کو دُکھ دیا جائے گا اور اُس پر لعنتیں بھیجی جائیں گی تو تم لوگوں کی مُجال نہ تھی جو تم مجھے وہ دُکھ دیتے جو تم نے دیا۔ پر ضرور تھا کہ وہ سب نوشتے پورے ہوں جو خدا کی طرف سے لکھے گئے تھے اور ابتک تمہیں ملزم کرنے کے لئے تمہاری کتابوں میں موجود ہیں جن کو تم زبان سے پڑھتے اور پھر تکفیر اور لعنت کر کے مہر لگا دیتے ہو کہ وہ بد علماء اور اُن کے دوست جو مہدی کی تکفیر کریں گے اور مسیح سے مقابلہ سے پیش آئیں گے وہ تم ہی ہو۔

مَیں نے بار بار کہا کہ آؤ اپنے شکوک مٹا لو پر کوئی نہیں آیا۔ مَیں نے فیصلہ کے لئے ہر ایک کو بُلایا پر کسی نے اس طرف رُخ نہیں کیا۔ مَیں نے کہا کہ تم استخارہ کرو اور رو رو کر خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم پر حقیقت کھولے پر تم نے کچھ نہ کیا اور تکذیب سے بھی باز نہ آئے۔ خدا نے میری نسبت سچ کہا کہ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص درحقیقت سچا ہو اور ضائع کیا جائے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے ہو اور برباد ہو جائے؟ پس اے لوگو تم خدا سے مت لڑو۔ یہ وہ کام ہے جو خدا تمہارے لئے اور تمہارے ایمان کے لئے کرنا چاہتا ہے اس کے مزاحم مت ہو۔ اگر تم بجلی کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہو مگر خدا کے سامنے تمہیں ہرگز طاقت نہیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو تمہارے حملوں کی کچھ بھی حاجت نہ تھی۔

خدا اُس کے نیست و نابود کرنے کے لئے خود کافی تھا۔ افسوس کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے اور زمین "ضرورت ضرورت" بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے! اے بدبخت قوم اُٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت میں جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزت کیا گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا وہ ناپاکوں میں لکھا گیا تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی۔ اب سمجھ کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو "انا الموجود" کی آواز آئے۔

ہم نے کفار سے بہت کچھ دیکھا۔ اب خدا بھی کچھ دکھلانا چاہتا ہے۔ سو اب تم دیدہ و دانستہ اپنے تئیں مورد غضب مت بناؤ۔ کیا صدی کا سر تم نے نہیں دیکھا جس پر چودہ برس اور بھی گذر گئے۔ کیا خسوف کسوف رمضان میں تمہاری آنکھوں کے سامنے نہیں ہوا؟ کیا ستارہ ذوالسنین کے طلوع کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ کیا تمہیں اس ہولناک زلزلہ کی کچھ خبر نہیں جو مسیح کی پیشگوئی کے مطابق ان ہی دنوں میں وقوع میں آیا اور بہت سی بستیوں کو برباد کر گیا۔ اور خبر دی گئی تھی کہ اسی کے متصل مسیح بھی آئے گا؟ کیا تم نے آتھم کی نسبت وہ نشان نہیں دیکھا جو ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آیا جس کی خبر سترہ برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں دی گئی تھی؟ کیا لیکھرام کی نسبت پیشگوئی اب تک تم نے نہیں سنی؟ کیا کبھی اس سے پہلے کسی نے دیکھا تھا کہ پہلوانوں کی کشتی کی طرح مقابلہ ہو کر اور لاکھوں انسانوں میں شہرت پاکر اور صدہا اشتہارات اور رسائل میں چھپ کر ایسا کھلا کھلا نشان ظاہر ہوا ہو جیسا کہ لیکھرام کی نسبت ظاہر ہوا؟ کیا تمہیں اس خدا سے کچھ بھی شرم نہیں آتی جس نے تمہاری تیرھویں صدی کے غم اور صدمے دیکھ کر چودھویں صدی کے آتے ہی تمہاری تائید کی؟ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کے وعدے عین وقت میں پورے

ہوتے؟ بتلاؤ کہ ان سب نشانوں کو دیکھ کر پھر تمہیں کیا ہو گیا؟ کس چیز نے تمہارے دلوں پر مُہر لگا دی؟ اے کج دل قوم خدا تیری ہر ایک تسلّی کر سکتا ہے اگر تیرے دل میں صفائی ہو۔ خدا تجھے کھینچ سکتا ہے اگر تو کھینچے جانے کے لئے طیار ہو۔ دیکھو یہ کیسا وقت ہے کیسی ضرورتیں ہیں جو اسلام کو پیش آگئیں۔ کیا تمہارا دل گواہی نہیں دیتا کہ یہ وقت خدا کے رحم کا وقت ہے؟ آسمان پر بنی آدم کی ہدایت کے لئے ایک جوش ہے اور توحید کا مقدمہ حضرت احدیت کی پیشی میں ہے مگر اس زمانہ کے اندھے ابتک بیخبر ہیں۔ آسمانی سلسلہ کی اُن کی نظر میں کچھ بھی عزت نہیں۔ کاش اُن کی آنکھیں کُھلیں اور دیکھیں کہ کس کس قسم کے نشان اُتر رہے ہیں اور آسمانی تائید ہو رہی ہے اور نور پھیلتا جاتا ہے مبارک وہ جو اس کو پاتے ہیں۔

افسوس کہ پرچہ چودھویں صدی ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں بھی بہت سی جزع فزع کے ساتھ سُلطان رُوم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین و تحقیر و استہزاء اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے اور گندے اور ناپاک اور سخت دھوکہ دینے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور سراسر شرارت آمیز افتراء سے کام لیا گیا ہے۔ مگر کچھ ضرور نہیں کہ مَیں اس کے ردّ میں تضییع اوقات کروں۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ میں حساب ہے۔ لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے روبرو پڑھا گیا تو میری رُوح نے اس مقام میں بددُعا کے لئے حرکت کی جہاں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنی اس عاجز کا اشتہار) پڑھا تو بیساختہ اُن کے مُنہ سے یہ شعر نکل گیا ؎

"چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد ✽ میلش اندر طعنہ پاکاں برد"

مَیں نے ہر چند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری رُوح میں سے نکل جائے مگر وہ نہ نکل سکی تب مَیں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے

ہے۔ جب میں نے اُس شخص کے بارے میں دُعا کی جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ دُعا قبول ہو گئی۔ اور وہ دُعا یہ ہے کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذّاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں ہوں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون اور مردود ہوں اور کاذب ہوں اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اُس شخص کے پردے پھاڑ دے۔ جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آکر مجمع عام میں توبہ کرے تو اُسے معاف فرما کہ تو رحیم و کریم ہے۔

یہ دُعا ہے کہ میں نے اس بزرگ کے حق میں کی مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے اور کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں جنہوں نے مجھے کذّاب ٹھیرا کر میری پردہ دری کی پیشگوئی کی اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا تب میں نے دُعا کر دی اور یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالیٰ سے مانگا۔

اس دُعا میں شاید ایک یہ بھی حکمت ہوگی کہ چونکہ آجکل ایک فرقہ نیچریہ مسلمانوں کی گردش ایام سے اسلام میں پیدا ہو گیا ہے اور یہ لوگ قبولیت دُعا سے منکر اور اس برتر ہستی کی بے انتہا قدرت سے انکاری ہیں جو عجائب کام دکھلاتا اور اپنے بندوں کی دُعائیں قبول کر لیتا ہے۔ گویا نیم دہریہ ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو پھر ایک استجابت دُعا کا نمونہ دکھلائے جس کا برکات الدُعا کے ایک کشف میں وعدہ بھی ہو چکا ہے اور میرے صدق اور کذب کے لئے یہ ایک اور نشان ہوگا۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی جناب میں درحقیقت ایسا ہی ذلیل اور دجّال اور کذّاب ہوں جو اُس بزرگ نے سمجھا

ہے تو میری دُعا بے اثر جائے گی اور سال عیسوی کے گذرنے کے بعد میری ذلت ظاہر ہو گی اور رُوسیاہی ناقابل زوال مجھے اُٹھانی پڑے گی۔ مَیں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ کسی کے اہل اللہ ہونے میں اس کی دُعا کا قبول ہونا شرط ہے۔ ہر ایک ولی مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اس کو وہ حالت میسر آجاتی ہے جو استجابت دُعا کے لئے ضروری ہے۔ ہاں جب کبھی وہ حالت میسر نہ ہو تب دُعا کا قبول ہونا ضروری نہیں۔ وہ حالت یہ ہے کہ کسی کی نسبت نیک دُعا یا بد دُعا کے لئے اہل اللہ کا دل چشمہ کی طرح یک دفعہ پھوٹتا ہے اور فی الفور ایک شعلہ نور آسمان سے گرتا اور اس سے اتصال پاتا ہے اور ایسے وقت میں جب دُعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ سو یہی وقت مجھے اس بزرگ کے لئے میسّر آیا۔ مَیں ان لوگوں کی روز کی تکذیبوں اور لعنت اور ٹھٹھے اور ہنسی کے دیکھنے سے تھک گیا۔ میری رُوح اب ربّ العرش کی جناب میں رو رو کر فیصلہ چاہتی ہے۔ اگر میں درحقیقت خدا تعالےٰ کی نظر میں مردود اور مخذول ہوں جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا تو مَیں خود ایسی زندگی نہیں چاہتا جو لعنتی زندگی ہو۔ اگر میرے پر آسمان سے بھی لعنت ہے جیسا کہ زمین سے لعنت ہے تو میری رُوح اُوپر کی لعنت کی برداشت نہیں کر سکتی اگر مَیں سچا ہوں تو اُس بزرگ کی خدا تعالیٰ سے ایسے طور سے پردہ دری چاہتا ہوں جو بطور نشان ہو اور جس سے سچائی کو مدد ملے ورنہ لعنتی زندگی سے میرا مرنا بہتر ہے میرے صادق یا کاذب ہونے کا یہ آخری معیار ہے جس کو فیصلہ ناطق کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ مَیں خدا سے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتا ہوں کہ اگر مَیں اُس کی نظر میں عزیز ہوں تو وہ اس بزرگ کی ایسے طور سے پردہ دری کرے جو اب تک کسی کے خیال و گمان میں نہ ہو۔ مَیں جانتا ہوں کہ میرا خدا قادر اور ہر ایک قوت کا مالک ہے وہ اُن کے لئے جو اُس کے ہوتے ہیں بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔

ایڈیٹر چودھویں صدی کی جس قدر شوخی ہے اُس بزرگ کی حمایت سے ہے

اور اس کی تمام توہین اور تحقیر کی تحریریں اسی بزرگ کی گردن پر ہیں۔ وہ ہنسی سے لکھتا ہے کہ "مَیں مخالفت سے نہ کاٹا جاؤں" خدا سے ہنسی کرنا کسی نیک انسان کا کام نہیں انسان ہر ایک وقت اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اور گورنمنٹ انگریزی کی خیرخواہی کی نسبت جو میرے پر حملہ کیا گیا ہے۔ یہ حملہ بھی محض شرارت ہے۔ سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں۔ مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے صریح ثابت شدہ ہیں اور ناشکر گذاری ایک بے ایمانی کی قسم ہے اے نادانو! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میری قلم سے منافقانہ نہیں نکلتی بلکہ مَیں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خدا تعالیٰ کی پناہ ہے۔ اس سے زیادہ اس گورنمنٹ کی پُرامن سلطنت ہونے کا اور کیا میرے نزدیک ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ پاک سلسلہ اسی گورنمنٹ کے ماتحت برپا کیا ہے۔ وہ لوگ میرے نزدیک سخت نمک حرام ہیں جو حکام انگریزی کے روبرو اُن کی خوشامدیں کرتے ہیں۔ اُن کے آگے گرتے ہیں اور پھر گھر میں آکر کہتے ہیں کہ جو شخص اس گورنمنٹ کا شکر کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یاد رکھو، اور خوب یاد رکھو کہ ہماری یہ کارروائی جو اس گورنمنٹ کی نسبت کی جاتی ہے منافقانہ نہیں ہے و لعنۃ اللّٰہ علی المنافقین۔ بلکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے جو ہمارے دل میں ہے۔

اور بزرگ مذکور جس نے ہماری پردہ دری کے لئے پیشگوئی کی اس بات کو یاد رکھے کہ ہماری طرف سے اس میں کچھ زیادت نہیں۔ انہوں نے پیشگوئی کی اور ہم نے بددعا کی۔ آیندہ ہمارا اور اُن کا خدا تعالیٰ کی جناب میں فیصلہ ہے۔ اگر اُن کی رائے سچی ہے تو اُن کی پیشگوئی پوری ہو جائے گی اور اگر جناب الٰہی میں اس عاجز کی کچھ عزت ہے تو میری دعا قبول ہو جائے گی۔ تاہم مَیں نے اس دعا میں یہ شرط رکھ لی ہے کہ اگر بزرگ مذکور قادیان میں آکر اپنی بیباکی سے ایک مجمع میں توبہ کریں تو خدا تعالیٰ یہ حرکت اُن کو معاف

کے ورنہ اب یہ عظیم الشان مقدمہ مجھ میں اور اس بزرگ میں دائر ہو گیا ہے۔ اب حقیقت میں جو رُوسیاہ ہے وہی رو سیاہ ہو گا۔ اُس بزرگ کو رُوم کے ایک ظاہری فرماں روا کے لئے جوش آیا اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ پر تھو کا اور اس کے مامور کو پلید قرار دیا حالانکہ سلطان کے بارے میں مَیں نے ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالا تھا۔ صرف اس کے بعض ارکان کی نسبت بیان کیا تھا اور یا اس کی گورنمنٹ کی نسبت جو مجموعہ ارکان سے مراد ہے ملہمانہ خبر تھی۔ سلطان کی ذاتیات کا کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس بزرگ نے وہ شعر میری نسبت پڑھا کہ شاید مثنوی کے مرحوم مصنف نے نمرود اور شداد اور ابوجہل اور ابولہب کے حق میں بنایا ہوگا۔ اور اگر مَیں سلطان کی نسبت کچھ نکتہ چینی بھی کرتا تب بھی میرا حق تھا کیونکہ اسلامی دُنیا کیلئے مجھے خدا نے حَکَم کر کے بھیجا ہے جس میں سلطان بھی داخل ہے۔ اور اگر سلطان خوش قسمت ہو تو یہ اُس کی سعادت ہے کہ میری نکتہ چینی پر نیک نیتی کے ساتھ توجہ کرے اور اپنے ملک کی اصلاحوں کی طرف جدّ و جہد کے ساتھ مشغول ہو۔ اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں اس میں سلطان کی بہت بے ادبی ہوئی ہے یہ ایک دُوسری حماقت ہے۔ بیشک دُنیا خدا کے نزدیک مُردار کی طرح ہے اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دُنیا کو حوصلہ نہیں دیتے یہ ایک اصلاح بات ہے جو رُوحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے کہ وہ بھی بادشاہ آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم ہر ایک منعم کا شکر کریں گے۔ ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھلائیں گے۔ اپنے محسن کے حق میں دُعا کریں گے۔ عادل بادشاہ کی خدا تعالیٰ سے سلامتی چاہیں گے گو وہ غیر قوم کا ہو۔ مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بُت نہیں بنائیں گے۔ ہمارے پیارے رسُول سیدالکائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا وقع العبد فی الھانیۃ الرب و مھیمنیۃ الصدیقین و رھبانیۃ الابرار لم یجد احداً یاخذ بقلبہ۔

یعنی جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اُس کی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خدا اس پر محیط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ صدقیوں پر محیط ہوتا ہے اور اپنی رحمت اور خاص عنایت کے اندر اس کو لے لیتا ہے اور ابدال کی طرح اس کو غیروں کے تعلقات سے چھوڑا دیتا ہے تو ایسا بندہ کسی کو ایسا نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کے ساتھ اس کے دل کو ہلا دے کیونکہ اُس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمت اور وجاہت اور خوبی خدا میں ہی ہے پس کسی کی عظمت اور جلال اور قدرت اُس کو تعجب میں نہیں ڈالتی اور نہ اپنی طرف جھکا سکتی ہے۔ سو اس کو دوسروں پر صرف رحم باقی رہ جاتا ہے خواہ بادشاہ ہوں یا شہنشاہ ہوں کیونکہ اس کو ان چیزوں کی طمع باقی نہیں رہتی جو اُن کے ہاتھ میں ہیں۔ جس نے اس حقیقی شہنشاہ کے دربار میں بار پایا جس کے ہاتھ میں ملکوت السمٰوات والارض ہے۔ پھر فانی اور جھوٹی بادشاہی کی عظمت اس کے دل میں کیونکر بیٹھ سکے؟ میں جو اُس ملیک مقتدر کو پہچانتا ہوں تو اب میری رُوح اُس کو چھوڑ کر کہاں اور کدھر جائے؟ یہ رُوح تو ہر وقت یہی جوش مار رہی ہے کہ اے شاہ ذوالجلال ابدی سلطنت کے مالک سب ملک اور ملکوت تیرے لئے ہی مسلّم ہے۔ تیرے سوا سب عاجز بندے ہیں۔ بلکہ کچھ بھی نہیں۔

آں کس کہ بتو رسد شہاں راچہ کُند ٭ با فرِّ تو فرِّ خسرواں راچہ کُند
چوں بندہ شناختت بدان عزّ وجلال ٭ بعد از تو جلال دیگراں راچہ کُند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ٭ دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کُند

الراقم میرزا غلام احمد از قادیان ۲۵ جون ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۸ کے ۱۲ صفحات پر ہے)

(۱۷۶)

پنجاب اور ہندوستان کے مشائخ اور صلحاء اور اہل اللہ باصفا سے حضرت عزت اللہ جلشانہ کی قسم دے کر ایک

درخواست

اے بزرگان دین و عباد اللہ الصالحین میں اس وقت اللہ جل شانہ کی قسم دے کر ایک ایسی درخواست آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس پر توجہ کرنا آپ صاحبوں پر دفع فتنہ و فساد کے لئے فرض ہے کیونکہ آپ لوگ فراست اور بصیرت رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف اٹکل سے بلکہ نور اللہ سے دیکھتے ہیں اور اگرچہ ایسے ضروری امر میں جس میں تمام مسلمانوں کی ہمدردی ہے اور اسلام کے ایک بڑے بھاری تفرقہ کو مٹانا ہے قسم کی کچھ بھی ضرورت نہیں تھی۔ مگر چونکہ بعض صاحب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے بعض مصالح کی وجہ سے خاموش رہنا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ سچی شہادت میں عام لوگوں کی ناراضگی متصور ہے اور جھوٹ بولنے میں معصیت ہے اور نہیں سمجھتے کہ اخفاء شہادت بھی ایک معصیت ہے۔ ان لوگوں کو توجہ دلانے کے لئے قسم دینے کی ضرورت پڑی۔

اے بزرگان دین وہ امر جس کے لئے آپ صاحبوں کو اللہ جلشانہ کی قسم دے کر اس کے کرنے کے لئے آپ کو مجبور کرتا ہوں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ضلالت اور

فتنہ کے وقت میں اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر اصلاح خلق اللہ کے لئے مجدد
کرکے بھیجا۔ اور چونکہ اس صدی کا بھاری فتنہ جس نے اسلام کو نقصان پہنچایا تھا عیسائی
پادریوں کا فتنہ تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کا نام مسیح موعود رکھا۔ اور یہ
نام یعنے مسیح موعود وہی نام ہے جس کی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تھی۔ اور
خدا تعالیٰ سے وعدہ مقرر ہو چکا تھا کہ تثلیث کے غلبہ کے زمانہ میں اسی نام پر ایک مجدد
آئے گا جس کے ہاتھ پر کسر صلیب مقدر ہے۔ اس لئے صحیح بخاری میں اس مجدد کی یہی تعریف
لکھی ہے کہ وہ امت محمدیہ میں سے اُن کا ایک امام ہوگا اور صلیب کو توڑے گا۔ یہ اسی
بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے غلبہ کے وقت آئے گا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ
نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا اور اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر بھیجا اور
وہ آسمانی حربہ مجھے عطا کیا جس سے میں صلیبی مذہب کو توڑ سکوں ۔ مگر افسوس کہ اس
ملک کے کوتہ اندیش علماء نے مجھے قبول نہیں کیا اور نہایت بیہودہ عذرات پیش کئے
جن کو ہر ایک پہلو سے توڑا گیا۔ انہوں نے یہ ایک لغو خیال پیش کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر منارہ دمشق کے پاس آخری زمانہ میں
اُتریں گے اور وہی مسیح موعود ہوں گے۔ پس ان کو جواب دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے جانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ایک حدیث بھی جو
صحیح مرفوع متصل ہو ایسی نہیں ملے گی جس سے ان کا زندہ آسمان پر چلے جانا ثابت ہوتا
ہو بلکہ قرآن شریف صریح ان کی وفات کا بیان فرماتا ہے اور بڑے بڑے اکابر علماء
جیسے ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہما ان کی وفات کے قائل ہیں۔ پھر جبکہ نصوص
قطعیہ سے ان کا وفات پاجانا ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ امید رکھنا کہ وہ کسی وقت دمشق
کے شرقی منارہ کے پاس نازل ہوں گے کس قدر غلط خیال ہے بلکہ اس صورت میں
دمشقی حدیث کے وہ معنے کرنے چاہئیں جو قرآن اور دوسری حدیثوں سے مخالفت نہ رکھتے

ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود کا نزول اجلال دا کرام جو ایک رُوحانی نزول ہے دمشق کے شرقی منارہ تک اپنے انوار دکھلائے گا۔ چونکہ دمشق تثلیث کے خبیث درخت کا اصل منبت ہے اور اسی جگہ سے اس خراب عقیدہ کی پیدائش ہوئی ہے اس لئے اشارہ فرمایا گیا کہ مسیح موعود کا نُور نزول فرما کر اُس جگہ تک پھیلے گا جہاں تثلیث کا مسقط الرأس ہے۔ مگر افسوس کہ علماء مخالفین نے اس صاف اور صریح مسئلہ کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ بھی نہیں سوچا کہ قرآن شریف اس لئے آیا ہے کہ تا پہلے اختلافات کا فیصلہ کرے۔ اور یہود اور نصاریٰ نے جو حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء میں اختلاف کیا تھا جس کا قرآن نے فیصلہ کرنا تھا وہ رفع جسمانی نہیں تھا بلکہ تمام جھگڑا اور تنازع رُوحانی رفع کے بارے میں تھا۔ یہود کہتے تھے کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی ہے یعنی خدا کی درگاہ سے رد کیا گیا اور خدا سے دُور کیا گیا اور رحمت الٰہی سے بے نصیب کیا گیا جس کا رفع الی اللہ ہرگز نہیں ہوا کیونکہ وہ مصلوب ہوا۔ اور مصلوب توریت کے حکم کے رو سے رفع الی اللہ سے بے نصیب ہوتا ہے جس کو دوسرے لفظوں میں لعنتی کہتے ہیں۔ توریت کا یہ منشاء تھا کہ سچا نبی کبھی مصلوب نہیں ہوتا۔ اور جب مصلوب جھوٹا ٹھیرا تو بوجہ وہ لعنتی ہوا جس کا رفع الی اللہ غیر ممکن ہے اور اسلامی عقیدہ کی طرح یہود کا بھی عقیدہ تھا کہ مومن مرنے کے بعد آسمان کی طرف اُٹھایا جاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کے کافر ٹھیرانے کے لئے یہود کے ہاتھ میں یہ دلیل تھی کہ وہ سُولی دیا گیا ہے اور جو شخص سُولی دیا جائے اُس کا توریت کی رُو سے رفع الی السماء نہیں ہوتا یعنی وہ مرنے کے بعد آسمان کی طرف نہیں اُٹھایا جاتا بلکہ ملعون ہو جاتا ہے لہٰذا اُن کا کافر ہونا لازم آیا اور اس دلیل کے ماننے سے عیسائیوں کو چارہ نہ تھا کیونکہ توریت میں ویسا ہی لکھا ہوا تھا تو انہوں نے اس بات کو ٹالنے کے لئے دو بہانے بنائے ایک یہ کہ اس بات کو مان لیا کہ بیشک یسوع جس کا دوسرا نام عیسیٰ ہے مصلوب ہو کر لعنتی

ہوا۔ مگر وہ لعنت صرف تین دن تک رہی۔ پھر بجائے اس کے رفع الی اللہ اس کو حاصل ہوا۔ الغرض یہ بہانہ بنایا گیا کہ چند ایسے آدمیوں نے جو حواری نہیں تھے گواہی بھی دے دی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے بھی دیکھا گویا رفع الی اللہ ہو گیا جس سے مومن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ گواہی جھوٹی تھی جو نہایت مشکل کے وقت بنائی گئی۔

بات یہ ہے کہ جب یہود نے حواریوں کو ہر روز دق کرنا شروع کیا کہ بوجہ مصلوبیت یسوع کا لعنتی ہونا ثابت ہو گیا یعنی رفع الی اللہ نہیں ہوا۔ تو اس اعتراض کے جواب سے عیسائی نہایت تنگ آ گئے اور ان کو یہودیوں کے سامنے منہ دکھلانے کی جگہ نہ رہی تب بعض مفتری حیلہ سازوں نے یہ گواہی دے دی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے دیکھا ہے پھر کیونکر اس کا رفع نہیں ہوا" مگر اس گواہی میں گو بالکل جھوٹ سے کام لیا تھا مگر پھر بھی ایسی شہادت کو یہودیوں کے اعتراض سے کچھ تعلق نہ تھا کیونکہ یہودیوں کا اعتراض رفع روحانی کی نسبت تھا جس کی بنیاد توریت پر تھی اور رفع جسمانی کی کوئی بحث نہ تھی۔ اور ماسوا اس کے جسمانی طور پر اگر کوئی بفرض محال پرندوں کی طرح پرواز بھی کرے اور آنکھوں سے غائب ہو جائے تو کیا اس سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ درحقیقت کسی آسمان پر جا پہنچا ہے؟

عیسائیوں کی یہ سادہ لوحی تھی جو انہوں نے ایسا منصوبہ بنایا ورنہ اس کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ ساری بحث روحانی رفع کے متعلق تھی جس سے لعنت کا مفہوم روکتا تھا افسوس ان کو یہ خیال نہ آیا کہ توریت میں جو لکھا ہے جو مصلوب کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا تو یہ تو سچے نبیوں کی عام علامت رکھی گئی تھی اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صلیبی موت جرائم پیشہ کی موت ہے اور سچے نبیوں کے لئے یہ پیشگوئی تھی کہ وہ جرائم پیشہ کی موت سے نہیں مریں گے۔ اسی لئے حضرت آدم سے لے کر آخر تک کوئی سچا نبی مصلوب نہیں ہوا۔ پس اس امر کو رفع جسمانی سے کیا علاقہ تھا۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ

ہر ایک سچا نبی مع جسم عنصری آسمان پر گیا ہو اور جو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پہنچ گیا ہو وہ جھوٹا ہو۔ غرض قدیم جھگڑا رفع رُوحانی میں تھا جو چھ سو برس تک فیصلہ نہ ہو سکا آخر قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ نے اشارہ فرمایا ہے یاعیسٰی انّی متوفیک ورافعک الیّ۔ یعنی اے عیسٰی میں تجھے طبعی وفات دُوں گا اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا یعنی تو مصلوب نہیں ہوگا۔ اس آیت میں یہود کے اس قول کا ردّ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عیسٰی مصلوب ہو گیا اس لئے ملعون ہے اور خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا۔ اور عیسائی کہتے تھے . . . .
. . . . کہ تین دن لعنتی رہ کر پھر رفع ہوا۔ اور اس آیت نے یہ فیصلہ کیا کہ بعد وفات بلا توقف خدا تعالیٰ کی طرف عیسٰی کا رفع روحانی ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس جگہ رافعک الی السّماء نہیں کہا بلکہ رافعک الیّ فرمایا۔ تا رفع جسمانی کا شُبہ نہ گذرے۔ کیونکہ جو خدا کی طرف جاتا ہے وہ رُوح سے جاتا ہے نہ جسم سے۔ ارجعی الٰی ربّک اس کی نظیر ہے۔

غرض اس طرح پر یہ جھگڑا فیصلہ پایا۔ مگر ہمارے نادان مخالف جو رفع جسمانی کے قائل ہیں وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جسمانی رفع امر متنازع فیہ نہ تھا۔ اور اگر اس بے تعلق امر کو بفرض محال قبول کر لیں تو پھر یہ سوال ہوگا کہ جو رُوحانی رفع کے متعلق یہود اور نصاریٰ میں جھگڑا تھا اس کا فیصلہ قرآن کی کن آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آخر لَوٹ کر اسی طرف آنا پڑے گا کہ وہ آیات یہی ہیں۔

یہ تو نقلی طور پر ہمارا الزام مخالفین پر ہے۔ اور ایسا ہی عقلی طور پر بھی وہ ملزم ٹھہرتے ہیں کیونکہ جب سے دُنیا کی بنا ڈالی گئی ہے یہ عادت اللہ نہیں کہ کوئی شخص زندہ اسی جسم عنصری کے ساتھ کئی سَو سال آسمان پر بود و باش اختیار کرے اور پھر کسی دوسرے وقت زمین پر اُتر آوے۔ اگر یہ عادت اللہ ہوتی تو دُنیا میں کئی نظیریں اس کی پائی جاتیں۔

یہودیوں کو یہ گمان تھا کہ ایلیا آسمان پر گیا اور پھر آئے گا مگر خود حضرت مسیح نے اس گمان کو باطل ٹھیرایا اور ایلیا کے نزول سے مراد یوحنا کو لے لیا جو اسلام میں یحییٰ کے نام سے موسوم ہے۔ حالانکہ ظاہر نص یہی کہتا تھا کہ ایلیا واپس آئے گا۔ ہر ایک فوق العادت عقیدہ کی نظیر طلب کرنا محققوں کا کام ہے تا کسی گمراہی میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ جو بات خدا کی طرف سے ہو اُس کے اَور بھی نظائر پائے جاتے ہیں۔ اور یہ بات سچ ہے کہ اس دُنیا میں واقعات صحیحہ کے لئے نظیریں ہوتی ہیں مگر باطل کے لئے کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ اسی اصول محکم سے ہم عیسائیوں کے عقیدہ کو ردّ کرتے ہیں۔ خدا نے دُنیا میں جو کام کیا وہ اُس کی عادت اور سنّت قدیم میں ضرور داخل ہونا چاہیئے۔ سو اگر خدا نے دُنیا میں ملعون اور مصلوب ہونے کے لئے اپنا بیٹا بھیجا تو ضرور یہ بھی اس کی عادت ہو گی کہ کبھی بیٹا بھی بھیج دیتا ہے۔ پس ثابت کرنا چاہیئے کہ پہلے اس سے اس کے کتنے بیٹے اس کام کے لئے آئے۔ کیونکہ اگر اب بیٹا بھیجنے کی ضرورت پڑی ہے تو پہلے بھی اس ازلی خالق کو کسی نہ کسی زمانہ میں ضرورت پڑی ہو گی۔ غرض خدا تعالیٰ کے سارے کام سُنّت اور عادت کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں اور جو امر عادت اللہ سے باہر بیان کیا جائے تو عقل ایسے عقیدہ کو دُور سے دھکے دیتی ہے۔

باقی رہی کشفی اور الہامی گواہی سو کشف اور الہام جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ یہی بتلا رہا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور اُن کا دوبارہ دُنیا میں آنا یہی تھا کہ ایک خدا کا بندہ ان کی قوت اور طبع میں ہو کر ظاہر ہو گیا۔ اور میرے بیان کے صدق پر اللہ جلّشانہٗ نے کئی طرح کے نشان ظاہر فرمائے اور چاند سُورج کو میری تصدیق کے لئے خسوف کسوف کی حالت میں رمضان میں جمع کیا اور مخالفوں سے کُشتی کی طرح مقابلہ کرا کے آخر ہر ایک میدان میں اعجازی طور پر مجھے فتح دی اور دوسرے بہت سے نشان دکھلائے جن کی تفصیل رسالہ سراج منیر اور دوسرے رسالوں میں درج

ہے لیکن باوجود نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و شواہد عقلیہ و آیات سماویہ پھر بھی ظالم طبع مخالف اپنے ظلم سے باز نہ آئے اور طرح طرح کے افتراؤں سے مدد لے کر محض ظلم کی رُو سے تکذیب کر رہے ہیں۔ لہٰذا اب مجھے اتمام حجت کے لئے **ایک اور تجویز** خیال میں آئی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے اور یہ تفرقہ جس نے ہزارہا مسلمانوں میں سخت عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے رو باصلاح ہو جائے

اور وہ یہ ہے

کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعویٰ کے بارے میں دُعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں۔ پھر اگر اُن کے الہامات اور کشوف اور رویا صادقہ سے جو حلفاً شائع کریں، کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذّاب اور مفتری ہے تو بیشک تمام لوگ مجھے مردود اور مخذول اور ملعون اور مفتری اور کذاب خیال کر لیں اور جس قدر چاہیں لعنتیں بھیجیں اُن کو کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا اور اس صورت میں ہر ایک ایماندار کو لازم ہوگا کہ مجھ سے پرہیز کرے اور اس تجویز سے بہت آسانی کے ساتھ مجھ پر اور میری جماعت پر وبال آ جائے گا۔ لیکن اگر کشوف اور الہامات اور رویاء صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز منجانب اللہ اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے اور تکفیر اور تکذیب سے باز آ دے۔

ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو آخر ایک دن مرنا ہے۔ پس اگر حق کے قبول کرنے کے لئے اس دُنیا میں کوئی ذلّت بھی پیش آئے تو وہ آخرت کی ذلّت سے بہتر ہے **لہٰذا** میں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دیتا ہوں جس کے نام پر گردن رکھ دینا سچے دینداروں کا کام ہے کہ وہ میرے بارے

میں جناب الٰہی میں کم سے کم اکیس[۲۱] روز توجہ کریں یعنی اس صورت میں کہ اکیس[۲۱] روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں؟ آیا کذّاب ہوں یا منجانب اللہ۔ مَیں بار بار بزرگان دین کی خدمت میں اللہ جل شانہٗ کی قسم دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ ضرور اکیس[۲۱] روز تک اگر اس سے پہلے معلوم نہ ہو سکے۔ اس تفرقہ کے دُور کرنے کے لئے دُعا اور توجہ کریں۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی قسم سُن کر پھر التفات نہ کرنا راستبازوں کا کام نہیں * اور مَیں جانتا ہوں کہ اس قسم کو سُن کر ہر ایک پاک دل اور خدا تعالیٰ کی عظمت سے ڈرنے والا ضرور توجہ کرے گا پھر ایسی الہامی شہادتوں کے جمع ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امر منجانب اللہ سمجھا جاوے گا۔

اگر مَیں حقیقت میں کذّاب اور دجّال ہوں تو اس اُمّت پر بڑی مصیبت ہے کہ ایسی ضرورت کے وقت میں اور فتنوں اور بدعات اور مفاسد کے طوفان کے زمانہ میں بجائے ایک مُصلح اور مجدّد کے چودھویں صدی کے سر پر دجّال پیدا ہو۔ یاد رہے کہ ایسا ہر ایک شخص جس کی نسبت ایک جماعت اہل بصیرت مسلمانوں کی صلاح اور تقویٰ اور پاک دلی کا ظن رکھتی ہے وہ اس اشتہار میں میرا مخاطب ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو صلحا شہرت کے لحاظ سے کم درجہ پر ہیں مَیں اُن کو کم نہیں دیکھتا ممکن ہے کہ وہ شہرت یافتہ لوگوں سے خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ اچھے ہوں۔ اسی طرح مَیں صالحہ عفیفہ عورتوں کو بھی مَردوں کی نسبت تحقیر کی نظر سے نہیں دیکھتا ممکن ہے کہ وہ بعض شہرت یافتہ صالح مَردوں سے بھی اچھی ہوں لیکن ہر ایک صاحب جو میری نسبت کوئی رویا یا کشف یا الہام لکھیں ان پر ضروری طور پر واجب ہوگا کہ وہ حلفاً اپنی

---

* مَیں علاوہ قسم کے مشائخ وقت کی خدمت میں ان کے پیران خاندان کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ وہ ضرور میری تصدیق یا تکذیب کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب میں توجہ کریں۔ منہ *

دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا ایسی تحریریں ایک جگہ جمع ہوتی جائیں اور پھر حق کے طالبوں کے لئے شائع کی جائیں۔

اس تجویز سے انشاء اللہ بندگان خدا کو بہت فائدہ ہوگا اور مسلمانوں کے دل کثرتِ شواہد سے ایک طرف تسلّی پاکر فتنہ سے نجات پا جائیں گے اور آثار نبویہ میں بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اوّل مہدی آخر الزمان کی تکفیر کی جائے گی اور لوگ اس سے دشمنی کریں گے اور نہایت درجہ کی بدگوئی سے پیش آئیں گے اور آخر خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کی سچائی کی نسبت بذریعہ رویاء و الہام وغیرہ اطلاع دی جائیگی اور دوسرے آسمانی نشان بھی ظاہر ہونگے تب علماء وقت طوعاً وکرہاً اس کو قبول کریں گے۔ سوائے عزیزو اور بزرگو برائے خدا عالم الغیب کی طرف توجہ کرو۔ آپ لوگوں کو اللہ جلّشانہ، کی قسم ہے کہ میرے اس سوال کو مان لو۔ اس قدیر ذوالجلال کی تمہیں سوگند ہے کہ اس عاجز کی یہ درخواست ردّ مت کرو

عزیزان مے دہم صد بار سوگند
بروئے حضرت دادار سوگند
کہ در کارم جواب از حق بجوئید
بہ محبوبِ دلِ ابرار سوگند

ہذا ما اردنا لازالۃ الدُّجےٰ والسلام علیٰ من اتبع الہُدےٰ

الملتمس

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان
ضلع گورداسپورہ۔ پنجاب۔ ۱۵ر جولائی ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے آٹھ صفحات پر ہے)

(۱۷۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی

چونکہ ہماری وہ مسجد جو گھر کے نزدیک ہے جس میں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی ہے بہت تنگ ہے اور نماز کے وقت اکثر یہ تکلیف رہتی ہے کہ نمازی یا تو دوسری مسجد کی طرف دوڑتے ہیں اور یا اگر کم ہوں تو گھر کی کسی کوٹھڑی میں یا دوسری چھت پر کھڑے ہو کر بہ نہایت دقت نماز ادا کرتے ہیں۔

میرے دل میں مدت کا خیال تھا کہ اگر اس مسجد کی دہنی طرف جو زمین خالی پڑی ہے ایک مکان تیار ہو کر مسجد کے ساتھ ملا دیا جائے تو کم سے کم چالیس آدمی اس میں نماز کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اُوپر ایک اَور چھت ہو تو اسّی آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہ خیال مدّت کا تھا مگر بباعث کمزوری اپنی جماعت کے اس کے اظہار میں تامّل تھا۔ آج مَیں نے سوچا کہ ہر ایک کام خدا کرتا ہے نہ کہ انسان کیا تعجب ہے کہ چندہ سے یہ کام نکل سکے اور اس کار خیر کی برکت سے خدا ایسے لوگوں کو بھی توفیق دے دے جو بے توفیق ہوں اور ثواب آخرت اور خوشنودی الٰہی کا موجب ہو۔ کیونکہ یہ وہ مسجد ہے جس کی نسبت اس عاجز کو الہام ہوا تھا وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ اور جس کی نسبت الہام ہوا تھا مُبَارِکٌ وَ مُبَارَکٌ وَ کُلُّ اَمْرٍ مُبَارَکٍ یُجْعَلُ فِیْہِ۔ اور جس پر فرشتوں کو تحریر کرتے دیکھا تھا۔ سو توکّلاً علی اللہ اس حصّہ مسجد کے لئے یہ اشتہار دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک دوست اور مخلص اس

بیت اللہ کی امداد میں شریک ہو جائے گو کیسی ہی کم درجہ کی شراکت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو امور خیر کی امداد میں دلی زور اور توفیق بخشے۔

بالآخر واضح رہے کہ پانسو روپیہ اس عمارت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ والسلام

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۹ جولائی ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۷۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی

ایک ضروری فرض کی تبلیغ

اگرچہ ہم دن رات اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگ اس سچے معبود پر ایمان لاویں جس پر ایمان لانے سے نور ملتا اور نجات حاصل ہوتی ہے لیکن اس مقصد تک پہنچانے کے لئے علاوہ ان طریقوں کے جو استعمال کئے جاتے ہیں ایک اور طریق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ قائم ہو کر بچوں کی تعلیم میں ایسی کتابیں ضروری طور پر لازمی ٹھہرائی جائیں جن کے پڑھنے سے اُن کو پتہ لگے کہ اسلام کیا شے ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے اسلام پر حملے کئے ہیں وہ حملے کیسے خیانت اور جھوٹ اور بے ایمانی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ کتابیں نہایت سہل اور آسان عبارتوں میں

تالیف ہوں۔ اور تین حصّوں پر مشتمل ہوں۔ پہلا حصّہ ان اعتراضات کے جواب میں ہو جو عیسائیوں اور آریوں نے اپنی نادانی سے قرآن اور اسلام اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں اور دوسرا حصّہ اسلام کی خوبیوں اور اس کی کامل تعلیم اور اس کے ثبوت میں ہو۔ اور تیسرا حصّہ اُن مذاہب باطلہ کے بُطلان کے بیان میں ہو جو مخالف اسلام ہیں۔ اور اعتراضات کا حصّہ صرف سوال اور جواب کے طور پر ہو تا بچے آسانی سے اُس کو سمجھ سکیں اور بعض مقامات میں نظم بھی ہو تا بچے اس کو حفظ کر سکیں۔ ایسی کتابوں کا تالیف کرنا مَیں نے اپنے ذمّہ لے لیا ہے اور جو طرز اور طریق تالیف کا میرے ذہن میں ہے اور جو غیر مذاہب کی باطل حقیقت اور اسلام کی خوبی اور فضیلت خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمائی ہے مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ایسی کتابیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے مَیں تالیف کروں گا بچوں کو پڑھائی گئیں تو اسلام کی خوبی آفتاب کی طرح چمک اُٹھے گی اور دوسرے مذاہب کے بطلان کا نقشہ ایسے طور سے دکھایا جائے گا جس سے اُن کا باطل ہونا کُھل جائیگا

اے دوستو یقیناً یاد رکھو کہ دُنیا میں سچّا مذہب جو ہر ایک غلطی سے پاک اور ہر ایک عیب سے منزّہ ہے صرف اسلام ہے یہی مذہب ہے جو انسان کو خدا تک پہنچاتا اور خدا کی عظمت دلوں میں بیٹھاتا ہے۔ ایسے مذہب ہرگز خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہیں جن میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے جیسے انسان کو خدا کر کے مان لو یا جن میں یہ تعلیمیں ہیں کہ وہ ذات جو مبدأ ہر ایک فیض ہے وہ تمام جہان کا خالق نہیں ہے بلکہ تمام ارواح خود بخود قدیم سے چلے آتے ہیں۔ گویا خدا کی بادشاہت کی تمام بنیاد ایسی چیزوں پر ہے جو اُس کی قدرت سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ قدامت میں اُس کے شریک اور اُس کے برابر ہیں۔ سو جس کو علم اور معرفت عطا کی گئی ہے اس کا فرض ہے جو ان تمام اہل مذاہب کو قابل رحم تصوّر کر کے سچائی کے دلائل اُن کے سامنے رکھے اور ضلالت کے گڑھے سے اُن کو نکالے اور خدا سے بھی دُعا کرے کہ یہ لوگ اُن مہلک بیماریوں سے شفا پا دیں اس لئے مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ

بچوں کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلامی روشنی کو ملک میں پھیلاؤں اور جس طریق سے میں اس خدمت کو انجام دُوں گا میرے نزدیک دوسروں سے یہ کام ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس طوفان ضلالت میں اسلامی ذریّت کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچانے کے لئے اس ارادہ میں میری مدد کرے۔ سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بالفعل قادیان میں ایک مڈل سکول قائم کیا جائے اور علاوہ تعلیم انگریزی کے ایک حصّہ تعلیم کا وہ کتابیں رکھی جائیں جو میری طرف سے اس غرض سے تالیف ہوں گی کہ مخالفوں کے تمام اعتراضات کا جواب دے کر بچوں کو اسلام کی خوبیاں سکھلائی جائیں اور مخالفوں کے عقیدوں کا بے اصل اور باطل ہونا سمجھایا جائے۔ اس طریق سے اسلامی ذریّت نہ صرف مخالفوں کے حملوں سے محفوظ رہے گی بلکہ بہت جلد وہ وقت آئیگا کہ حق کے طالب سچ کی روشنی اسلام میں پاکر باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں کو اسلام کے لئے چھوڑ دیں گے۔ مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب توفیق اپنے دائمی چندہ سے اطلاع دیوے کہ وہ اس کار خیر کی امداد میں کیا کچھ ماہواری مدد کر سکتا ہے۔ اگر یہ سرمایہ زیادہ ہو جائے تو کیا تعجب ہے کہ یہ سکول انٹرنس تک ہو جائے۔

واضح رہے کہ اوّل بنیاد چندہ کی اخویم مخدومی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ڈالی ہے کیونکہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ مَیں اس سکول کے لئے دس۱۰ روپیہ ماہواری دوں گا۔ اور مرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب محمد علیخان صاحب نے دو۲ روپیہ اور محمد اکبر صاحب نے ایک۱ روپیہ ماہواری اور میر ناصر نواب صاحب نے ایک۱ روپیہ ماہواری اور اللہ داد صاحب کلرک شاہ پور نے ۸؍ ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے۔

المشتہر

میرزا غلام احمد از قادیان ۱۵ ستمبر ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

نوٹ۔ ہر ایک صاحب کا اختیار ہو گا کہ اپنے لڑکے قادیان میں تعلیم کے لئے بھیجیں۔ بورڈنگ اور انتظامی امور کی کارروائی فہرست چندہ کے مرتب ہونے کے بعد شروع ہو گی۔

جو خاص اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ
قیصرہ ہند توجہ سے اس کو ملاحظہ فرماوے اور نیز اپنے
مریدوں کی آگاہی اور ہدایت کے لئے شائع
کیا گیا ہے

مَیں اپنے دوستوں اور عام لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو میرے پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ گویا مَیں نے ایک شخص عبد الحمید نام کو ڈاکٹر کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ مقدمہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے اصل متصور ہو کر ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو عدالت کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ سے خارج کیا گیا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کو اس مقدمہ کی اصلیت ظاہر کرنی منظور تھی اس لئے اُس نے ایک ایسے حاکم بیدار مغز اور محنت کش اور منصف مزاج حق پسند خدا ترس یعنے جناب کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ کے ہاتھ میں یہ مقدمہ دیا جس کا پاک کانشنس اس بات پر مطمئن نہ ہو سکا کہ جو اظہار یعنی پہلا بیان عبد الحمید نے امرتسر کے مجسٹریٹ کے سامنے اور نیز اس عدالت میں دیا تھا وہ صحیح ہے۔ سو صاحب موصوف

نے مزید تفتیش کے لئے جناب کپتان لیمارچند ڈسٹرکٹ سوپرانٹنڈنٹ پولیس کو حکم دیا کہ بطور خود عبدالحمید سے اصلیت مقدمہ دریافت کریں۔ پھر بعد اس کے جس احتیاط اور نیک نیتی اور فراست اور غور اور طریق عدل اور انصاف سے جناب کپتان لیمارچند صاحب نے اس مقدمہ کی تفتیش میں کام لیا۔ وہ بھی بجز خاص منصف مزاج اور نیک نیت اور بیدار مغز حکام کے ہر ایک کا کام نہیں۔ سو ان حکام کا نیک مزاج اور نیک نیت اور انصاف پسند ہونا اور قدیم سے عدالت اور انصاف پسندی کا عادی ہونا اور پوری تحقیق اور تفتیش سے کام لینا یہی وہ اسباب تھے جو خدا نے میری بریت کے لئے پیدا کئے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی نیک نیتی اور انصاف پسندی اور بھی زیادہ کھلتی ہے جبکہ اس بات پر غور کی جائے کہ یہ مقدمہ درحقیقت ایک عیسائی جماعت کی طرف سے تھا اور گو بظاہر ان میں سے ایک ہی شخص پیروکار تھا مگر مشورہ اور امداد میں کئی دیسی کرسچنوں کو دخل تھا۔ درحقیقت پبلک کے دلوں میں اس عدالت اور انصاف نے صاحبان موصوف کی بہت ہی خوبی اور عدل قابل تعریف جما دی ہے کہ ایسا مقدمہ جو مذہبی رنگ میں پیش کیا گیا تھا اس میں کچھ بھی اپنی قوم اور مذہب کی رعایت نہیں کی گئی اور نہایت منصفانہ روش سے وہ طریق اختیار کیا گیا جس کو عدالت چاہتی تھی۔ میرے خیال میں یہ ایک ایسا عمدہ نمونہ ہے کہ جو صفحہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا۔

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی نیک نیتی اور حق پسندی پر ایک اور بھی بڑی بھاری دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ انہوں نے عبدالحمید مخبر کا پہلا بیان تمام و کمال قلمبند کر لیا تھا۔ اور اس کی تائید میں پانچ گواہ بھی گذر چکے تھے اور صاحب بہادر ہر طرح پر اختیار رکھتے تھے کہ ان بیانات پر اعتبار کر لیتے مگر محض انصاف اور عدالت کی کشش نے ان کے دل کو پوری تسلی سے روک دیا اور ان کا حق پسند کانشنس بول اٹھا کہ ان بیانات میں سچائی کا نور نہیں ہے۔ لہذا انہوں نے کپتان صاحب پولیس کو مزید

تحقیقات کے لئے اشارہ فرمایا۔ ایسا ہی جب صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو پولیس کے افسروں نے خبر دی کہ عبدالحمید مخبر اپنے پہلے بیان پر اصرار کر رہا ہے اس کو رخصت کیا جائے تو صاحب موصوف کے کانشنس نے یہی تقاضا کیا کہ وہ بذات خود بھی اُس سے دریافت کریں۔ اگر حکّام کی اس درجہ تک نیک نیتی اور توجہ اور محنت کشی نہ ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ اس مقدمہ کی اصلیّت کھلتی۔ ہم تہ دل سے دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ایسے حکام کو جو ہر ایک جگہ انصاف اور عدل کو مدنظر رکھتے ہیں اور پوری تحقیق سے کام لیتے ہیں اور احکام کے صادر کرنے میں جلدی نہیں کرتے ہمیشہ خوش رکھے اور ہر ایک بَلا سے اُن کو محفوظ رکھ کر اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے محض ظُلم اور جھُوٹ کی راہ سے اپنے بیان میں کئی جگہ میرے چال چلن پر نہایت شرمناک حملہ کیا تھا۔ اگر ایسے منصف مزاج مجسٹریٹ کی عدالت میں ان تمام حملوں کے بارے میں میرا جواب لیا جاتا تو ڈاکٹر صاحب کے منصوبوں کی حقیقت کھُل جاتی۔ مگر چونکہ حاکم انصاف پسند کے دل پر اس مقدمہ کی مصنوعی بنیاد کی تمام حقیقت کھُل گئی تھی جس کی تائید میں یہ تمام الزامات پیش کئے گئے تھے لہٰذا عدالت نے مقدمہ کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے اکثر کلمات جو نہایت دِل آزار اور سراسر جھُوٹھ اور افترا اور کم سے کم ازالہ حیثیت عُرفی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ مجھے یہ حق دیتے تھے کہ ان بے جا اور باطل الزاموں کا عدالت کے ذریعہ سے تدارک کروں۔ مگر مَیں باوجود مظلوم ہونے کے کسی کو آزار دینا نہیں چاہتا اور اُن تمام باتوں کو حوالہ بخدا کرتا ہوں

یہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے بیان میں کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتاً میری نسبت بیان کیا ہے کہ گویا میرا وجود گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے مگر مَیں اس اشتہار کے ذریعہ سے حُکّام کو اطلاع دیتا ہوں کہ ایسا خیال میری نسبت

ایک ظلم عظیم ہے۔ میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد میرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ اُن خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکام اُن کو ملی تھیں مجھے افسوس ہے کہ بہت سی اُن میں سے گُم ہوگئیں۔ مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں اُن کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں*۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا

نقل مراسلہ

(ولسن صاحب)

نمبر ۳۵۳

تہور پناہ شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان بحفظہٗ

عریضہ شما مشعر بر یاد دہانی خدمات و حقوق خود و خاندان خود بملاحظہ حضور ایں جانب درآمد۔ ما خوب می دانیم کہ بلاشک شما و خاندان شما از ابتدائے دخل و حکومت سرکار انگریزی جاں نثار وفاکیش ثابت قدم ماندہ اید۔

Translation of Certificate of J.M. Wilson

To

Mirza Ghulam Murtaza Khan,

Chief of Qadian.

I have perused your application reminding me of your and your family's past services and rights I am well aware that since the introduction of the British Govt. you and your family have certainly remained devoted faithful and steady subjects and that your

بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ اور جب تموں کے گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک

وحقوق شما در اصل قابل قدرانند بہرنہج تسلی و تشفی دارید۔ سرکار انگریزی حقوق وخدمات خاندان شمارا ہرگز فراموش نخواہد کرد۔ بموقعہ مناسب برحقوق وخدمات شما غور و توجہ کردہ خواہد شد۔ باید کہ ہمیشہ ہواخواہ وجاں نثار سرکار انگریزی بمانند کہ دریں امر خوشنودی سرکار و بہبودی شما متصور است

فقط۔

المرقوم ۱۱ جون ۱۸۴۹ء مقام لاہور انارکلی

rights are really worthy of regard, In every respect you may rest assured and satisfied that the British Govt. will never forget your family's rights and services which will receive due consideration when a favourable opportunity offer itself. You must continue to be faithful and devoted subjects as in it lies the satisfaction of the Govt: and your welfare.

11. 6. 1849 Lahore.

نقل مراسلہ

(رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور)

تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضے رئیس قادیان بعافیت باشند

Translation of Mr. Robert Cast's Certificate.

To

Mirza Ghulam Murtaza Khan,

Chief of Qadian.

تھا۔ پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس

As you rendered great help in existing sowers and supplying horses to Govt: in the Mutiny of 1857 and maintained loyalty since its beginning up-to-date and thereby gained the favour of Govt: a Khilat worth Rs. 200/- is presented to you in recognition of good services and as a reward for your loyalty.

Moreover in accordance with the wishes of Chief Commissioner as conveyed in his No 576 dated 10th August 58 this parwana is addressed to you as a token of satisfaction of Govt: for your fidelity and reputa.

ازانجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء ازجانب آپ کے رفاقت و خیرخواہی و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ درباب نگہداشت سواران و بہمرسانی اسپان بخوبی منصہ ظہور میں پہنچی۔ اور شروع مفسدہ سے آجتک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا۔ لہذا بجلدوی اس خیرخواہی اور خیرسگالی کے خلعت مبلغ دو صد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار دنیک نامی و وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔

مرقومہ تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء

کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں اُن سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں

Translation of Sir Robert Egerton,
Financial Commissioner's Murasla.

D/ 29 June, 1876

My dear friend Ghulam Qadir,

I have perused your letter of the 2nd instant & deeply regret the death of your father Mirza Ghulam Murtza who was a great well wisher and faithful chief of Govt.

In consideration of your family services I will esteem you with the same respect as that bestowed on your loyal father. I will keep in mind the restoration and welfare of your family when a favourable oppurtunity occurs.

نقل مراسلہ فنانشل کمشنر پنجاب

مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ

آپ کا خط ۲ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپکے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا۔ مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریزی کا اچھا خیرخواہ اور وفادار رئیس تھا۔ ہم آپ کی خاندانی لحاظ سے اسی طرح پر عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ وفادار کی کی جاتی تھی۔ ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہیگا۔

المرقوم ۲۹ جون ۱۸۷۶ء۔

الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر
فنانشل کمشنر پنجاب

پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہا روپے خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلادِ شام اور رُوم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت اُن کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر مَیں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ مَیں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے رد کرنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ اگر مَیں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیرخواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں مَیں نے یہ تحریریں لکھی ہیں اُن کتابوں کے نام معہ ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں جن میں سرکار انگریزی کی خیرخواہی اور اطاعت کا ذکر ہے۔

نمبر	نام کتاب	تاریخ طبع	نمبر صفحہ
۱	براہین احمدیہ حصہ سوم	۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	آریہ دھرم (نوٹس) دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۲ر ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ر ستمبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۴ تک آخر کتاب
۵	درخواست شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ر ستمبر ۱۸۹۵ء	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک

۸	نور الحق حصہ اول (اعلان)	سنہ ۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک
۹	شہادۃ القرآن (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)	۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۹۳ء	الف سے ۶ تک آخر کتاب
۱۰	نور الحق حصہ دوم	سنہ ۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سر الخلافہ	سنہ ۱۳۱۲ھ	۷۱ سے ۷۳ تک
۱۲	اتمام الحجۃ	سنہ ۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامۃ البشریٰ	سنہ ۱۳۱۱ھ	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵ مئی سنہ ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر سنہ ۱۸۹۵ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری سنہ ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی سنہ ۱۸۹۷ء	صفحہ ۷۴
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲ جنوری سنہ ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کیلئے	۲۷ فروری سنہ ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یکطرفہ
۲۰	اشتہار درباره سفیر سلطان رُوم	۲۴ مئی سنہ ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب بر جشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳ جون سنہ ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷ جون سنہ ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ	۲۵ جون سنہ ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰ دسمبر سنہ ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

اور حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اُس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کے اغراض سے مخالف پاکر ایک سخت مخالفت ظاہر کی وہ تمام حال بھی مَیں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۸۹۷ء میں شایع کر دیا ہے۔ وہی اشتہار تھا جس

کی وجہ سے بعض مسلمان ایڈیٹروں نے بڑی مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آکر مجھ کو گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان رُوم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اُس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ کیا اُس کی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے ؟

یہ بات ایک ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو بھی جو محمد حسین بٹالوی ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اسی مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ سرکار انگریزی کا خیرخواہ اور سلطنت رُوم کے مخالف ہے۔ اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ مَیں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ سرکار انگریزی کا بدل وجان خیرخواہ ہوں۔ اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے۔ اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مُریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مُریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ مَیں نے بعض اشخاص کی موت وغیرہ کی نسبت پیشگوئی کی ہے۔ لیکن نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اُس وقت اور اُس حالت میں کہ جبکہ اُن لوگوں نے اپنی رضا و رغبت سے ایسی پیشگوئی کے لئے مجھے تحریری اجازت دی۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ کی تحریریں اب تک میرے پاس موجود ہیں جن میں سے بعض ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں شامل مسل کی گئی ہیں مگر چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر بھی ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا اور اصل واقعات کو چھپایا اس لئے آئندہ٭ مَیں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیشگوئی کی جائے بلکہ

٭ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو (المرتب)

آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیشگوئیوں کے لئے درخواست کرے تو اس کی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔ یہ ایک ایسا طریق ہے جس میں کسی مکر کی گنجائش نہیں رہے گی۔

یہ بات بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کر کے کتاب مسل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں جس کا نام میں نے کتاب البریّت رکھا ہے اور باایں ہمہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں۔ ابتدا سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے۔

اور میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کر سکتا تھا لیکن دو مصلحت کے سبب سے میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا۔ اوّل یہ کہ تا مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پا کر اپنی روش بدلا لیں اور آئندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ دوم یہ کہ تا مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آویں

حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ: بعض ہمارے مخالف جن کو افترا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیشگوئیاں کرنے سے منع کر دیا ہے۔ خاص کر ڈرانے والی پیشگوئیوں اور عذابوں کی پیشگوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی اور عذابی پیشگوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے یعنے رضامندی لینے کے بعد پیشگوئی کرنا اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔ منہ ✦

اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پا کر اپنی پُر جوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھا لیں کہ اگر اس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی کے ساتھ اُن کو جواب مل گیا اور اس طرح وہ وحشیانہ انتقاموں سے دستکش رہیں۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ ایسی مذہبی تحریروں سے جیسا کہ لیکھرام اور اندرمن اور دیانند اور پادری عماد الدین کی کتابیں اور پرچہ نور افشاں لودیانہ کے اکثر مضمون ہیں فتنہ اور اشتعال کا سخت احتمال تھا مگر چونکہ ان کتابوں کے مقابل پر کتابیں تالیف ہوئیں اور سخت باتوں کا جواب کسی قدر سخت باتوں کے ساتھ ہو گیا اس لئے مسلمانوں کے عوام کا جوش اندر ہی اندر دب گیا۔

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر سخت الفاظ کے مقابل پر دوسری قوم کی طرف سے کچھ سخت الفاظ استعمال نہ ہوں تو ممکن ہے کہ اُس قوم کے جاہلوں کا غیظ و غضب کوئی اَور راہ اختیار کرے۔ مظلوموں کے بخارات نکلنے کے لئے یہ ایک حکمت عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔ لیکن یہ طرز پھر بھی کچھ بہت قابل تعریف نہیں بلکہ اس سے تحریرات کا رُوحانی اثر گھٹ جاتا ہے اور کم سے کم نقصان یہ ہے کہ اس سے مُلک میں بد اخلاقی پھیلتی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ عام طور پر ایک سخت قانون جاری کر کے ہر ایک مذہبی گروہ کو سخت الفاظ کے استعمال سے ممانعت کر دے تاکہ کسی قوم کے پیشوا اور کتاب کی توہین نہ ہو۔ اور جب تک کسی قوم کی معتبر اور مُسلّم کتابوں سے واقعات صحیحہ معلوم نہ ہوں جن سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہو کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ ایسے قانون سے ملک میں بہت امن پھیل جائیگا۔ اور مفسد طبع فتنہ انگیز لوگوں کے مُنہ بند ہو جائیں گے اور تمام مذہبی بحثیں علمی رنگ میں آجائیں گی۔ اسی غرض سے مَیں نے ایک درخواست گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے تیار کی ہے۔ اس کے ساتھ کئی ہزار مسلمانوں کے دستخط بھی ہیں مگر چونکہ اب تک کافی دستخط نہیں ہوئے اس لئے ابھی تک توقف ہے۔ مگر درحقیقت یہ ایسا کام ہے کہ ضرور اس

طرف گورنمنٹ کی توجہ چاہیئے۔ حفظ امن کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ ہتک آمیز اور فتنہ انگیز الفاظ سے ہر ایک قوم پرہیز کرے اور کسی مذہب پر وہ الزام نہ لگائے جس کو اُس مذہب کے حامی قبول نہیں کرتے اور نہ اُن کی مُسلّم اور معتبر کتابوں میں اس کا کوئی اصل صحیح پایا جاتا ہے اور نہ ایسا الزام لگائے جو اُس کی مسلّم کتابوں یا نبیوں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اور جو شخص اِس ہدایت کی خلاف ورزی کرے۔ اُس کے لئے کوئی سزا مقرر ہو۔ بے شک بغیر اِس تدبیر کے مذہبی فتنوں کا زہر یلا بیج کبھی دُور نہیں ہو سکتا۔

مَیں افسوس سے لکھتا ہوں کہ ڈاکٹر کلارک نے میری بعض مذہبی تحریریں پیش کر کے عدالت میں یہ خلاف واقعہ بیان کیا ہے کہ یہ سخت لفظ خود بخود اُن کی نسبت کہے گئے ہیں۔ مَیں حکام کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز یہ میری عادت میں داخل نہیں کہ خود بخود کسی کو آزار دوں اور نہ ایسی عادت کو مَیں پسند کرتا ہوں بلکہ جو کچھ سخت الفاظ میں لکھا گیا وہ سخت الفاظ کا جواب تھا مگر مخالفوں کی سختی سے نہایت کم۔ تاہم یہ طریق بھی میری طبیعت اور عادت سے مخالف ہے اور جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ کو استعمال کیا جائے مَیں اسی پر کاربند رہنا چاہتا ہوں اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اِس طرز کے کاربند رہیں اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ اور جیسا کہ مَیں نے پہلے اس سے شرائط بیعت کی دفعہ چہارم میں سمجھایا ہے سرکار انگریزی کی سچی خیرخواہی اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کریں۔ اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں اور پرہیزگار اور صالح اور بے شر انسان بن کر پاک زندگی کا نمونہ

دکھلائیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو یا بیجا جوش اور وحشیانہ حرکت اور بدزبانی سے کام لے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ان صورتوں میں ہماری جماعت کے سلسلہ سے باہر متصور ہوگا اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔ دیکھو! آج مَیں کُھلے کُھلے لفظوں سے آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دُور رکھیں اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خُلق میں زیادت ثابت ہو۔ اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جو اہل علم اور فاضل اور تربیت یافتہ اور نیک مزاج ہیں ایسا ہی کرینگے مگر یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جو شخص ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔*

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کرکے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اُس کی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسرا مخلوق کو اُس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اس کو تمام رُوحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔ دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو

* میری جماعت میں بڑے بڑے معزز اہل اسلام داخل ہیں جن میں بعض تحصیلدار اور بعض اکسٹرا اسسٹنٹ اور ڈپٹی کلکٹر اور بعض وکلاء اور بعض تاجر اور بعض رئیس اور جاگیردار اور نواب اور بعض بڑے بڑے فاضل اور ڈاکٹر اور بی اے اور ایم اے اور بعض سجادہ نشین ہیں۔ منہ

ہماری ہمدردی اور جان اور مال کی محافظ ہے، اُس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دُور رہنا جو اُس کو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیئے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھانے چاہئیں۔

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لئے بھی بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے اس لئے حفظ امن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے کاربند ہوں۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہم نے عدالت کے سامنے اس بحث کو طول دینا نہیں چاہا۔ حالانکہ ہمارے تمام سخت الفاظ جوابی تھے اور نیز اُن کے مقابل پر نہایت کم۔ سو ہم نے جوابی طور کے سخت الفاظ کو بھی چھوڑنا چاہا۔ کیونکہ ہمارا مدت سے یہ ارادہ تھا کہ تمام قومیں مباحثات میں الفاظ کی سختی کو استعمال نہ کریں۔ اسی ارادہ کی وجہ سے ہم نے اس درخواست پر دستخط مسلمانوں کے کرائے ہیں جس کو عنقریب بحضور جناب نواب گورنر جنرل بہادر بھیجنے کا ارادہ ہے۔ سو مخالفین مذہب کو بذریعہ اس نوٹس کے عام اطلاع دی جاتی ہے کہ اس فیصلہ کے بعد وہ بھی مباحثات میں اپنی روشیں بدلا لیں اور آئندہ سخت اور جوش پیدا کرنے والے الفاظ اور ہتک آمیز الفاظ اپنے اخبارات اور رسالوں میں ہرگز استعمال نہ کریں۔ اور اگر اب بھی اس نوٹس کے شائع ہونے کے بعد انہوں نے اپنے سابق طریق کو نہ چھوڑا تو انہیں یاد رہے کہ ہمیں یا ہم میں سے کسی کو حق حاصل ہوگا کہ بذریعہ عدالت چارہ جوئی کریں۔ حفظ امن کے لئے ہر ایک قوم کا فرض ہے کہ فتنہ انگیز تحریروں سے اپنے تئیں بچائے۔ پس جو شخص اس نوٹس کے شائع ہونے کے بعد بھی اپنے تئیں سخت الفاظ اور بدزبانی اور توہین سے روک نہ سکے ایسا شخص درحقیقت گورنمنٹ کے مقاصد کا دشمن اور فتنہ پسند آدمی ہے اور عدالت کا فرض ہوگا کہ امن کو قائم رکھنے کے لئے اس کی گوشمالی کرے۔

بحث کرنے والوں کے لئے یہ بہتر طریق ہوگا کہ کسی مذہب پر بیہودہ طور پر اعتراض نہ کریں بلکہ اُن کی مسلّم اور معتبر کتابوں کی رو سے ادب کے ساتھ اپنے شبہات پیش کریں اور ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین سے اپنے تئیں بچا دیں اور مباحثات میں حکیمانہ طرز اختیار کریں اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو اُن کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں مثلاً اگر ایک مسلمان عیسائی عقیدہ پر اعتراض کرے تو اس کو چاہیئے کہ اعتراض میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے اور اُن کی وجاہت اور مرتبہ کو نہ بھُلا دے۔ ہاں وہ نہایت نرمی اور ادب سے اس طرح اعتراض کرسکتا ہے کہ خدا نے جو بیٹے کو دُنیا میں بھیجا تو کیا یہ کام اُس نے اپنی قدیم عادت کے موافق کیا یا خلاف عادت؟ اگر عادت کے موافق کیا تو پہلے بھی کئی بیٹے اُس کے دُنیا میں آئے ہوں گے اور مصلوب بھی ہوئے ہوں گے یا ایک ہی بیٹا بار بار آیا ہوگا اور اگر یہ کام خلاف عادت ہے تو خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا اپنی ازلی ابدی عادتوں کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یا مثلاً یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام لوگوں کے گناہوں کے سبب سے خدا کی نظر میں لعنتی ٹھیر گئے تھے کیونکہ لعنت کے معنے لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا اُس شخص سے جس پر لعنت کی گئی ہے بیزار ہو جائے اور وہ شخص خدا سے بیزار ہو جائے اور دونوں میں باہم دشمنی واقع ہو جائے اور شخص ملعون خدا کے قرب سے دُور جا پڑے اور یہ ذلیل حالت ایسے شخص کی کبھی نہیں ہوسکتی جو درحقیقت خدا کا پیارا ہے۔ اور جبکہ لعنت جائز نہ ہوئی تو کفارہ باطل ہوا۔ غرض ایسے اعتراض جن میں معقول تقریر کے ساتھ کسی فرقہ کے عقائد کی غلطی کا اظہار ہو ہر ایک محقق کا حق ہے جو نرمی اور ادب کے ساتھ پیش کرے اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ وہ تمام اعتراضات علمی رنگ میں ہوں تا لوگوں کو اُن سے فائدہ پہنچ سکے اور کوئی مفسدہ اور اشتعال پیدا نہ ہو۔

اور یہ خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کا مقام ہے کہ ہم لوگ جو مسلمان ہیں ہمارے اصول

ہمارا یہ داخل ہے کہ گذشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور اُمتیں بکثرت دُنیا میں پھیل گئی ہیں کسی نبی کی تکذیب نہ کریں کیونکہ ہمارے اسلامی اُصول کے موافق خدا تعالےٰ مفتری کو ہرگز یہ عزت نہیں بخشتا کہ وہ ایک سچے نبی کی طرح مقبول خلائق ہو کر ہزارہا فرقے اور قومیں اُس کو مان لیں اور اُس کا دین زمین پر جم جاوے اور عمر پائے۔ لہٰذا ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم تمام قوموں کے نبیوں کو جنہوں نے خدا کے الہام کا دعوٰی کیا اور مقبول خلائق ہو گئے اور اُن کا دین زمین پر جم گیا خواہ وہ ہندی تھے یا فارسی، چینی تھے یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے در حقیقت سچے رسُول مان لیں۔ اور اگر ان کی اُمتوں میں کوئی خلاف حق باتیں پھیل گئی ہوں تو اُن باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہو گئیں یہ اصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جس کی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بد تہذیبی سے بچ جاتا ہے اور در حقیقت واقعی امر یہی ہے کہ جھوٹے نبی کو خدا تعالےٰ اپنے کروڑہا بندوں میں ہرگز قبولیت نہیں بخشتا اور اس کو وہ عزت نہیں دیتا جو سچوں کو دی جاتی ہے اور صدیوں اور زمانوں میں اُس کی قبولیت ہرگز قائم نہیں رہ سکتی بلکہ بہت جلد اس کی جماعت متفرق ہو جاتی اور اس کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

سو اے دوستو۔ اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اُس کا اختیار ہے کہ عدالت کی رُو سے چارہ جوئی کرے مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل سختی کر کے کسی مفسدہ کو پیدا کریں یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اُس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔

مگر ہم اپنی عادل گورنمنٹ سے یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ جو لوگ آئندہ مخالفانہ

حملے توہین اور بدزبانی کے ساتھ ہم پر کریں یا ہمارے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یا قرآن شریف پر یا اسلام پر تو اُن کی بدزبانی کا تدارک بھی واجب طور پر کیا جائے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں اور پھر دوبارہ لکھتے ہیں کہ ہماری یہ جماعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہ ہے اور ہمیشہ خیر خواہ رہے گی اور میری تمام جماعت کے لوگ درحقیقت غریب مزاج اور امن پسند اور اوّل درجہ کے خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں اور باایں ہمہ معزز اور شریف ہیں۔

اور بعض نادانوں کا یہ خیال کہ گویا میں نے افترا کے طور پر الہام کا دعویٰ کیا ہے غلط ہے بلکہ درحقیقت یہ کام اس قادر خدا کا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اس جہان کو بنایا ہے۔ جس زمانہ میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اس وقت میرے جیسا ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے یہانتک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔ مَیں عام اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی انسان خواہ ایشیائی ہو خواہ یوروپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری ان باتوں کی سچائی معلوم کرلے گا۔

یاد رہے کہ یہ باتیں عقل امن کے مخالف نہیں۔ ہم دُنیا میں فروتنی کے ساتھ زندگی بسر کرنے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی جس کے ہم ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ ہمارا اصول ہے۔ ہم ہرگز کسی مفسدہ اور نقض امن کو پسند نہیں کرتے اور اپنی گورنمنٹ انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنے کے لئے تیار ہیں اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا ہے فقط الراقم ۱۰ ستمبر ۱۸۹۷ء

المشتہر

میرزا غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۱۶ صفحات پر ہے)

(۱۸۰)

اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کی توبہ

علاوہ اور نشانوں کے یہ بھی ایک عظیم الشان نشان ہے جو حال میں اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ظاہر ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک بزرگ نے جو ہر ایک طرح سے دُنیا میں
معزز اور رئیس اور اہل علم بھی ہیں اس عاجز کے حق میں ایک دل آزار کلمہ یعنے مثنوی
رُومی کا یہ شعر پڑھا تھا جو پرچہ چودھویں صدی[1] ماہ جون ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا اور
وہ یہ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سو اس رنج کی وجہ سے جو اس عاجز کے دل کو پہنچا اس بزرگ کے حق میں دُعا
کی گئی تھی کہ یا تو خدا تعالیٰ اس کو توبہ اور پشیمانی بخشے اور یا کوئی تنبیہ نازل کرے۔ سو
خدا نے اپنے فضل اور رحم سے اُس کو توفیق توبہ عنایت فرمائی اور اس بُزرگ کو
الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ اس عاجز کی دُعا اس کے بارے میں قبول کی گئی اور
ایسا ہی معافی بھی ہوگی۔ سو اُس نے خدا سے یہ الہام پاکر اور آثار خوف دیکھ کر نہایت
انکسار اور تذلّل سے معذرت کا خط لکھا۔ وہ خط کسی قدر اختصار سے پرچہ چودہویں صدی
ماہ نومبر ۱۸۹۷ء میں چھپ بھی گیا ہے۔ مگر چونکہ اس اختصار میں بہت سے ایسے ضروری امور
رہ گئے ہیں جن سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول
کرتا اور اُن کے دلوں پر رُعب ڈالتا اور آثار خوف ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے مَیں مناسب
دیکھتا ہوں کہ اُس خط کو جو میرے پاس پہنچا تھا بعض ضروری اختصار کے ساتھ شائع کر
دوں۔ اور بزرگ موصوف کا یہ اصل خط اس وجہ سے بھی شائع کرنے کے لائق ہے کہ مَیں

---

[1] یہ مضمون اسی جلد میں صفحہ   پر نقل کیا گیا ہے (المرتب)

اس اصل خط کو بہت سے لوگوں کو سُنا چکا ہوں اور ایک جماعت کثیر اس کے مضمون سے اطلاع پا چکی ہے اور بہت سے لوگوں کو بذریعہ خطوط اس کی اطلاع بھی دی گئی ہے اب جبکہ چودھویں صدی کے پرچہ کو وہ لوگ پڑھیں گے تو ضرور اُن کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوں گے کہ جو کچھ زبانی ہمیں سُنایا گیا اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جو شایع کردہ خط میں نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے بعض کوتہ اندیش مخالفوں کو یہ بہانہ ہاتھ آجائے کہ گویا ہم نے بیچ کے خط میں اپنی طرف سے کچھ زیادت کی تھی۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس اصل خط کو چھاپ دیا جائے۔ مگر یاد رہے کہ چودھویں صدی کے خط میں جس قدر اختصار کیا گیا ہے یہ کسی کا قصور نہیں ہے۔ اختصار کے لئے مَیں نے ہی اجازت دی تھی مگر اس اجازت کے استعمال میں کسی قدر غلطی ہو گئی ہے لہٰذا اب اس کی اصلاح ضروری ہے۔

اس تمام قصّے کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت اور تمام حق کے طالبوں کے لئے یہ بھی ایک خدا کا نشان ہے اور جناب سر سیّد احمد خان صاحب بالقابہ کے غور کرنے کے لئے یہ تیسرا نمونہ ہے کہ کیونکر اللہ جلّ شانہٗ اپنے بندوں کی دُعائیں قبول کر لیتا ہے سیّد صاحب موصوف کا یہ قول تو نہایت صحیح ہے کہ ہر ایک دُعا منظور نہیں ہو سکتی۔ بعض دعائیں منظور ہو جاتی ہیں۔ مگر کاش سیّد صاحب کی پہلی تحریریں اس آخری تحریر کے مطابق ہوتیں

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ بزرگ موصوف جن کا خط ذیل میں لکھا جاتا ہے کچھ عام لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ جہانتک میرا خیال ہے وہ ایک بڑے ذی علم اور علماء وقت میں سے ہیں اور کئی لوگوں سے مَیں نے سُنا ہے کہ اُن کو الہام بھی ہوتا ہے اور اس خط میں اُنہوں نے اپنے الہام کا ذکر بھی کیا ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے وہ بُزرگ پنجاب کے معزز رئیسوں اور جاگیرداروں میں سے ہیں اور ایک مدت سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی طرف سے ایک معزز عہدہ حکومت پر بھی ممتاز ہیں۔ چونکہ پرچہ چودھویں صدی میں بھی اس بُزرگ کے منصب اور مرتبت کا اس قدر ذکر ہو چکا ہے لہٰذا اس قدر یہاں بھی لکھا گیا اور بُزرگ

موصوف نے جو میرے نام بغرض معذرت ۹ ۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ چودھویں صدی میں چھپا ہے اس خط کو بغرض مصلحت مذکورہ بالا بحذف بعض فقرات ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

نقل مطابق اصل

"اخبار چودھویں صدی والا مجرم"٭

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم "

" سیدی و مولائی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ "

" ایک خطا کار اپنی غلط کاری سے اعتراف کرتا ہوا (اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے) قادیان کے مبارک مقام پر (گویا) حاضر ہو کر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے۔

یکم جولائی ۱۹۰۳ء سے یکم جولائی ۱۹۰۸ء تک جو اس گنہگار کو مہلت دی گئی اب آسمانی بادشاہت میں آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہے (اس موقعہ پر مجھے القا ہوا کہ جس طرح آپ کی دُعا مقبول ہوئی اسی طرح میری التجا و عاجزی قبول ہو کر حضرت اقدس کے حضور سے معافی و رہائی دی گئی) مجھے اب زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں تاہم اس قدر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں ابتدا سے آپ کی اس دعوت پر بہت غور سے جویائے حال رہتا رہا اور میری تحقیق ایمانداری و صاف دلی پر مبنی تھی حتّٰی کہ (۹۰) فیصدی یقین کا مدارج پہنچ گیا۔

(۱) آپ کے شہر کے آریہ مخالفوں نے گواہی دی کہ آپ بچپن سے صادق و پاکباز تھے۔

(۲) آپ جوانی سے اپنے تمام اوقات خدائے واحد حیّ و قیوم کی عبادت میں لگاتار صرف فرماتے رہے۔ اِنّ اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین۔

٭ یہ عنوان جنگ موصوف نے اپنے خط کے سر پر لکھا تھا۔ چونکہ اس عنوان میں نہایت انکسار ہے جو انساں کو بوجہ اس کے کمال تذلّل کے موردِ رحمت الٰہی بناتا ہے اس لئے ہم نے اس کو جیسا کہ اصل خط میں تھا لکھ دیا ہے۔ منہ ٭

(۳) آپ کا حسن بیان تمام عالمان ربانی سے صاف صاف علیحدہ نظر آتا ہے۔ آپ کی تمام تصنیفات میں ایک زندہ رُوح ہے (فیہا ھدی و نور)

(۴) آپ کا مشن کسی فساد اور گورنمنٹ موجودہ کی (جو تمام حالات سے اطاعت و شکر گذاری کے قابل ہے) بغاوت کی راہ نمائی نہیں کرتا۔ انّ اللہ لا یحب فی الارض الفساد

حتیٰ کہ میرے بہت سے مہربان دوستوں نے جو اُن سے آپ کے معاملات پر مَیں ہمیشہ بحث کرتا رہتا تھا۔ مجھے ۔ ۔ ۔ ۔ خطاب سے مخاطب کیا۔

پھر یہ کہ باایں ہمہ کیوں؟ میرے مُنہ سے وہ بیت مثنوی کا نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مَیں جب لاہور میں اُن کے پاس گیا تو مجھ کو اپنے معتبر دوستوں کے ذریعہ سے (جن سے پہلے میری بحث رہتی تھی) خبر ملی کہ آپ سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جس سے کسی مُسلمان ایماندار کو آپ کے مخالف خیال کرنے میں کوئی تامل نہیں رہا

(۱) آپ نے دعویٰ رسُول ہونے کا کیا ہے اور ختم المرسلین ہونے کا بھی ساتھ ساتھ ادّعا کر دیا ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل پر سخت چوٹ لگانے والا فقرہ تھا کہ جو عزت ختم رسالت کی بارگاہ الہٰی سے محمد عربی صلے اللہ علیہ و آلہ (فداک رُوحی یا رسُول اللہ) کو مل چکی ہے اس کا دوسرا کب حقدار ہو سکتا ہے۔

(۲) آپ نے فرمایا ہے کہ تُرک تباہ ہوں گے اور اُن کا سُلطان بڑی بیعزتی سے قتل کیا جائے گا اور دُنیا کے مسلمان مجھ سے التجا کریں گے کہ مَیں اُن کو ایک سُلطان مقرر کر دوں۔ یہ ایک خوفناک بربادی بخش پیشگوئی اسلامی دُنیا کے واسطے تھی کیونکہ آج تمام مقدس مقامات پر جو خداوند کے عہد قدیم و جدید سے چلے آتے ہیں۔ اُن کی خدمت ترکوں و اُن کے سُلطان کے ہاتھ میں ہے۔ ان مقامات کا ترکوں کی مغلوبی کی حالت میں نکل جانا ایک لازمی اور یقینی امر ہے جس کے خیال کرنے سے ایک ہیبتناک خوفناک نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ اس موقعہ پر دُنیا کے ہر ایک مسلمان پر فرض ہو

جائے گا کہ ان معبدوں کو ناپاک ہاتھوں سے بچانے کے واسطے اپنی جان و مال کی قربانی چڑھائے۔ کیسا مصیبت اور امتحان کا وقت مسلمانوں پر آپڑے گا کہ یا تو وہ بال بچّہ گھر بار پیارے وطن کو الوداع کہہ کے ان پاک معبدوں کی طرف چل پڑیں یا اُس ابدی اور جاوید زندگی ایمان سے دست بردار ہو جائیں۔ ربنا و لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا۔ یہی راز ہے جو مسلمان ترکوں سے محبّت کرتے ہیں کہ اُن کی خیر میں اُن کے دین و دُنیا کی خیر ہے۔ ورنہ ترکوں کا کوئی خاص احسان مسلمانان ہند پر نہیں بلکہ ہم کو سخت گلہ ہے کہ ہماری پچھلی صدی کی عالمگیر تباہی میں (جبکہ مرہٹوں و سکھوں کے ہاتھ سے مسلمانان ہند برباد ہو رہے تھے ہماری کوئی خبر اُنھوں نے نہیں لی۔ اس شکریہ کی مستحق صرف سرکار انگریزی ہے جس کی گورنمنٹ نے مسلمانوں کو اس سے نجات دلائی تو ہماری ہمدردی کی وہی خاص وجہ ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔

الغرض اس کو خیال کر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی سخت ترین مصیبت کے وقت تو مسلمانوں کے ایک سچّے راہ نما کا یہ کام ہوتا کہ وہ عاجزی سے گڑگڑا کر خدا کے حضور میں اس تباہی سے بیڑے کو بچاتا۔ کیا حضرت نوح کے فرزند سے زیادہ ترک گنہگار تھے تو بجائے اس کے کہ اُن کے حق میں خدا کے حضور شفاعت کی جاتی ہے نہ اُلٹا ہنسی سے ایسی بات بنائی جاتی۔

(۳) ونیز یہ کہ حضرت والا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی تصانیف میں سخت حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں جو ایک مقبول بارگاہ الٰہی کے حق میں شایان شان نہ تھے جس کو خداوند اپنی رُوح و کلمہ فرمائے جن کے حق میں یہ خطاب ہو وجیھا فی الدنیا و الاٰخرۃ ومن المقربین۔ پھر اس کی توہین اور اہانت کیونکر ہو سکتی۔

یہ باتیں میرے دل میں بھری تھیں اور اُن کے تجسّس کے واسطے میں پھر کوشش کر رہا تھا کہ یہ کہاں تک صحیح ہیں کہ ناگاہ حضور کا اشتہار ترکی سفیر کے بارے میں جو نکلا۔

پیش ہوا تو بیساختہ میرے مُنہ سے (سوا کسی اور کلام کے) مثنوی کا بیت نکل گیا جس پر آپ کو رنج ہوا (اور رنج ہونا چاہیئے تھا)

(۱) رسالت کے دعویٰ کے بارے میں مجھ کو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے و نیز آپ کی وہ رُوحانی اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تقریر سے جو جلسۂ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلّی ہو گئی جو محض افتراء و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا۔

(۲) بابت ترکوں کے آپ کے اُسی اشتہار (میرے عرضی دعویٰ کے) میری تسلّی ہو گئی جس قدر آپ نے نکتہ چینی فرمائی وہ ضروری اور واجبی تھی۔

(۳) بابت حضرت مسیح کے بھی ایک بے وجہ الزام پایا گیا۔ گو یسُوع کے حق میں آپ نے کچھ لکھا ہے جو ایک الزامی طور پر ہے جیسا کہ ایک مسلمان شاعر ایک شیعہ کے مقابل میں حضرت مولانا علیؓ کے بارے میں لکھتا ہے:۔

آں جوانے بروت مالیدہ • بہر جنگ و دغا سگالیدہ

بر خلافت دلش بسے مائل • لیک بوبکر شد میاں حائل

تو بھی حضرت اگر ایسا نہ کرتے میرے خیال میں تو اچھا ہوتا۔ جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔

مگر ان باتوں کے علاوہ جس سے میرا دل تڑپ اُٹھا اور اس سے یہ صدا آنے لگی کہ اُٹھ اور معافی طلب کرنے میں جلدی کر۔ ایسا نہ ہو کہ تو خدا کے دوستوں سے لڑنے والا ہو۔ خداوند کریم تمام رحمت ہے۔ کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ۔ دُنیا کے لوگوں پر جب عذاب نازل کرتا ہے تو اپنے بندوں کی ناراضی کی وجہ سے۔ ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسُولاً۔ آپ کا خدا کے ساتھ معاملہ ہے تو کون ہے جو الٰہی سلسلہ میں دخل دیوے۔ خداوند کی اُس آخری عظیم الشان کتاب کی ہدایت یاد آئی جو مومن آل فرعون کے قصہ میں بیان فرمائی گئی کہ جو لوگ خدائی سلسلہ کا ادّعا کریں اُن کی تکذیب کے واسطے دلیری اور پیش دستی نہ

کرنی چاہیئے نہ یہ کہ اُن کا انکار کرنا چاہیئے۔ اِن یَّک کاذبًا فعلیہ کذبہ وان یک صادقًا یصبکم بعض الّذی یعدکم

مگر یہ صرف میرا دلی خیال ہی نہیں رہا بلکہ اُس کا ظاہری اثر محسوس ہونے لگا۔ کچھ ایسی بنائیں خارج میں پڑنے لگیں جس میں . . . . (اعوذ باللہ) مصداق ہو جانے لگا (یعنی آثار خوف) (ظاہر ہوئے) چودہ سو برس ہونے کو آتے ہیں کہ خدا کے ایک برگزیدہ کے مُنہ سے یہ لفظ ہماری قوم کے حق میں نکلے تو کیا؟ قدرت کو ھباء منثورا کرنے کا خیال ہے (تبت الیک یارب) کہ پھر ایک مقبول الٰہی کے مُنہ سے وہی کلمہ سُن کر مجھے کچھ خیال نہ ہو۔

پس یہ ظاہری خطرات مجھ کو اس خط کے تحریر کرتے وقت سب کے سب اُڑتے ہوئے دکھائی دیئے (جن کی تفصیل کبھی مَیں پھر کروں گا) اس وقت تو مَیں ایک مُجرم گنہگاروں کی طرح آپ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں (مجھ کو حاضر ہونے میں بھی کچھ عذر نہیں مگر بعض حالات میں ظاہر حاضری سے معاف کئے جانے کا مستحق ہوں) شاید جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہی ہو جاؤں۔

امید کہ بارگاہ قدس سے بھی آپ کو راضی نامہ دینے کے لئے تحریک فرمائی جائے کہ نسی ولم نجد لہ عزما۔ قانون کا بھی یہی اصول ہے کہ جو جرم عمدًا و جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابل راضی نامہ و معافی کے ہوتا ہے۔ فاعفوا واصفحوا انّ اللہ یحب المحسنین۔

مَیں ہوں حضور کا مجرم

(دستخط بزرگ) راولپنڈی۔ ۲۹ر اکتوبر ۹۷ء

یہ خط بزرگ موصوف کا ہے جس کو ہم نے بعض الفاظ تذلل و انکسار کے حذف کر کے چھاپ دیا ہے۔ اس خط میں بزرگ موصوف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اُن کو اِس عاجز

کی قبولیت دُعا کے بارے میں الہام ہوا تھا۔ اور نیز اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے خدا کا بھی آثار خوف دیکھے جن کی وجہ سے نیادہ تر دہشت اُن کے دل پر طاری ہوئی اور قبولیت دُعا کے نشان دکھائی دیئے۔ پس اس جگہ یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ ڈپٹی آتھم کی نسبت جو کچھ شرطی طور پر بیان کیا گیا تھا وہ بیان بالکل اس بیان سے مشابہ ہے جو اس بزرگ کی نسبت کیا گیا۔ یعنی جیسا کہ اس عذابی پیشگوئی میں ایک شرط رکھی گئی تھی ویسا ہی اس میں بھی ایک شرط تھی اور ان دونوں شخصوں میں فرق یہ ہے کہ یہ بزرگ ایمانی روشنی اپنے اندر رکھتا تھا اور سچ سے محبت کرنے کی سعادت اس کے جوہر میں تھی۔ لہٰذا اُس نے آثار خوف دیکھ کر اور خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس کو پوشیدہ کرنا نہ چاہا اور نہایت تذلل اور انکسار سے جہاں تک کہ انسان تذلل کر سکتا ہے تمام حالات صفائی سے لکھ کر اپنا معذرت نامہ بھیج دیا۔ مگر آتھم چونکہ نور ایمان اور جوہر سعادت سے بے بہرہ تھا اس لئے باوجود سخت خوفناک اور ہراساں ہونے کے بھی یہ سعادت اس کو میسر نہ آئی اور خوف کا اقرار کر کے پھر افترا کے طور پر اس خوف کی وجہ اُن ہمارے فرضی حملوں کو ٹھیرایا جو صرف اسی کے دل کا منصوبہ تھا۔ حالانکہ اس نے پندرہ مہینے تک یعنی میعاد کے اندر کبھی ظاہر نہ کیا کہ ہم نے یا ہماری جماعت میں سے کسی نے اُس پر حملہ کیا تھا۔ اگر ہماری طرف سے اس کے قتل کرنے کے لئے حملہ ہوتا تو حق یہ تھا کہ میعاد کے اندر اسی وقت جب حملہ ہوا تھا شور مچاتا اور حکّام کو خبر دیتا۔ اگر ہماری طرف سے ایک بھی حملہ ہوتا تو کیا کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اُس حملہ کے وقت عیسائیوں میں شور نہ پڑ جاتا۔ پھر جس حالت میں آتھم نے میعاد گذرنے کے بعد یہ بیان کیا کہ میرے قتل کرنے کے لئے مختلف وقتوں اور مقاموں میں تین حملے کئے گئے تھے یعنی ایک امرتسر میں اور ایک لدھیانہ میں اور ایک فیروزپور میں تو کیا کوئی منصف سمجھ سکتا ہے کہ باوجود ان تینوں حملوں کے جو خون کرنے کے لئے تھے آتھم اور اُس کا داماد جو اکسٹرا اسسٹنٹ تھا۔ اور اس کی تمام جماعت چُپ بیٹھی رہتی اور حملہ کرنے والوں کا کوئی

بھی تدارک نہ کراتی اور کم سے کم اتنا بھی نہ کرتی کہ اخباروں میں چھپوا کر ایک شور ڈال دیتی اور اگر نہایت نرمی کرتی تو سرکار سے باضابطہ میری ضمانت سنگین طلب کرواتی۔ کیا کوئی دل قبول کرلیگا کہ میری طرف سے تین حملے ہوں اور آتھم اور اس کی جماعت سب کے سب چُپ رہیں۔ بات تک باہر نہ نکلے؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے خاص کر جس حالت میں میرے حملوں کا ثبوت میری پیشگوئیوں کی ساری قلعی کھولتا تھا اور عیسائیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی۔ پس آتھم نے یہ جھوٹے الزام اسی لئے لگائے کہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر اس کا خائف اور ہراساں ہونا ہر ایک پر کھُل گیا تھا۔ وہ مارے خوف مرا جاتا تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آثار خوف اُس پر اس طرح ظاہر ہوئے ہوں جیسا کہ یُونس کی قوم پر ظاہر ہوئے تھے۔ غرض اُس نے الہامی شرط سے فائدہ اُٹھایا مگر دُنیا سے محبت کرکے گواہی کو پوشیدہ رکھا اور قسم نہ کھائی اور نالش نہ کرنے سے ظاہر بھی کردیا کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کے خوف اور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا۔ لہٰذا وہ اخفائے شہادت کے بعد دوسرے الہام کے موافق جلد تر فوت ہو گیا۔ بہرحال یہ مقدمہ کہ جو اس خوش قسمت اور نیک فطرت بزرگ کا مقدمہ ہے آتھم کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے اور اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا کو معاف کرے اور اس سے راضی ہو۔ مَیں اس سے راضی ہوں اور اس کو معافی دیتا ہوں۔ چاہیئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک شخص اس کے حق میں دُعائے خیر کرے۔ اللّٰھم احفظہ من البلایا والآفات۔ اللّٰھم اعصمہ من المکروھات۔ اللّٰھم ارحمہ وانت خیر الراحمین۔ آمین ثم آمین ٭

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء

(یہ اشتہار ایام الصلح اردو طبع اوّل کے صفحہ ۵۸ سے ۶۲ تک ہے۔ المرتب)